سلسلہ: یہ حدیث نہیں ہے ۱

موضوع اور منکر روایات

www.KitaboSunnat.com

تالیف | ڈاکٹر سید سعید احسن عابدی

مکتبہ قدوسیہ
مکتبہ بیت السلام لاہور ریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

موضوع اور منکر روایات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ: یہ حدیث نہیں ہے (۱)

ابن مسعود اسلامک لائبریری
کتاب نمبر: 481
J3-504 جوہر ٹاؤن لاہور

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ"

"جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" [بخاری: ۱۰۹]

موضوع اور منکر روایات

حصہ اول

ڈاکٹر سید سعید احسن عابدی

ناشر

مکتبة بیت السلام - الریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کے جملہ حقوق نقل ونشر واشاعت بحق
مکتبہ بیت السلام الریاض
محفوظ ہیں

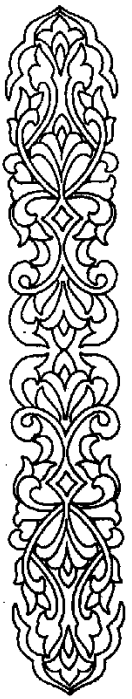

طبع

۱۴۳۴ھ ـــــــــــ ۲۰۱۳ء

مکتبہ بیت السلام

فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 4385991
موبائل نمبر 0532666640 - 0542666646 - 0505440147

bait-us-salam@hotmail.com

الریاض 11474 سعودی عرب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

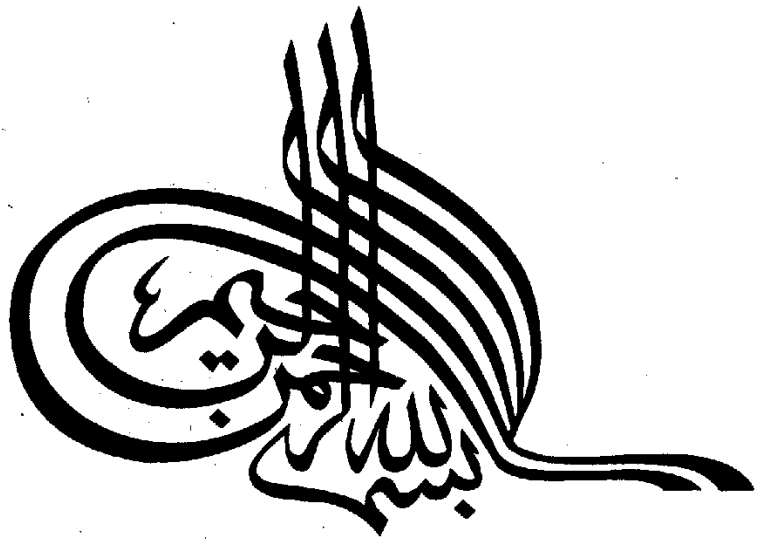

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۲۳

باب اوّل.....وضع حدیث کے اسباب ومقاصد

۲	اسلام کے بنیادی مآخذ : کتاب وسنت	۳۹
۳	ہدایت کے لیے قرآن وحدیث سے بیک وقت رجوع کرنا ضروری ہے	۳۹
۴	نبی ﷺ کے فرائض منصبی	۳۹
۵	سورۃ الحشر کی آیت ۷ کی تشریح	۴۲
۶	قرآن کی محاکات محال ہے لیکن حدیث کی محاکات ممکن ہے	۴۱
۷	احادیث میں وضع حدیث کی پیشین گوئی	۴۵
۸	وضع حدیث کے فتنہ سے عہدِ صحابہ پاک تھا	۴۳
۹	وضاعین حدیث	۴۴
۱۰	زنادقہ اور ملحدین	۴۴
۱۱	اہل بدع	۴۴
۱۲	ارباب زہد وتصوف	۴۵
۱۳	قصہ گو واعظین	۴۹
۱۴	شہرت کے متمنی دنیا دار	۴۹
۱۵	سادہ لوح مسلمان	۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶ موضوع حدیث کی پہچان ۵۰
۱۷ وضاعین کا اعتراف ۵۱
۱۸ راوی کی تاریخ پیدائش میں غلط بیانی ۵۱
۱۹ راوی کا جھوٹا ہونا ۵۲
۲۰ حدیث کی زبان کا مبتذل اور گھٹیا پن ۵۳
۲۱ حدیث کا عقل، مشاہدہ، کتاب اللہ اور متواتر حدیث کے خلاف ہونا ۵۴
۲۲ راوی کا کسی گمراہ فرقے سے تعلق ۵۴
۲۳ موضوع اور منکر روایات کو پھیلانے میں صوفیا کا کردار ۵۴
۲۴ موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں کے بیان میں محدث البانی کی خدمات ۵۸

باب دوم.....اصطلاحاتِ حدیث

۲۵ حدیث کی تعریف ۶۳
۲۶ سند کی تعریف اور اس کی مثال ۶۳
۲۷ اسناد کی تعریف ۶۴
۲۸ حدیث مسند ۶۴
۲۹ متن کی تعریف اور مثال ۶۴
۳۰ حدیث مرفوع ۶۵
۳۱ حدیث موقوف ۶۵
۳۲ حدیث مقطوع ۶۶
۳۳ حدیث صحیح کی تعریف ۶۶
۳۴ عدالت ۶۶
۳۵ شذوذ ۶۷
۳۶ علت ۶۷
۳۷ حدیث صحیح کی مثال ۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸	حدیث حسن کی تعریف	۶۸
۳۹	حدیث حسن کی مثال	۶۸
۴۰	حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف	۶۹
۴۱	حدیث حسن لذاتہ کی تعریف	۶۹
۴۲	حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف	۶۹
۴۳	حدیث صحیح لغیرہ کی مثال	۶۹
۴۴	حدیث حسن لغیرہ کی تعریف اور مثال	۷۰
۴۵	ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۷۱
۴۶	علم جرح و تعدیل	۷۲
۴۷	تعدیل کی تعریف	۷۲
۴۸	جرح کی تعریف	۷۲
۴۹	ثقاہت کے مراتب اور درجات	۷۲
۵۰	ضعیف حدیثوں کی قسمیں	۷۷
۵۱	عدالت کو مجروح کر دینے والے اسباب	۷۷
۵۲	ضبط و حفظ کو مجروح کر دینے والے اسباب	۷۷
۵۳	حدیث شاذ کی تعریف	۷۷
۵۴	حدیث شاذ کی مثال	۷۸
۵۵	حدیث منکر کی تعریف	۷۹
۵۶	حدیث منکر کی مثال	۸۰
۵۷	حدیث متروک کی تعریف	۸۱
۵۸	حدیث متروک کی مثال	۸۱
۵۹	موضوع کی تعریف	۸۲
۶۰	موضوع روایات کی مثالیں	۸۳
۶۱	حدیث معلق کی تعریف	۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۲	حدیث معلق کی پہلی مثال	۸۵
۶۳	حدیث معلق کی دوسری مثال	۸۵
۶۴	حدیث مرسل کی تعریف	۸۶
۶۵	حدیث مرسل کی مثال	۸۶
۶۶	حدیث منقطع کی تعریف	۸۷
۶۷	حدیث منقطع کی مثالیں	۸۷
۶۸	پہلی مثال	۸۷
۶۹	دوسری مثال	۸۸
۷۰	حدیث معضل کی تعریف	۸۹
۷۱	حدیث معضل کی مثال	۸۹
۷۲	مدلس کی تعریف	۹۱
۷۳	تدلیس کی قسمیں: سند میں تدلیس، شیوخ میں تدلیس	۹۱
۷۴	سند میں تدلیس کی مثال	۹۱
۷۵	شیوخ میں تدلیس کی مثال	۹۲
۷۶	غریب کی تعریف	۹۵
۷۷	غریب کی قسمیں: غریب مطلق، غریب نسبتی	۹۵
۷۸	غریب کی مثال	۹۵
۷۹	غریب نسبتی کی مثال	۹۶
۸۰	اعتبار کی تعریف	۹۷
۸۱	متابع کی تعریف	۹۷
۸۲	شاہد کی تعریف	۹۷
۸۳	متابع کی مثال	۹۸
۸۴	شاہد کی مثال	۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم.....عقائد وایمانیات

۸۵ اسلام میں عقائد کا درجہ..... ۱۰۱
۸۶ اللہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا اور بے مثل ہے..... ۱۰۱
۸۷ وسیلہ اور اس کے جائز طریقے..... ۱۰۱
۸۸ غیر اللہ کو وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے..... ۱۰۴
۸۹ نبی ﷺ کی ذات اور مرتبہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے..... ۱۰۶
۹۰ حلول اور وحدۃ الوجود کا عقیدہ مشرکانہ ہے..... ۱۰۷
۹۱ معرفت الٰہی کی حقیقت..... ۱۰۸
۹۲ صفات الٰہی سے موصوف ہونے کا عقیدہ مشرکانہ ہے..... ۱۰۹
۹۳ ایمان میں زیادتی اور نقصان..... ۱۰۹
۹۴ پتھر سے نفع کی اُمید کرنا شرک ہے..... ۱۱۲
۹۵ تصورِ شیخ..... ۱۱۲
۹۶ حدیث کی صحت کے لیے مطابق حق ہونے کی شرط باطل ہے..... ۱۱۴
۹۷ اہل قبور سے استعانت شرک ہے..... ۱۱۷
۹۸ وطن سے محبت کا تعلق ایمان سے نہیں..... ۱۲۱
۹۹ عقل کے فضائل کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں..... ۱۲۳
۱۰۰ اُمید وخوف سے دل کو پاک کر کے عبادت کا نظریہ صوفیانہ ہے..... ۱۲۴
۱۰۱ اسلام میں ابدال اور اقطاب کا نظریہ صوفیا کی ایجاد ہے..... ۱۲۷
۱۰۲ نبی ﷺ کے والدین زندہ تھے جانے اور ایمان لانے کا واقعہ جھوٹ ہے..... ۱۳۱

باب چہارم.....عبادات

۱۰۳ صفائی اور طہارت..... ۲۰۳
۱۰۴ اذان کی فضیلت..... ۲۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۵	اذان سُننے کے بعد درود اور دعائے وسیلہ پڑھنے کا حکم	۲۱۷
۱۰۶	اذان میں "اشھد ان محمد رسول اللہ" سُننے پر انگشت شہادت چوم کر آنکھوں میں لگانے کا حکم	۲۱۸
۱۰۷	اسلام میں نماز کا مقام	۲۱۹
۱۰۸	نماز اسلام کا عملی مظہر ہے	
۱۰۹	درود وسلام کی فضیلت	۱۸۸
۱۱۰	جمعہ کے دن درود وسلام کی فضیلت	۱۹۰
۱۱۱	صحیح عقیدۂ توحید کے بغیر درود وسلام بیکار ہے	
۱۱۲	فضائل قرآن	۱۵۵
۱۱۳	تفسیر اور فضائل اعمال کی کتابوں میں مذکور بیشتر روایات باطل ہیں	۱۷۷
۱۱۴	قرآن پاک اور سورتوں کے فضائل میں صحیح احادیث پر عمل کافی ہے	۱۸۲
۱۱۵	اذکار واوراد	۱۳۵
۱۱۶	ذکر کے فضائل	۱۴۱
۱۱۷	وہی ذکر صحیح اور کارِ ثواب ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے	
۱۱۸	ذکر کے باب میں موضوع حدیثیں پھیلانے والے	۱۵۴
۱۱۹	ذکر عبادت ہے اور عبادت وہی مقبول ہے جو منصوص ہو	
۱۲۰	ذکر مفرد کی کوئی شرعی بنیاد نہیں	۱۵۵

باب پنجم ..... سیرت پاک اور شمائل مطہرہ

۱۲۱	سورۂ آل عمران کی آیت ۱۵ میں "نور" سے کیا مُراد ہے	۲۷۱
۱۲۲	نورِ نبی کی روایت باطل ہے	۲۷۳
۱۲۳	نورِ نبی کی روایت پھیلانے والے بشریت رسول کے منکر ہیں	۲۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۴	بشریت رسول کا عقیدہ رسالت کے عقیدے کا لازمی حصہ ہے	۲۷۶
۱۲۵	کوئی مادہ تخلیق فضیلت نہیں رکھتا	۲۷۷
۱۲۶	نبی ﷺ کا تخلیق کائنات کا سبب ہونا باطل اور قرآن کے خلاف ہے	۲۷۷
۱۲۷	جن و انس کی تخلیق کا سبب عبادت ہے	۲۷۹
۱۲۸	نبی ﷺ کے آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہونے کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے	۲۷۹
۱۲۹	قوموں کی ایک دوسری پر فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے، زبان، رنگ اور نسل نہیں	۲۸۴
۱۳۰	انقطاع وحی پر نبی ﷺ کا غم زدہ ہو کر خودکشی کا ارادہ کرنے کا واقعہ صحیح نہیں ہے	۳۰۱
۱۳۱	سورۃ الشوریٰ کی آیت ۲۳ میں "المودۃ فی القربیٰ" سے کیا مراد ہے؟	۳۰۵
۱۳۲	"الغرانیق" کا قصہ باطل اور رسول اللہ ﷺ کی عصمت کے منافی ہے	۳۱۵
۱۳۳	سورۃ الحج کی آیت ۵۲ میں لفظ "تمنی" کی صحیح تفسیر	۳۱۹
۱۳۴	معراج میں نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام کو دوسری بار ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا	۳۳۴

باب ششم.....فضائل و مناقب

۱۳۵	حضرت خضر علیہ السلام	۳۸۷
۱۳۶	نبی ﷺ سے خضر علیہ السلام کی ملاقات ثابت نہیں	۳۵۱
۱۳۷	نبی ﷺ کی وفات کے بعد خضر علیہ السلام کا صحابہ کی تعزیت کرنا ثابت نہیں	۳۵۷
۱۳۸	صحابۂ کرام سے خضر علیہ السلام کی ملاقات کا کوئی بھی واقعہ صحیح نہیں ہے	۳۶۲
۱۳۹	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے خضر علیہ السلام کا علم شریعت حاصل کرنے کا واقعہ من گھڑت اور خلاف عقل ہے	۳۶۹
۱۴۰	حضرت خضر علیہ السلام کی موت یا زندگی سے متعلق کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے	۳۷۲
۱۴۱	خضر علیہ السلام کی نبوت و ولایت کا مسئلہ؟	۳۸۰
۱۴۲	قرآن پاک میں خضر علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کا مقصد نہیں	۳۸۳
۱۴۳	خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب	۳۸۶
۱۴۴	عظیم شخصیتوں کی عقیدت میں غلو شرک کا دروازہ کھولتا ہے	۳۸۶
۱۴۵	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا حضرت ابوبکر کے لیے تجلی فرمانا باطل ہے	۳۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۶ حضرت عمر کے فضائل ۳۹۵

۱۴۷ جنت کا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے لیے بننا سنورنا من گھڑت ہے ۳۹۷

۱۴۸ حضرت عُمر کے فکر و خیال اور زبان پر حق غالب تھا ۳۹۸

۱۴۹ حضرت عثمان کے فضائل ۴۰۰

۱۵۰ صحابہ کرام کی اعانت میں حضرت عثمان کے عظیم کارنامے ۴۰۰

۱۵۱ حضرت عثمان شرم و حیا کے پیکر تھے ۴۰۱

۱۵۲ حضرت عثمان کا وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرنے کا واقعہ نقلاً اور عملاً باطل ہے ۴۰۴

۱۵۳ حضرت علی کے فضائل ۴۰۴

۱۵۴ حضرت علی کے بارے میں افراط و تفریط کا سبب ۴۰۵

۱۵۵ حضرت علی سے محبت کرنے والا مومن اور بغض رکھنے والا منافق ہے ۴۱۴

۱۵۶ نبی ﷺ نے حضرت علی کی عیب جوئی سے منع فرمایا ہے ۴۱۶

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست موضوع اور منکر روایات

نمبر	روایات کا ابتدائی فقرہ	صفحہ
۲۰	الأبدال في هٰذه الأمة ثلاثون	۱۲۷
۱۵۱	أتاني أخٌ لي من الشام	۳۵۳
۷۲	أتاني جبريل عليه السلام	۲۶۵
۱۶۱	أتاني جبريل أنفا	۳۹۶
۱۴۵	اتخذ الله ابراهيم خليلاً	۳۲۹
۱۵۲	أحب الأعمال الى الله	۳۵۶
۱۶۵	أحبوا العرب لثلاث	۲۸۳
۱۷۴	أخذت من لحية رسول الله ﷺ	۳۰۹
۱۳۸	أدبني ربي فأحسن تأديبي	۳۱۱
۳۳	أدفنو الأظفار والدم	۲۱۲
۳۲	أدفنو دمائكم وأشعاركم	۲۱۱
۶۴	إذا أخذا المؤذن في أذانه	۲۱۳
۴۲	إذا أعيتكم الأمور	۱۱۷
۴۱	إذا حدثتم عني بحديث	۱۱۴
۶۶	إذا سمعت النداء فأجب	۲۱۶
۶۷	إذا سمعتم المؤذن أذن	۲۱۷
۷۸	إذا صعد الخطيب المنبر	۲۳۲
۲۷	إذا كان في الثوب قدر الدرهم من الدم	۲۰۴
۷۱	إذا كانت ليلة النصف من شعبان	۲۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۷	إذا كانو ثلاثة فليؤمهم	۲۳۰
۱۱۴	إذا وقعت في ورطة	۱۴۸
۱۴۰	أسست السموٰات والأرضون	۱۷۷
-	اصحابی کالنجوم	
۱۱۳	أكثروا من الصلاة عليَّ يوم الجمعة	۱۹۹
۷۳	أكنت تخافين أن يحيف الله عليكِ ورسولُه	۲۶۶
۱۳۵	اللهم إلك اخرجتني	۳۰۹
-	اللهم إني أسألك الثبات في الأمر	
۱۳۹	أنا ابن الذبيحين	۲۹۹
۱۶۴	أنا عربي والقرآن عربي	۲۸۲
۱۷۰	انا مدينة العلم وعلي بابها	۴۱۰
۱۸۳	إنا كنا بفارس إذا حوصرنا خندقنا علينا	۳۲۵
۱۶۹	أنت أول من آمن بي	۴۰۹
۱۸۸	أن رسول الله ﷺ كان في المسجد	۳۴۷
۱۶۳	أن رسول الله ﷺ أتي بجنازة	۴۰۲
۱۴۷	إن الله أعطى موسى الكلام	۳۳۳
۱۴۴	إن الله اتخذني خليلاً	۳۲۷
۱۳۷	إن الله تعالىٰ فضل المرسلين	۳۱۰
۱۴۵	إن الله تعالىٰ قرأ طٰه	۱۸۴
۱۵۸	إن الله تعالىٰ لما خلق الأرواح	۳۹۰
۶۵	إن الله ليس بتاركٍ أحداً	۲۵۴
۱۶۴	إن الله سيفا مغموداً في غِمده	۴۰۳
۱۱۰	إن الله عمودا تحت العرش	۱۴۳
۱۲۹	إن لكل شئ قلباً	۱۶۶
۱۶۸	أن النبي ﷺ صلى الظهر بالصهباء	۴۰۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۱	إن النبي ﷺ كان بمكة فقرأ سورة النجم	۳۱۵
۲۲	إن الأبدال بالشام يكونون	۱۲۹
۸۴	إن فاتحة الكتاب وآية الكرسي	۱۵۸
۸۳	ان القوم ليبعث الله عليهم	۱۵۷
۸۶	ان من صلى المغرب أول ليلة من رجب	۲۶۱
۳۶	إن المؤذنين والملبين	۲۱۴
-	إن وليتموها أبا بكر فقوى أمين	
۸۵	أنزل الله آيتين من كنوز الجنة	۱۵۹
۱۲۷	انطلق النبي ﷺ و أبوبكر	۲۸۹
-	اياكم ، خضراء الدمن	
۷	الايمان مثبت في القلب	۱۰۹
۱۹	بكى شعيب النبي ﷺ	۱۲۴
۱۵۵	بينا أنا اطوف بالبيت	۳۶۴
۱۵۴	بينما عمر بن الخطاب يصلي على جنازة	۳۶۳
۶	تخلقوا باخلاق الله	۱۰۹
۲۶	تنظفوا بكل مااستعطتم	۲۰۳
۱۶۲	تفاخرت الجنة والنار	۳۹۷
۲	توسلوا بجاهي فان جاهي عند الله عظيم	۱۰۶
-	توفي رسول الله ﷺ وهو ابن خمس وخمسين سنة	
۹۲	حامل القرآن حامل راية الإسلام	۱۶۹
۴۴	حب الوطن من الإيمان	۱۲۱
۲۴	حج بنا رسول الله ﷺ	۱۳۱
۱۷	حسنات الأبرار سيئات المقربين	۱۲۲
۱۴۶	حضرت النبي ﷺ ذات مرة	۳۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۱	حملة القرآن أولياء الله	۱۶۸
۱۲۸	خرج ابو طالب الى الشام	۲۹۴
۱۶۲	خُلقت أنا وعلى من نور	۴۰۷
۲۳	خيار اُمتى فى كل قرن خمسمائة	۱۳۰
۲۸	الدم مقدار الدرهم	۲۰۵
۱۸	الدين هو العقل	۱۲۳
۷۰	رأيت رسول الله ﷺ ليلة النصف من شعبان رجعنا من الجهاد الأصغر الى الجهاد الأكبر	۲۶۳
۵۱	ركعتان بعمامة	۲۳۶
۱۱	الشيخ فى بيته كالنبى فى قومه	۱۱۲
۱۲	الشيخ فى جماعته كالنبى فى قومه	۱۱۳
۵۲	الصلاة فى العمامة	۲۳۷
۵۰	صلاة بعمامة تعدل	۲۳۴
۶۱	صلاة الرجل فى بيته	۲۵۰
۶۲	الصلاة فى المسجد الحرام	۲۵۱
۱۵۷	صلى بنا رسول الله ﷺ	۳۸۸
۱۶۶	عبدت الله عزوجل مع رسول الله ﷺ	۴۰۵
۱۱۲	عند كل ختمة للقرآن دعوة مستجابة	۱۴۵
۹۳	فضل حملة القرآن	۱۷۰
۱۱۵	فكر ساعة خير من عبادة ستين سنة	۱۴۹
۵۴	كان إذا قضىٰ صلاته	۲۴۰
۵۵	كان إذا قضى صلاته	۲۴۱
۱۳۲	كان إذا نظر الى البيت قال	۳۰۸
۱۳۳	كان إذا وطئ اثر قدمه	۳۰۹
۳۴	كان يأمر بدفن الشعر والأظفار	۲۱۲
۱۴۲	كان يرى فى الظلمة كما يرى فى الضوء	۳۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳	كان الناس في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم	۲۳۸
-	كلو البلح بالتمر	
۴	كنت كنزا مخفياً لا أعرف	۱۰۸
۱۲۳	كنت أول النبين في الخلق و آخرهم في البعث	۲۸۱
۱۲۱	كنت نبياً، وآدم بين الماء والطين	۲۷۹
۱۲۲	كنت بنياد ولا آدم ولا ماء ولا طين	۲۷۹
۱۳۶	كنت في صلبه	۳۰۹
۲۱	لا يزال في أمتي ثلاثون	۱۲۸
۱	لما اقترف آدم الخطيئة	۱۰۴
۱۵۶	لما حزج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغار	۳۸۷
۱۵۲	لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم	۳۵۶
۱۵۳	لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم	۳۵۸
۱۳۰	لما نزل عليه الوحي بحراء	۳۰۱
۱۳۱	لما نزلت : قل لا اسألكم عليه من أجر	۳۰۵
۱۵۹	لما ولد ابو بكر	۳۹۲
۱۵	لكل شيء أسٌّ	۱۲۰
۱۰	لو اعتقد احدكم بحجر لنفعه	۱۱۲
۱۲۰	لولاك لما خلقت الأفلاك	۲۷۷
۱۲۶	ليلة الغار أمر الله عزوجل شجرةً	۲۸۶
۴۷	ليؤمكم احسنكم وجها	۲۲۸
۷۷	ما من دعوة لا يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم قبلها	۱۹۵
-	ما من عبد يصلى عليَّ إلا صلت عليه الملائكة	۱۷۰
۹۴	ما من ميت يموت	۱۷۰
۳	ما وسعني سمائي ولا أرضي	۱۰۷
۳۹	مسح العينين بباطن أنملتي السبابتين	۲۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۱	مسح الرقبة أمان من الغل	۲۰۸
۵۷	من السنة أن لا يصلي الرجل بالتيمم	۲۴۲
۱۱۶	من أوى الى فراشه ، فقال	۱۵۰
۸	من بلغه عن الله شئ فيه فضيلة	۱۱۱
۹	من بلغه عن الله فضلٌ	۱۱۱
۶۶	من اغتسل يوم الجمعة كفرت ذنوبه	۲۵۵
۳۱	من توضأ ومسح عنقه	۲۰۸
۹۵	من دخل المقابر ، فقرأ سورة يٰس	۱۷۱
-	من رفع يديه في الركوع	
۴۵	من رفع يديه في الصلاة	۲۲۵
۴۶	من رفع يديه في الصلاة	۲۲۶
۱۴۱	من زارني بعد موتي فكأنما زار ني في حياتي	۳۱۲
۴۲	من صلى بين المغرب والعشاء	۲۲۳
۴۲	من صلى ركعتين لا يراه الا الله عزوجل	۲۴۲
۴۳	من صلى ست ركعاتٍ بعد المغرب	۲۲۴
۶۳	من صلى عشرين ركعة بين العشاء والمغرب	۲۵۳
۶۴	من صلى يوم الجمعة ما بين الظهر والعصر	۲۵۴
۶۷	من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر	۲۵۷
۷۴	من صلى عليَّ يوم الجمعة ثمانين مرة	۱۹۱
۷۵	من صلى عليَّ في كل يوم جمعة أربعين مرة	۱۹۲
۷۶	من صلى عليَّ في يوم الجمعة ألف مرة	۱۹۳
۷۸	من صلى عليَّ عند قبري سمعته	۱۹۶
۸۰	من صلى عليَّ في كتابٍ	۲۰۰
۴۴	من صلى في مسجدي أربعين صلاة	۲۲۴
۵	من عرف نفسه فقد عرف ربه	۱۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

-	من عشق مغف فمات	
۱۰۹	من قال احدى عشرة مرة	۱۴۱
۱۱۱	من قال لا إله إلا الله قبل كل شئ	۱۴۴
۵۹	من قرأ خلف الإمام مُلي فوه ناراً	۲۴۶
۶۰	من قرأ خلف الإمام فلاصلاة له	۲۴۷
۶۹	من قرأ ليلة النصف من شعبان	۲۶۳
۸۲	من قرأ القرآن واستظهره	۱۵۶
۸۸	من قرأ آية الكرسي	۱۶۴
۸۶	من قرأ سورة آل عمران	۱۶۲
۹۰	من قرأ السورة التي يذكر فيها آل عمران	۱۶۷
۹۹	من قرأ سورة يٰس	۱۷۷
۱۰۴	من قرأ اثر و ضوئه	۱۴۳
۱۰۷	من قرأ حم الدخان	۱۸۵
۱۰۸	من قرأ حم الدخان	۱۸۶
۸۲	من قرأ رُبع القرآن	۱۶۳
۱۰۱	من قرأ قُل هو الله احد	۱۷۸
۱۰۲	من قرأ قل هو الله احد	۱۸۰
۱۰۳	من قرأ قل هو الله احد	۱۸۰
۶۹	من قرأ ليلة النصف من شعبان ، قل هو الله احد	۲۶۲
۹۷	من قرأ يٰس	۱۷۳
۹۸	من كتب يٰس	۱۷۵
-	من كذب عليَّ متعمداً ليضل به الناس	
۴۰	من لم تنهه صلاته	۲۲۰
۴۱	من لم تنهه صلاته	۲۲۰
۹۶	من مرَّ على المقابر	۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۸	نزل علی جبریل فقال	۱۵۲
۲۵	هبط جبریل علیّ	۱۳۳
۱۶۵	وصف لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم	۴۰۳
۲۹	الوضوء من کل دم سائل	۲۰۵
۱۳۹	ولدت فی زمن الملك العادل	۳۱۲
۱۵۰	یجتمع کل یوم عرفة بعرفه	۳۵۱
۱۰۶	یس لما قرئت له	۱۸۶
۱۴۹	یلتقی الخضر والیاس علیهما السلام	۳۵۰
۸۱	یا ابا کاهل! من صلی علیَّ کل یوم ثلاث مرات	۲۰۱
۵۸	یا أهل مکة لا تقصروا الصلاة	۲۴۵
۱۱۹	یا جابر! ان الله خلق قبل الاشیاء نور نبیك	۲۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن پاک انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ آخری ہدایت نامہ ہے جو لفظاً اور معناً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

''ہم ہی نے الذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

قرآن کریم نزول کے وقت سے لے کر قیامت تک ہر طرح کے ردو بدل اور آمیزش سے پاک اور محفوظ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ [فصلت: ۴۱]

''بے شک جن لوگوں نے الذکر کا جب وہ اُن کے پاس آیا انکار کیا (ان کو اس کی سزا مل کر رہے گی) بے شک یہ کتاب غالب رہنے والی ہے، باطل نہ تو اس پر سامنے سے اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ تو صاحبِ حکمت اور قابلِ ستایش ہستی کی نازل کردہ ہے۔''

دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب اور زبان داں اس جیسا کلام نہیں پیش کر سکتا۔ بلکہ اگر دنیا بھر کے اہل زبان اور فصحاء و بلغاء ایک ساتھ مل کر اس جیسا کلام تخلیق کرنے کی کوشش کریں تو ان کو منہ کی کھانی پڑے گی:

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [الاسراء: ۸۸]

''اے نبی! کہہ دو اگر انسان اور جن اس قرآن جیسا کوئی کلام لانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس جیسا کلام نہیں لا سکیں گے۔ چاہے وہ ایک دوسرے کے پشتیبان ہی کیوں نہ ہوں۔''

قرآن لفظاً اور معناً اعجازی شان رکھتا ہے۔ وہ منزل من اللہ ہے، توحید کے اقرار کے بعد عملی ارکان کے سب سے اہم اور بنیادی رکن نماز میں اس کی تلاوت لازمی ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک جس طرح نبی ﷺ پر نازل ہوا تھا اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس طرح اسے مرتب فرمایا تھا، وہ پوری دنیا میں اسی ترتیب اور انہی الفاظ کے ساتھ محفوظ ہے۔ جو لوگ اسے سمجھتے اور جو نہیں سمجھتے دونوں اس کی تلاوت ایک ہی طرح سے کرتے ہیں۔ اس کے اعجاز اور اس کے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی کتابت اہل زبان اور غیر اہل زبان یکساں طریقے سے کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح اس کی کتابت اہل زبان کرتے ہیں ٹھیک اسی طرح وہ لاکھوں لوگ بھی کرتے ہیں جو اس کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے۔ مگر دونوں کی کتابتوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ سینکڑوں برس قبل قرآن پاک کے لکھے ہوئے نسخوں کو موجودہ دور میں لکھے ہوئے نسخوں سے مقابلہ کر کے دیکھئے تو دونوں میں ایک حرف اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ملے گا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے اسی طرح اس کی لفظی اور عملی تشریح نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور سنت مبارکہ کو بھی محفوظ کر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے جس کے بعد کوئی اور دین نہیں اور قرآن اس کا آخری ہدایت نامہ ہے جس کے بعد کوئی دوسرا ہدایت نامہ نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے دنیا میں جتنے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے ان سب میں صرف محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی ایسی ہے جن کی سیرت پاک اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ اور آپ کی قولی اور فعلی سنت اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ محفوظ ہے اور ابتدائے آفرینش سے اب تک پیدا ہونے والی قوموں میں تنہا ''اُمت مسلمہ'' کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے اپنے ہادی و رہنما محمد ﷺ کی حیاتِ پاک کے صحیح واقعات اور آپ کی قولی اور فعلی حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے ''علم حدیث'' کی اصطلاح ایجاد کی اور محدثین کا گروہ وہ پاکیزہ گروہ ہے جس نے انسانی تاریخ میں پہلی بار روایات کی صحت و عدم صحت کو جانچنے کے لیے علمی بنیادیں اور اصول بنائے۔ کھرے کو کھوٹے سے ممتاز کرنے کے لیے قواعد و ضوابط بنائے اور حدیث رسول ﷺ کے راویوں کے معتبر ہونے نہ ہونے کو پرکھنے کے لیے ''علم جرح و تعدیل'' ایجاد کیا اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں راویوں کے حالاتِ زندگی، ان کی عدالت و امانت داری اور روایت حدیث میں ان کی صداقت و عدم صداقت اور قوت حافظہ وغیرہ کو بے لاگ طریقے سے بیان کر دیا اور کسی حدیث پر صحت یا عدم صحت کا حکم لگانے سے پہلے اس کی سند کی صحت و عدم صحت کی تحقیق کے ساتھ ساتھ اس کے متن کو درایت کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھا کہ آیا یہ قول نبی کریم ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زبانِ مبارک سے ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس طرح انہوں نے عقائد و ایمانیات سے لے کر دین کے تمام شعبوں سے متعلق احادیث کا ایک نہایت معتبر اور مستند ذخیرہ دنیا کے سامنے رکھ دیا جس سے زیادہ قابل اعتماد اور مستند ذخیرہ کتاب الٰہی کے بعد کوئی اور نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

لیکن رسول اکرم ﷺ بہر حال بشر تھے اور آپ کا کلام ایک بشر کا کلام ہے اور حدیث کی وہ قسم جو آپ کے ارشادات پر مشتمل ہے ان کے معانی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝ ﴾ [النجم: ۳، ۴]

''(نبی) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو صرف ایک وحی ہے جو اس کو کیجاتی ہے۔''

مگر تعبیر اور ترجمانی آپ کی اپنی ہے، رہے آپ کے افعال اور دوسروں کے اعمال پر آپ کی خاموشی (تقریر) تو ان کے راوی اور ناقل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو جمہور محدثین اور فقہاء کے نزدیک حد درجہ سچے، امانت دار اور قابل بھروسہ تھے۔ ((اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ)) لیکن نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی روایات اعجازی شان نہیں رکھتی تھیں کہ ان کی ''محاکاۃ'' نہ کی جاسکے۔ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ افصح العرب تھے اور فصاحت و بلاغت کی سب سے بلند چوٹی پر فائز تھے اور جس طرح آپ کی شخصیت ایک امتیازی اور انفرادی شان رکھتی تھی اسی طرح آپ کی ایک خاص زبان اور آپ کا ایک خاص انداز بیان تھا جو دوسروں سے بالکل منفرد اور ممتاز تھا مگر اس کی پرکھ اور تمیز وہی لوگ کر سکتے ہیں جو عربی زبان و ادب میں غیر معمولی مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ برسہا برس حدیث نبوی کے درس و مطالعہ میں مشغول رہے اور وہ دین کے مزاج شناس ہونے کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی زبان اور اسلوب بیان کے بھی شناسا بن چکے ہوں اور ان کے اندر حدیث نبوی سے پھوٹنے والی خوشبو کو سونگھ لینے اور اس سے نکلنے والی روشنی کو دیکھ لینے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہو، ہر کس و ناکس نہ پہلے یہ صلاحیت رکھتا تھا اور نہ اب رکھتا ہے۔ اس تناظر میں یہ اندیشہ موجود تھا کہ اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لیے جھوٹی جھوٹی باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے لوگوں میں پھیلائیں گے۔ اسی اندیشے کے پیش نظر نبی ﷺ حدیثیں گھڑنے سے مسلسل منع فرماتے رہے اور اس سنگین معصیت کے بُرے انجام سے لوگوں کو برابر خبردار کرتے رہے۔ اس طرح نبی ﷺ کی حیات پاک اور آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں ''وضع حدیث'' کا فتنہ نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ اولاً تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نبی ﷺ کے ان ارشادات کے راوی ہیں جن میں نبی ﷺ نے جھوٹی حدیثیں گھڑنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منع فرمایا ہے اور عقلاً یہ بات محال کے درجے میں ہے کہ وہی سب سے پہلے ان ارشادات کی خلاف ورزی کرتے اور تجربہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ صحابہ کرام کا دامن اس معصیت سے کلی طور پر پاک ہے۔ دوم نبی ﷺ کا ہر ارشاد وحی الٰہی پر مبنی ہے اور ''شرع'' ہے۔ اور آپ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ نے نہ فرمائی ہو شرع میں غیر شرع کا اضافہ کرنا ہے جو حرام ہے اور صحابہ کرام سے اس حرام کے ارتکاب کی توقع کرنا ایک ایسا گناہ ہے جس کا مرتکب وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا دل نور ایمان سے خالی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے حوالے سے ایک بھی صحیح واقعہ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی صحابی نے کسی بھی غرض کے لیے نبی ﷺ کے نام پر کوئی جھوٹی حدیث گھڑی ہو حتیٰ کہ فتنے کے دور میں بھی کسی فریق نے فریق مخالف کے خلاف کوئی حدیث گھڑ کر استعمال نہیں کی بلکہ اس کے برعکس صحابہ کرام صحیح احادیث بیان کرنے میں بھی بے حد محتاط رہتے تھے۔

اوپر کی وضاحتوں کے بعد اس واقعہ کے ذکر اور اس کی نکارت بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''فتنہ وضع حدیث'' عہد نبوی میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور بعض لوگ اس واقعہ کو نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک: ''جس نے جان بوجھ کر میرے نام پر کوئی جھوٹی بات گھڑی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے'' کی ''شان نزول'' بھی قرار دیتے ہیں۔ اس لیے جملہ معترضہ کے طور پر اس کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

امام عبداللہ بن عدی نے (الکامل، ص: ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ج: ۴) میں امام ابن الجوزی نے (الموضوعات، ص: ۵۰، ۵۱، ج: ۱) میں اور امام الطحاوی نے (مشکل الآثار، ص: ۱۶۵، ج: ۱) میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''مدینہ سے دو میل کی دوری پر ایک قبیلہ ''بنولیث'' کے نام سے آباد تھا اور بعثت سے قبل ایک شخص اس قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر قبیلے والے اس کو وہ لڑکی دینے پر راضی نہیں تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہی شخص ایک نہایت عمدہ پوشاک زیب تن کر کے مذکورہ قبیلے میں گیا اور کہا کہ یہ پوشاک مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنائی ہے اور مجھے تمہارے اموال اور خون کے معاملے میں حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ یہ سُن کر قبیلہ والوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر آپؐ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: ((کذب عدو اللّٰہ)) ''اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے'' پھر نبی ﷺ نے ایک آدمی کو یہ حکم دے کر روانہ فرمایا کہ اگر وہ تمہیں زندہ ملے تو اسے قتل کر دینا اور اگر مردہ ملے تو اس کی لاش جلا ڈالنا۔ چنانچہ جب وہ صاحب وہاں گئے تو دیکھا کہ اس کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور وہ مر چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا نبی ﷺ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے اُنہوں نے اس کی لاش جلا ڈالی۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

یہ قصہ منکر ہے اور جتنی سندوں سے مروی ہے ان میں سے کوئی بھی سند مطعون، منکر اور ناقابل اعتبار راویوں سے خالی نہیں ہے اسی وجہ سے امام ذہبی نے (میزان الاعتدال، ص:۲۹۲، ج:۲) میں لکھا ہے کہ: ''یہ روایت کسی بھی سند سے صحیح نہیں ہے۔''

اوپر کے جملۂ معترضہ کے بعد سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے عرض ہے کہ نبی ﷺ نے جہاں وضع حدیث سے منع فرمایا ہے وہیں آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ایسے ناعاقبت اندیش اور دروغ گو پیدا ہوں گے جو حدیث گھڑ کر لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کو فتنوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں گے۔ نبی ﷺ نے ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت بھی کی ہے:

((حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يحيىٰ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أبو شُرَيْحٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ شَرَاحِيلَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ : أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ)) [1]

''مجھ سے حرملہ بن یحییٰ بن عبداللہ بن حرملہ بن عمران التجیبی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا: مجھ سے ابوشریح نے بیان کیا، کہا: انہوں نے شراحیل بن یزید کو کہتے ہوئے سُنا: مجھے مسلم بن یسار نے خبر دی کہ انہوں نے ابوہریرہ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے دجال اور جھوٹے پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو نہ تم نے سُنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کرنے پائیں اور نہ تمہیں فتنے میں ڈالیں۔

((حَدَّثَنِي أبو سَعِيدٍ الأَشَجُّ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ ، عَنِ

[1] مقدمہ صحیح مسلم، ح: ۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدَةَ ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ، إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ ، فَيَأْتِي الْقَوْمَ ، فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ ، فَيَتَفَرَّقُوْنَ ، فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ : سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِيْ مَا اسْمُهُ ، يُحَدِّثُ)) ❷

''مجھ سے ابوسعید الاشج نے بیان کیا، کہا: ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا: ہم سے الاعمش نے المسیب بن رافع سے اور انہوں نے عامر بن عبدۃ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا: انہوں نے کہا: عبداللہ (بن مسعودؓ) نے فرمایا ہے: شیطان آدمی کی شکل اختیار کر کے لوگوں کے پاس آئے گا اور ان سے جھوٹی حدیث بیان کرے گا اور جب لوگ منتشر ہو جائیں گے تو ان میں سے ایک آدمی کہے گا: میں نے ایک آدمی کو حدیث بیان کرتے ہوئے سُنا ہے جس کا چہرہ تو پہچانتا ہوں، مگر اس کا نام نہیں جانتا۔''

یہ دونوں حدیثیں جہاں وضع حدیث کی سنگینی پر دلالت کرتی ہیں وہیں اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دامن اس عظیم معصیت سے پاک تھا، عام زندگی میں بھی ان نفوس قدسیہ کے بارے میں جھوٹ بولنے کا تصور گناہ ہے جبکہ نبی ﷺ کے نام سے جھوٹ منسوب کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔ اس سے تو سارا عمل ہی برباد ہو جاتا ہے اور اصحاب رسول ﷺ تو وہ ہیں جن کی تربیت نبی اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی تھی اور جن کا سرمایۂ حیات اسوۂ رسول کی پیروی تھا۔ خود ائمہ حدیث روایت حدیث میں جس امانت داری اور صدق گوئی سے متصف تھے اس کا اندازہ ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے جس کو حافظ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری سے سورۃ النور کی گیارہویں آیت کے اس فقرے: ﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور ان میں سے جو واقعۂ افک کا سب سے بڑا ذمہ دار تھا اس کے لیے بہت بڑا عذاب مقدر ہے۔'' کے بارے میں پوچھا کہ اس سے کون مراد ہے؟ تو امام الزہری نے جواب دیا: ''عبداللہ بن اُبی بن سلول'' اس پر ہشام نے کہا: تم جھوٹ کہتے ہو، بلکہ وہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ یہ سننا تھا کہ امام الزہری غضبناک ہو گئے اور برجستہ فرمایا:

((أَنَا أَكْذِبُ؟ لَا أَبَا لَكَ! فَوَ اللّٰهِ لَوْنَا دَانِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ

❷ مقدمہ صحیح مسلم : ۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الكَذِبَ مَا كَذِبْتُ)) ❶

''میں جھوٹ کہتا ہوں؟ تمہارا باپ مرے۔ اللہ کی قسم! اگر پکارنے والا آسمان سے مجھے پکار کر کہے کہ بے شک اللہ نے جھوٹ کو حلال کر دیا ہے تب بھی جھوٹ نہ بولوں۔''

لیکن تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن میں روایت حدیث میں وہ صدق گوئی، احتیاط پسندی اور امانت داری باقی نہ رہی جو عصر صحابہ کا طرۂ امتیاز تھی۔ ائمہ حدیث تو اب بھی صحابہ کرام کے نقش قدم کی پیروی کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ کی نسبت سے کوئی روایت اس وقت تک قبول نہ کرتے اور نہ اس کی روایت ہی کرتے جب تک یہ یقین نہ کر لیتے کہ اس کی نسبت نبی ﷺ سے صحیح ہے۔ مگر جہاں سیاسی اختلافات نے اُمت سے نسبت رکھنے والے ضمیر فروشوں کو سیاسی فریقوں کی تائید وحمایت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹی حدیثیں گھڑنے پر آمادہ کر دیا وہیں مفتوحہ ممالک میں جو لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے اگر ان کی اکثریت مخلصانہ طور پر حلقۂ بگوش اسلام ہو رہی تھی تو ان میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں تھی جو بظاہر تو مسلمان ہو رہے تھے لیکن ان کے دلوں میں اسلام دشمنی کا زہر بھی بھرا ہوا تھا۔ وہ میدانِ جنگ میں تو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہ گئے تھے اس لیے انہوں نے مسلمان بن کر مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم بنانے کا فیصلہ کیا اور اس غرض کے لیے وضع حدیث کا سہارا لیا۔

رہے وہ لوگ جو اسلام لانے میں اگرچہ مخلص تھے مگر ان کو بھی اسلام اور اس کے عقائد کو سمجھنے کا موقع بہت کم ملتا تھا اور جن مذاہب کو ترک کر کے وہ اسلام میں داخل ہوتے تھے ان کے دل و دماغ ان مذاہب کے افکار و عقائد سے کلی طور پاک نہیں ہوتے تھے۔ لہٰذا اگر پہلے گروہ نے حدیثیں وضع کر کے مسلمانوں میں الحاد و زندقہ پھیلانے کی کوشش کی تو دوسرے گروہ نے ترک دنیا، رہبانیت اور تجرد کو مسلمانوں میں عام کرنے کی کوشش کی اس لیے کہ وہ جن معاشروں سے نکل کر آئے تھے ان میں ان چیزوں کو قرب الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ تصور کیا جاتا تھا مزید یہ کہ تزکیۂ نفس کی غرض سے انہوں نے عبادات و اذکار کے نئے نئے طریقے بھی ایجاد کر لیے اور اسلام میں ان کو ''مطلوب'' بنانے کی خاطر کثرت سے حدیثیں وضع کیں اور چونکہ یہ گروہ اسلام کے نام پر کام کر رہا تھا اور اس نے زہد و تقویٰ کا دیدہ زیب لباس بھی زیب تن کر رکھا تھا اس لیے مسلم معاشرے میں اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جانے لگا اور پہلے گروہ کے مقابلے میں اس کو زیادہ مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ اہل الحاد و زندقہ اور امت سے نسبت رکھنے والے گمراہ فرقوں نے جو حدیثیں گھڑ کر معاشرے میں پھیلائیں ایک عرصہ کے بعد وہ طاق نسیاں کے حوالے ہو گئیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فرقوں کے ناپید ہو جانے کے بعد ان کے عقائد و افکار کی حامل روایتوں کو بھی لوگ بھول گئے۔ مگر مسلمانوں میں جو طبقہ ''صلحائے اُمت'' کے نام سے معروف رہا اور اس نے عقائد و ایمانیات سے لے کر دین کے تمام شعبوں میں موضوع، منکر اور باطل روایات پھیلائیں ان کے بُرے اثرات سے اُمت آج تک چھٹکارا نہیں پا سکی ہے بلکہ صحیح احادیث کے مقابلے میں یہی جھوٹی روایات مسلمانوں میں زیادہ مشہور ہیں۔

مصر کے مشہور محدث اور محقق علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ ''الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث'' میں لکھتے ہیں:

''حدیثیں گھڑنے والوں میں بدترین لوگ اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو زہد و تصوف سے وابستہ کر رکھا ہے، یہ لوگ ''ترغیب و ترہیب'' کے باب میں حدیثیں وضع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے، بلکہ اس خود فریبی میں مبتلا ہیں کہ اپنے اس عمل کے ذریعہ وہ عنداللہ ماجور ہوں گے۔ ان لوگوں نے اپنے زعم باطل میں مسلمانوں کو خیر پر آمادہ کرنے اور معاصی سے دور رکھنے کے لیے حدیثیں وضع کیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا۔ انہوں نے اپنے اس بُرے عمل کے ذریعہ فساد پھیلایا ہے اور پھیلا رہے ہیں۔ اصلاح نہیں کر رہے ہیں۔'' [ص: ۹۰]

دروغ گوئی تو عام حالات میں بھی نہایت قابل نفرت اور مذموم صفت ہے جو عام مسلمانوں کو بھی زیب نہیں دیتی۔ ایک متفق علیہ حدیث ہے:

((إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا)) [2]

''بے شک سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی صدق بیانی کو شعار بنا لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں سراپا سچا لکھ لیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ برائی کی طرف لیجاتا ہے اور برائی جہنم کے راستے پر ڈال دیتی ہے اور ایک آدمی جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔''

[1] السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي ص: ٢٤١

[2] بخاری: ٦٠٩٤، مسلم: ٦٦٣٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر یہ مذموم صفت جھوٹی حدیثیں وضع کرنے میں تبدیل ہو جائے تو پھر حبط عمل یعنی اعمال صالحہ برباد ہو جانے کی موجب بن جاتی ہے۔ بلکہ بعض محدثین کے نزدیک تو ''وضع حدیث'' موجب کفر ہے۔ مگر اسی کیساتھ یہ تلخ حقیقت بھی ہے کہ مسلمانوں میں ''صلحائے اُمت'' کے نام سے معروف طبقہ اللہ کے رسول ﷺ کے نام پر حدیثیں وضع کرنے یا کم از کم جان بوجھ کر جھوٹی روایات کو لوگوں میں رواج دیتا رہا ہے اور اب تک یہ گندا کام وہی لوگ زیادہ کر رہے ہیں جو معاشرے میں عابد و زاہد اور پرہیز گار ہونے کی شہرت رکھتے ہیں۔ مشہور محدث اور علم الرجال کے ماہر امام یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ فرماتے ہیں:

((لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ)) ❶

''ہم نے صالحین کو حدیث سے زیادہ کسی اور چیز میں جھوٹا نہیں دیکھا۔''

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

((يَجْرِيْ الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُوْنَ الْكَذِبَ)) ❷

''جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے حالانکہ وہ جھوٹ کا قصد نہیں کرتے۔''

امام یحییٰ بن سعید القطان کا شمار ''علم الرجال'' کے اکابر میں ہوتا ہے اور انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کے طویل تجربات کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ وضع حدیث کی تاریخ کے مطالعہ سے ان کے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

عباد بن کثیر بڑا صالح و زاہد شخص گزرا ہے۔ زہد و ورع اور اعمال خیر میں اس کو بڑی شہرت حاصل تھی لیکن روایت حدیث میں غیر محتاط تھا بلکہ جھوٹا تھا۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمے میں وضاعین، متروکین، منکر الحدیث اور ساقط الاعتبار راویوں کی جو فہرست دی ہے اس میں اس کا نام بھی شامل ہے۔ مکہ مکرمہ میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس وقت امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) مکہ ہی میں موجود تھے، لیکن وہ عباد کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ [منة المنعم في شرح صحيح مسلم ، ص: ۳۸، ج: ۱]

یہ صحیح ہے کہ ارباب زہد و تصوف سب کے سب وضاع حدیث نہیں تھے، لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اپنے خاص افکار و نظریات اور عبادات کے خاص طریقوں کو رواج دینے کے لیے انہوں نے اپنی کتابوں کو موضوع منکر اور بے بنیاد روایتوں سے بھر دیا ہے۔ اور فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے باب میں اپنی خود ساختہ ریاضتوں، اذکار و اوراد اور ان کے مبالغہ آمیز اجر و ثواب کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی

❶ مقدمه صحيح مسلم: ۳۸ ❷ نفس مآخذ ص: ۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیفات میں ''نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔'' ''حدیث میں آتا ہے'' ''روایت ہے'' ''رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے'' وغیرہ کہہ کہہ کر موضوع اور منکر روایتوں کا انبار لگا دیا ہے اور وہ تمام غیر مستند روایتیں آنکھیں بند کر کے نقل کر دی ہیں جن سے ان کے افکار و خیالات کی تائید ہوتی ہے۔

صوفیا کی جماعت میں بہت سے ایسے لوگوں کا بھی نام ملتا ہے جو علم حدیث میں ایک خاص مقام رکھتے تھے اور ان کو یہ معلوم تھا کہ وہ اپنی کتابوں میں مختلف ابواب کے تحت نبی ﷺ سے منسوب جو روایات نقل کر رہے ہیں وہ روایت و درایت کے اصول سے نا قابل اعتبار، جھوٹ اور باطل ہیں لیکن چونکہ ان سے ان کے عقائد کی تائید ہوتی تھی اس لیے انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کو بے دھڑک بیان کر دیا ہے بلکہ اُن سے اپنے غیر اسلامی عقائد و خیالات کو صحت پر استدلال بھی کیا ہے۔ اس تناظر میں ان کا شمار بھی ان جھوٹوں میں ہوتا ہے جن کا ذکر اس ارشادِ نبوی ﷺ میں موجود ہے:

((مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ ، فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ)) ❶

''جو میری نسبت سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے بارے میں اس کا خیال ہو کہ وہ جھوٹ ہے۔ وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (یا کئی جھوٹوں میں سے ایک ہے)''

یعنی ایک جھوٹا تو وہ ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کے نام پر وہ حدیث گھڑی ہے (یا جن لوگوں نے وہ حدیث گھڑی ہے) اور دوسرا جھوٹا وہ ہے جو اس کو جھوٹ جانتے ہوئے بھی اس کو لوگوں میں بیان کرتا پھر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ محدثین کی قبروں کو نور سے بھر دے کہ انہوں نے ''فتنہ وضع حدیث'' کو پہلے دن ہی بھانپ لیا۔ پھر انہوں نے جہاں نبی کریم ﷺ کے صحیح ارشادات کو جمع کرنے اور لوگوں میں ان کو پھیلانے کے لیے شب و روز محنت کی اور اس مقدس کام کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا وہیں انہوں نے اس فتنہ کا سدِّ باب کرنے اور وضع حدیث کا ارتکاب کرنے والوں، روایت حدیث میں کذب بیانی سے کام لینے والوں اور ساقط الاعتبار راویوں کو بے نقاب کرنے میں بھی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ اس طرح انہوں نے جہاں ایک نہیں بلکہ دسیوں کتابوں میں موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں کو جمع کر دیا، وہیں اُنہوں نے اُن تمام راویوں کی فہرستیں بھی تیار کر دیں جن پر وضع حدیث، روایت حدیث میں کذب بیانی اور تدلیس اور حفظ و ضبط حدیث میں غفلت وغیرہ کا الزام تھا۔ اس طرح اُمت کی اس مقدس جماعت کی کوششوں کی بدولت

❶ صحيح مسلم: ١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں ثقہ اور قابل اعتماد راویوں سے واقفیت آسان ہوگئی وہیں اُن بے شمار ناقلین یا رواۃِ حدیث کے حالات زندگی اور کوائف کو معلوم کرنا ممکن ہوگیا جن کی روایت کردہ حدیثیں مردود یا ناقابل اعتبار ہیں۔

اس کے ساتھ محدثین اور حفاظ حدیث نے ایک نہایت گراں قدر کام یہ بھی کیا کہ انہوں نے تفسیر، سیرت، تاریخ، فقہ، فضائل ومناقب، قصص الانبیاء اور ترغیب وترہیب وغیرہ کی متداول کتابوں میں منقول حدیثوں کی علمی تخریج کر کے روایت و درایت کی روشنی میں ان کے درجات بیان کر دیے اور یہ کام تا ہنوز جاری ہے۔

مگر چونکہ اس طرح کی کتابیں عربی میں اور محدثانہ اسلوب میں ہیں اس لیے ان سے صرف وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں بلکہ علم حدیث کی اصطلاحوں سے بھی واقف ہوں۔ ہر کس وناکس صرف عربی زبان کے زور پر بھی ان سے بھرپور استفادہ نہیں کر سکتا۔

برصغیر میں بڑی تعداد میں محدثین پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے حدیث کے موضوع پر نہایت گراں قدر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ لیکن اولاً تو یہ کتابیں بھی عربی میں ہیں اور وہ بھی قدیم اسلوب میں، دوم یہ کہ ان پر ''مسلکی چھاپ'' اس قدر گہری ہے کہ جس مسلک کے عالم نے کوئی کتابی لکھدی تو صرف اسی مسلک سے وابستہ افراد اسے پڑھتے رہے اور انہی کے درمیان وہ گردش کرتی رہی، دوسرے مسلک والے عام طور پر اس سے دور بھاگتے رہے اس طرح اس کی افادیت محدود ہو کر رہ گئی۔

اس کے علاوہ میری اپنی معلومات کے مطابق برصغیر کے علماء میں علامہ ابوالحسنات ابوعبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) کے علاوہ کسی نے موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی بلکہ حیرت ناک بات تو یہ ہے کہ خود ان علماء کی تصنیفات، چاہے وہ تفسیر وفقہ کے موضوع پر ہوں یا حدیث کے موضوع پر ہوں، موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں کی بھرمار ہے۔

لیکن برصغیر کی معروف ومقبول زبان اُردو میں دین کے دوسرے تمام موضوعات پر تو کتابیں لکھی گئیں، لیکن خاص طور پر موضوع، منکر اور ضعیف احادیث سے متعلق اس میں کتابیں شاذ ونادر ہی ہیں۔ جبکہ مشاہدہ اور مطالعہ بتاتا ہے کہ برصغیر میں صدیوں سے تصوف کا بڑا زور رہا ہے اور اہل تصوف یا صوفیانہ افکار و نظریات سے متاثر علماء نے قرآنی موضوعات، تفسیر، سیرت، سیر صحابہ، فقہ اور فضائل اعمال وغیرہ پر جو کتابیں لکھی ہیں اور جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں ہر طرح کی روایات بھر دی ہیں۔ چاہے انہوں نے ایسا دانستہ کیا ہو یا نادانستہ بہرحال کتابوں نے مسلمانوں میں غیر مستند روایات کو پھیلانے میں زبردست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردار ادا کیا ہے۔

اُردو میں تصوف کی بہت سی کتابوں کے عربی سے ترجمے بھی ہوئے ہیں اور خاص و عام میں بے حد مقبول ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ امام غزالی کی مشہور کتاب ''احیاء العلوم'' کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ امام غزالی کو عقلی علوم میں بڑی مہارت حاصل تھی بلکہ یہ علوم ان کی حقیقی جولان گاہ تھے۔ بعد میں انہوں نے فقہ کا بھی وسیع مطالعہ کیا اور فقہ شافعی میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ لیکن فقہ کے دوسرے بنیادی مآخذ ''حدیث'' کا علم وہ نہ حاصل کر سکے، آخری عمر میں جب ان کے منہج فکر میں انقلاب آیا اور کلی طور پر تصوف کی طرف مائل ہو گئے تو انہوں نے دین کے تمام شعبوں کا ایک صوفی کی حیثیت سے مطالعہ کیا۔ ''احیاء العلوم'' ان کی یہی تصویر پیش کرتی ہے انہوں نے اس کتاب میں دین کے مختلف شعبوں سے مفصل بحث کی ہے اور اپنے جو افکار و خیالات پیش کیے ہیں وہ تمام تر صوفیانہ افکار و خیالات ہیں۔ اور کتاب کے ہر باب اور فصل میں انہوں نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں صحیح احادیث بہت کم اور ضعیف، بے اصل، اور موضوع احادیث زیادہ ہیں۔ اس کا اندازہ حافظ زین العابدین العراقی (متوفی ۸۰۶ھ) کی کتاب "المغنی عن محل الأسفار فی الأسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الأخبار" کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے جس میں انہوں نے احیاء العلام کی حدیثوں کی تخریج کر کے ان کے درجات بیان کر دیے ہیں۔

احیاء العلوم نے برصغیر کے اُن مسلمانوں کو بے حد متاثر کیا ہے جو صوفیانہ خیالات رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں احیاء العلوم کے مباحث کو سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا حالات اور وجوہات کے پیش نظر اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اُردو داں طبقہ کے لیے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مسلمانوں کے اندر گردش کرنے والی اُن بے بنیاد اور من گھڑت روایتوں کو بیان کر دیا جائے جنہوں نے اسلام کے عقائد و ایمانیات سے لے کر اس کے تمام شعبوں کو متاثر کیا ہے اور ان کی وجہ سے عوام سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں تک میں ایک ایسا دینی تصوف پیدا ہو گیا ہے جو کتاب و سنت کی تعلیمات پر مبنی تصور سے بہت مختلف ہے۔ زیر نظر کتاب اسی ضرورت کے تحت ترتیب دی گئی ہے اور اس میں جہاں موضوع اور منکر روایات کا ذکر کیا گیا ہے وہیں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ جس مسئلے سے متعلق موضوع اور منکر روایتوں کا ذکر کیا جائے اس مسئلے کو قرآن پاک اور نبی اکرم ﷺ کے صحیح ارشادات کی روشنی میں واضح کر کے اس کے بارے میں اسلام کا صحیح حکم بھی بیان کر دیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع اور منکر روایتوں پر ''وضع'' اور ''نکارت'' کا حکم ائمہ حدیث اور علم جرح وتعدیل میں سند کا درجہ رکھنے والے ماہر علماء کے اقوال کی بنیاد پر لگایا گیا ہے۔ پہلے سے کوئی رائے ذہن میں قائم کر لینے اور پھر اس کی بنیاد پر کسی حدیث کو موضوع یا منکر کہنے سے گریز کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں بنیادی طور پر تو وہی کتابیں سامنے رکھی گئی ہیں جو موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، مگر اس کے ساتھ تفسیر، سیرت اور فقہ کی وہ کتابیں بھی پیش نظر رہی ہیں جن میں اس طرح کی حدیثوں کی بھرمار ہے، نیز عربی اور اُردو کی وہ کتابیں بھی سامنے رہی ہیں جو ترغیب و ترہیب، فضائل اعمال اور تصوف کے موضوع پر ہیں۔

جن کتابوں سے میں نے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

ابن الجوزی کی "الموضوعات" السخاوی کی "المقاصد الحسنة" ابن عراقی کی "تنزیعة الشریعه" العجلونی کی "کشف الخفاء" ملا علی القاری کی "الاسرار المرفوعه" السیوطی کی "اللآلی المصنوعة" اور "الدرر المنتشره" ابن تیمیہ کی "احادیث القصاص" الکرمی المقدسی کی "الفوائد الموضوعه" اور القسطلانی کی "مختصر المقاصد الحسنه"

لیکن اس کتاب کا اہم ماخذ محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا مشہور سلسلہ "سلسلة الأحاديث الضعيفه والموضوعه واثرها السيئ في الامة" ہے یہ چودہ جلدوں میں ہے جس کی گیارہ جلدیں چھپ چکی ہیں اس سلسلے میں سات ہزار ضعیف، موضوع، منکر اور باطل روایات سے بحث کی گئی ہے۔

تفسیر کی کتابوں میں سے جو کتابیں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف اور نا قابل اعتبار روایات پر بھی مشتمل ہیں، ان میں سے الزمخشری کی ''الکشاف''، ''تفسیر ابن کثیر'' اور الشوکانی کی ''فتح القدیر'' میرے مطالعہ میں برابر رہتی ہیں اور یہی کتابیں زیادہ متداول بھی ہیں۔

سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر سیرت ابن ہشام، امام ذہبی کی "السيرة النبويه" اور "البدايه والنهايه" سے براہِ راست استفادہ کیا گیا ہے، اور بعض متأخرین علماء کی کتابیں بھی پیش نظر رہی ہیں۔

اس موضوع سے جزوی تعلق رکھنے والی جن کتابوں سے میں برابر رجوع کرتا رہا ہوں وہ یہ ہیں:

احياء العلوم، المغنى عن محل الاسفار، القول البديع اور فضل الصلاة على الرسول صلى الله عليه وسلم

کتاب میں صحیح احادیث عام طور پر صحیحین سے لی گئی ہیں اگرچہ سنن اربعہ بھی پیش نظر رہی ہیں، ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا نمبر درج کر دیا گیا ہے تا کہ رجوع کرنے میں آسانی رہے۔

کتاب کی ترتیب فقہی کتابوں کے طریقے پر نہیں ہے بلکہ موضوعات کی اہمیت کی بنیاد پر ہے۔

کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے:

۱ وضع حدیث کی تاریخ	۲ اصطلاحات حدیث
۳ عقائد و ایمانیات	۴ عبادات
۵ سیرت و شمائل	۶ فضائل و مناقب

اصطلاحات حدیث میں سے صرف انہی اصطلاحوں کی تعریف کی گئی ہے جن سے اس کتاب سے استفادہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہر اصطلاح کی ایسی تعریف کی جائے جس کو معمولی اُردو داں حضرات بھی سمجھ سکیں اور ہر اصطلاح کو مثال سے واضح کر دیا گیا ہے۔

حدیث کی اصطلاحوں کی تعریف میں میرا بنیادی ماخذ ''مقدمہ ابن الصلاح'' رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ میں نے حافظ ابن کثیر کی ''اختصار علوم الحدیث'' اور علامہ احمد شاکر کی "الباعث الحثیث" سے بھی بھر پور استفادہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں معروف محدث علامہ البانی رحمہ اللہ کے افادات، جو ان کی تصنیفات میں ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں، تو وہ برابر سامنے رہتے ہیں، یہ افادات ان کے طویل، وسیع اور گہرے مطالعہ کا نچوڑ ہیں اور علم حدیث پر کام کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

وضع حدیث کے اسباب اور مقاصد

اسلام کے بنیادی مأخذ صرف دو ہیں؛ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔ سنت سے مراد نبی ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر ہیں۔ اقوال اور افعال کے معنی تو واضح ہیں۔ رہی تقریر تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے سامنے کوئی کام ہوتے دیکھا یا کسی فعل یا قول کی خبر آپ کو ملی تو آپ نے یا تو اس کی توثیق فرما دی یا خاموش رہے اور اس کی کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

اور کتاب وسنت کے اسلام کے بنیادی مأخذ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول عمل کے لیے احکام اور ہدایات انہی دونوں ماخذوں سے حاصل کرے ان کے علاوہ دین کے جو دوسرے شرعی ماخذ ہیں وہ کتاب وسنت کے تابع ہیں ان کی حیثیت بنیاد اور اساس کی نہیں ہے۔

اسی طرح کتاب وسنت کے شرعی ماخذ ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ صحیح اسلامی زندگی گزارنے کے لیے اور دینی احکام معلوم کرنے کے لیے ان دونوں سے ایک ساتھ رجوع کیا جائے ایسا نہیں ہے کہ اگر ہمیں کسی مسئلے میں قرآن سے کوئی حکم نہ ملے اس وقت ہم حدیث رسول کی طرف متوجہ ہوں اور اس سے رجوع کریں اور یہ اس لیے کہ خود قرآن پاک میں نبی ﷺ کے جو فرائضِ منصبی بیان کیے گئے ہیں وہ تین ہیں:

۱.....تبلیغ کتاب ۲.....تفسیر کتاب ۳.....تشریع

اور یہ تینوں مناصب سورۃ البقرۃ کی اس آیتِ کریمہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [سورۃ البقرہ: ۱۲۹]

''اے ہمارے رب! تو ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں آیتیں سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بیشک تو بڑا باعزت اور حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں نبی ﷺ کے جو فرائضِ منصبی بیان کیے ہیں ان کی تشریح یوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتی ہے:

☆ اللہ تعالیٰ کی کتاب، قرآن پاک کو ٹھیک ٹھیک انہی الفاظ میں سنا دینا جن الفاظ میں وہ آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ ﴾ [المائدہ: ٦٧]

''اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی ''رسالت'' نہیں پہنچائی اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔''

اس تبلیغ کتاب یا تلاوتِ کتاب میں نبی ﷺ مطاع ہیں۔ یعنی امت کے تمام افراد پر یہ فرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو قرآن کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی جو کتاب دی ہے، اس کی بے چون و چرا اطاعت کریں اور اس بات پر ایمان رکھیں کہ شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا ہونے والی تلاوت میں اپنی طرف سے کوئی بات ملا دے یا سہواً آپ کی زبانِ مبارک سے تلاوتِ قرآن کے اثنا کوئی ایسا لفظ نکل جائے جو قرآن سے نہ ہو یا نعوذ باللہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایسی کوئی عبارت دورانِ تلاوت پڑھ دیں، جو اللہ نے آپ پر نازل نہیں کی تھی، ان تمام باتوں سے آپ کو مکمل تحفظ ''عصمت'' حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗيِٕ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ ﴾

[یونس: ١٥]

''جب انہیں ہماری آیات صاف صاف سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں: اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کوئی تبدیلی کر دو۔ اے نبی! ان سے کہہ دو میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کر دوں، میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔''

یعنی میرا فرضِ منصبی تو صرف یہ ہے کہ جس شکل میں قرآن بذریعہ وحی میرے اوپر نازل کیا جاتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی پیروی کروں اور اس کو بے کم و کاست تم کو سناتا جاؤں میں اس کا مجاز قطعاً نہیں ہوں کہ تمہاری خواہش پر اس میں کوئی تبدیلی کروں۔

☆ تبلیغ کتاب اور تلاوتِ کلام میں جس طرح نبی ﷺ کی اطاعت فرض ہے، ٹھیک اسی طرح قرآن پاک کی شرح میں بھی آپ کی اطاعت فرض ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿59﴾ ﴾ [النساء: ۵۹]

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہیں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی صحیح طریقہ ہے اور نتیجے کے اعتبار سے بہتر ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ امرِ اطاعت تو دو ہیں، مگر مطاع تین ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم پر جس طرح اللہ کی اطاعت فرض ہے، ٹھیک اس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے۔ رہے تمہارے حکام اور اولیاء الامور تو تم پر ان کی اطاعت اسی وقت تک فرض ہے، جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کے مطیع رہیں وہ مستقل بالذات مطاع نہیں ہیں اور اگر تمہارے اور اولیاء الامور کے مابین کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو "حَكَمَ" صرف اللہ اور رسول ہے۔

ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو عین اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾

[النساء: ۸۰]

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے تمہیں لوگوں پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔''

یعنی جو تمہاری اطاعت سے روگردانی کرتا ہے وہ خود اپنی تباہی کا سامان کر رہا ہے۔ ہم نے تم کو صرف داعی بنا کر بھیجا ہے، تمہاری ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو زبردستی اپنا مطیع بناؤ یا اپنی اطاعت پر مجبور کرو۔

☆ مبلغ کتاب اور مفسر کتاب کی طرح رسول اللہ ﷺ کی ایک تیسری حیثیت یہ ہے کہ آپ ''مشرع''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہیں اور آپ کی یہ تشریعی حیثیت بالکل اسی طرح واجب الاطاعت ہے جس طرح مبلغ کتاب اور مفسر کتاب کی حیثیت میں آپ کی اطاعت فرض ہے۔

﴿ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾ ﴾ [الحشر: ۷]

''اور رسول جو کچھ دے اس کو لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اس سے خوف کھانے کا تقاضا یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے امر و نہی کی اطاعت کرو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر تم متقی نہیں ہو گے۔

اس آیت کریمہ میں تعبیر کا ایک نہایت ''باریک نکتہ'' مضمر ہے جس کی طرف اشارہ کر دینا یا اسے کھول کر بیان کر دینا ضروری ہے۔

آیت میں ﴿ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ ﴾ کے بالمقابل ﴿ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ ﴾ کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ جبکہ قیاس یہ کہتا ہے کہ ﴿ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ ﴾ کے بالمقابل ﴿ وَمَا مَنَعَكُمْ ﴾ ہونا چاہیے تھا یا جب آخر میں ﴿ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ ﴾ فرمایا گیا ہے تو شروع میں ﴿ وَمَا اَمَرَكُمْ بِهِ الرَّسُوْلُ ﴾ فرمایا جاتا۔ چنانچہ اس تعبیر قرآنی کی آڑ میں منکرین حدیث قدیم زمانے سے اپنا ناپاک کھیل کھیل رہے ہیں اور یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ تبلیغ کتاب یا تلاوتِ قرآن کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دور ختم ہو گیا اور ہدایت کے لیے صرف قرآن کافی ہے، حدیث کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ دشمنان اسلام تعبیر قرآنی میں مضمر اس باریک نکتہ کو سمجھ نہیں سکے یا سمجھ گئے، مگر ظاہری الفاظ کا سہارا لے کر انہوں نے عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا اس لیے کہ عوام اس طرح کے باریک نکتوں کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ منکرین حدیث کے زعم باطل پر سب سے زیادہ دلالت یہی تعبیر قرآنی کر رہی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

﴿ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ ﴾ میں جو جامعیت ہے وہ ﴿ وَمَا اَمَرَكُمْ بِهِ الرَّسُوْلُ ﴾ کی تعبیر میں نہیں ہے۔ اس لیے کہ ''امر'' صرف قولی ہوتا ہے یا دوسرے لفظوں میں ''امر'' کا تعلق صرف قول سے ہوتا ہے۔ جبکہ یہ حقیقت پوری وضاحت سے معلوم ہو چکی ہے کہ نبی ﷺ اپنے قول و فعل دونوں میں مطاع تھے۔ لہٰذا اگر یہ فرمایا گیا ہوتا ﴿ وَمَا اَمَرَكُمْ بِهِ الرَّسُوْلُ ﴾ تو یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے اقوال ہی کو شامل ہوتا اس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے افعال داخل نہ ہوتے اس لیے ایسی جامع اور مانع تعبیر ﴿ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ ﴾ استعمال کی گئی جس نے اپنے اندر رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر سب کو سمیٹ لیا۔

اور یہ بات کہ نبی ﷺ اپنے اقوال کی طرح اپنے افعال میں بھی واجب الاطاعت ہیں خود قرآن پاک سے ثابت ہے۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿21﴾ ﴾

''درحقیقت اللہ کے رسول کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔''

اور ''اسوۃ'' اسی لیے ہوتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات پاک اپنے اقوال و افعال سمیت ان لوگوں کے لیے نمونہ عمل و اتباع ہے جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کے امیدوار ہیں اور ان کے دل اللہ کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتے، اب رہے وہ جو اس صفت سے متصف نہیں ہیں تو ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات پاک میں کوئی نمونہ عمل نہیں ہے اور پھر اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ صرف آپ کے اقوال کو واجب الاطاعت قرار دے رہے ہیں، آپ کے افعال کو نہیں ان کو درحقیقت اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح مطلوب نہیں ہے۔

اور چونکہ ''نواھی'' کا تعلق صرف قول سے ہوتا ہے، ان کا کوئی عملی نمونہ نہیں پیش کیا جا سکتا، اس لیے فرمایا گیا: ﴿ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ ''اور رسول جس چیز سے تمہیں روکے اس سے باز رہو۔''

اوپر کی وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام اور تعلیمات کا ماخذ جس طرح قرآن ہے ٹھیک اسی طرح حدیث بھی ہے، لیکن چونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جس طرح وہ ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ''بے شک ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' [الحجر: ۹] اسی طرح اس کے ہم مثل کلام لانا بھی کسی بشر کی طاقت اور قدرت سے باہر ہے لہٰذا نزول قرآن کے وقت سے اب تک اور اس وقت سے لے کر قیامت تک نہ اس بات کا کوئی اندیشہ تھا اور نہ آئندہ ہوگا کہ کوئی شخص بقید ہوش و حواس اس کی ''محاکات'' نقل کر کے جیتے جی اپنی رسوائی کا سامان کرے گا، بلکہ اس جیسی کتاب پیش کرنا تو بہت دور کی بات ہے کوئی بڑے سے بڑا ادیب اور زبان دان اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی ترتیب ہی بدل کر دیکھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے یا درمیان میں اپنی طرف سے کسی فقرے کا اضافہ ہی کر کے دیکھ لے یقیناً اس کو اپنی اس حماقت پر شرمندگی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ پورے قرآن پاک میں کسی ایک جگہ بھی اشارۃً یا صراحۃً اس کی نظیر تخلیق کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے برعکس اس میں تو اس کے منجانب اللہ ہونے میں شک کرنے والوں کو بار بار یہ چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ محمد ﷺ نے اسے خود گھڑ کر تمہارے سامنے پیش کر دیا ہے، تو تم بھی اس طرح کی کوشش کر کے دیکھ لو، آخر تم بھی تو زبان دان ہو اور اپنی زبان دانی پر تم کو ناز بھی ہے اور پورا قرآن نہ سہی کوئی ایک چھوٹی سی سورت ہی بنا کر پیش کر دو۔ مگر قرآن پاک کے بار بار کے چیلنجوں کا جواب انہوں نے ہمیشہ خاموشی سے دیا۔ جو ان کے عجز و درماندگی کی دلیل ہے۔

لیکن ''حدیث رسول'' کا معاملہ اس کے برعکس تھا، اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ رسول اکرم ﷺ کا اسلوب بیان ایک منفرد شان رکھتا ہے۔ آپ فصاحت و بلاغت کی جس بلند چوٹی پر فائز تھے، اس کی نظیر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کے کلام میں نہیں ملتی اور نہ مل سکتی تھی۔ آپ کے حسن بیان کی مٹھاس کو صحیح احادیث میں محسوس کیا جا سکتا ہے، مگر پھر بھی آپ بشر تھے اور آپ کا کلام بشر کا کلام ہے، جس کو ''اعجازی شان'' نہ حاصل ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی۔ اس لیے یہ اندیشہ تھا کہ آپ کے بعد دین میں ''نیا رنگ'' بھرنے کے لیے اس طرح کی ناپاک کوششیں کی جا سکتی ہیں اسی اندیشے کے پیش نظر آپ نے اس ناپاک عمل اور اس کے رنجا بد سے لوگوں کو خبردار کر دیا اور ان کو صاف اور صریح الفاظ میں یہ وعید سنا دی کہ جو نادان اس معصیت کا ارتکاب کرے گا، اس کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور یہ نہیں دیکھا جائے گا اس کے اس عمل کے پیچھے کونسا جذبہ کارفرما تھا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ)) ❶

''نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب نہ کرنا، کیونکہ جو میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے گا، وہ ضرور آگ میں داخل ہوگا۔''

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) ❷

❶ بخاری / ح : ۱۰۶، مسلم / ح : ۱ ، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ ❷ بخاری، حدیث نمبر: ۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) ❶

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا کسی اور کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی طرح نہیں ہے جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

نبی ﷺ نے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنانے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ نے یہ پیشن گوئی بھی فرمادی ہے کہ ایسے ناعاقبت اندیش اور دروغ گو پیدا ہوں گے جو اس عظیم معصیت کا ارتکاب کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کو فتنے میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں گے لہٰذا ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ)) ❷

''آخری زمانے میں ایسے دجال اور جھوٹے ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے تو ایسے معصیت کاروں سے دور رہنا تاکہ وہ نہ تو تمہیں گمراہ کریں اور نہ تمہیں فتنے میں ڈالیں۔''

چنانچہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں اور ان کے درمیان حدیثیں وضع کرنے کا فتنہ نہ تو پیدا ہوا اور نہ پیدا ہونے کا امکان تھا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی تربیت یافتہ اس مقدس جماعت نے رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے بار بار یہ سن رکھا تھا کہ آپ پر افترا اور آپ کی جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا نہایت سنگین اور ناقابل معافی گناہ ہے، جس کی سزا جہنم کی ابدی زندگی ہے اور خود

❶ بخاری / حدیث : ۱۲۹۱، مسلم/ حدیث : ٤ ❷ مقدمہ صحیح مسلم ، حدیث : ۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی اس طرح کی حدیثوں کے اصل راوی تھے جن کی تعداد ۱۶ ہے۔ [معرفة التذكره فى الاحاديث الموضوعة، ص: ۲۵]

لیکن تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں یہ صورتِ حال باقی نہیں رہی جس کا سبب جہاں یہ تھا کہ سیاسی اختلافات اور اقتدار کے لیے باہمی رسا کشی نے امت کے ضمیر فروشوں کو سیاسی فریقوں کی تائید و حمایت کی غرض سے حدیثیں وضع کرنے پر آمادہ کیا وہیں مفتوحہ ممالک میں جو لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے اگر ان کی اکثریت مخلصانہ طور پر حلقہ بگوش اسلام ہو رہی تھی تو ان میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں تھی جو بظاہر تو مسلمان ہو رہے تھے، مگر ان کے دلوں میں اسلام دشمنی کا زہر بھی بھرا ہوا تھا۔ وہ میدانِ جنگ میں تو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہ گئے تھے، اس لیے انہوں نے اس ارادے سے اسلام کا لباس زیب تن کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں بن کر مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم بنائیں گے۔ رہے وہ لوگ جو مخلصانہ طور پر حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہے ان کی اکثریت کو بھی اسلامی روح کو سمجھنے کا موقع نہیں ملتا تھا اور جن مذاہب کو ترک کر کے وہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، ان کے دل و دماغ ان مذاہب کے افکار و عقائد سے کلی طور پر پاک نہیں ہوئے تھے، لہٰذا اگر پہلے گروہ نے حدیثیں وضع کر کے مسلمانوں میں کفر و الحاد اور زندقہ پھیلانے کی کوشش کی تو دوسرے گروہ نے ترک دنیا ''رھبانیت'' تزکیۂ نفس و تطہیر باطن اور عبادات و اذکار کے نئے نئے طریقوں کو اسلامی رنگ دینے یا ان کو اسلام میں ''مطلوب'' بنانے کی خاطر کثرت سے حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں چونکہ آخر الذکر گروہ اسلام کے نام پر کام کر رہا تھا اور اس نے زہد و تقویٰ کا دیدہ زیب لباس بھی زیب تن کر رکھا تھا، اس لیے معاشرے میں اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور پہلے گروہ کے مقابلے اس گروہ کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ مزید یہ کہ حکمراں طبقوں کے تعیش، فلاسفہ اور متکلمین کی خشک عقلی بحثوں اور فقہی مسائل و احکام کے بیان میں حد سے بڑھی ہوئی ظاہر پسندی نے زہد و ورع، ترکِ دنیا اور صلاح و تقویٰ کے داعیوں کو کام کرنے کے خوب خوب مواقع فراہم کیے اور انہوں نے اسلام کے نام پر پوری آزادی سے حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ یہ گروہ عقائد و ایمانیات، عبادات و اذکار، اخلاق و آداب، لباس و عادات، مناقب و محامد اور سیرت و معازی، ہر باب سے اسلام میں داخل ہوا اور مسلمانوں میں موضوع اور منکر روایتوں کو پھیلا کر بدعات اور منکرات کو رواج دیا۔

ان دونوں گروہوں کے علاوہ بھی ایسے بے شمار لوگوں کا نام ملتا ہے، جن پر وضع حدیث کا الزام تو نہیں ہے، البتہ وہ اپنے زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ کے باوجود روایتِ حدیث میں نا قابل اعتبار تھے چنانچہ امام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوریؒ (المتوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم کے مقدمہ میں مشہور محدث اور فقیہہ عبداللہ بن ذکوان القرشی المعروف بأبی الزناد (المتوفی ۱۳۰ھ) کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

((أَدْرَكْتُ بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَأْمُونٌ ، مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيثُ ، يُقَالُ : لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ)) [ص: ۳۶]

''مجھے مدینہ میں ایسے سو (۱۰۰) افراد ملے جو دینی امور میں تو معتبر تھے، مگر ان سے حدیث روایت نہیں کی جاتی تھی، ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان میں سے کوئی روایتِ حدیث کا اہل نہیں ہے۔''

امام مسلم نے حدیث وضع کرنے والوں اور منکر حدیثیں پھیلانے والوں کے ناموں کی جو مختصر فہرست دی ہے ان میں ایسے نام بھی شامل ہیں جن کے زہد و ورع کی قسم کھائی جا سکتی ہے، مگر وہ روایت حدیث کے معاملے میں حد درجہ ناقابل اعتبار تھے، بلکہ ان پر جھوٹی حدیثیں روایت کرنے کا الزام تھا اور امام یحییٰ بن سعید القطان نے تو یہاں تک صراحت کر دی ہے:

((لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ)) [1]

''ہم نے صلاح و تقویٰ میں مشہور لوگوں کو حدیث سے زیادہ کسی اور چیز میں جھوٹا نہیں دیکھا۔''

ان وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ وضع حدیث اور جھوٹی حدیثوں کو روایت کرنے اور پھیلانے کا فتنہ تابعین اور تابعین کے دور میں نہ صرف پیدا ہو گیا تھا بلکہ اس فتنے کو رواج دینے اور فروغ دینے میں ان بزرگوں کا زیادہ ہاتھ تھا، جو لوگوں میں زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ میں زیادہ شہرت رکھتے تھے اور جو بعد میں چل کر ''صوفیا'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک دین کے نام پر یا ''فضائل اعمال'' کے نام پر اس معصیت کو پھیلانے اور عام کرنے میں صوفیا اور ترکِ دنیا کے داعیوں نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے مفسرین، علمائے حدیث، سیرت نگاروں اور فضائل اعمال کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث کے مقابلے میں ضعیف، منکر اور موضوع حدیثوں کا ذکر زیادہ کیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ فضائل اعمال اور تصوف کے مسائل پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں چونکہ ان میں ایسے اعمال بیان کیے گئے ہیں اور اوراد و اذکار کے ایسے اجر و ثواب کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ثبوت کتاب اللہ اور نبی ﷺ کے صحیح ارشادات میں نہیں ملتا، اس لیے اس دعوے کے تحت کہ ''فضائل اعمال کے باب

[1] مقدمہ صحیح مسلم، ص: ۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ضعیف حدیثوں پر عمل جائز ہے'' موضوع، منکر اور باطل روایتوں سے خوب خوب استدلال کیا گیا ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہیں عین حقیقت ہے کہ عقائد و ایمانیات سے لے کر اخلاق و آداب اور تزکیۂ نفس تک دین کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جو بے بنیاد اور باطل روایتوں سے پاک ہو حتی کہ رسول اکرم ﷺ کا وہ ارشاد مبارک جس میں آپ نے جھوٹی حدیثیں گھڑنے سے منع فرمایا ہے اور جس کو آپ سے کوئی ۶۱ صحابیوں نے نقل کیا ہے اس کو بھی ''وضاعین حدیث'' نے نہیں بخشا اور اس کے اندر اپنی طرف سے ایک ایسا فقرہ داخل کر دیا جس سے ان کے برے مقصد کی خدمت ہوتی ہے اور وہ فقرہ ہے: ((لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ))

اس موضوع فقرہ کے بعد نبی اکرم ﷺ کا وہ متواتر ارشاد مبارک یوں ہو گیا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرے، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

غور کیجئے! صحیح اور متواتر حدیث میں اس ''منکر'' فقرے کے اضافے .....اندراج..... نے اس کے مفہوم کو بدل کر کچھ سے کچھ کر دیا اور نبی ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا فی نفسہ معیوب نہیں رہا۔ الا یہ کہ اس جھوٹ سے لوگوں کو گمراہ کرنا مقصود ہو۔ وضاعین حدیث کی اس جسارت کو ''معصیتِ مرکب'' کا نام دیا جا سکتا ہے کیونکہ ان جاہلوں نے اس کے ذریعہ ''معصیت'' کو مشروع بنا دیا، لیکن یہ ان کا فریب نفس ہے، حافظ ابن حجر صحیح بخاری میں مروی حدیث: ((لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ)) ''میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب مت کرو، کیونکہ جس نے میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔'' کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ "ہر جھوٹ کے بارے میں عام ہے اور اس میں ہر جھوٹ داخل ہے اور اس کے معنی ہیں: ''میری طرف جھوٹی بات منسوب نہ کرو۔'' اس میں حرف جر ''علیٰ'' کے الگ سے کوئی معنی نہیں ہیں، کیونکہ یہ بات بعید از صحت ہے کہ کوئی جھوٹ آپ ﷺ کی خاطر بھی بولا جا سکتا ہے اس لیے کہ آپ نے مطلق جھوٹ سے منع فرمایا ہے لہٰذا وہ جاہل لوگ خود فریبی میں مبتلا ہیں جنہوں نے ''ترغیب و ترہیب'' کے باب میں وضع حدیث کا ارتکاب کیا ہے اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ ہم نے ''نبی ﷺ کے خلاف جھوٹ بولنے کا ارتکاب نہیں کیا ہے بلکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی شریعت کی تائید کی غرض سے یہ کام کیا ہے۔'' ان جاہلوں کو یہ نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ نے نہیں فرمائی ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا متقاضی ہے کیونکہ اس موضوع اور جھوٹی حدیث سے کسی شرعی حکم کا اثبات لازم آتا ہے چاہے وہ واجب ہو یا مستحب اور حرام ہو یا مکروہ اور ''فرقہ کرامیہ'' میں سے جو لوگ اس اصول کے خلاف ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں .....اور اس حدیث کی بعض سندوں میں جو اضافہ ہے وہ ثابت نہیں ہے اور اس کی تخریج البزار نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں کی ہے: ((لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ)) تو اس کے مرسل اور موصول ہونے میں اختلاف ہے، الدارقطنی اور الحاکم نے اس کو مرسل قرار دیا ہے اور الدارمی نے یعلی بن مُرہ سے اس کی روایت ضعیف سند سے کی ہے۔[فتح الباری ۱/ ۳٤۱]

صحیح حدیث میں یہ اضافہ مرسل اور ضعیف نہیں بلکہ ''منکر'' ہے جس پر مکمل بحث اس کے صحیح مقام پر آئے گی، یہاں تو ضمناً اس موضوع کا ذکر آ گیا ہے۔ حافظ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (المتوفی: ۹۶۳ھ) نے اپنی مشہور تصنیف " تنزيه الشريعة المرفوعة عَنِ الأخبار الشنيعة الموضوعة " میں وضع حدیث کے اسباب اور وضاعین کے گروہوں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور ایسے لوگوں کی طویل فہرست دی ہے جو اس معصیت بلکہ جرم کے مرتکب ہوئے ہیں ذیل میں ہم اس بحث کا خلاصہ پیش کر دینا چاہتے ہیں تاکہ جہاں وضع حدیث کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکے وہیں ائمہ حدیث اور علمائے جرح وتعدیل کے ان کارہائے نمایاں اور ان مخلصانہ کوششوں کی قدر و قیمت کو بھی سمجھا جا سکے جو انہوں نے اسلام کے اس دوسرے بنیادی شرعی ماٰخذ کو آلائشوں سے پاک کرنے اور ان دشمنانِ اسلام کو بے نقاب کرنے میں صرف کی ہیں۔

۱ نبی ﷺ کے نام پر ''وضع حدیث'' کا ارتکاب سب سے پہلے اُن بدعقیدہ لوگوں اور ملحدوں نے کیا جو .....مذاہب کی تاریخ میں ..... ''زنادقہ'' کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں دینی تعلیمات کو بے وزن بنانے، ان کو گمراہ کرنے اور ان کے عقیدے کو متزلزل کرنے کی غرض سے یہ ناپاک عمل شروع کیا تھا۔ عبدالکریم بن ابی العوجاء، محمد بن سعید المصلوب، الحارث الکذاب اور المغیرہ بن سعید الکوفی وغیرہ کا تعلق انہی زنادقہ سے تھا۔ حافظ ابوجعفر محمد بن عمرو العُقیلی نے مشہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث حماد بن زید سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''زنادقہ نے نبی اکرم ﷺ کے نام پر ۱۴ ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔'' اور امام عبداللہ بن عدی فرماتے ہیں: جب ابن ابی العوجاء کو..... زندقہ کے الزام میں..... گرفتار کر کے..... بصرہ کے گورنر..... محمد بن سلیمان بن علی کے پاس لایا گیا تا کہ اس کی گردن ماری جائے تو اس نے کہا: ''میں نے تم لوگوں میں ۴ ہزار حدیثیں گھڑ کر پھیلائی ہیں، جن میں میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے۔''

۲ نفس پرستوں اور اہل بدعات نے اپنے مذاہب اور افکار کی حمایت اور اپنے مخالفین کی مذمت میں حدیثیں وضع کیں۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنی مشہور کتاب ''الجرح والتعدیل'' کے مقدمہ میں ''خوارج'' کے ایک شیخ سے اس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''اس بات کو نگاہ میں رکھو کہ تم اپنا دین کن لوگوں سے اخذ کرتے ہو، ہمارا یہ حال رہا ہے کہ جب ہمیں کوئی چیز پسند ہوتی تو اس کے لیے حدیث گھڑ لیا کرتے تھے۔'' یہ خارجی شیخ وضع حدیث سے تائب ہو گیا تھا۔

امام ابوعبداللہ الحاکم فرماتے ہیں: ''محمد بن القاسم الطالقانی کا شمار'' المرجئہ'' فرقے کے رؤساء میں ہوتا تھا اور وہ اس فرقے کے عقیدے کی تائید میں حدیثیں وضع کرتا تھا۔ اور صاحب المفہم ابوالعباس القرطبی کا قول ہے: بعض اہل رائے فقہاء اس بات کو جائز سمجھتے تھے کہ جو شرعی حکم قیاس سے نکلتا ہو اس کو نبی ﷺ کی طرف قولی حدیث کہہ کر منسوب کریں۔ اور یہ کہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے اس طرح کے فقہاء کی کتابیں ایسی احادیث سے بھری پڑی ہیں جن کی عبارتیں یہ گواہی دے رہی ہیں کہ وہ موضوع ہیں اس لیے کہ وہ فقہاء کے فتوؤں سے مشابہ ہیں اور اس لیے بھی کہ ان فقہاء نے ان کی کوئی سند نہیں بیان کی ہے۔''

۳ ''وضاعین'' میں اس گروہ کا بھی شمار ہوتا ہے جس نے ''وضع حدیث'' کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بغاوت میں اس قدر بے باک اور جری ہو گیا تھا کہ ''وضع حدیث'' میں شب بیداری کیا کرتا تھا۔ اسی فرقے اور گروہ سے ابوالبختری وہب بن وہب القاضی، سلیمان بن عمرو النخعی، الحسین بن علوان اور اسحاق بن نجیح الملطی کا تعلق تھا جیسا کہ امام ابوحاتم ابن حبان نے الضعفاء والمجروحین کے مقدمے میں لکھا ہے۔

۴ ''زہد'' سے منسوب لوگوں کا شمار بھی ''وضاعین'' میں ہوتا ہے، جن کے جہل پر مبنی تدین نے ان کو ''ترغیب وترہیب'' کے باب میں ''وضع حدیث'' پر آمادہ کر دیا تھا، تا کہ وہ اپنے زعم باطل میں لوگوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر و بھلائی کی ترغیب دیں اور برائی سے ان کو باز رکھیں۔ کرامیہ فرقے کے لوگ اس عمل کو جائز تصور کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے اور حجۃ الاسلام الغزالی نے کرامیہ کے اس کردار کی مذمت ان الفاظ میں کی ہے: ''یہ شیطانی فریب کاری ہے، سچ کو اختیار کرنے کے بعد ہم جھوٹ کے محتاج نہیں رہ جاتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کے بعد پند و نصائح کے لیے ہمیں جھوٹی حدیثوں کی کوئی ضرورت نہیں۔''

اور شیخ الاسلام امام نوویؒ نے ان نام نہاد زاہدوں کی ان الفاظ میں مذمت کی ہے: ''ان لوگوں کا یہ دعویٰ مسلمانوں کے اس عقیدے کے خلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نام پر جھوٹی حدیثیں گھڑنا حرام ہے اور اس کا شمار ''کبائر'' میں ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جو میری طرف جان بوجھ کر کوئی جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

بلکہ ابو محمد الجوینی نے تو اس طرح کے لوگوں پر کفر کا حکم لگایا ہے۔

۵۔ دنیا پرست واعظوں، قصے کہانیاں بیان کرنے والوں اور امراء اور اہل دربار کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے ان کی خوشامد کرنے والوں نے بھی ''وضع حدیث'' کا ارتکاب کیا ہے، جن کا ذکر موضوع اور ضعیف حدیثوں سے تعلق رکھنے والی کتابوں میں ملتا ہے۔

۶۔ شہرت پسندی اور لوگوں میں نمایاں ہونے کی خواہش اور بسا اوقات غرابت پیدا کرنے کا جذبہ بھی لوگوں کو حدیثیں وضع کرنے پر آمادہ کرتا رہا ہے، اس قماش کے لوگ ایسا کرتے تھے کہ ایک ضعیف حدیث کی سند کو حذف کر کے اس کی جگہ صحیح سند رکھ دیتے تھے، یا اس حدیث کی جو سند مشہور ہے اس کو بدل کر اس کے ساتھ کوئی غیر مشہور سند جوڑ دیتے تھے، جس سے ان کا مقصد غرابت پیدا کرنا ہوتا تھا۔ امام ابو عبداللہ الحاکم نے اس طرح کے لوگوں میں ابراہیم بن البیع کو شمار کیا ہے یہ ابن ابی حیہ کے نام سے بھی معروف ہے، یہ شخص جعفر الصادق اور ہشام بن عروہ سے حدیثیں روایت کرتے وقت جعفر الصادق کی سند کو ہشام بن عروہ کی سند کی جگہ پر اور ہشام بن عروہ کی سند کو جعفر الصادق کی سند کی جگہ رکھ دیتا تھا تاکہ ان حدیثوں میں غرابت پیدا ہو جائے۔ الحاکم کہتے ہیں انہی لوگوں میں سے حماد بن عمرو النصیبی، بہلول بن عبید اور احمر بن حوشب بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس طرح کی حدیثوں کو ''مقلوب'' کا نام دیا ہے اور القاضی تاج الدین السبکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ سب اس جرم کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارتکاب کرنے والے کو ''دجال اور کذاب'' قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ایسے شخص کی تمام حدیثیں نا قابلِ اعتبار ہیں۔

☆ بعض ایسے لوگوں سے بھی ''وضع حدیث'' کا صدور ہو گیا ہے جو درحقیقت ''وضاع'' نہیں تھے اور نہ انہوں نے قصداً کوئی حدیث وضع ہی کی ہے، لیکن نادانستگی میں بعض صحابہ کے اقوال کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر بیٹھے یا ان کو ایسے برے لوگوں کی صحبت مل گئی، جنہوں نے ان کی لکھی ہوئی اور مدون حدیثوں میں اپنی طرف سے جھوٹی حدیثیں لکھ کر شامل کر دیں اور وہ اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کے ساتھ ان جھوٹی حدیثوں کو بھی روایت کرنے لگے، جیسا کہ حماد بن سلمہ کے ساتھ ان کے سوتیلے بیٹے عبدالکریم بن ابی العوجاء نے اور سفیان بن وکیع کے ساتھ ان کے کاتب اور خوش نویس قرطمہ نے کیا، یا جس شخص کا حافظہ کمزور ہو گیا یا اس کی بینائی چلی گئی اور وہ اپنی صحیح حدیثوں کے ساتھ بے بنیاد حدیثیں بھی روایت کرنے لگا۔ محدث ابن الصلاح نے اس طبقہ میں ارباب زہد و ورع کو بھی شامل کیا ہے اور ان کو مذکورہ تمام لوگوں سے زیادہ ضرر رساں بتایا ہے، کیونکہ ان زاہدوں اور دنیا سے بیزار لوگوں پر عوام کو زیادہ اعتماد ہوتا ہے اور ان کی بیان کردہ حدیثوں کو آنکھیں بند کر کے بلا کسی تردد کے قبول کر لیتے ہیں۔'' حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ اس سادہ لوح طبقہ میں ان نام نہاد فقہاء کا بھی شمار ہوتا ہے، جنہوں نے قیاسی احکام کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنے کو مباح قرار دے دیا۔ حافظ ابن حجر کے بقول وضاعین حدیث کی یہ آخری قسم اگرچہ بظاہر سب سے کم ضرر رساں نظر آتی ہے، کیونکہ اس نے جان بوجھ کر وضع حدیث کا ارتکاب نہیں کیا ہے، لیکن ان کے ذریعہ امت کو لاحق ہونے والا نقصان سابقہ تمام قسموں کے نقصان سے زیادہ سنگین ہے، کیونکہ ان کی روایت کردہ جھوٹی اور باطل حدیثوں کو پرکھنا اور صحیح حدیثوں سے ان کو چھانٹنا صرف ماہر ائمہ اور نقاد حدیث کے لیے ممکن ہے، رہے بقیہ وضاعین تو ان کی روایت کردہ موضوع حدیثوں کا پرکھنا بہت آسان ہے اور ان کا جھوٹ ہونا صرف نہار نا بلد لوگوں پر مخفی رہ سکتا ہے۔'' [۱۶/۱]

مصر کے مشہور عالم حدیث، محقق اور ادیب علامہ احمد محمد شاکر نے حافظ ابن کثیر کی کتاب '' اختصار علوم الحدیث '' کی شرح '' الباعث الحثیث '' میں '' وضعِ حدیث '' کے موضوع پر جو قیمتی بحث لکھی ہے اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

''موضوع خبر وہ من گھڑت اور خود ساختہ خبر ہے جس کو کذابوں اور افترا پردازوں نے رسول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ یہ روایت کی نہایت بدترین قسم ہے اور جس شخص کو کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ موضوع ہے تو پھر اس کے لیے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے روایت کرنا جائز نہیں ہے، الّا یہ کہ آخر میں یہ وضاحت کر دے کہ یہ خبر موضوع ہے، کیونکہ حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ))

''جس نے میری طرف سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ وہ جھوٹ ہے، تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

''موضوع حدیثوں کو معلوم کرنے کے متعدد طریقے ہیں، جن سے ائمہ حدیث کے گروہ سے تعلق رکھنے والے ماہر نقاد حدیث واقف ہیں، ان میں سے چند طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔ وضعِ حدیث کا مرتکب خود یہ اقرار کرے کہ اس نے فلاں اور فلاں حدیثیں خود گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہیں، جیسا کہ امام بخاری نے " التاریخ الاوسط " میں عمر بن صبح بن عمران التمیمی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اس نے نبی ﷺ کا خطبہ وضع کیا ہے، اسی طرح میسرہ بن عبدربہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس نے فضائل قرآن کے بارے میں حدیثیں وضع کی ہیں، یہی حال ابوعصمت نوح بن ابی مریم کا بھی تھا، جو اپنے علم و معرفت کی وجہ سے ''نوح الجامع'' کے لقب سے معروف تھا، اس کے باوجود اس نے بقول خود قرآن پاک کی ایک ایک سورت کے فضائل میں حدیثیں وضع کر کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب کر دیں۔

۲۔ موضوع حدیث کو معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی راوی کسی ایسے شخص سے حدیث روایت کرے جو صرف اس کے نزدیک معروف ہو اور جب اس سے اس شخص کی تاریخ پیدائش کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ کوئی بھی متعین تاریخ بتا دے، پھر جب اس راوی کی تاریخ پیدائش اور مروی عنہ کی تاریخِ وفات کے درمیان موازنہ کر کے دیکھا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہو کہ یہ راوی تو مروی عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے یا اس کی وفات کے وقت ایک کمسن بچہ تھا اور روایتِ حدیث کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اھلیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کی مثال میں ماموں بن احمد الہروی کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے جو ہشام بن عمار سے ''سماعِ حدیث'' کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور جب حافظ ابن حبان نے اس سے پوچھا:

''تم شام کب گئے تھے؟''

تو اس نے جواب دیا:

''۲۵۰ھ میں۔''

اس پر ابن حبان نے اس سے کہا:

''جس ہشام سے تو حدیث روایت کر رہا ہے وہ تو ۲۴۵ھ میں وفات پا چکے ہیں۔''

اس پر زچ ہو کر اس نے کہا:

''وہ کوئی دوسرا ہشام بن عمار ہوگا۔''

☆ کسی حدیث کا موضوع ہونا راوی اور مروی عنہ یا ان میں سے کسی کے جھوٹے ہونے کے قرائن سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال وہ واقعہ ہے جو امام ابوعبداللہ الحاکم نے سیف بن عمر التمیمی کے بارے میں خود اسی کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔ سیف بن عمر التمیمی کہتا ہے:

''میں سعد بن طریف کے پاس موجود تھا کہ اس کا بیٹا مکتب سے روتا ہوا اس کے پاس آیا۔ سعد نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا: ''معلم نے مجھے مارا ہے۔'' اس پر سعد بولا: ''آج میں معلمین کو رسوا کر کے چھوڑوں گا۔''

((حَدَّثَنِیْ عِکْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: مُعَلِّمُوا صِبْیَانِکُمْ شِرَارُکُمْ ، أَقَلُّهُمْ رَحْمَةً لِلْیَتِیْمِ وَأَغْلَظُهُمْ عَلَی الْمِسْکِیْنِ))

''مجھ سے عکرمہ نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کر کے بیان کیا: تمہارے بچوں کے معلمین تم میں بدترین لوگ ہیں وہ یتیموں پر بہت کم رحم کرنے والے اور مسکینوں پر نہایت سخت ہیں۔''

یہ سعد بن طریف وہ ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس سے حدیث روایت کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

امام ابن حبان اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔''

رہا اس واقعہ کا راوی سیف بن عمر التمیمی تو اس کے بارے میں امام الحاکم کا قول ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیف بن عمر پر زندقہ یعنی الحاد و بے دینی کا الزام تھا اور روایت حدیث میں نا قابل اعتبار۔''

اسی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جو امام الحاکم نے محمد بن عکاشہ الکرمانی الکذاب کے بارے میں نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں:

''مجھے خبر ملی ہے کہ اس کا شمار بھی حدیثیں وضع کرنے والوں میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک بار اس سے کہا گیا کہ لوگ نماز میں رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ''رفع یدین'' کرتے ہیں، تو اس نے اسی وقت برجستہ یہ جھوٹی حدیث بیان کر دی:

((حَدَّثَنَا الْمُسَيَّبُ بْنُ وَاضِحٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ))

''ہم سے المسیب بن واضح نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبداللہ بن المبارک نے یونس بن یزید سے، انہوں نے الزہری سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے رکوع میں رفع یدین کیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔''

یہ موضوع روایت بدترین جھوٹ کی مثال ہے، کیونکہ اسی سند سے امام الزہری سے مروی جو حدیث مستند کتب حدیث میں موجود ہے اس سے قطعیت کے ساتھ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین ثابت ہے۔

☆ کسی روایت کے موضوع ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت اس کے طرز بیان اور اسلوب کا رکیک اور گھٹیا ہونا بھی ہے، جس کا صدور نبی ﷺ سے بعید از عقل ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: رکاکت کا مدار اس کے مضمون کی رکاکت پر ہے۔ اور جو روایت بھی اس سے متصف ہوگی یقیناً وہ موضوع ہوگی، کیونکہ دین اسلام پورے کا پورا محاسن سے عبارت ہے۔ رہا اسلوب اور الفاظ کا رکیک ہونا تو اس سے حدیث کے موضوع ہونے کا پتہ نہیں چل سکتا، اس لیے کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ حدیث کی روایت لفظاً نہیں بلکہ معناً کی گئی ہو اور راوی نے اصل الفاظ کی جگہ غیر فصیح الفاظ استعمال کیے ہوں، البتہ اگر راوی رکیک الفاظ کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ حدیث کے موضوع ہونے کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خلاف عقل ہو بایں طور کہ اس کی کوئی تاویل نہ کی جا سکے، یا حس اور مشاہدے کے خلاف ہو، یا کتاب اللہ، سنت متواترہ اور اجماع کے خلاف ہو یا کسی ایسے اہم اور سنگین معاملے سے متعلق ہو جس کی روایت متعدد راویوں سے ہونی چاہیے، مگر اس کا راوی صرف ایک ہو۔

۶۔ کسی حدیث کے موضوع ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ راوی رافضی ہو اور اس کی روایت کردہ حدیث میں اہل بیت کے فضائل بیان کیے گئے ہوں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''رہے وضع حدیث کے اسباب تو وہ بہت زیادہ ہیں جن میں سے ایک بے دینی اور الحاد بھی ہے، جس کا اصطلاحی نام ''زندقہ'' ہے، چنانچہ زنادقہ اور بدعقیدہ لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس اس طرح نکال لی کہ بظاہر مسلمان بن کر اور مسلمانوں میں گھس کر ان میں ایسی جھوٹی حدیثیں گھڑ کر پھیلائیں جو اسلامی عقائد کے منافی تھیں انہیں زندیقوں میں سے ایک عبدالکریم بن ابی العوجاء بھی تھا، جس کو عباسی خلیفہ المہدی کے عہد میں بصرہ کے گورنر محمد بن سلیمان العباسی نے ۱۶۰ھ میں قتل کیا۔

کہبان بن سمعان النہدی کا شمار بھی زندیقوں میں ہوتا تھا، جو ۱۰۰ھ کے بعد عراق میں ظاہر ہوا، اس ملعون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا دعویٰ کیا تھا، اس کو خالد بن عبداللہ القسری نے قتل کرا کے جلوا دیا تھا۔

محمد بن سعید بن حسان الأسدی الشامی المصلوب بھی زندیق تھا۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے: ابوجعفر المنصور نے اس کو ''زندقہ'' کے جرم میں قتل کرا دیا تھا، اس کی روایت کردہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔

احمد بن صالح المصری کا تعلق بھی زنادقہ سے تھا۔ اس نے چار ہزار حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ زندقہ کے جرم میں اس کی بھی گردن ماری گئی۔

مگر ''وضاعین'' میں بدترین اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے لوگ وہ تھے، جنہوں نے اپنے آپ کو زہد اور تصوف سے منسوب کر رکھا تھا۔ یہ لوگ ترغیب و ترہیب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب میں حدیثیں وضع کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس خود فریبی میں مبتلا تھے کہ اپنے اس عمل کے ذریعہ وہ عنداللہ ماً جور ہوں گے۔ ان لوگوں نے اپنے زعم باطل میں مسلمانوں کو خیر و بھلائی پر آمادہ کرنے اور برائی اور معصیت سے دور رکھنے کے لیے حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیں۔ اپنے اس برے عمل کے ذریعہ ان لوگوں نے دراصل فساد پھیلایا تھا اصلاح نہیں کی تھی۔

''ان زاہدوں اور صوفیا سے عام مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا اور اب تک پہنچ رہا ہے، کیونکہ وہ ان کو سچا سمجھتے ہیں، ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے ظاہری زہد و صلاح سے مسلسل دھوکہ کھا رہے ہیں۔''

اور اگر اللہ کے وہ بندے نہ ہوتے جو اللہ کے بارے میں سچے اور مخلص تھے، جنہوں نے اپنے دین کے دفاع کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا، جنہوں نے صحیح حدیثوں کو جھوٹی حدیثوں اور موضوع روایات سے الگ کرنے میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ اگر یہ ائمہ سنت اور ائمہ رشد و ہدایت نہ ہوتے تو آج دین کا معاملہ علماء اور جہلاء دونوں پر خلط ملط ہو کر رہ جاتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر سے اعتماد اٹھ جاتا، لیکن ائمۂ حدیث نے نقدِ حدیث کے قواعد وضوابط بنائے، علم جرح وتعدیل وضع کیا اور علوم حدیث کی اصطلاح ایجاد کی جو تاریخی تحقیق اور صحیح کو غلط سے الگ کرنے اور چھانٹنے کے میدان میں سب سے زیادہ دقیق علم ہے۔''

[الباعث الحثیث، ص: ۸۵ ـ ۹۰ ـ بالتصرف]

عہد تابعین میں تصوف نے ایک نظریہ اور مسلک حیات کی شکل تو نہیں اختیار کی تھی، البتہ ایسے لوگ بکثرت پیدا ہو گئے تھے، جو زہد و توکل، صلاح وتقوی اور عبادت و ریاضتِ نفس میں غلو سے کام لینے لگے تھے اور بدعات نے بھی سر نکالنا شروع کر دیا تھا اور چونکہ ان چیزوں کو دین میں ''مطلوب'' بنانے کی ضرورت تھی، جبکہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی صحیح سنت میں ان اعمال کا اس شکل میں کوئی ذکر نہیں تھا، جس شکل میں وہ انجام دیئے جا رہے تھے، اس لیے ان کو دین میں مطلوب بنانے کی خاطر لوگوں نے حدیثیں وضع کرنی شروع کر دی تھیں۔ چنانچہ امام سفیان الثوری (متوفی ۱۶۰ھ)، امام عبداللہ بن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) اور امام یحیٰی بن سعید القطان (متوفی ۱۹۳ھ) وغیرہ نے اس طرح کے زاہدوں سے حدیثوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت ترک کر دی تھی اور اپنے شاگردوں اور اپنے معاصر علماء کو ان سے دور رہنے کی تلقین کرنے لگے تھے، جبکہ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمے میں صراحت کی ہے اور امام مسلم نے موضوع اور منکر حدیثوں کی روایت کرنے والوں کی جو مختصر فہرست دی ہے ان میں ایک دو کو چھوڑ کر بقیہ تمام لوگ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، جو اہل صلاح وتقویٰ اور اہل زہد وتوکل کا طبقہ کہلاتا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ کے نام پر یا تو خود جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا یا جھوٹی اور موضوع حدیثوں کی ترویج کا مرتکب ہو رہا تھا۔ ائمہ حدیث کی نگاہوں میں نام نہاد زاہدوں اور صالحین کا یہ گروہ اس قدر مبغوض تھا کہ جب مشہور زاہد وعابد عباد بن کثیر کا مکہ میں انتقال ہوا تو اس وقت امام سفیان الثوری رحمہ اللہ مکہ میں موجود تھے، مگر وہ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے اور امام شعبہ بن الحجاج (متوفی ۱۶۰ھ) اس کے لیے استغفار نہیں کرتے تھے۔ اور یہ صرف اس وجہ سے کہ عباد بن کثیر روایت حدیث میں محتاط نہیں تھا، دین کے بقیہ امور میں اس کی زندگی بے داغ تھی۔

اہل زہد وتوکل اور اہل صلاح وتقویٰ کے نام سے معروف اس طبقہ کی نمایاں صفت ''کذب بیانی'' تھی خصوصیت کے ساتھ روایت حدیث میں جیسا کہ اوپر امام یحییٰ بن سعید القطان کا قول گزر چکا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل نے ''ثقاہت'' کا معیار کثرت عبادت، کثرت ذکر وفکر، زہد وتوکل، اور صلاح وتقویٰ کو نہیں قرار دیا ہے اور نہ ان صفات سے متصف کسی شخص کو اس کی عدالت کو پرکھے بغیر ثقہ مان لیا ہے، اس لیے کہ ان کے گرد وپیش ان صفات کے حامل جو لوگ تھے، زیادہ تر وہی لوگ روایت حدیث میں غیر معتبر تھے اور اگر ان کی اکثریت وضع حدیث کی مرتکب نہیں تھی تو موضوع اور منکر حدیثوں کی ترویج میں ان کا نمایاں ہاتھ ضرور تھا، خاص طور پر اگر ان موضوع اور منکر حدیثوں کا تعلق ترغیب وترہیب یا فضائل اعمال سے رہا ہو۔ اور آج بھی اس طرح کی حدیثیں انہی کتابوں میں زیادہ ملتی ہیں جو ترغیب وترہیب اور فضائل اعمال کے موضوع پر ہیں، رہیں تفسیر اور سیرت وغیرہ کی وہ کتابیں جن میں موضوع، منکر اور بیحد ضعیف حدیثیں ملتی ہیں تو ان کے مصنفین یا تو ''صوفی المشرب'' تھے یا علم حدیث سے نابلد تھے۔

حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی نے ''تنزیہ الشریعہ'' کی جلد اول میں وضاعین، روایت حدیث میں کذب بیانی سے کام لینے والوں اور غیر محتاط راویوں کی جو فہرست دی ہے، اس میں صرف ''وضاعین'' کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ نام انہوں نے مستند ''کتب الرجال'' سے لیے ہیں۔ وضاعین کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر آدمی جہاں دہشت زدہ رہ جاتا ہے وہیں بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ محدثین نے حدیثوں کے ذخیروں کو ان کی پھیلائی ہوئی موضوع اور جھوٹی حدیثوں سے کس طرح پاک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہوگا؟ تو اس طرح کا سوال امام ربانی عبداللہ بن المبارک سے بھی کیا گیا تھا تو انہوں نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا تھا:

تَعِيشُ لَهَا الْجَهَابِذَةُ ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾

ان موضوع روایات کا صفایا کرنے کے لیے ماہر نقادِ حدیث جئیں: ''بیشک ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

امام ابن المبارک کا مطلب ہے کہ فن حدیث کے ماہرین ایک ایک موضوع، باطل اور منکر حدیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال لیں گے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ذکر..... قرآن..... کو نازل کیا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے تو لامحالہ وہ اس قرآن کے شارح اور اس کو بیان کرنے والے الصادق المصدوق ﷺ کی حدیثوں کی بھی حفاظت فرمائے گا اور موتیوں کے ڈھیر سے خزف ریزوں کو چن چن کر نکالنے والے جوہری بھی پیدا فرمادے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا اور ایسے دسیوں ائمہ فن پیدا کر دیئے جنہوں نے جرح و تعدیل پر کتابیں لکھیں۔ ضعفاء اور متروکین پر کتابیں لکھیں۔ اور ایسی دسیوں کتابیں تصنیف کیں جو موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم قدماء اور متاخرین کی چند کتابوں کے نام دے رہے ہیں، جن پر ایک نظر ڈال لینے سے ائمہ حدیث کی ان خدمات کی عظمت اور قدر و قیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے حدیث رسول اللہ ﷺ کو آلائشوں سے پاک کرنے کے لیے انجام دی ہیں۔

۱۔ ''كتاب معرفة التذكرة في الأحاديث الموضوعه '' تصنيف ابو الفضل محمد بن طاهر مقدسي ، متوفى ۵۰۲ھ

۲۔ '' كتاب الموضوعات مِنَ الأحاديث المرفوعات '' تصنيف ابو عبدالله الحسين بن ابراهيم همذاني جوزقي، متوفى ۵۴۳ھ

۳۔ '' الموضوعات الكبرىٰ '' تصنيف ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزى ، متوفى ۶۷ھ

۴۔ '' الدر الملتقط في تبيين الغلط و نفي اللغط'' تصنيف حسن بن محمد الصاغاني ، متوفى ۶۵۰ھ

۵۔ '' المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الألسنة '' تصنيف شمس الدين محمد بن عبدالرحمٰن سخاوى ، متوفى ۹۰۲ھ

۶۔ '' اللآلي المصنوعه في الأحاديث الموضوعه '' تصنيف جلال الدين عبدالرحمٰن سيوطي ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متوفی ۹۱۱ھ

۷۔ " تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعه الموضوعة " تصنيف ابو الحسن علی بن محمد بن عراق كنانی ، متوفی ۹۶۳ھ

۸۔ " الاسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة " تصنيف علی بن سلطان قاری ، متوفی ۲۱٤ھ

۹۔ " كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث علی السنة الناس " تصنيف اسماعيل بن محمد عجلونی ، متوفی ۱۱۶۳ھ

۱۰۔ " الآثار المرفوعه في الأحاديث الموضوعه " تصنيف ابو الحسنات عبدالحی لكهنوی ، متوفی ۱۳۰٤ھ

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ دسیوں اور کتابیں اس موضوع پر ملتی ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علمائے حدیث ضعیف، موضوع اور منکر حدیثوں کو بے نقاب کرنا اپنا فرض تصور کرتے رہے ہیں، اسی وجہ سے ہر دور میں انہوں نے یہ ذمہ داری بڑے اہتمام اور دلچسپی سے ادا کی ہے۔

لیکن اس فرض اور ذمہ داری کو عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے جس خوبی، بالغ نظری، دیانت داری اور وسعت کے ساتھ ادا کیا وہ ایک منفرد شان رکھتا ہے۔ صدیوں سے علم حدیث اور علم فقہ پر جمود طاری تھا اور ان دونوں میدانوں میں اگر کوئی بڑے سے بڑا عالم اور محقق پیدا ہو رہا تھا تو وہ بھی قدماء کا جامد مقلد ہوتا تھا اور اس کا تمام تر تحقیقی کام شروح حواسی سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

لیکن عرب فضا سے بہت دور البانیہ میں پیدا ہونے والے ایک نہایت گمنام اور غریب خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک نحیف ونزار نوجوان نے اپنے قلم، فکر، طریقۂ بحث واستدلال سے اس جمود کو توڑ دیا اور علمی اور عملی دونوں طریقوں سے یہ ثابت کر دیا کہ علم میں نہ تو جمود ہے اور نہ حرف آخر۔

آج سے کوئی ستر سال قبل عالمہ البانی نے دمشق کے ایک رسالے " التمدن الاسلامیه " میں " سلسلة الأحاديث الضعيفه والموضوعة واثرها السيئ في الأمة " کے عنوان سے سلسلہ وار مضمون کا آغاز کیا جس نے علمی دنیا میں ایک ہلچل مچا دی، جمود وتقلید کے شکار علماء کو چونکا دیا۔ اہل بدعات کے امن وسکون کو غارت کر دیا اور نام نہاد علماء نے تصوف کے نام سے عبادت وریاضتِ نفس کے جو نت نئے طریقے ایجاد کر لیے تھے اور جن کی مشقیں وہ اپنے مریدوں سے کرا رہے تھے، ان میں سے ہر طریقے کی انہوں نے خبر لی اور دلائل وبراہین سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ طریقے اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور ان کا جو بھی ماٰخذ ہو بہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال ان کا ماٴخذ کتاب وسنت اور عمل صحابہ نہیں ہے۔

البانی نے امت کے علماء اور طلباء کو نئے اور عصری اسلوب کے ذریعہ مخاطب کیا انہوں نے اپنے اس سلسلے وار مضمون کو بعد میں کتابی شکل دے دی اور اسی عنوان سے اس کی پہلی جلد ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء میں شائع کی، جس میں ہر ضعیف، موضوع اور منکر حدیث کا نہایت علمی انداز میں ''پوسٹ مارٹم'' کیا۔ اگر کوئی حدیث متعدد طرق اور سندوں سے مروی ہے تو ہر ہر سند اور طریقے کے راویوں کی جرح وتعدیل اس فن کے ائمہ کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں کر کے اس کا حسن وقبح اور صحت وسقم بیان کیا۔

علامہ البانی کی یہ شاہکار کتاب ۱۴ ضخیم جلدوں میں مکمل ہوئی۔ جن میں سے ۱۱ جلدیں طبع ہو چکی ہیں، اس کتاب میں انہوں نے سات ہزار ضعیف، موضوع اور منکر حدیثوں کی خبر لی ہے۔

'' السلسلة الضعيفه '' کے علاوہ انہوں نے علماء میں متداول حدیث کے تمام مجموعوں کا ایک ناقد کی حیثیت سے مطالعہ کیا۔ اور پھر ہر مجموعے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ میں صحیح حدیثیں جمع کر دیں اور دوسرے میں ضعیف اور موضوع اس طرح انہوں نے سنن اربعہ کو درج ذیل شکل میں شائع کیا۔

① صحیح سنن ابی داؤد	ضعیف سنن ابی داؤد
② صحیح سنن ترمذی	ضعیف سنن ترمذی
③ صحیح سنن نسائی	ضعیف سنن نسائی
④ صحیح سنن ابن ماجہ	ضعیف سنن ابن ماجہ

اسی طرح انہوں نے حافظ المنذری کی مشہور کتاب ''الترغیب والترھیب'' کو بھی دو حصوں ''صحیح الترھیب والترغیب'' اور ''ضعیف الترغیب والترھیب'' اور حافظ السیوطی کی کتاب الجامع الصغیر کو صحیح الجامع الصغیر اور ضعیف الجامع الصغیر کے نام سے شائع کیا اور ہر کتاب کی جدید طرز کی فہرست بنائی۔ ہر کتاب کے آخر میں حروف تہجی کے اعتبار سے حدیثوں کی فہرست شامل کر دی، جس کے ذریعہ کسی بھی حدیث کو معلوم کرنا آسان ہو گیا۔

'' مشکوٰۃ المصابیح '' صدیوں سے عربی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور علماء اور باحثین اپنے علمی کاموں میں اس سے رجوع کرتے ہیں، انہوں نے اس کتاب کی علمی تحقیق کر کے اور جدید عصری طریقے سے اس کو تین جلدوں میں شائع کیا۔ اور حاشیہ میں صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں سے منقول حدیثوں کے درجات متعین کر دیئے اور اگر اصل کتاب میں منقول کسی حدیث کے ماٴخذ کے تعین میں سہو ہوا ہے تو اس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح کر دیا اس طرح صدیوں سے متداول یہ کتاب پہلے سے کہیں زیادہ گراں قدر ہو گئی۔

محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی خدمات حدیث اور ان کے علمی کاموں کا جائزہ لینے کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی کافی نہیں ہے۔ انہوں نے پہلے تصنیف، تحقیق اور تخریج احادیث کے عنوانات کے تحت جو کتابیں چھوڑی ہیں، ان کی تعداد ۱۱۸ ہے۔ جن میں سے متعدد کتابیں کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔

علامہ البانی کا اصل کارنامہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے بڑی تعداد میں کتابیں لکھی ہیں بلکہ ان کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے علماء میں زندگی کی روح پھونک دی۔ انہوں نے تاریخ اسلامی کے عصر زریں کے ائمہ کی یاد تازہ کر دی۔ امام ربانی محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ: ''ہم پہلے لوگوں سے کسی حدیث کی سند نہیں پوچھتے تھے، مگر مسلمانوں میں ''فتنہ'' پیدا ہو جانے کے بعد اب ہم ہر شخص سے یہ پوچھنے لگے ہیں کہ جو حدیث تم بیان کر رہے ہو اس کی سند کیا ہے؟'' اسی طرح علامہ البانی نے بھی لوگوں میں ایک نیا شعور و احساس پیدا کر دیا اور امت کے علماء، طلباء اور باحثین کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک یہ تاکید نہ کر لیں کہ الصادق والمصدوق فداہ ابی وامی ﷺ سے اس کی نسبت صحیح ہے یا نہیں؟

علامہ البانی نے اپنی زندگی ہی میں علماء اور باحثین کی ایک جماعت ایسی پیدا کر دی تھی، جس نے ان کے علمی منہج پر چلتے ہوئے، اپنی تصنیفات میں صرف احادیث سے استدلال کرنے کا التزام رکھا اور ان کی وفات کے بعد بھی اس علمی منہج پر عمل جاری ہے۔ گزشتہ ستر سال کے عرصہ میں تفسیر، حدیث، سیرت اور فقہ کے موضوع پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان میں سے اکثر کتابوں میں جہاں صحیح احادیث سے استدلال کا التزام کیا گیا ہے وہیں ہر حدیث کا ماٰخذ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ اب لوگ ایسی کتابوں پر اعتماد نہیں کرتے، جن میں حدیثوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا جاتا ہے: ''نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔'' ''حدیث میں آیا ہے۔'' ''روایت ہے۔'' وغیرہ۔

علامہ البانی نے شخصیت پرستی کی روایت کو بھی ختم کر دیا اور یہ شعور بیدار کر دیا کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی بھی شخص کی بات دلیل کے بغیر نہ..... انہوں نے اپنے قول اور عمل کے ذریعہ یہ نمونہ بھی پیش کر دیا کہ ہماری دوستی یا دشمنی صرف ''حق'' کی خاطر ہو۔

انہوں نے کسی کی مدح و ستائش اور اس کے افکار و آراء پر تنقید کی راہ میں مسلکی تعصب کو حجاب نہیں بننے دیا ان کی تصنیفات میں ہندوستان کے مشہور حنفی محدث اور فقیہہ علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنویؒ کی بڑی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعریف ملتی ہے، انہوں نے ان کے طرز استدلال، ان کی وسعت معلومات، ان کی حق دوستی اور محدثین کی حمایت اور تائید کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور جب بھی ان کا ذکر کیا ہے ''العلامہ'' کے لقب سے کیا ہے۔

اسی طرح برصغیر کے عظیم مفکر، داعی اسلام اور عالم دین سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ سے ''پردہ'' کے معاملے میں ان کا قلمی معرکہ ہو چکا ہے۔ مودودی صاحب نے اپنی مشہور کتاب ''پردہ'' میں جس سخت موقف کا اظہار کیا ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک کتاب اللہ اور صحیح احادیث سے چہرے اور ہتھیلیوں کا پردہ ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح ''الجہاد فی الاسلام'' میں مودودی صاحب نے ذمی کے مسلم قاتل کے قصاص کے مسئلے میں جو حکم بیان کیا ہے وہ صحیح حدیث کے خلاف ہے اور البانی نے اس کی نکیر کی ہے اس کے باوجود وہ مودودی صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے، ان کے علم اور اخلاص فی الدین کے مداح تھے اور ان کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیتے تھے اور ان کا ذکر ''الاستاذ المجاہد'' کے لقب سے کرتے تھے۔

اس کے برعکس وہ سلفی العقیدہ ہونے کے باوجود سلفیوں کی غلطیوں پر ان کا مؤاخذہ کرنے سے بھی باز نہیں رہتے تھے۔

محدث البانی رحمہ اللہ درحقیقت ''عالم ربانی'' تھے، انہوں نے حدیث نبوی کی جو عظیم خدمت انجام دی ہے، وہ شاید پوری ایک اکیڈیمی بھی انجام نہ دے سکے۔ انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، آداب و اخلاق اور تصوف وفضائل واعمال کی قدیم وجدید کتابوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور جرح وتعدیل اور روایت و درایت کی چھلنی سے چھان چھان کر صحیح کو ضعیف سے الگ کیا اور دونوں کو ہمارے ہاتھ میں دے دیا، اگر کسی حدیث کو صحیح قرار دیا تو دسیوں علمی دلائل کے ذریعہ اس کو صحیح قرار دیا اور اگر کسی حدیث کو ضعیف، موضوع اور منکر کیا تو جذبات اور پسند یا ناپسند کا معیار استعمال کرنے کے بجائے ان ٹھوس علمی اصولوں کو استعمال کیا جو محدثین نے اپنی طویل محنت اور سینکڑوں سالوں پر پھیلے ہوئے تجربوں اور بحث وتحقیق کے نتیجے میں وضع کیے تھے۔

وہ عالم باعمل تھے، جس چیز کو حق مانتے تھے، اس کو حق کہنے اور اس پر عمل کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت ان کو باز نہ رکھ سکی۔ حق کی حمایت میں وہ دوستوں سے دوستی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور دشمن سے خوف زدہ نہیں ہوتے، حق کی خاطر ان کو جیل میں ڈالا گیا۔ ان کی ساری جائیداد اور ہزاروں قیمتی اور نادر کتابوں پر مشتمل ان کے کتب خانہ پر قبضہ کر کے ''تن'' پر موجود کپڑوں کے ساتھ ان کو وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا، مگر حق کی راہ میں وہ اسی سودے پر راضی رہے کہ سینہ کا علم اور زبان وقلم کی طاقت تو محفوظ ہے۔ اور آج یہ حال ہے کہ عالم عرب واسلام کے کونے کونے میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں زبانوں سے، چاہے وہ خطباہوں، اساتذہ ہوں یا مصنفین کسی حدیث کے ذکر کے بعد جب یہ سننے کو ملتا ہے۔ ''صححه الالبانی'' (البانی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔) '' ضعفه الالبانی'' (البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔) تو دل میں ایک عجیب سا سرور ایک عجیب سی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اور وہ یہ گواہی دینے لگتا ہے کہ وہ اللہ کا غریب الدیار بندہ جو آج سے کوئی ۹۰ سال قبل اپنے باپ کی انگلی پکڑے ہوئے دمشق میں داخل ہوا تھا اور گردشِ ایام اور فقر ومحتاجی نے اس کو ابتدائی ..... مکتب ..... سے زیادہ تعلیم جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی تھی اور جو کسب معاش کی خاطر ''گھڑی سازی'' کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ یقیناً وہ فطرت سلیم اور قلب سلیم کا مالک تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ بلند درجہ عطا کیا اور یقیناً وہ ''عالم ربانی'' تھا۔ رحمه الله رحمةً وَاسِعَةً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اصطلاحاتِ حدیث

۱ حدیث:

رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

قول اور فعل کا مفہوم تو واضح ہے۔ تقریر کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی دینی عمل انجام دیا گیا۔ دین سے متعلق کسی صحابی نے کوئی بات کہی، یا نبی ﷺ کو کسی صحابی کے کسی دینی فعل یا قول کی خبر ملی تو آپ نے یا تو بصراحت اس کو منظور فرمالیا یا خاموش رہے اور اس کی کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

۲ سند:

حدیث کے راویوں کے سلسلے کو سند کہتے ہیں۔

مثال:.....

((حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ: أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:))

''(امام بخاری کہتے ہیں:) ہم سے الحمیدی عبداللہ بن الزبیر نے بیان کیا۔ کہا: ہم سے سفیان نے بیان کیا۔ کہا: ہم سے یحییٰ بن سعید الانصاری نے بیان کیا کہا: مجھ کو محمد بن ابراہیم التیمی نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص اللیثی کو کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔''

تو یہ عبارت حدیث کی سند ہے جس میں امام بخاری، الحمیدی عبداللہ بن الزبیر، سفیان، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن ابراہیم التیمی، علقمہ بن وقاص اللیثی، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس سند کی کڑیاں (سلسلہ) ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توضیح:

یہ صحیح بخاری کی پہلی حدیث کی سند ہے۔ راوی امام بخاری ہیں جن کا نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ امام بخاری کے شیخ کا نام عبداللہ بن الزبیر الحمیدی ہے جو امام الشافعی کے ہم عصر اور طلب حدیث میں ان کے ساتھی تھے۔

الحمیدی کے شیخ سفیان بن عیینہ ہیں، جو امام مالک کے ہم عصر اور ان کے ہم درس تھے۔ انہوں نے ستر تابعین سے حدیثیں سنیں ہیں۔

سفیان بن عیینہ کے شیخ یحییٰ بن سعید الانصاری ہیں، جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

یحییٰ بن سعید الانصاری کے شیخ محمد بن ابراہیم التیمی بھی تابعی تھے۔

یحییٰ بن سعید کے شیخ علقمہ بن وقاص اللیثی بھی تابعی تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں صحابی تھے۔

علقمہ بن وقاص اللیثی نے یہ حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنی، جو جلیل القدر صحابی اور دوسرے خلیفۂ راشد تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنی۔

اِسناد:

ا.....حدیث کی سند بیان کرنا۔

ب.....سند کا مترادف۔

مسند:

وہ حدیث جس کی سند بیان کی گئی ہو۔

متن:

حدیث کی عبارت اور نص۔

متن کی مثال:.....

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا ، فَهِجْرَتُهُ اِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)) [1]

[1] بخاری حدیث نمبر: ۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کے لیے بس وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے تو جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہے کہ وہ اسے حاصل ہو جائے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے شادی کر لے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف مانی جائے گی، جس کی طرف اس نے ہجرت کی نیت کی ہوگی۔''

یہ حدیث اسی حدیث کا متن ہے، جس کی سند، سند کی مثال میں پیش کی جا چکی ہے۔

حدیث مرفوع:

وہ حدیث جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف ہو۔ اوپر بیان کردہ حدیث، حدیث مرفوع ہے۔

موقوف:

صحابی کے قول یا فعل کو موقوف کہتے ہیں۔ اس کو اثر بھی کہتے ہیں۔

مثال:.....

((حَدَّثَنَا عَارِمُ بْنُ الفَضْلِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ وَهْبِ بْنِ الْأَجْدَعِ ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: إِذَا قَدِمْتُمْ فَطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ ، وَصَلُّوا عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أْتُوا الصَّفَا ، فَقُوْمُوا عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ تَرَوْنَ الْبَيْتَ ، فَكَبِّرُوا سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ، بَيْنَ كُلِّ تَكْبِيرَتَيْنِ حَمْدٌ لِلّٰهِ ، وَثَنَاءٌ عَلَيْهِ ، وَصَلَاةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَسْأَلَةٌ لِنَفْسِكَ ، وَعَلَى الْمَرْوَةِ مِثْلُ ذَالِكَ)) [1]

''ہم سے عارم بن الفضل نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا، کہا: ہم سے زکریا نے الشعبی سے اور انہوں نے وھب بن الاجدع سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ وھب بن الاجدع نے کہا: میں نے عمر بن الخطاب کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم باہر سے آؤ تو بیت اللہ کا سات بار طواف کرو اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھو، پھر الصفا پر آؤ اور اس پر اس جگہ کھڑے ہو، جہاں سے تم بیت اللہ کو دیکھ سکو اور سات تکبیریں کہو اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثنا بیان کرو۔ نبی ﷺ پر درود بھیجو اور اپنے لیے دعا کرو اور

[1] فضل الصَّلاةِ على النبي صلى الله عليه وسلم ، حديث نمبر: ٨١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروہ پر بھی اس طرح کرو۔''

مقطوع:

تابعی یا تبع تابعی کے قول یا فعل کو کہتے ہیں۔

مثال:.....

((عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَنْصُورٍ ، عن ابْنِ الْمُبَارَكِ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ أَنَّ الْحَسَنَ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ خَلْفَ صَاحِبِ الْبِدْعَةِ، فَقَالَ الْحَسَنُ: صَلِّ خَلْفَهُ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ)) [1]

''سعید بن منصور سے روایت ہے، انہوں نے عبداللہ بن المبارک سے روایت کیا اور انہوں نے ہشام بن حسان سے کہ الحسن البصری سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا: تم اس کے پیچھے نماز پڑھ لو، اس کی بدعت کا وبال اس کے اوپر ہے۔''

یہ حدیث مقطوع ہے، کیونکہ یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے، جو تابعی تھے۔

حدیث صحیح:

وہ مسند حدیث جس کی سند کی تمام کڑیاں باہم متصل ہوں، نیچے سے اوپر تک ہر راوی ''عدالت'' سے موصوف ہو، نہایت قوی اور قابلِ اعتماد حافظہ کا مالک ہو اور حدیث نہ ''شاذ'' ہو اور نہ اس میں کوئی علت ہی ہو۔

مُسند:

اس کی تعریف اوپر گزر چکی، یعنی جس کی سند بیان کی گئی ہو۔

عدالت:

عدالت سے مراد یہ ہے کہ راوی عاقل اور بالغ مسلمان ہو۔ فسق اور بے حیائی کے عیب سے پاک ہو، سیرت و کردار میں قابلِ بھروسہ ہو اور ثقاہت سے گری ہوئی حرکتوں کا مرتکب نہ ہوتا ہو۔

عدالت سے موصوف آدمی کی صفت '' عَدْلٌ '' سے جو عَدُلَ يَعْدُلُ کا مصدر ہے اور اسم فاعل ''عادل'' کے معنی میں ہے، جس میں ''مبالغہ'' کا مفہوم مضمر ہے۔ یعنی سراپا عدالت اور استقامت علی الدین۔

[1] فتح الباری: ۱/ ۵۹۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظہ کا قوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز یاد کر لی اور حافظہ کی گرفت میں آ گئی وہ اس میں محفوظ ہوگئی اور اگر کوئی چیز لکھ لی تو ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ رہی اور اس کو دل و جان کی طرح عزیز رکھا اور کسی نا قابل اعتماد آدمی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔

شاذ:

شاذ نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ زیادہ صحیح اور قوی حدیث کے خلاف نہ ہو۔ اس کی تفصیل تعریف ضعیف حدیثوں کے ضمن میں آئے گی۔

علت:

علت سے مراد حدیث کے متن یا سند میں پوشیدہ ایسا نقص اور عیب ہے جو نگاہ تحقیق کی گرفت میں بمشکل آ سکے اور جس سے حدیث پاک کا ہونا ضروری ہے۔

صحیح حدیث کی مثال:.....

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَرَاَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ)) [1]

''ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: ہم کو مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے اور انہوں نے اپنے باپ.....جبیر بن مطعم ..... سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ جبیر بن مطعم نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپؐ نے مغرب میں سورۃ الطّور کی تلاوت فرمائی۔''

یہ حدیث صحیح ہے اس لیے کہ:

ا.....اس حدیث کی سند متصل ہے، کیونکہ یہ حدیث ہر راوی نے اپنے شیخ سے براہِ راست سنی ہے اور مالک، ابن شہاب اور محمد بن جبیر کا "عنعنہ" بھی اتصال کے حکم میں ہے اس لیے کہ ان تینوں راویوں میں سے کوئی ''مدلس'' نہیں ہے۔

ب.....سند کے تمام راوی عدول اور حافظہ کے قوی ہیں۔

☆ عبداللہ بن یوسف:.....ثقہ اور ماہر راوی حدیث ہیں۔

[1] بخاری، حدیث: ٦٥، مسلم/ حدیث: ٤٦٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ مالک بن انس:..... حدیث کے امام اور حافظ ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب الموطا آپ ہی کی تصنیف ہے۔

☆ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری:..... فقیہ اور حافظ ہیں۔ ان کی امامت فی الحدیث پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

☆ محمد بن جبیر:..... ثقہ تابعی ہیں۔

☆ جبیر بن مطعم:..... صحابی ہیں۔

ج..... یہ حدیث شاذ نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے قوی تر کوئی حدیث اس کے خلاف نہیں ہے۔

د..... اس حدیث کی سند یا متن میں کوئی علت اور نقص بھی نہیں ہے۔

حدیث حسن:

وہ حدیث جس کی سند متصل ہو، اس کے راوی عدول ہوں، وہ شذوذ اور علت سے بھی پاک ہو، مگر اس کے راویوں یا کسی ایک راوی کا حافظہ بہت اعلیٰ درجے کا نہ ہو، بلکہ اعلیٰ درجے سے کچھ کم ہو۔

مثال:.....

((حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا ابو الأحوص ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: كَانَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ يَؤُمُّنَا ، فَيَنْصَرِفُ عَلَى جَانِبَيْهِ جَمِيعًا : على يَمِينِهِ وَعَلَى شِمَالِهِ)) [1]

''ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوالاحوص نے سماک بن حرب سے، انہوں نے قبیصہ بن ھلب سے اور انہوں نے اپنے باپ سے، کہا: رسول اللہ ﷺ ہماری امامت فرماتے تھے، پس دونوں جانب یعنی داھنی طرف یا بائیں طرف گھوم جاتے تھے۔''

یہ حدیث حسن ہے، اس لیے کہ:

☆ قتیبہ:..... ثقہ ہیں۔

☆ ابوالاحوص:..... ثقہ ہیں۔

☆ سماک بن حرب:..... سچے ہیں۔

☆ قبیصہ:..... مقبول ہیں۔

[1] الترمذی، حدیث: ۳۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۲ ھلب :.....صحابی ہیں۔

اس طرح دو راوی: سماک بن حرب اور قبیصہ صحیح حدیث کے راویوں سے کمتر درجے کے ہیں۔ اس لیے یہ حدیث صحیح کے درجے سے اتر کر ''حسن'' کے درجے پر پہنچ گئی۔ اسی وجہ سے امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

'' حدیث هُلب حدیث حسن '' ھلب کی حدیث حسن ہے۔

صحیح لذاتہ:

اس حدیث کو کہتے ہیں، جس کی سند ابتدا سے انتہا تک جڑی ہوئی اور متصل ہو، ہر راوی عدل..... عادل..... ہو، نہایت اعلیٰ درجے کے حافظہ کا مالک ہو اور حدیث شذوذ اور علت سے پاک ہو۔

اوپر صحیح حدیث کی جو مثال دی گئی ہے، وہی اس کی مثال ہے۔

حسن لذاتہ:

اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں صحیح حدیث کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں۔ البتہ بعض راویوں کا حافظہ اور ضبط تحریر اعلیٰ درجے کا نہ ہو، بلکہ صحیح حدیث کے راویوں کے حافظے اور ضبط سے ہلکا ہو۔

حسن حدیث کی جو مثال اوپر دی گئی ہے، وہی اس کی مثال ہے۔

صحیح لغیرہ:

وہ حسن لذاتہ حدیث ہے جس کو اس کے مانند یا اس سے قوی تر حدیث کی تائید حاصل ہو تو وہ حسن لذاتہ کے درجے سے نکل کر صحیح لغیرہ کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور اس کو صحیح لغیرہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ اس کی یہ صحت اس کی اپنی سند کا نتیجہ نہیں بلکہ دوسری حدیث کے اس کے ساتھ مل جانے کا نتیجہ ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ (ص:۳۲) میں اس ''صحیح لغیرہ'' کی جو مثال دی ہے وہ درج ذیل حدیث ہے:

((عن مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ))

''محمد بن عمرو سے روایت ہے، انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔''

حافظ ابن الصلاح تحریر فرماتے ہیں:

''محمد بن عمرو بن علقمہ سچ گوئی اور حفاظت میں مشہور لوگوں میں سے ہیں، لیکن ان کا شمار فن روایت کے ماہرین میں نہیں ہوتا تھا کیونکہ بعض لوگوں نے ان کے برے حافظہ کی وجہ سے ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور کچھ لوگوں نے ان کے صدق اور جلالتِ شان کی بنیاد پر ان کو ثقہ کہا ہے۔ اس طرح ان کی روایت کردہ یہ حدیث حسن ہے، لیکن جب اس حدیث کے ساتھ یہ بات شامل ہوگئی کہ یہ دوسری سندوں سے بھی مروی ہے، تو ان کے برے حافظہ کی وجہ سے اس حدیث کے بارے میں جو خوف تھا وہ دور ہوگیا اور دوسری سندوں سے مروی حدیث کی وجہ سے اس کا نقص زائل ہوگیا اور اس کو صحیح کا درجہ حاصل ہوگیا۔''

حسن لغیرہ:

وہ ضعیف حدیث ہے، جو متعدد طرق اور سندوں سے مروی ہو اور اس کے ضعیف ہونے کا سبب راوی کا فسق اور کذب بیانی نہ ہو۔

توضیح:

ا..... اگر کوئی ضعیف حدیث مزید کسی دوسری سند یا زیادہ سندوں سے مروی ہو بشرطیکہ دوسرے طرق یا تو اس کے مانند ہوں یا اس سے قوی تر ہوں۔

ب..... حدیث کے ضعیف ہونے کا سبب یا تو راوی کا کمزور اور برا حافظہ ہو، یا سند کا منقطع ہونا ہو یا کسی راوی کا مجہول ہونا ہو تو کثرت طرق سے وہ حسن لغیرہ کا درجہ حاصل کرلے گی۔

مثال:.....

((حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنَ رَبِيْعَةَ عَنْ أَبِيْهِ ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ)) ❶

❶ فضل الصلاة ، حديث: ٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ بن الحجاج نے عاصم بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کو اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو بندہ بھی میرے اوپر درود بھیجے گا، تو جب تک وہ میرے اوپر درود بھیجتا رہے گا تو فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے لہٰذا وہ چاہے تو درود کم پڑھے یا زیادہ۔''

تو یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے ایک راوی عاصم بن عبیداللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی ضعیف ہیں۔ رہے دوسرے راوی تو وہ ثقہ ہیں، لیکن یہ حدیث متعدد دوسرے طرق اور سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے ''حسن لغیرہ'' ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:.....

کیا ہر وہ ضعیف حدیث جو متعدد طرق اور سندوں سے مروی ہو حسن لغیرہ کا درجہ حاصل کر لیتی ہے؟ حافظ ابن الصلاح اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایسا نہیں ہے کہ حدیث میں موجود ہر ضعف، حدیث کے دوسرے طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے دور ہو جاتا ہے؛ بلکہ اس ضعف کے درجات ہیں: حدیث میں ضعف ایسا بھی ہوتا ہے جو راوی کے حافظہ کی کمزوری کا نتیجہ ہوتا ہے، جبکہ اس کا شمار اہل صدق و دیانت میں ہوتا ہے تو ایسے راوی کی روایت کردہ حدیث کو جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کسی دوسری سند سے بھی مروی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنی روایت کردہ حدیث کو یاد رکھا تھا اور اس کے ضبط حدیث میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا تھا۔

اسی طرح اگر حدیث ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے ضعیف ہو اور ''ارسال'' کرنے والا کوئی امام یا حافظ ہو تو یہ بہت معمولی ضعف ہے جو اس کے دوسری سند سے مروی ہونے سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن حدیث میں ضعف ایسا بھی ہوتا ہے جو اتنا قوی ہوتا ہے کہ اس کی دوسری سند اس کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ مثال کے طور پر حدیث میں وہ ضعف جو راوی کے جھوٹا ہونے یا حدیث کے شاذ ہونے کا نتیجہ ہو تو یہ ضعف محض اس وجہ سے دور نہیں ہو سکتا کہ وہ متعدد طرق اور سندوں سے مروی ہے۔'' [مقدمہ / ص: ۳۱، ۳۲]

بلکہ علامہ احمد محمد شاکر کے بقول:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر حدیث اس وجہ سے ضعیف ہو کہ اس کا راوی فاسق ہے یا اس پر کذب بیانی کا الزام ہے تو اگر یہ حدیث اس طرح کے متعدد طرق سے مروی ہو، پھر بھی اس کا یہ عیب باقی رہے گا بلکہ کثرت طرق سے اس کا ضعف بڑھ جائے گا۔ اس لیے کہ جن لوگوں پر جھوٹ کا الزام ہو یا جن کی عدالت داغدار ہو ان کا کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہونا اس حدیث کے اعتبار کو ختم کر دیتا ہے۔'' [الباعث الحثیث ص: ۵۰]

جرح وتعدیل:

اس علم کو کہتے ہیں جس میں راوی کی ثقاہت اور عدمِ ثقاہت سے بحث کی جاتی ہے۔

تعدیل:

عَدَّلَ یُعَدِّلُ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو درست کرنا، ٹھیک کرنا، برابر کرنا۔ ''تعدیل الراوی'' کے معنی ہیں راوی کو معتبر قرار دینا۔

اور علم حدیث کی اصطلاح میں تعدیل کے معنی ہیں: راوی کو ایسی صفات سے موصوف کرنا یا اس کی ایسی صفات بیان کرنا جو اس کی روایت کو قابل قبول بنا دیتی ہیں۔

جرح:

جَرَحَ یَجْرَحُ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں: کسی شخص کو زخمی کرنا، اس کی توہین کرنا، اس کے عیوب بیان کرنا۔

اور علم حدیث کی اصطلاح میں ''جرح الراوی'' کے معنی ہیں: راوی کے وہ اوصاف بیان کرنا جو اس کی روایت کو ناقابلِ قبول بنا دیتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک راوی کی تعدیل علی الاطلاق معتبر ہے، مگر ''جرح'' صرف وہی مقبول ہے جو ''مُفَسَّر'' ہو یعنی جس کا سبب بیان کیا گیا ہو، کسی شخص کو صرف ضعیف کہہ دینا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ وہ ضعیف اور ناقابلِ اعتبار کیوں ہے؟

ثقاہت کے مراتب اور درجات:

حافظ ابن الصلاح تحریر فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جمہور ائمہ حدیث وفقہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کے اپنی روایت میں حجت ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ عدل ہو اور جو حدیث روایت کر رہا ہے اس کا حافظ اور ضابط ہو، جس کی تفصیل یہ ہے:

راوی مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، فسق و فجور کے اسباب اور سیرت و کردار اور انسانیت سے گری ہوئی حرکتوں سے پاک ہو، حاضر دماغ اور بیدار مغز ہو، غفلت اور بھول چوک کا شکار نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے حدیث روایت کر رہا ہے تو اس کا حافظ ہو اور اگر اپنی کتاب سے روایت کر رہا ہو تو اس کا ضابط ہو۔ یعنی اس کو اس بات کا یقینِ کامل ہو کہ جس طرح اس نے اپنے شیخ سے حدیث سنی ہے، اسی طرح اس کو ضبطِ تحریر میں لے آیا ہے اور پھر اس میں کوئی ردّو بدل نہیں ہوا ہے۔

اور راوی کی عدالت یا تو علمائے جرح وتعدیل کی تصریح سے ثابت ہوتی ہے یا شہرت سے۔ لہٰذا جو لوگ اہل نقل واہل علم کے درمیان ''عُدول'' معروف ہیں اور ان کی ثقاہت وامانت داری کی تعریف وتوصیف زبان زد ہے تو پھر وہ اپنی عدالت کے ثبوت کے لیے کسی دلیل و برہان کے محتاج نہیں ہیں۔

اور اہل الحدیث میں جو اس مقام پر فائز رہے ہیں، ان میں ابوبکر الخطیب الحافظ، مالک، شعبہ، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ، الاوزاعی، اللیث بن سعد، عبداللہ بن المبارک، وکیع، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور ان کے ہم مرتبہ محدثین کا شمار ہوتا ہے۔

اور یہ جاننے کے لیے کہ راوی ضبط.....حدیث..... کی صفت سے متصف ہے، ہم اس کی روایتوں کو ضبط واتقان میں معروف ثقہ راویوں کی روایات سے جانچتے ہیں اور جب اس کی روایتوں کو ان کی روایات کے عین مطابق پاتے ہیں، چاہے یہ مطابقت.....لفظاً نہ سہی.....معناً ہی ہو۔ یا بیشتر پہلوؤں سے ان کے مطابق ہوں۔ اور شاذ و نادر ہی ان سے اختلاف رکھتی ہوں تو ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ضبط سے بہرہ ور اور حجت ہے، لیکن جب اس کی روایتوں کو ثقہ راویوں کی روایات سے بہت زیادہ مختلف پاتے ہیں تو ایسی صورت میں ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ضبط میں کمزور اور ناقص ہے اور اس کی روایتوں کو دلیل و حجت نہیں مانتے۔

[ص: ۷۱، ۷۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر ایک ہی شخص میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ تعدیل کرنے والا راوی کی ظاہری حالت کو دیکھ کر حکم لگاتا ہے، جبکہ جرح کرنے والا راوی کی ایسی پوشیدہ صفت کی خبر دیتا ہے جو تعدیل کرنے والے سے مخفی ہوتی ہے۔''

[ص: ٧٤]

تعدیل کے درجات بیان کرتے ہوئے حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

''ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں تعدیل پر دلالت کرنے والے الفاظ بڑی عمدگی اور خوبصورتی سے مرتب کر دیئے ہیں:

☆ اگر کسی کے بارے میں کہا جائے: وہ ثقہ اور متقن ہے.....ثقاہت سے متصف اور فن روایت میں ماہر.....تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی روایت کردہ حدیثیں حجت ہیں۔

میں ان الفاظ کا بھی اضافہ کرتا ہوں: ثبت یا حجت.....نہایت قابل اعتماد اور سراپا حجت.....اسی طرح اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ حافظ اور ضابط ہے تو اس کا بھی وہی درجہ ہے جو ثقہ اور متقن کا ہے۔

☆ ابن ابی حاتم کہتے ہیں: اگر کسی کے بارے میں یہ کہا جائے: وہ صدوق..... بہت سچا..... یا اس کا مقام، مقامِ صدق ہے، یا اس میں کوئی حرج نہیں، تو ایسے شخص کی حدیثیں لکھی جائیں گی۔ اور ان کی صحت پر غور کیا جائے گا۔

میرے نزدیک ان کی بات صحیح ہے، اس لیے کہ مذکورہ بالا الفاظ اس امر کی صراحت نہیں کرتے کہ وہ ضبط کی شرط پر بھی پورا اترتا ہے لہٰذا اس کی روایت کردہ حدیثوں پر غور کیا جائے گا اور ان کو جانچ کر معلوم کیا جائے گا کہ وہ ضبط سے متصف ہیں یا نہیں۔

☆ اگر کسی کی تعدیل ''شیخ'' کے لفظ سے کی جائے تو اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اس پر غور کیا جائے گا۔ یہ دوسرے درجے سے کمتر درجہ ہے۔

☆ اور اگر کسی کو ''صالح الحدیث'' (روایت حدیث کے قابل ہے) کہا جائے تو اس کی روایت کردہ حدیث صرف ''اعتبار'' کے لیے لکھی جائے گی۔ [ص: ٨١، ٨٢]

''اعتبار'' علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے، جس کی تعریف آگے آ رہی ہے۔

''اگر کسی ایسے راوی کی ''مجمل جرح'' کی گئی ہو یا کی جائے، جس کی مشاہیر ائمہ حدیث میں سے کوئی توثیق کر چکا ہو تو یہ ''جرح'' نا قابل قبول ہے، قطع نظر اس کے کہ جرح کرنے والا کون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یعنی صرف وہی جرح قبول کی جائے گی جو مفسر ہو کیونکہ کسی امام حدیث کی توثیق سے اس راوی کو جو ثقاہت حاصل ہو چکی ہے اس کا ازالہ صرف واضح اور مفصل جرح کے ذریعہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اساطین علم حدیث نے صرف انہی لوگوں کو ثقہ قرار دیا ہے جو ان کی نگاہوں میں دینی حیثیت سے بھی اور فن روایت کے اعتبار سے بھی قابل اعتبار تھے اور انہوں نے ان کو خوب جانچ اور پرکھ کر ان پر یہ حکم لگایا ہے لہٰذا ان کے اس حکم کو نہایت واضح اور صریح الفاظ سے ہی توڑا یا منسوخ کیا جا سکتا ہے اور الذھبی جو نقد رجال میں مکمل تتبع اور تحقیق کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ فرما چکے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ علمائے جرح وتعدیل میں سے دو عالم کسی ضعیف کو ثقہ اور کسی ثقہ کو ضعیف قرار دینے پر متفق ہوئے ہوں۔''

[الباعث الحثیث، ص: ۹۶، ۹۷]

جرح کے درجات:

۱۔ لَیِّن الحَدِیث روایتِ حدیث میں نرم۔ یہ لَانَ یَلِین کا اسم فاعل ہے، لَا نَ یَلِینُ کے معنی ہیں نرم ہونا، نرم خو ہونا۔ '' لَیِّنُ الْحَدِیث '' جرح کا سب سے ہلکا لفظ ہے۔ امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: اگر کسی راوی کے بارے میں کہا جائے '' لَیِّنُ الحَدیث '' تو اس کی حدیث لکھی جائے گی اور ''اعتبار'' کے لیے اس کے بارے میں غور کیا جائے گا۔ [مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۸۲]

۲۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: جب ائمہ جرح وتعدیل کسی کے بارے میں کہتے ہیں ''لیس بقوی'' قوی نہیں ہے تو یہ پہلے ..... لَیِّنُ الْحَدِیث..... کے درجے پر ہے، اس کی روایت کردہ حدیث لکھی جائے گی، مگر وہ اس سے کمتر ہے۔ [ص: ۸۲]

۳۔ اگر وہ کسی کے بارے میں کہیں: ''ضعیف الحدیث'' حدیث میں کمزور اور ضعیف ہے'' تو یہ دوسرے سے کمتر ہے، اس کی حدیث ترک نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

[مذکورہ مأخذ، ص: ۸۳]

''اعتبار کیا جائے گا'' سے مراد ہے کہ تتبع کر کے دیکھا جائے گا کہ اس حدیث کی روایت میں کوئی دوسرا اس کا شریک ہے یا نہیں۔

۴۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں: اور جب ائمہ جرح وتعدیل کسی کو یہ کہتے ہیں: متروك الحدیث..... اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث ترک کردی گئی..... یا ذاهب الحدیث..... اس کی حدیث ناپائیدار اور غیر مستحکم ہے..... یا کذاب..... جھوٹا ہے..... تو ایسا شخص ساقط الحدیث..... روایت حدیث میں بے وزن اور نا قابلِ اعتماد..... ہے۔ [مذکورہ ماخذ، ص: ۸۳]

حافظ ابن الصلاح نے ''جرح'' کے درجات بیان کرنے میں بڑے اختصار سے کام لیا ہے، ان کے بعد جو ائمہ پیدا ہوئے انہوں نے یہ مراتب اور درجات زیادہ تفصیل سے بیان کیے ہیں، جن کو ڈاکٹر محمود الطحان نے "تیسیر مصطلح الحدیث" میں "تقریب التهذیب" اور دوسری مستند کتابوں سے لے کر جمع کر دیا ہے۔ ذیل میں ان کو ترتیب وار درج کیا جا رہا ہے:

ا..... حدیث میں نرمی اور کمزوری پر دلالت کرنے والے الفاظ: "لَيِّنُ الحديث" اور "فلان فيه مقالٌ"..... فلاں کے بارے میں گفتگو ہے..... ہیں۔

ب..... دوسرا درجہ ہے: "فلان لا يحتج به، او ضعيف، او له مناكير" فلاں حجت کے قابل نہیں، فلاں، نا قابل استدلال ہے۔ یا ضعیف ہے، یا اس کی روایت کردہ حدیثیں منکر ہیں۔

مذکورہ ان دونوں درجات کے حامل راویوں کی روایت کردہ حدیثیں نا قابل استدلال ہیں، لیکن ان کو ''اعتبار'' کی غرض سے لکھا جائے گا۔ اور ان میں سے دوسرا درجہ پہلے درجے سے کمتر ہے۔

ج..... "فلان لا يُكتَبُ حَديثه، او لا تحل الروايةُ عنه، اور ضعيفٌ جدا أو وَاهٍ بمرة..... فلان کی حدیث درج کرنے کے قابل نہیں ہے، یا اس سے حدیث کی روایت جائز نہیں، یا بے حد ضعیف ہے یا بہت کمزور ہے۔''

د..... "فلانٌ شَهِمٌ بالكذِب او شهمٌ بالوضع، أو يسرق الحديث، أو ساقطٌ أو متروكٌ أو ليس بثقة..... فلاں پر کذب بیانی کا الزام ہے، فلاں پر وضع حدیث کا الزام ہے، فلاں حدیث کا سرقہ کرتا ہے، فلاں ساقط اور گرا ہوا اور بے وزن ہے، فلاں متروک ہے، فلاں ثقہ نہیں ہے۔''

ھ..... "فلانٌ كذابٌ، أوْ دجالٌ، أوْ وضاعٌ أو يكذب أو يضعُ..... فلاں بڑا جھوٹا ہے، فلاں دجال ہے، فلاں حدیثیں وضع کرنے والا ہے، فلاں کذب بیانی کرتا ہے، فلاں حدیث وضع کرتا ہے۔

و..... "فلانٌ أكذب الناس، فلانٌ إليه المنتهى في الكذِب أوْ هو ركن الكذِب..... فلاں لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹا ہے، فلاں پر کذب بیانی ختم ہے، فلاں کذب بیانی کا سرغنہ ہے۔''

تو ان چاروں درجات کے حامل راویوں کی روایت کردہ حدیثوں کو نہ تو لکھنا جائز ہے نہ ان سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال ہی صحیح ہے۔ اور نہ ان کا اعتبار ہی روا ہے۔ [ص، ۱۵۳، ۱۵۴]

ان کا اعتبار اس وجہ سے صحیح نہیں کہ اگر اس طرح کی روایتیں متعدد سندوں سے مروی ہوں، تو ان کی نکارت ہی میں اضافہ ہوگا۔

ضعیف حدیثوں کی قسمیں:

جو حدیث ''حسن'' سے کمتر درجے کی ہو اس کو ''ضعیف'' کہتے ہیں۔

ضعیف حدیث کی متعدد قسمیں ہیں؛ اور ضعیف کی یہ تقسیم دو اعتبار سے کی گئی ہے:

ا..... راوی کے اندر نقص اور عیب کی وجہ سے حدیث کا ضعیف ہونا۔

ب..... سند کی کسی کڑی کے غائب ہونے یا ساقط ہونے کی وجہ سے حدیث کا ضعیف ہونا۔

راوی کے ناقابل اعتماد ہونے، مجروح ہونے اور قابل تنقید ہونے کے دس ۱۰ اسباب ہیں؛ پانچ کا تعلق اس کی عدالت سے ہے اور پانچ کا ضبط سے۔

عدالت کو مجروح کر دینے والے اسباب:

۱ کذب بیانی	۲ کذب بیانی کا الزام
۳ فسق	۴ بدعت
۵ راوی کا مجہول ہونا	

حدیث کے ضبط و حفظ کو مجروح کر دینے والے اسباب:

۱ روایتِ حدیث میں بہت زیادہ غلطی کرنا	۲ حافظہ کی خرابی
۳ بے خبری اور حاضر دماغی کا فقدان	۴ کثرت وہم و خیال
۵ ثقہ راویوں کی مخالفت	

شاذ:

شَذَّ یَشُذُّ کا اسم فاعل ہے۔ شَذَّ یَشُذُّ کے معنی ہیں الگ تھلگ ہونا، مخالف ہونا، غیر معروف اور قاعدے کے خلاف بات کہنا، منفرد ہونا وغیرہ۔

شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا راوی ثقہ اور مقبول تو ہو لیکن اس کی یہ روایت اس سے زیادہ ثقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو۔

شاذ کا شمار ضعیف حدیثوں میں ہوتا ہے، حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

''اگر راوی کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہو تو اس کے بارے میں غور وفکر سے کام لیا جائے گا اور اگر وہ اپنی اس منفرد روایت میں اس حدیث کا مخالف پایا جائے گا جس کا راوی حفظ وضبط میں اس سے اونچا مقام رکھتا ہے، تو اس کی یہ منفرد روایت ''شاذ'' کہہ کر رد کر دی جائے گی۔ لیکن اگر وہ اپنی اس روایت میں کسی دوسرے کا مخالف نہیں ہوگا، بلکہ تنہا وہی اس کا راوی ہوگا، کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہوگی تو پھر اس کی حالت کا مطالعہ کیا جائے گا اور اگر وہ عدل، حافظ اور فن روایت میں ماہر اور ضبط میں قابل اعتماد ہوگا تو اس کی منفرد روایت قبول کر لی جائے گی، لیکن اگر وہ حفظ ومہارتِ فن میں بھروسے کے قابل ثابت نہ ہوگا، تو پھر اس کی یہ انفرادیت اس کی روایت کو ''صحیح'' کے دائرے سے خارج کر دے گی۔'' [مقدمه، ص: ٥٦]

معلوم ہوا کہ کسی حدیث کے ''شاذ'' ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ لامحالہ کسی زیادہ ثقہ کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو، بلکہ ایک حدیث اس کے بغیر بھی شاذ اور مردود ہو سکتی ہے، خصوصیت کے ساتھ اگر اس کا متن قرآن کے کسی حکم کے خلاف ہو یا اس کا مضمون کسی مستند اور ثابت شدہ واقعہ سے متعارض ہو۔ امام عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم "الجرح والتعدیل" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''کسی حدیث کی صحت اس کے راویوں کی عدالت اور اس بات سے جانچی جائے گی کہ وہ کلام نبوت ہو سکتی ہے یا نہیں۔'' [ص: ٣٥١]

اور کوئی حدیث اپنی سند میں ''شذوذ'' کی وجہ سے بھی شاذ ہوتی ہے اور متن میں ''شذوذ'' کی وجہ سے بھی۔

حدیث شاذ کی مثال:.....

((حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ ، قَالَا: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمَّارٌ..... مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ..... قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؛ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ)) [1]

[1] سنن ترمذی، حدیث: ٣٦٥٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم سے احمد بن منیع اور یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا: ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خالد الحذّاء سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ انہوں نے کہا: مجھ سے عمار..... بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام..... نے بیان کیا، کہا: میں نے ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ۶۵..... سال..... کے تھے۔''

تو یہ حدیث شاذ ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حدیث مروی ہے اس میں وفات کے وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ تریسٹھ سال بتائی گئی ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

((حَدَّثَنِي مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَكَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ)) [1]

''مجھ سے مطر بن الفضل نے بیان کیا، کہا: ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمرو بن دینار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال قیام فرمایا اور آپ کی وفات تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوئی۔''

یہ حدیث عمرو بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ جو مذکورہ بالا حدیث کی روایت کرنے والے عمار بن ابی عمار سے زیادہ ثقہ اور حفظ وضبط میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اس طرح عمار بن ابی عمار کی حدیث ''شاذ'' اور عمرو بن دینار کی حدیث ''محفوظ'' ہے۔ شاذ کی ضد محفوظ کہلاتی ہے۔

منکر:

أنكَرَ يُنكِرُ کا اسم مفعول ہے۔ اَنکَرَ یُنکِرُ کے معنی ہیں ناپسند کرنا، نہ ماننا، تسلیم نہ کرنا۔ یہ اَقَرَّ یُقِرُّ کی ضد ہے۔ اَقَرَّ یُقِرُّ کے معنی ہیں تسلیم کرنا، توثیق کرنا، اقرار کرنا، مان لینا وغیرہ۔

''منکر'' اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی روایت میں ایسا شخص منفرد ہو جو ''عدالت'' اور ''ضبط حدیث'' کی صفت سے متصف نہ ہو اور جس کی روایت کردہ حدیث ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو۔

حافظ ابن حجر نے نخبة الفكر میں اس کی دو تعریفیں کی ہیں:

[1] بخاری/ح: ۳۹۰۳، مسلم/ح: ۶۰۹۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ منکر وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی شامل ہو جو بکثرت غلطیاں کرے، یا غفلت اور بھول چوک کا مریض ہو یا اس سے فسق و فجور کا ظہور ہوتا ہو۔

حافظ ابن حجر نے یہ تعریف دوسروں کی طرف منسوب کی ہے۔

☆ ''منکر'' وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور وہ کسی ثقہ راوی کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو۔ یہ تعریف حافظ ابن حجر نے کی ہے۔ [بحوالہ تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۹۶]

ان دونوں تعریفوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ منکر میں یہ دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں، کبھی ایک ساتھ اور کبھی علیحدہ علیحدہ اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے نہایت مختصر الفاظ میں اس کی ایسی تعریف کر دی ہے جس نے دونوں پہلوؤں کو سمیٹ لیا ہے:

''منکر شاذ کی طرح ہے؛ اگر اس کا راوی ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت کرے تو بھی مردود اور اگر عدالت اور ضبط سے موصوف نہ ہو تو بھی اس کی حدیث مردود اگرچہ کوئی ثقہ راوی اپنی حدیث میں اس کا مخالف نہ ہو۔'' [اختصار علوم الحدیث، ص: ۶۷]

منکر حدیث کی مثال:.....

((عَنْ أَبِیْ زُکَیرٍ یَحْیَی بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ قَیْسٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ کُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ ، فَإِنَّ الشَّیْطَانَ إِذَا رَأَی ذٰلِكَ غَاظَهُ وَیَقُوْلُ: عَاشَ ابْنُ آدَمَ حَتّٰی أَکَلَ الْجَدِیْدَ بِالْخَلَقِ))

''ابوزکیر یحییٰ بن محمد بن قیس سے روایت ہے، انہوں نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچی کھجور پکی ہوئی پرانی کھجور کے ساتھ کھاؤ، کیونکہ شیطان جب یہ دیکھتا ہے تو غصے سے جل بھن جاتا ہے اور کہتا ہے: ابن آدم اس عمر تک جیا کہ اس نے نئی کو پرانی کے ساتھ کھایا۔''

یہ حدیث منکر ہے جس کی روایت میں ابوزکیر منفرد ہے وہ صالح بزرگ ہیں ان سے مسلم نے اپنی کتاب میں حدیث روایت کی ہے لیکن وہ .....ضبط و مہارت میں..... اس درجے پر نہیں تھے کہ ان کی انفرادیت قابل قبول ہو۔ [مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۵۸]

''منکر'' کی ضد ''معروف'' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متروک:

تَرَكَ يَتْرُكُ کا اسم مفعول ہے۔تَرَكَ يَتْرُكُ کے معنی ہیں نظر انداز کر دینا، چھوڑ دینا، درخور اعتنا نہ سمجھنا وغیرہ۔

متروک اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی پر کذب بیانی کا الزام ہو یعنی اپنی عام زندگی میں جھوٹا ہو اگر چہ حدیث میں اس کی کذب بیانی ظاہر نہ ہوئی ہو۔

حافظ ابن الصلاح اور امام النووی نے اپنی کتابوں میں ''متروک'' کا ذکر نہیں کیا ہے۔حافظ ابن حجر پہلے محدث ہیں، جنہوں نے "نخبة الفكر" میں ایک مستقل قسم کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے، بہت ممکن ہے کہ قدیم محدثین ''متروک'' کو ''موضوع'' حدیثوں میں شمار کرتے رہے ہوں اس لیے کہ ''متروک'' ''موضوع'' سے قریب تر ہے۔

جس راوی پر دروغ گوئی اور کذب بیانی کا الزام ہو اس کو ''متروک الحدیث'' اور اس کی روایت کردہ حدیث کو متروک کہتے ہیں۔

متروک کی مثال:.....

((قَالَ الوَاقِدِيُّ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي وَجِيزَةَ يَزِيدَ بْنِ عُبَيْدٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ ، فَقِيلَ: وَمَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ؟ قَالَ: الْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءُ فِي الْمَنْبِتِ السُّوءِ))

''الواقدی نے کہا: ہم کو یحییٰ بن سعید بن دینار نے ابو وجیزہ یزید بن عبید سے، انہوں نے عطاء بن یزید اللیثی سے اور انہوں نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو غلاظت کی شادابی سے بچا، عرض کیا گیا: غلاظت کی شادابی کیا ہے؟ فرمایا: بری جگہ پرورش پانے والی حسینہ۔''

تو یہ حدیث بے حد ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کا اس کا راوی الواقدی، جس کا نام محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی تھا، متروک الحدیث ہے۔امام احمد، النسائی اور ابن المدینی وغیرہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔حافظ ابن حجر نے "تقريب التهذيب" [ص: ٤٣٣، ترجمه: ٦١٧٥] میں لکھا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ اپنی وسعتِ علمی کے باوجود متروک تھا۔''

موضوع:

وَضَعَ یَضَعُ کا اسم مفعول ہے۔ وَضَعَ یَضَعُ کے معنی ہیں: گھڑنا، ایجاد کرنا، اسی طرح اس کے معنی ہیں: پست کرنا، درجہ گھٹا دینا، بلندی سے پستی میں گرا دینا وغیرہ

''موضوع'' سے مراد وہ روایت ہے جس کو گھڑ کر نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو اس جھوٹی روایت پر ''حدیث'' کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ حدیث نبی اکرم ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کو کہتے ہیں، لیکن ''مشاکلہ'' کے طور پر اس موضوع روایت کا ذکر ضعیف احادیث کے ضمن میں کیا جاتا ہے اور مقصد اس ذکر سے اس کی مذمت کرنا، اس کی نکارت بیان کرنا اور اس کے جھوٹ کا پردہ چاک کرنا ہوتا ہے تاکہ ناعاقبت اندیش جاہلوں، عوام الناس اور خود فریبی میں مبتلا لوگوں کو ''موضوع'' روایات کی ترویج کے انجام بد سے ہوشیار کر دیا جائے۔

باب اوّل میں موضوع احادیث وضع کرنے والوں اور اس گندے عمل سے ان کے اغراض و مقاصد کو بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے مختصراً ان طریقوں کو بیان کر دینا چاہتا ہوں جن کو ''وضاعین'' استعمال کرتے رہے ہیں:

۱۔ وضاعین خود کوئی عبارت بنا لیتے اور پھر اس کی ایک من گھڑت سند وضع کر لیتے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے طور پر لوگوں میں پھیلا دیتے تھے۔

۲۔ اگر فلسفہ اور حکمت کی کتابوں میں ان کو کوئی قول پسند آ جاتا تو اس کی کوئی سند وضع کر کے اس کو لوگوں میں حدیث کے نام سے بیان کرنے لگتے تھے۔

۳۔ بعض حدیثوں کی سندوں کا سرقہ کر کے ان کو عبادات اور اخلاق و آداب کے فضائل اور اجر و ثواب پر مشتمل اپنے وضع کردہ اقوال سے جوڑ دیتے۔

۴۔ مذکورہ بالا طریقوں کے علاوہ انہوں نے بعض صوفیا اور زاہدوں کے ان ''رائج الوقت'' اقوال کو بھی بلا کسی سند کے لوگوں میں ''حدیث'' کے نام سے پھیلا دیا جو آج تک امت کے ایک طبقہ میں گردش کر رہے ہیں اور جن سے اس طبقہ کے نظریہ اور عقیدے کی ترجمانی ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثالیں:

۱ ((قَالَ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ: حَدَّثَنَا الحَارِثُ بْنُ غُصَيْنٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ ، بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ ، إِهْتَدَيْتُمْ)) [1]

''سلام بن سلیم نے کہا: ہم سے الحارث بن غصین نے الاعمش سے، انہوں نے ابوسفیان سے اور انہوں نے جابر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو ہدایت یاب ہو گے۔''

تو یہ روایت موضوع ہے ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ سند دلیل و حجت نہیں ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔ ابوسفیان ضعیف ہے اور الحارث بن غصین کی کنیت اور لقب ابو وہب الثقفی ہے اور سلام بن سلیمان ..... سلیم ..... موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا، جن میں سے بلاشک ایک یہی ہے۔

''ابن خراش نے اس کو کذاب لکھا ہے اور ابن حبان نے یہ صراحت کی ہے کہ اس نے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔'' [السلسلة الضعيفه ١/ ١٤٤، ١٤٥]

اس روایت کا متن بھی موضوع ہے کیونکہ یہ بات بعید از تصور ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی اجازت دی ہوگی کہ ہم جس صحابی کی چاہیں اقتدا کریں؟

۲ ((رَوَى سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مِسْهَرٍ ، عَنْ أَبِي يَحْيَى القَتَّاتِ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَاهُ عَنْ أَبِي مِسْهَرٍ أَيْضًا ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَرَوَاهُ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ عَبْدِ العَزِيزِ بنِ المَاجِشُونِ ، عَنْ عَبْدِ العَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عَشِقَ ، فَعَفَّ ، فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ وَصَبَرَ ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَأَدْخَلَهُ الجَنَّةَ)) [2]

''سوید بن سعید نے علی بن مسہر سے، انہوں نے ابی یحییٰ القتات سے، انہوں نے مجاہد سے اور

[1] جامع بيان العلم ٢/ ٩١ [2] زاد المعاد: ٤/ ٢٥٢، ٢٥٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا اور سوید نے ابی مسہر سے بھی روایت کیا ہے، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے اور اس کی روایت الزبیر بن بکار نے عبدالملک بن عبدالعزیز بن ماجشون سے، انہوں نے عبدالعزیز بن ابی حازم سے، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: جس نے عشق کیا اور پاک دامن رہا اور وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے عشق کیا، اور ظاہر نہیں کیا اور پاک دامن رہا اور صبر کیا تو اللہ اس کی بخشش فرما دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔''

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے اور نہ آپ کا کلام نہیں ہو سکتی، کیونکہ اللہ کے نزدیک شہادت کا درجہ بہت بلند ہے۔ جو ''صدیقیت'' کے درجے سے ملا ہوا ہے اور اس کے حصول کے لیے جن اعمال کا انجام دینا شرط ہے ان میں عشق داخل نہیں ہے۔''

علامہ ابن القیم نے اس روایت کے موضوع ہونے پر جو دلائل دیئے ہیں وہ بڑے قیمتی ہیں، جن کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اس روایت کے جھوٹ اور باطل ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ عشق ایک نفسانی جذبہ ہے، اسی وجہ سے محبت کے مترادف کے طور پر کتاب وسنت میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کی زبان پر اس لفظ کو جاری نہیں ہونے دیا اور ''عشق'' اس محبت کا مترادف قطعاً نہیں ہے، جو ایک مومن سے مطلوب ہے۔

درحقیقت ''عشق'' کا لفظ سب سے پہلے صوفیا کی زبانوں پر جاری ہوا ہے اور انہی کتابوں میں اس کا سب سے زیادہ ذکر بھی ملتا ہے کیونکہ یہ صوفیا کی خاص کیفیتوں کا ترجمان ہے، جن سے ہر وہ شخص واقف ہوگا، جس نے تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔

☆ ((رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ))

''ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آ گئے۔''

یہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب جھوٹا قول ہے آپ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اس عبارت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد اصغر سے مراد اللہ کی راہ میں قتال اور جہاد اکبر سے مراد خواہشات نفس پر کنٹرول یا نفس کی ریاضت ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے الفتاویٰ (۱۹۲/۱۱) میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور آپ کے افعال کی معرفت سے بہرہ ور کسی شخص نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔ اور کفار سے جہاد کا شمار تو افضل اور اعظم ترین اعمال میں ہوتا ہے۔''

معلق:

عَلَّقَ یُعَلِّقُ کا اسم مفعول ہے۔ اور عَلَّقَ یُعَلِّقُ کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ باندھ کر لٹکا دینا اور ٹانگ دینا۔ معلق حدیث کی دو صورتیں ہیں:

ا..... حدیث کی پوری سند حذف کر کے کہا جائے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔''

ب..... صحابی کے سوا سند کے تمام راویوں کو حذف کر دیا جائے یا صحابی اور تابعی کو باقی رکھ کر بقیہ تمام راوی ساقط کر دیئے جائیں۔

مثال نمبر ا:.....

((باب قول النَّبِيِّ ﷺ: رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوعَى مِنْ سَامِعٍ)) ❶

''بہت سے وہ لوگ جن کو میری حدیث پہنچتی یا پہنچائی جاتی ہے، مجھ سے وہ حدیث سننے والوں سے زیادہ اس کو سمجھنے والے ہوتے ہیں۔''

یہ حدیث معلق ہے کیونکہ امام بخاری نے اس کی پوری سند حذف کر دی ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد کہہ کر حدیث کا ''متن'' نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ ایسا وہ تراجم ابواب (عناوین ابواب) میں تکرار سے بچنے کے لیے کرتے ہیں ورنہ اس طرح کی معلقات یا تو خود صحیح بخاری میں یا دوسری جگہ پوری سند کے ساتھ منقول ہوتی ہیں۔

مثال نمبر ۲:.....

((وَقَالَ أبو موسىٰ: غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِينَ دَخَلَ عُثْمَانُ)) ❷

''ابو موسیٰ نے کہا: نبی ﷺ نے عثمان کے آنے پر اپنے دونوں گھٹنے ڈھانک لیے۔''

❶ بخاری / کتاب العلم، باب ۹ ❷ بخاری / کتاب الصلاۃ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث بھی معلق ہے جس میں صحابی کے سوا سند کے تمام راویوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

معلق حدیث کا شمار ضعیف حدیثوں میں ہوتا ہے، کیونکہ اس میں حدیث کے قابل قبول ہونے کی اہم شرط منقود ہوتی ہے، یعنی سند کی تمام کڑیوں کا مذکور اور باہم متصل ہونا، اس لیے معلق حدیث مردود ہوتی ہے۔

البتہ صحیح بخاری کی معلقات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ امام بخاری نے اس میں جو معلق حدیثیں یقینی صیغوں (معروف) میں نقل کی ہیں جیسے: قال، رَوٰی اور ذَکَرَ وغیرہ وہ سب صحیح ہیں۔ رہیں وہ حدیثیں جو انہوں نے "صیغۂ تمریض" (مجہول) میں ذکر کی ہیں جیسے: قِیلَ، رُوِیَ اور ذُکِرَ وغیرہ تو ان میں صحیح بھی ہیں اور ضعیف بھی۔ لیکن ان کے شیوخ سے ان کی نسبت بھی صحیح ہے۔

مرسل:

اَرسَلَ یُرسِلُ کا اسم مفعول ہے۔ اور اَرسَلَ یُرسِلُ کے معنی ہیں چھوڑ دینا، نظر انداز کر دینا، غیر مقید رکھنا وغیرہ۔

مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند سے تابعی کے بعد کڑی (صحابی) غائب ہو۔ اور تابعی یہ کہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔"

مثال:.....

((حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ ، عَنْ یَعْقُوبَ بْنِ زَیْدِ بْنِ طَلْحَةَ التَّیْمِیِّ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَتَانِی آتٍ مِنْ رَّبِّیْ ، فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیْكَ صَلَاةً إِلَّا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا)) [1]

"ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے سفیان نے یعقوب بن زید بن طلحہ التیمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کے پاس سے آنے والا آیا اور کہا: جو بندہ بھی تجھ پر ایک بار درود بھیجے گا تو اللہ اس کے بدلے اس پر دس (۱۰) بار درود بھیجے گا۔"

یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ یعقوب بن زید بن طلحہ التیمی کا شمار چھوٹے تابعین میں ہوتا ہے، لیکن انہوں نے یہ حدیث براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور جس صحابی سے انہوں نے یہ

[1] فضل الصلاة علی النبی ﷺ، ح: ۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث سنی ہے اس کا ذکر نہیں کیا۔

واضح رہے کہ یعقوب کا تعلق تابعین کے پانچویں طبقہ سے تھا، جس نے صرف ایک یا دو صحابیوں کو دیکھا ہے اور ان میں سے اکثریت کا کسی صحابی سے ''سماع'' ثابت نہیں ہے۔

مرسل حدیث کا شمار بھی ضعیف احادیث میں ہوتا اس لیے کہ تابعی نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جس راوی کا ذکر ساقط کر دیا ہے وہ بھی اسی کی طرح تابعی ہوسکتا ہے صحابہ تو سب ''عدول'' ہیں، مگر تابعین اپنی ثقاہت کے لیے ''تعدیل'' کے محتاج ہیں۔ لہٰذا تابعی کے بعد غیر مذکور راوی کے ''مجہول'' ہونے کی وجہ سے مرسل روایت کی صحت مشکوک ہوگئی اور وہ نا قابل اعتبار ہوگئی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''مرسل روایات ہمارے اور علم حدیث سے بہرہ ور علماء کے صحیح قول کے مطابق حجت نہیں ہیں۔'' [ص: ۵۱]

اور حافظ ابن الصلاح نے ''مرسل'' کے قبول اور عدم قبول ہونے کے بارے میں فقہاء اور محدثین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''ہم نے مرسل کے نا قابل استدلال ہونے اور اس کے ضعیف ہونے کا جو حکم لگایا ہے، اسی پر حفاظِ حدیث اور ناقدینِ اثر کی آرا کا اجماع ہے اور اپنی تصنیفات میں وہ اسی طریقے اور اصل پر عمل پیرا ہیں۔'' [مقدمہ، ص: ۴۳]

منقطع:

اِنْقَطَعَ یَنْقَطِعُ کا اسم فاعل ہے۔ اور اِنْقَطَعَ یَنْقَطِعُ کے معنی ہیں، کسی سلسلہ کا ٹوٹ جانا، کٹ جانا اور منقطع ہو جانا وغیرہ۔ منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل اور جڑی ہوئی نہ ہو، بلکہ شروع میں یا درمیان میں تابعی سے پہلے کوئی راوی ساقط ہو اور ایک جگہ سے ایک سے زیادہ راوی غائب نہ ہو مختلف جگہوں سے ہوسکتا ہے۔

مثال نمبر ۱:.....

حافظ ابن الصلاح نے سند میں دو جگہ انقطاع کی مثال میں یہ حدیث پیش کی ہے:

((رَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ ، عَنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ وَلَّيْتُمُوهَا أَبَابَكْرٍ ، فَقَوِيٌّ أَمِينٌ))

''عبدالرزاق نے الثوری سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے زید بن یثیع سے اور انہوں نے حذیفہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگ خلافت کی ذمہ داریاں ابوبکر کے سپرد کردو گے تو وہ قوی اور امانت دار ثابت ہوں گے۔''

تو اس کی سند میں دو جگہ انقطاع ہے:

''عبدالرزاق نے یہ حدیث سفیان الثوری سے نہیں سنی ہے، بلکہ النعمان بن ابی شیبہ الجندی سے سنی ہے اور الثوری سے۔ اس طرح سفیان الثوری نے یہ حدیث ابواسحاق سے نہیں بلکہ شریک سے سنی ہے اور شریک نے ابواسحاق سے۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالرزاق اور سفیان الثوری کے درمیان ایک راوی النعمان بن ابی شیبہ غائب ہے اور سفیان الثوری اور ابواسحاق کے درمیان شریک نام کا راوی ساقط ہے۔ اس طرح اس سند میں دو جگہ انقطاع ہے۔

منقطع کی ایک دوسری شکل یہ ہے کہ اس کی سند میں کسی راوی کا ذکر مبہم الفاظ میں کیا گیا ہو جیسے: رَجُلٌ.....ایک آدمی یا شخص.....ایک شیخ وغیرہ۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جو امام الترمذی نے سنن (۳۴۰۷) میں اس سند سے کی ہے:

مثال نمبر۲:.....

((حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ : حَدَّثَنَا أَبُوأَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ بْنِ الشِّخِّيرِ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنْظَلَةَ ، قَالَ: صَحِبْتُ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ فِي سَفَرٍ ، فَقَالَ: أَلَا أُعَلِّمُكُمْ مَاكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا أَنْ نَقُولَ؟ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ ، وَأَسْأَلُكَ عَزِيمَةَ الرُّشْدِ ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ ، وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ ، وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَقَلْبًا سَلِيمًا ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ ، وَأَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ))

''ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابواحمد الزبیری نے بیان کیا، کہا: ہم سے سفیان نے الجریری سے، انہوں نے ابوالعلاء بن الشخیر سے اور انہوں نے بنی حنظلہ کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، اس آدمی نے کہا: میں ایک سفر میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، تو انہوں نے فرمایا: کیا میں تجھے وہ دعا نہ سکھادوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھاتے تھے کہ ہم کہیں؟ اے اللہ! میں تجھ سے دین کے معاملے میں ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں، ہدایت میں مضبوط ارادے کا طالب ہوں اور تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی نعمت پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔ بہترین طریقے سے اپنی عبادت کی توفیق سے نواز اور میں تجھ سے سچ بولنے والی زبان اور قلب سلیم کا سوال کرتا ہوں۔ جو برائی تیرے علم میں ہے اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جو خیر تیرے علم میں ہے اس کا طالب ہوں۔ اور میرا جو گناہ تیرے علم میں ہے اس کی تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ بیشک تو تمام غیبی امور کا علم رکھتا ہے۔''

منقطع حدیث کے ضعیف اور نا قابل اعتبار ہونے پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے، اس لیے کہ سند سے ساقط راوی، یا اس میں مذکور مبہم راوی کی عدالت مجہول اور غیر معلوم ہے، جس کی وجہ سے سند کا اعتبار نہیں رہا اور حدیث ضعیف ہوگئی۔

مُعضل:

اَعْضَلَ یُعْضِلُ کا اسم مفعول ہے اور اَعْضَلَ یُعْضِلُ کے معنی ہیں: عاجز بنا دینا، بگاڑ دینا، لاعلاج کر دینا، مشکل بنا دینا وغیرہ۔ اور معضل اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند سے مسلسل دو یا دو سے زیادہ راوی غائب ہوں۔

مثلاً اگر تبع تابعی یوں روایت کرے: "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ" یا تبع تابعی سے نیچے کا راوی کہے: "عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ" یا "عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ" تو اس کی روایت معضل ہوگی۔

مثال:.....

حافظ ابن الصلاح نے معضل کی مثال میں وہ حدیث پیش کی ہے جو سلیمان بن مہران الأعمش نے عامر بن شراحیل الشعبی سے روایت کی ہے کہ:

((وَیُقَالُ لِلرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: عَمِلْتَ کَذَا وَکَذَا؟ فَیَقُولُ : لَا فَیُخْتَمُ عَلَی فِیْهِ .....))

''قیامت کے روز ایک آدمی سے کہا جائے گا: کیا تو نے ایسا اور ایسا عمل کیا ہے؟ تو وہ جواب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے گا: نہیں، اس پر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی.....''

تو الاعمش نے یہ سند معضل کر دی ہے، جبکہ الشعبی نے اسے انس سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے ''متصل'' روایت کی تھی، لیکن الاعمش نے انس اور نبی ﷺ کو سند سے حذف کر دیا اس طرح یہ روایت **معضل** ہوگئی۔ [اختصار علوم الحدیث، ص: ٦٠، ٦١]

صحیح مسلم میں یہ حدیث مسنداً اور مرفوعاً ان الفاظ میں مروی ہے:

((حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ : حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ القَاسِمِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ ، عَنْ فُضَيْلٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَضَحِكَ ، فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قَالَ: قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ: مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ ، يَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ قَالَ: يَقُولُ: بَلىٰ ، قَالَ فَيَقُوْلُ: فَإِنِّي لَا أُجِيزُ عَلَى نَفْسِي إِلَّا شَاهِدًا مِنِّي ، قَالَ: فَيَقُولُ: كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ (عَلَيْكَ) شَهِيدًا ، وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ شُهُودًا۔ قَالَ: فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ ، فَيُقَالُ: لِأَرْكَانِهِ : إِنْطِقِي ، قَالَ: فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهِ ، قَالَ: ثُمَّ يُخَلَّى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ ، قَالَ: فَيَقُولُ: بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا ، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ)) [1]

''ہم سے ابوبکر بن النضر بن ابی النضر نے بیان کیا، کہا: مجھ سے ابوالنضر ھاشم بن القاسم نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبیداللہ الاشجعی نے سفیان الثوری سے اور عبید المکتب سے، انہوں نے فضیل سے، انہوں نے الشعبی سے اور انہوں نے انس بن مالک سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ ہنسے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس بات پر ہنس رہا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: بندے کے اپنے رب کو مخاطب بنانے پر۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اس بات سے امان نہیں دیا ہے کہ تو میرے اوپر ظلم نہیں فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بندہ عرض کرے گا: آج میں اپنے نفس کو اپنے اوپر

[1] ص: ١٦٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور گواہ بننے کی اجازت دوں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تمہارے خلاف تمہارا نفس اور کاتبین کرام گواہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اس کے ہاتھوں اور پیروں وغیرہ کو حکم دیا جائے گا کہ تم بولو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اس کے ہاتھ پاؤں اس کے اعمال کے بارے میں بولیں گے۔ آپ نے فرمایا: پھر اس کو بات کرنے کی آزادی دے دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: تو وہ کہے گا: تمہارے لیے بربادی اور ہلاکت ہو! میں تو تمہارا دفاع کیا کرتا تھا۔''

حافظ ابن الصلاح نے فقہائے کے اس قول کو: '' قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَذَا وَكَذَا '' معضل کے قبیل سے قرار دیا ہے۔ [مقدمه ، ص : ٤٦]

معضل حدیث ضعیف ہوتی ہے اور اپنے ضعف اور نا قابلِ اعتبار ہونے میں اس کا درجہ مرسل اور منقطع سے کمتر ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے، کیونکہ حدیث کی صحت راویوں کی عدالت وثقاہت اور سند کے اتصال پر موقوف ہوتی ہے جبکہ معضل حدیث کی سند سے بیک وقت دو یا دو سے زیادہ راویوں کے سقوط کی وجہ سے نہ تو سند میں اتصال باقی رہ جاتا ہے اور نہ محذوف راویوں کی عدالت ہی معلوم ہوتی ہے۔

مُدَلَّس:

لام پر ''زبر'' کے ساتھ دَلَّسَ یُدَلِّسُ کا اسم مفعول ہے۔ اور دَلَّسَ یُدَلِّسُ کے معنی ہیں: عیب کو چھپانا، دھوکہ دینا وغیرہ۔ یہ لفظ دراصل سامان تجارت میں موجود عیب کو چھپانے کے لیے وضع کیا گیا ہے، لیکن پھر ہر طرح کے عیوب کو چھپانے اور فریب دینے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

مُدَلَّس اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت میں ''تدلیس'' سے کام لیا گیا ہو۔ اور مُدَلِّس (لام پر زیر کے ساتھ) اس راوی کو کہتے ہیں جو تدلیس کرتا ہے۔

علم حدیث کی اصطلاح میں ''تدلیس'' سے مراد سند کے عیب کو چھپا کر اس کو مستحسن اور قابل قبول بنا دینا ہے۔

''تدلیس'' کی دو قسمیں یا دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱..... ''تدلیس الاسناد..... سند میں تدلیس..... اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کسی ایسے شخص سے حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کرے جس سے اس کی ملاقات کو تو ثابت ہو لیکن اس سے وہ حدیث نہ سنی ہو، جس کی اس سے روایت کرے اور تاثر یہ دے کہ اس نے اس سے وہ حدیث سنی ہے۔''

''یا راوی کسی ایسے شخص سے حدیث روایت کرے جو اس کا ہم عصر رہا ہو، لیکن اس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو اور تاثر یہ دے کہ اس سے مل چکا ہے اور وہ حدیث اس سے سن چکا ہے۔'' [مقدمه ابن الصلاح، ص: ۲۵۳]

تدلیس الاسناد کی دوسری تعریف:.....

''راوی کسی ایسے شخص سے، جس سے اس نے حدیثیں سنی ہوں، ایسی حدیث روایت کرے جو اس سے نہیں سنی ہے اور یہ صراحت نہ کرے کہ اس نے اس سے وہ حدیث سنی ہے۔''

[البزار اور ابن القطان بحواله: تيسير مصطلح الحديث، ص: ۷۹، ۸۰]

مذکورہ بالا دونوں تعریفوں کی روشنی میں ''تدلیس الاسناد'' یہ ہے کہ راوی کسی شیخ سے، جس سے اس نے بعض حدیثیں سنی ہوں، ایسی حدیث روایت کرے جو اس نے اس سے خود نہ سنی ہو، بلکہ کسی دوسرے شیخ کے واسطہ سے سنی ہو اور اس دوسرے شیخ کا سند میں ذکر نہ کرے اور الفاظ ایسے استعمال کرے، جن سے سماع اور عدم سماع دونوں کا مفہوم نکلتا ہو۔ مثلاً: '' قَالَ فُلَانٌ..... فلاں نے کہا .....عَن فُلَانٍ ..... فلاں سے روایت ہے.....'' تاکہ دوسرے کو یہ تاثر دے کہ اس نے وہ حدیث اس سے سنی ہے، مگر اس سماع کی صراحت نہ کرے، مثلاً یہ نہ کہے: '' سَمِعْتُ فُلَانًا يَقُولُ..... میں نے فلاں کو کہتے ہوئے سنا ہے.....'' یا '' حَدَّثَنِي فلانٌ..... فلاں نے مجھ سے بیان کیا.....''

مثال:.....

تدلیس الاسناد کی مثال میں حافظ ابن الصلاح نے وہ واقعہ پیش کیا ہے جو علی بن خشرم سے مروی ہے، کہتے ہیں:

((كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ ، فَقَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ ، فَقِيلَ لَهُ: اَحَدَّثَكَ الزُّهْرِيُّ؟ فَسَكَتَ ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ ، فَقِيلَ لَهُ: '' أَسَمِعْتَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ؟ '' فَقَالَ: لَا۔ لَم أَسْمَعْهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ، وَلَا مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ))

''ہم ابن عیینہ کے پاس موجود تھے کہ انہوں نے کہا: زہری نے کہا ہے۔ تو ان سے پوچھا گیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا آپ سے زہری نے بیان کیا ہے؟ تو چپ رہے، پھر کہا: زہری نے کہا ہے: تو ان سے دریافت کیا گیا: کیا آپ نے یہ زہری سے سنا ہے تو کہا: نہیں۔ نہ میں نے یہ زہری سے سنا ہے اور نہ تو اس سے جس نے یہ زہری سے سنا ہے، مجھ سے عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

ب..... تدلیس الشُیوخ: سے مراد یہ ہے کہ راوی کسی شیخ سے کوئی ایسی حدیث روایت کرے جو اُس سے سنی ہو، لیکن اس شیخ کا ذکر ایسے نام یا کنیت یا ایسے نسب یا ایسے لقب سے کرے، جس سے وہ لوگوں میں معروف نہ ہو۔ اور اس کے ایسا کرنے کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں۔

مثال:.....

تدلیس الشیوخ کی مثال وہ روایت ہے جو ابوبکر بن مجاہد المقری سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی سے روایت کرتے ہوئے کہا:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ))

''ہم سے عبداللہ بن ابی عبداللہ نے بیان کیا۔''

حافظ ابن الصلاح ''تدلیس'' کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رہی پہلی صورت..... تدلیس الاسناد..... تو یہ بے حد مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اور بیشتر علمائے حدیث نے اس کی مذمت کی ہے اور امام شافعی سے تو منقول ہے کہ انہوں نے تدلیس کو جھوٹ کا ہم مثل قرار دیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مدلس نے جو روایت ایسے لفظ سے کی ہو جس سے دو طرح کا مفہوم اور سماع اور اتصال کی صراحت نہ کی ہو تو اس کا حکم مرسل اور اس کی قسموں کے حکم کی طرح ہے اور اگر روایت ایسے کسی لفظ سے کی ہے جو اتصال پر دلالت کرتا ہو جیسے: '' حَدَّثَنَا ، اَخبَرَنَا ، سَمِعتُ '' تو اس کی روایت قابل قبول ہے۔''

حافظ ابن الصلاح کے اس قول میں تھوڑا سا ابہام ہے جس کو واضح کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ مدلس اگر عدالت کی صفت سے موصوف ہو اور اتصال اور سماع پر بصراحت دلالت کرنے والے الفاظ میں حدیث روایت کرے تو اس کی روایت ''حسن'' کے درجے پر ہے اور قابل قبول ہے۔

رہی دوسری صورت..... تدلیس الشیوخ..... تو اس کا حکم اس کے محرک اور مقصد کے اعتبار سے مختلف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً اگر راوی ایسا اس لیے کرے کہ ''مروی عنہ'' اس سے کم عمر ہے یا اس سے حدیثیں سننے والے اس سے کمتر درجے کے ہیں یا اس نے اس سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں اور بار بار ایک ہی نام، کنیت یا لقب کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تو ایسی حالت میں اس کا ایسا کرنا صرف مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

لیکن اگر ''مروی عنہ'' غیر ثقہ ہے اور وہ اس کے اس عیب کو چھپانے کے لیے اس کا ذکر ایسے نام، کنیت اور لقب سے کرے جس کو لوگ نہ جانتے ہوں تو یہ حرام ہے۔

حافظ ابن الصلاح اور حافظ ابن کثیر نے ''تدلیس'' کی یہی دو صورتیں بیان کی ہیں، حالانکہ اس کی اور بھی صورتیں اور قسمیں ہیں۔ جن میں بدترین قسم ''تدلیس التسویۃ'' ہے، جس سے مراد ہے کہ:

''راوی سند سے، اپنے شیخ کے سوا دوسرے راوی کو اس کے ضعیف یا کم عمر ہونے کی وجہ سے حذف کر دے تاکہ سند ''ثقہ عن ثقہ'' ہو جائے اور اس کو ''صحیح'' قرار دے دیا جائے۔ اس طرح کی تدلیس میں شہرت رکھنے والوں میں بقیہ بن الولید اور الولید بن مسلم کا شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ الولید بن مسلم امام اوزاعی سے حدیثیں روایت کرتے ہوئے سند سے ان کے ضعیف شیوخ کو حذف کر دیا کرتا تھا تاکہ سند میں صرف ثقہ راوی باقی رہ جائیں۔ اور جب اس کو اس پر ٹوکا گیا تو اس نے کہا: میں اوزاعی کے مقام اور درجے کو اس بات سے بلند کرنے کے لیے ایسا کرتا ہوں کہ وہ اس طرح کے ضعیف لوگوں سے حدیثیں روایت کرتے تھے اور جب اس سے کہا گیا کہ اگر اوزاعی نے ان ضعیف راویوں سے مذکورہ حدیثیں روایت کی ہوں اور تو نے ان کو سند سے حذف کر کے اوزاعی کی روایت کو ''ثقات'' سے مروی بنا دیا تو اس طرح اوزاعی خود ضعیف ہو گئے تو اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔'' [الباعث الحثیث، ص: ٤]

حافظ سیوطی نے ''تدریب الراوی'' میں امام الحاکم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اہل حجاز، حرمین، مصر، عوالی، خراسان، اصبہانی، فارس، خوزستان اور ماوراء النہر میں کسی ایسے امام حدیث سے واقف نہیں ہوں جس نے ''تدلیس'' سے کام لیا ہو۔ سب سے زیادہ تدلیس کرنے والے محدثین اہل کوفہ سے تعلق رکھتے تھے اور اہل بصرہ میں بھی مدلسین قلیل تعداد میں ملتے ہیں۔ رہے اہل بغداد تو ان میں مدلس کی حیثیت سے صرف ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی الواسطی کا نام ملتا ہے۔ اور یہ پہلا شخص ہے جس نے روایتِ حدیث میں ''تدلیس سے کام لیا۔'' [الباعث الحثیث، ص: ٦٣، ٦٤]

اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ''وضع حدیث'' کا فتنہ بھی کوفہ ہی میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا اور پھر وہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دوسری جگہوں میں پھیلا اور عام ہوا۔

غریب:

غَرُبَ یَغْرُبُ سے ''صفتِ مشبہ'' ہے اور '' غَرُبَ یَغْرُبُ '' کے معنی ہیں: تنہا ہونا، الگ تھلگ ہونا اور اجنبی ہونا اور '' غَرِیب '' وہ شخص ہے جو تنہا ہو، اکیلا ہو، اجنبی اور عزیز و اقارب سے دور ہو۔

اور غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جو صرف کسی ایک فرد سے مروی ہو، چاہے یہ سند کے تمام طبقات میں ہو یا صرف کسی ایک طبقہ میں۔ اس کا دوسرا نام ''فرد'' بھی ہے۔

اور غریب یا فرد کی دو قسمیں ہیں۔

ا.....غریب مطلق یا فرد مطلق:

غریب مطلق یا فرد مطلق وہ حدیث ہے جس کو نبی ﷺ سے صرف کسی ایک صحابی نے روایت کیا ہو۔ قطع نظر اس کے کہ صحابی کے بعد نیچے کے تمام طبقوں میں اس کی روایت کرنے والا منفرد ہو یا کسی طبقہ میں اس کے منفرد راوی سے روایت کرنے والوں کی کثرت ہو جائے۔

''غریب حدیث'' کے راوی اگر ہر طبقہ میں ''ثقاہت'' کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں تو وہ صحیح اور حجت ہے اور راویوں کی انفرادیت اس کی صحت میں ''قادح'' نہیں ہے۔

مثال:.....

حدیث: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) کی روایت صحابہ میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کی ہے اور حضرت عمر سے علقمہ نے، علقمہ سے محمد بن ابراہیم نے اور محمد بن ابراہیم سے یحییٰ بن سعید الانصاری نے، لیکن یحییٰ بن سعید الانصاری سے دو سو ۲۰۰ سے زیادہ راویوں نے اس کی روایت کی ہے، جن میں امام مالک، سفیان الثوری، الاوزاعی، عبداللہ بن المبارک، اللیث بن سعد، حماد بن زید، شعبہ بن الحجاج اور سفیان بن عیینہ جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔ اور تمام علمائے حدیث اور فقہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا تعلق اصول دین سے ہے۔ حالانکہ یہ حدیث غریب اور فرد ہے۔

لیکن اگر کسی حدیث کا منفرد راوی عدل اور حافظ نہ ہو اور ضبط حدیث میں بھی معتبر نہ ہو تو اس کی روایت رد کر دی جائے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب.....غریب نسبتی یا اعتباری:

غریب نسبتی یا غریب اعتباری وہ حدیث ہے، جس کے راوی ابتدا میں یعنی اصل سند میں ایک سے زیادہ ہوں، مگر بعد میں کسی طبقہ میں اس کا ایک ہی راوی رہ گیا ہو، تو یہ حدیث اس ایک راوی کی نسبت یا اعتبار سے غریب نسبتی یا غریب اعتباری کہلاتی ہے۔

مثال:.....

((حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ)) ❶

''ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے مالک نے، ابن شہاب سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ: نبی ﷺ فتح مکہ کے موقع پر، مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر ''خود'' تھا۔''

تو امام مالک ابن شہاب زہری سے اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اعتبار.....متابع.....شاہد

محدثین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب ان کو کوئی حدیث معلوم ہوتی یا ملتی تو وہ یہ جاننے کے لیے بحث وتتبع شروع کر دیتے کہ آیا اس حدیث کا راوی اس کی روایت میں اکیلا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کسی شخص کو کسی حدیث کی روایت میں اکیلا اور منفرد پاتے تو اس کی روایت کردہ حدیث کو غریب یا فرد کا نام دے دیتے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔

پھر وہ اس منفرد یا غریب حدیث کے تمام طرق کا تتبع کر کے یہ جاننے کوشش کرتے کہ آیا کوئی اور حدیث کسی اور طریق اور سند سے ایسی مروی ہے جو اپنے الفاظ اور معنی میں یا صرف معنی میں اس ''غریب یا منفرد'' حدیث کے مطابق ہے۔ اور اگر ان کو ایسی کوئی حدیث مل جاتی جو اسی صحابی سے مروی ہوتی، جس سے غریب یا منفرد حدیث مروی ہے اور لفظاً ومعناً یا صرف معناً وہ اس کے مطابق بھی ہوتی تو وہ اس کو ''منفرد'' حدیث کے ''متابع'' کا نام دے دیتے، لیکن اگر دوسری حدیث پہلی حدیث سے اس کے الفاظ اور معنی میں یا صرف معنی میں موافق تو ہوتی مگر اس کا راوی یعنی صحابی مختلف ہوتا تو اس کو وہ ''شاہد'' کہتے۔

---

❶ بخاری / ح: ٤٢٨٦، مسلم / ح: ٣٣٠٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح:.....

اعتبار:

تتبع اور تلاش کے اس عمل کا نام ہے جو ایک ''عالم حدیث'' کسی ایسی حدیث کے طرق اور سندوں کو معلوم کرنے کے لیے انجام دیتا ہے جس کا راوی منفرد ہو۔

اور:.....

متابع:

اس حدیث کو کہتے ہیں جو اپنے الفاظ اور معنی میں یا صرف معنی میں کسی ایسی حدیث کے مطابق ہو جس کی روایت میں کوئی منفرد یا اکیلا ہو، لیکن دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی سے مروی ہوں۔

اور:.....

شاہد:

وہ حدیث ہے جو اپنے الفاظ اور معنی میں یا صرف معنی میں کسی ایسی حدیث سے موافق ہو جس کی روایت میں کوئی منفرد اور اکیلا ہو اور دونوں حدیثیں دو مختلف صحابیوں سے مروی ہوں۔

متابع اور شاہد حدیثیں ایک سے زیادہ بھی ہوتی ہیں اور ہو سکتی ہیں۔

گویا:.....

متابع اور شاہد میں اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہوتا کہ متابع حدیثوں کا راوی ایک ہی صحابی ہوتا ہے، جبکہ شاہد حدیثیں مختلف صحابیوں سے مروی ہوتی ہیں۔

اور:.....

دو یا دو سے زیادہ حدیثوں میں ''متابعت''.....موافقت.....مکمل بھی ہوتی ہے اور ناقص.....قاصر.....بھی۔

مکمل متابعت کی مثال:

ایک حدیث کی سند ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((رَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثًا))

''حماد بن سلمہ نے ایوب سے، انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے ایک حدیث روایت کی۔''

اب اگر یہی حدیث، اسی سند سے اس طرح مروی ہو کہ اس میں ''ایوب'' سے روایت کرنے والا ''حماد بن سلمہ'' کے علاوہ کوئی اور ہو تو یہ مکمل اور پوری ''متابعت'' ہوئی۔

لیکن اگر یہی حدیث اس طرح مروی ہو کہ اس میں ''محمد بن سیرین'' سے روایت کرنے والا ''ایوب'' کے علاوہ کوئی اور ہو یا ''ابو ہریرہ'' سے ''محمد بن سیرین'' کے علاوہ کوئی اور ہو تو یہ ''ناقص'' یا ''قاصر متابعت'' ہوئی۔

اور اگر یہی حدیث اسی سند سے اس طرح مروی ہو کہ اس میں نبی ﷺ سے اس کی روایت کرنے والا ابو ہریرہ کے علاوہ کوئی اور صحابی ہو تو اس کا نام ''استشہاد'' یا ''شہادت'' ہے۔

متابع کی مثال:

امام شافعی نے کتاب '' الأم '' میں اپنی سند سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:

((عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ))

''مالک سے روایت ہے، انہوں نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا جب تک چاند دیکھ نہ لو روزہ رکھنا شروع نہ کرو اور روزہ رکھنا بند نہ کرو، یہاں تک کہ اس کو دیکھ نہ لو۔ اور اگر ابر کی وجہ سے چاند تم پر مخفی ہو جائے تو تیس ۳۰ کی تعداد پوری کر لو۔''

اس حدیث کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ امام شافعی اس کی روایت میں منفرد ہیں اور یہ ان کے ''غرائب'' میں سے ایک ہے، لیکن تتبع کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کی روایت میں ان کا متابع بھی ہے اور شاہد بھی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث امام شافعی کے علاوہ عبداللہ بن مسلمہ نے بھی امام مالک سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:

((حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً ، فَلَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوْهُ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ))

[حدیث: ۱۹۰۷]

یہ متابعت کامل ہے۔ اسی طرح اس کی قاصر..... ناقص..... متابعت بھی موجود ہے جو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عاصم بن محمد کی سند سے نقل کی ہے:

((عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ:..... فَكَمِّلُوا ثَلَاثِيْنَ))

تو یہ متابعت قاصر..... ناقص..... ہے، کیونکہ اس کی سند کے تمام راوی امام شافعی کی روایت کردہ حدیث کی سند کے راویوں سے مختلف ہیں۔ صرف صحابی یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک ہیں۔ نیز متن حدیث میں " فَأَكْمِلُوا " کی جگہ " فَكَمِّلُوا " ہے۔

اور امام شافعی کی روایت کی شاہد وہ حدیث ہے جو امام النسائی نے سنن میں نقل کی ہے:

شاہد کی مثال:.....

((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُنَيْنٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ))

[حدیث: ۲۱۲۳]

''محمد بن حُنین سے روایت ہے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ رکھنا بند کرو اور اگر ابر کی وجہ سے تم سے چاند اوجھل ہو جائے تو تیس ۳۰ کی تعداد پوری کر لو۔''

تو یہ حدیث شاہد ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے اس کی روایت کرنے والے ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جبکہ پہلی حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اگر کوئی محدث کسی حدیث کے بارے میں یہ کہے: ((تَفَرَّدَ بِهِ فُلَانٌ أو تَفَرَّدَ بِهِ عَنْ فُلَانٍ)) اس کی روایت میں فلاں منفرد ہے یا فلاں سے اس کی روایت میں منفرد اور تنہا ہے تو اس قول سے اس کی مراد یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ یہ حدیث ''فرد مطلق'' ہے اور اس کا کوئی متابع نہیں۔ اب اگر اس حدیث کے منفرد راوی ہر طبقہ میں عدالت اور ضبط سے بہرہ ور تھے تو ان کی یہ منفرد روایت حجت ہے۔

لیکن اگر وہ عدالت اور ضبط میں قابلِ بھروسہ نہیں تھے، یا کسی ایک ہی طبقہ کا کوئی منفرد راوی عدالت اور ضبط میں قابل اعتبار نہ رہا ہو تو پھر ان کی روایت کردہ منفرد حدیث ''مردود'' ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے ''متابعت'' اور ''استشہاد'' کے باب میں ایک اہم نکتہ کا اضافہ کیا ہے:

''تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ بعض ایسے راویوں کی تنہا روایت متابع اور شاہد کے طور پر قبول کر لی جاتی ہے جن کا شمار ضعیفوں میں ہوتا ہے اور ان کی منفرد حدیث حجت نہیں مانی جاتی۔ اس طرح کے ضعیف راویوں کی مرویات صحیحین میں موجود ہیں، جو امام بخاری اور امام مسلم متابع اور شاہد کے طور پر لائے ہیں۔ لیکن ہر ضعیف راوی اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کی منفرد حدیث متابع اور شاہد بن سکے۔ یہی مراد ہے امام الدار قطنی کے اس قول کا جس کا ذکر انہوں نے ضعیف راویوں کے ذکر کے ضمن میں کیا ہے کہ: ((فَلَانٌ يُعْتَبَرُ بِهِ)) فلاں قابل اعتبار ہے۔ ((وَفُلَانٌ لَا يُعْتَبَرُ بِهِ)) اور فلاں نا قابل اعتبار ہے۔''

[مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۵۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

عقائد اور ایمانیات

اسلام میں عقائد اور ایمانیات کو روح اور جان کی حیثیت حاصل ہے، اگر عقائد درست نہ ہوں تو اعمال بیکار محض ہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا اور بے مثل ہے۔

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''کوئی بھی چیز اس کے مشابہ اور مانند نہیں ہے۔''

اسلام کے اس بنیادی اور لازمی عقیدے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان غیر اللہ کو واسطہ اور ذریعہ نہ بنائے اور دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں پر قیاس کر کے اس کا قرب حاصل کرنے، اس سے کچھ طلب کرنے یا اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کسی نبی، ولی، فرشتہ اور جن کو وسیلہ اور ذریعہ نہ بنائے، بلکہ جو کچھ اس سے مانگے براہِ راست مانگے اس سے دعا کرنی ہو تو براہِ راست کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾

''اے نبی! اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو بیشک میں قریب ہوں؛ جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔''

اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے، اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے اور آفات ومصائب سے نجات حاصل کرنے کے جو وسائل وذرائع کتاب وسنت کی روشنی میں جائز اور مقرر ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو وسیلہ بنا کر اور ان کے ذریعہ دعا مانگی جائے۔

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ ﴾ [الأعراف: ۱۸۰]

''اور اللہ ہی کے لیے ہیں اچھے نام، لہٰذا انہی کے ذریعہ اس کو پکارو۔''

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ عَبْدُكَ ، وَابْنُ عَبْدِكَ ، وَابْنُ اَمَتِكَ ، نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ كِتَابِكَ ، أَو عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ ، وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ ، وَذَهَابَ هَمِّیْ)) ❶

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے اندر تیرا ہی حکم جاری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ منصفانہ ہے، میں تیرے ہر اس نام سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تیرا ہے، جس سے تو نے اپنی ذات کو موسوم فرمایا ہے، یا اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے پاس علم غیب میں اس کو محفوظ کر رکھا ہے، تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے رنج کے دور ہونے اور میرے غم کے زائل ہونے کا ذریعہ بنا دے۔''

☆ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے کسی نام کے ذریعہ اُس سے دعا مانگی جائے۔ جیسے: '' يَا غَفُوْرُ إِغْفِرْلِیْ ، يَا رَحِيْمُ إِرْحَمْنِیْ '' وغیرہ۔

☆ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے کسی فعل کو وسیلہ بنا کر اس سے دعا کی جائے جیسا کہ ہم درود شریف میں کہتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ط))

''اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی۔''

☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کو وسیلہ اور ذریعہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ مثلاً یوں کہا جائے:

((اَللّٰهُمَّ بِاِيْمَانِیْ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ اَسْأَلُكَ))

''اے اللہ! میں تیرے اوپر اور تیرے رسول پر اپنے ایمان کے ذریعہ تجھ سے سوال کرتا ہوں۔''

❶ صحيح الترغيب والترهيب ، حديث : ۱۸۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اپنی حالت اور اپنے فقر و محتاجی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے۔ جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی تھی:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ۝ ﴾ [مریم: ۴]

''زکریا نے عرض کیا: اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر کے سارے بال سفید ہو گئے ہیں اور میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں رہا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کے انداز دعا پر غور کیجئے اپنی حالت اور ضعف و پیری کا ذکر تو کر دیا مگر کچھ مانگا نہیں کہ وہ ''علام الغیوب'' تو سب کچھ جانتا ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے الفاظ سورۃ القصص میں اس طرح آئے ہیں:

﴿ فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ ، فَقَالَ : رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ط ﴾

''اس نے دونوں لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا، پھر سایہ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا: اے میرے رب! جو خیر بھی تو نے مجھ پر نازل فرمائی ہے، میں اس کا محتاج ہوں۔''

تکان سے برا حال ہے، بھوک اور پیاس سے حالت غیر ہے مگر زبان پر مطلوبہ شئی کا ذکر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ خیر و بھلائی کا ذکر کر دینے پر اکتفا کر دیا کہ وہ سراپا رحمت و مہربانی تو ساری حالت سے واقف ہے ہی۔

۶۔ کسی نیک اور صالح بندے کی دعا کو وسیلہ بنانا بشرطیکہ وہ بقید حیات ہو، جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں کراتے تھے، اور آپ کی رحلت کے بعد جس کو افضل تصور کرتے یا مستجاب الدعا سمجھتے تھے اس سے دعائیں کراتے تھے، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقا کی دعا کرائی۔

۷۔ اپنے کسی نیک اور خالص لوجہ اللہ عمل کا ذکر کر کے اللہ سے دعا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کی جائے، جیسا کہ صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں ان تین آدمیوں کے قصہ میں مذکور ہے، جن کے اوپر کسی غار کا دہانہ بند ہو گیا تھا اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے خالص لوجہ اللہ عمل کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے غار کا دہانہ کھول دیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ غار سے سلامت نکل گئے۔

توسل یا وسیلہ بنانے کی یہ سات صورتیں اتنی تفصیل سے اس لیے بیان کردی ہیں تاکہ اس باب میں لوگوں میں زبان زد موضوع اور بے بنیاد روایات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

۱..... ((لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ ، قَالَ : يَا رَبِّ! أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِي، فَقَالَ اللّٰهُ : يَا آدَمُ! وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا ، وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ: يَارَبِّ! لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ ، رَفَعْتُ رَأْسِي ، فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى إِسْمِكَ إِلا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ۔ فَقَالَ اللّٰهُ : صَدَقْتَ يَا آدَمُ! إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ، أَدْعُنِي بِحَقِّهِ ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ))

''جب آدم سے گناہ سرزد ہوگیا تو کہا: اے میرے رب! میں محمد کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کردے۔ اللہ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد کو کس طرح جانا، میں نے تو اسے پیدا نہیں کیا ہے؟ عرض کیا: اے میرے رب! جب تو نے اپنے ہاتھ سے مجھے بنایا اور میرے اندر اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا، میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ)) تو مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب ترین مخلوق کا اضافہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم! تو نے سچ کہا۔ بیشک وہ میری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تو مجھے اس کے حق کا واسطہ دیکر پکار، بیشک میں نے تجھے معاف کردیا اور اگر محمدؐ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔''

یہ ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔ اس روایت کی سند اور متن دونوں موضوع ہیں۔

اس کی تخریج امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نے '' المستدرك ، ص: ٦١٥ ، ج: ٢ '' میں، حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر نے '' تاريخ دمشق ،ص: ٣٢٣ ، ج: ٢ '' اور ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی نے '' دلائل النبوة ، ص: ٤٨٨ ، ج: ٥ '' میں ابوالحارث عبداللہ بن مسلم الفہری کی سند سے کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْلَمَةَ: نَبَّأَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَرْفُوعًا))

''ہم سے اسماعیل بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے خبر دی۔''

امام الذہبی امام الحاکم کی تعقیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ روایت موضوع ہے اور عبدالرحمٰن بے حد ضعیف ہے اور عبداللہ بن مسلم الفہری کو میں نہیں جانتا کہ کون ہے؟''

امام البیہقی کا قول ہے:

''اس حدیث کی روایت میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔''

''حافظ کثیر نے '' **البدایۃ والنھایۃ** ،ص: ۳۲۳ ، ج: ۲ '' اور حافظ ابن حجر نے '' **لسان المیزان** '' میں البیہقی کی تائید کی ہے۔'' [الضعیفہ ، ص: ۸۹ ، ج: ۱]

حافظ ابن عبدالہادی الصارم المنکی '' ص: ۳۲ '' میں لکھتے ہیں:

''یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے، بلکہ بعض ائمہ حدیث نے اس کو موضوع بتایا ہے۔ اور اس کی سند حاکم سے عبدالرحمٰن بن زید تک صحیح نہیں بلکہ من گھڑت ہے۔'' [التوسل ، ص: ۱۱۰]

یہ تو اس روایت کی سند کا حال تھا، رہا اس کا متن تو وہ سند سے بھی زیادہ نکارت لیے ہوئے ہے۔ اس بے بنیاد روایت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بذاتِ خود اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگی، جبکہ قرآن یہ صراحت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا کے کلمات سکھائے تھے۔ '' **سورۃ البقرہ** ،آیت :۳۷ '' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی تھی وہ '' **سورۃ الأعراف** '' میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (23) ﴾

''(آدم اور حوا نے) کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کر ڈالا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔''

ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ من گھڑت روایت یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ آدم علیہ السلام پڑھنا جانتے تھے اور انہوں نے اپنے جسم میں روح پھونکے جانے کے بعد جب اپنی آنکھیں کھولیں تو، عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کلمہ طیبہ'' پڑھ لیا؟

اس جھوٹی روایت کے آخرت میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا سبب محمد ﷺ کا وجود بتایا گیا ہے، جبکہ قرآن پاک یہ صراحت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق زمین میں ''اپنے خلیفہ'' کی حیثیت سے کی ہے۔ [سورۃ البقرۃ: ۳۰]

۲..... ((تَوَسَّلُوا بِجَاهِيْ ، فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ))

''میری جاہ ومنزلت کو وسیلہ بناؤ، کیونکہ اللہ کے نزدیک میری جاہ ومنزلت بڑی عظیم ہے۔''

یہ بھی ایک جھوٹی اور بے اصل روایت ہے۔ یہ ان الفاظ میں بھی کتابوں میں ملتی ہے:

((إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ بِجَاهِيْ ؛ فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ))

''جب تم اللہ سے سوال کرو تو میری جاہ کو وسیلہ بنا کر سوال کرو اس لیے کہ اللہ کے نزدیک میری جاہ ومنزلت عظیم ہے۔''

حدیث کی کتابوں میں ان دونوں روایتوں کا ذکر نہیں ملتا، سوائے صوفیا کی کتابوں کے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ '' القاعدة الجليلة '' میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ نبی ﷺ کا مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے انبیاء اور رسولوں کے مرتبے اور مقام سے زیادہ عظیم اور بلند ہے، لیکن مخلوق کا درجہ اور مرتبہ خالق کے نزدیک ویسا نہیں ہے جیسا کہ مخلوق کا درجہ اور مرتبہ مخلوق کے نزدیک ہوتا ہے، کیونکہ خالق کے نزدیک کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتا، جبکہ مخلوق مخلوق کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکتی ہے، کیونکہ حصول مقصود میں دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے اور سفارش کرنے والا حصول مقصود میں اس کا شریک ہے، جس سے وہ سفارش کررہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ج لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿22﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط ﴾ [سبا: ۲۲، ۲۳]

''اے نبی! ان سے کہو پکارو ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھ بیٹھے ہو وہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں وہ آسمان وزمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہی ہے۔ اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی بجز اس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔''

[ص: ۱۳۲۔۱۵۰]

۳..... ((مَا وَسَعَنِیْ سَمَائِیْ وَلَا اَرْضِیْ ، بَلْ وَسَعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ))

''مجھے نہ میرا آسمان سمو سکا نہ میری زمین بلکہ میرے مؤمن بندے کے دل نے مجھے سمو لیا۔''

یہ ایک بے بنیاد اور من گھڑت روایت ہے، جس کا ذکر امام غزالی نے '' إحیاء علوم الدین :۳/۱۴'' میں کیا ہے اور اس میں '' اَللِّیْن الوَادِعُ '' کا اضافہ کر دیا ہے۔ اللین کے معنی ''نرم خو'' اور الوادع کے معنی صاحب التقرار کے ہیں۔ اس بے اصل روایت کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا جا سکتا ہے: ''میرا احاطہ نہ میرا آسمان کر سکا اور نہ میری زمین بلکہ میرے نرم خو اور صاحب استقرار بندے کے دل نے میرا احاطہ کر لیا۔''

حافظ ابو الفضل زید الدین العراقی نے '' المغنی عن الأسفار '' میں جو احیاء العلوم کے حاشیہ پر شائع کی گئی ہے۔ اس کو بے اصل بتایا ہے۔

دوسری جن کتابوں میں ''حدیث قدسی'' کے نام سے اس بے بنیاد روایت کو ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے چند کتابوں کے نام یہ ہیں: '' أحادیث القصاص '' تصنیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ''حدیث نمبر: ۱۔'' ''المقاصد الحسنة '' تصنیف حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی '' ص: ۳۷۳ '' ''مختصر المقاصد الحسنة '' تصنیف امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی ''حدیث نمبر: ۹۱۶'' اور ملا علی القاری کی کتاب '' الاسرار المرفوعة ، ص: ۳۱۰ ''

اس بے بنیاد روایت کے الفاظ اس بات پر بصراحت دلالت کرتے ہیں کہ یہ ان صوفیا کا قول ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات سمیت (نعوذ باللہ) اپنی مخلوق میں حلول کر گیا ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اس کو اسرائیلیات سے ماخوذ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس روایت کی نسبت نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور جس کا عقیدہ ہو کہ اللہ کی ذات لوگوں کے دلوں میں حلول کر گئی ہے وہ ان نصاریٰ سے بھی بڑا کافر ہے جو مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

یہاں یہ واضح رہے کہ نتائج کے اعتبار سے حلول اور وحدۃ الوجود میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اصطلاحی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلول کا مطلب ہے کہ وجود کی دو قسمیں ہیں ایک لاہوت (غیر مادی) اور دوسری ناسوت (مادی) اور نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے اجسام مادی میں حلول کر لیا ہے۔

رہا" وحدة الوجود " کا نظریہ تو یہ دو وجود کا قائل ہی نہیں ہے۔اس کا دعوی ہے:" لا موجود إلا الله " موجود تو صرف اللہ ہے۔

٤..... ((كُنتُ كَنزًا مَخفيًا لَا أُعرَفُ ، فَاَحبَبتُ أَن أُعرَفَ فَخَلَقتُ خَلقًا ، فَعَرَّفتُهُم بِي ، فَبِي عَرَفُونِي))

''میں ایک غیر معروف پوشیدہ خزانہ تھا، پس میں نے چاہا کہ جانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا جن کو اپنی معرفت بخشی اور انہوں نے میرے ذریعہ مجھے پہچانا۔''

یہ ایک موضوع عبارت ہے نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔اس عبارت کی کوئی ضعیف سند بھی نہیں ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔ [احادیث القصاص ، حدیث نمبر : ۳]

اس موضوع عبارت کو حافظ سخاوی نے " المقاصد الحسنة:۳۲۷ " میں امام زرقانی نے "مختصر المقاصد الحسنة "میں " حدیث نمبر:۷۷۷"ملا علی القاریؒ نے " الاسرار المرفوعة:۲۷۳ " میں اور حافظ سیوطی نے " الدر المنتثرة حدیث نمبر: ۳۳۰ " میں نقل کیا ہے۔

٥..... ((مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ))

''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

یہ حدیث نہیں ہے۔حافظ سخاوی "المقاصد الحسنة، ص:۱۹۸ " میں لکھتے ہیں:

''محدث ابو المظفر السمعانی نے فرمایا ہے کہ یہ عبارت نبی ﷺ کی حدیث کی حیثیت سے معروف نہیں ہے، بلکہ یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کے قول کی حیثیت سے بیان کی جاتی ہے۔اسی طرح امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت بطور حدیث کے ثابت نہیں ہے۔''

حافظ سیوطی نے " ذيل الموضوعات ، ص: ۲۰۳ " میں اس عبارت کے بارے میں امام نووی کا قول نقل کرنے کے بعد اس کی توثیق کی ہے۔اور " القول الأشبه ، ۲/ ۳۵۱ " میں خود یہ صراحت کی ہے:((هٰذَا الحَدِيث ليس بصحيح)) یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اس قول سے ان کی مراد یہ ہے کہ:''یہ حدیث نہیں ہے۔'' اور ملا علی القاری نے " الأسرار المرفوعة ،ص: ۸۳ " میں اس روایت کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:''یہ موضوع ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صاحب" القاموس المحیط "علامہ فیرزآبادی" الرد علی المعترضین علی الشیخ ابن عربی: ۲/۳۷" میں لکھتے ہیں:((مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ)) نبی ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے اگرچہ بہت سے لوگ حدیث کے طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ دراصل ''اسرائیلیات'' سے ماخوذ ہے۔ اور اس اسرائیلی قول سے مشابہ ہے:

((يَا إِنْسَانُ! اِعْرِفْ نَفْسَكَ تَعْرِفْ رَبَّكَ))

''اے انسان! اپنے آپ کو پہچان اپنے رب کو پہچان لے گا۔''

یہاں پر یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ادراک حسی اور طبعی طور پر نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت عقلی اور وجدانی ہے بایں معنی کہ انفس و آفاق میں بکھری ہوئی بے شمار آیات اور علامتیں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن تصوف کی کتابوں میں عرفان باللہ یا معرفت الٰہی وغیرہ الفاظ سے مراد اللہ تعالیٰ کی حسی معرفت ہے جو روحانی ریاضتوں کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ یہ معرفت اس دنیا میں محال ہے، لہٰذا اس طرح کے الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

٦..... ((تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ))

''اپنے اندر اللہ کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرو۔''

یہ ایک بے اصل اور باطل قول ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا قول مبارک نہیں ہے۔ اس کا ذکر حافظ سیوطی نے اپنی کتاب" تأييد الحقيقة العلية: ۱/۸۹ " میں کیا ہے، لیکن اس کا کوئی مصدر نہیں بتایا ہے۔ صوفیا نے اس قول کی یہ تاویل کر کے اس کو رواج دینے کی کوشش کی ہے:

((اِتَّصِفُوا بِالصِّفَاتِ الْمَحْمُوْدَةِ وَتَنَزَّهُوا عَنِ الصِّفَاتِ الْمَذْمُوْمَةِ))

''عمدہ صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرو اور بری صفات سے دور رہو۔''

لیکن مذکورہ عبارت کی یہ تاویل مردود ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے اس کی نسبت ہی صحیح نہیں ہے، تو پھر اس تاویل کی ضرورت ہی کیوں؟ اور یہ بات بداھۃً معلوم ہے اور کتاب وسنت کے نصوص اس کے شاہد بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بے مثل اور یکتا ہے۔

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔''

۷..... ((اَلْإِيْمَانُ مُثْبَتٌ فِي الْقَلْبِ كَالْجِبَالِ الرَّوَاسِيْ ، وَزِيَادَتُهُ وَنَقْصُهُ كُفْرٌ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایمان دل میں مضبوط پہاڑوں کی طرح ثابت ہے اور اس میں زیادتی اور کمی کفر ہے۔''

یہ ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے، جو کتاب وسنت کے صریح نصوص کے خلاف ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔

اس کی تخریج امام ابو حاتم محمد بن حبان البُستی نے '' کتاب الضعفاء :۲/۱۰۳ '' میں عثمان بن عبداللہ بن عمرو الأموی کے ترجمہ میں کی ہے۔ عثمان بن عبداللہ نے اس کی روایت حماد بن سلمہ سے اور اس نے ابوالمہزّم سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

''جب ثقیف کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ہم آپ کی خدمت میں یہ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ: ''کیا ایمان بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے؟'' تو اس موقع پر آپ نے یہ بات فرمائی: امام ابن حبان اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ''یہ روایت دراصل ابو مطیع البلخی نے حماد بن سلمہ کے نام سے گھڑی ہے جس کا سرقہ کر کے عثمان بن عبداللہ بن عمرو الأموی نے حماد بن سلمہ سے خود بیان کرنا شروع کر دیا۔ یہ شخص جب خراسان گیا تو وہاں اس نے امام مالک اور امام لیث بن سعد کے نام سے حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ اس کی مرویات کا لکھنا صرف ''اعتبار'' کے لیے جائز ہے۔''

[سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة للألباني ،ص: ١/٦٢٨]

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے '' الموضوعات: ۱/۱۳۱'' میں اس کو ابو مطیع البلخی کے طریقے سے امام الحاکم کی روایت سے نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ یہ ''موضوع'' ہے ابو مطیع الحکم بن عبداللہ کذاب تھا اور یہی حال ابو مُہزّم اب کا بھی تھا اور ان سے یہ روایت سرقہ کرنے والا عثمان بن عبداللہ بھی کذاب اور حدیثیں وضع کرنے والا تھا۔

اس روایت کے موضوع ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت سے ایمان میں کمی بیشی ثابت ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ﴾ [الأنفال: ٢]

''درحقیقت سچے اہل ایمان وہ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸..... ((مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ شَيْئٌ فِيْهِ فَضِيْلَةٌ ، فَاَخَذَ بِهِ إِيْمَانًا بِهِ وَرَجَاءَ ثَوَابِهِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ وإِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ)) [الضعيفه لِلألبانی ، حديث نمبر: ٤٥١]

''اگر کسی کو اللہ کی طرف سے ایسی چیز ملے جس میں فضیلت ہو اور وہ اس پر یقین کر کے اس کو اختیار کر لے اور اس سے ثواب کی امید رکھے تو اللہ اس کو وہ ثواب عطا فرمائے گا اگر چہ وہ چیز حقیقت میں اس کے خیال جیسی نہ ہو۔''

یہ ایک موضوع روایت ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اس کی تخریج ابن الأبار نے اپنی "معجم ، ص: ۲۸۱" میں ابو محمد الخلال نے "فضل رجب :۱۵/۲۰۱" میں، حافظ الخطیب البغدادی نے "تاریخ بغداد :۸/۲۹۶" میں اور محمد بن طولون نے "الأربعین :۱۵/۲" میں فرات بن سلمان اور عیسیٰ بن کثیر سے کی ہے۔ اور ان دونوں نے اس کی روایت ابو رجاء سے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً کی ہے۔

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے یہ روایت اسی سند سے "الموضوعات :۱/۲۵۸" میں نقل کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ: ''یہ صحیح نہیں ہے، ابو رجاء کذاب تھا۔'' حافظ سیوطی نے "اللآلی المصنوعة :۱/۲۱۴" میں اس روایت کی عدم صحت کے بارے میں امام ابن الجوزی سے اتفاق کیا ہے، اور لکھا ہے کہ: ''میں اس ابو رجاء کو نہیں جانتا۔'' حافظ سخاوی نے بھی "المقاصد الحسنة ،ص:۱۹۱" میں یہ صراحت کی ہے کہ: ''وہ اس کو نہیں جانتے۔'' یہی بات انہوں نے "القول البدیع ، ص:۱۹۷" میں بھی کہی ہے۔

مختصر یہ کہ یہ روایت دوسری جن سندوں سے بھی مروی ہے ان سب میں جھوٹے اور حدیثیں وضع کرنے والے راوی شامل ہیں۔

اس من گھڑت اور خود ساختہ روایت کو بنیاد بنا کر بعض بزرگوں نے ایسے اعمال کو جائز قرار دے دیا ہے، جن کی کتاب وسنت میں کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اگر ثواب کی نیت سے اس طرح کے غیر ثابت شدہ اعمال انجام دیئے جائیں تو وہ عند اللہ مقبول ہوں گے، حالانکہ ان بزرگوں کو بھی یہ بات معلوم ہوگی کہ کسی بھی عمل کے عبادت اور عند اللہ مقبول ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت سے ثابت ہو۔

۹..... ((مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ فَضْلٌ ، فَاَخَذَ بِذٰلِكَ الْفَضْلِ الَّذِیْ بَلَغَهُ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَلَغَهُ وَاِنَّ كَانَ الَّذِیْ حَدَّثَهُ كَاذِبًا))

''جس شخص کو اللہ کی جناب سے کوئی فضل ملے اور وہ اس کو اپنا لے تو اللہ اس کو فضل عطا کرے گا اگرچہ اس کا بیان کرنے والا جھوٹا ہو۔''

یہ موضوع روایت ہے جس کو حدیثیں گھڑنے والے کسی جھوٹے راوی نے وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دیا ہے، اس کا ذکر امام البغوی نے '' **حدیث کامل بن طلحه : ۱/۴** '' میں، حافظ ابن عبدالبر نے '' **جامع بیان العلم : ۱/۲۲** '' میں، ابواسماعیل السمر قندی نے '' **ماقرب سنده : ۱/۲** '' میں اور حافظ ابن عساکر نے '' **التحبر : ۲.۱/۴** '' میں عباد بن عبدالصمد عن أنس مرفوعًا کے طریقے سے کیا ہے۔

عباد بن عبدالصمد پر کذب بیانی اور وضع حدیث کا الزام تھا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: امام ابن حبان نے اس کو ''واہیات'' بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ عباد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایسا مجموعہ بیان کیا ہے جو پورے کا پورا موضوع ہے۔

اس موضوع روایت کی نکارت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں روایت حدیث میں کذب بیانی کو جائز قرار دیا گیا ہے جبکہ متواتر احادیث میں حدیثیں وضع کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

۱۰ ..... ((لَوِ اعْتَقَدَ اَحَدُكُمْ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهُ))

''اگر تم میں سے کوئی پتھر کے بارے میں بھی اعتقاد رکھے تو وہ اس کو نفع دے گا۔''

یہ ایک موضوع روایت ہے۔ جبکہ امام ابن تیمیہ نے صراحت کی ہے۔ ملا علی القاریؒ '' **الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة** '' میں لکھتے ہیں: علامہ ابن القیم نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''یہ عبارت بت پرستوں کی گھڑی ہوئی ہے جو پتھروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہیں۔'' اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ: ''یہ روایت بے بنیاد ہے۔'' [ص: ٦٦ بحواله سلسلة الأحاديث الضعيفه والموضوعة للألبانی : ٦٤٧/١]

۱۱ ..... ((اَلشَّيْخُ فِیْ بَيْتِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ قَوْمِهٖ))

''شیخ اپنے گھر میں وہی مقام رکھتا ہے جو مقام نبی اپنی قوم میں رکھتا ہے۔''

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی نے '' **الموضوعات : ۱۸۳/۱** '' میں اس موضوع روایت کو انہی الفاظ میں نقل کیا ہے، لیکن امام ابن تیمیہ نے '' **أحاديث القصاص ، ص: ٦٨** '' میں اس کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((الشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِيْ أُمَّتِهِ))

''شیخ کو اپنی قوم میں وہی مقام حاصل ہے جو مقام نبی کو اپنی امت میں حاصل تھا۔''

دوسری جن کتابوں میں اس موضوع حدیث کا ذکر آیا ہے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: '' میزان الاعتدال: ۶۳۲/۳ ، اللآلی الموضوعة :۱۵۳/۱ ، ۱۵۴ ، الاسرار المرفوعة :۲۲۹ ، ضعیف الجامع الصغیر ، حدیث نمبر: ۳۴۵۳ اور الضعیفة للألبانی ، حدیث نمبر : ۳۷۶۶ ''

امام ابن تیمیہ نے '' احادیث القصاص '' میں لکھا ہے کہ: ''یہ نبی ﷺ کا قول مبارک نہیں ہے، بلکہ عام لوگوں میں سے کسی شخص کا قول ہے۔''

اور اس کا مضمون اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ کسی ''صوفی'' کا گھڑا ہوا قول ہے جس کو اس نے نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے، کیونکہ اولیاء اللہ کے بارے میں اس طرح کا عقیدہ صرف صوفیا رکھتے ہیں، ان کے نزدیک ''اولیاء'' نہ صرف یہ کہ انبیاء کے مقام پر فائز ہوتے ہیں بلکہ وہ کائنات میں ''صاحب تصرف'' بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ سید احمد شہید کے ملفوظات پر مشتمل کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں اولیاء اللہ کے بارے میں جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

''عنایت غیبیہ اس کو چن کر اپنا خاص چیلہ بنا لیتی ہے، جس طرح با اقتدار بادشاہ اپنے بعض فرمانبرداروں کو تمام رعایا سے ممتاز کر کے اپنے لیے چن لیتے ہیں اور اس کو چیلۂ خاص کے لقب سے ملقب کرتے ہیں پس جس طرح چیلۂ خاص کو اپنے آقا کے سامان میں تصرف کی مطلق اجازت ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کی سلطنت کو اپنی سلطنت کہہ دیتا ہے، اس طرح یہ بلند مراتب و مناصب والے مجاز مطلق ہوتے ہیں۔ عالم مثال و شہادت میں تصرف کرنے کے لیے'' صراطِ مستقیم بحوالہ عہدِ حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح پر ایک نظر۔'' [ص: ۱۰۵]

اگر اولیاء اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ سید احمد شہید کا تھا تو پھر عام صوفیا کا عقیدہ کیا ہوگا اس کا اندازہ کر لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

اسی مضمون کی ایک دوسری موضوع حدیث ان الفاظ میں بھی ملتی ہے۔

۲..... ((الشيخُ في جَمَاعَتِهِ كَالنَّبِيِّ فِيْ قَوْمِهِ ، يَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ عِلْمِهِ وَيَتَأَدَّبُوْنَ مِنْ أَدَبِهِ))

''شیخ اپنی جماعت میں وہی درجہ رکھتا ہے جو نبی اپنی قوم میں رکھتا ہے۔ لوگ اس کے علم سے علم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرتے ہیں اور اس کے ادب سے ادب پاتے ہیں۔''

امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے '' مختصر المقاصد الحسنة '' میں اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ ''ص :۱۴۳ ، حدیث نمبر: ۵۶۸ '' اور ملا علی القاریؒ نے '' الاسرار المرفوعة : ۲۵۳ '' میں اس کو موضوع بتایا ہے۔

صوفیا کا دعویٰ ہے کہ ان کا ''تصور شیخ'' اس حدیث سے ماخوذ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کے الفاظ ہیں:

((اَلْمَرْءُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ)) ❶

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے کوئی اس شخص کو خوب پرکھ لے جس کو وہ دوست بنانا چاہے۔''

تو اس حدیث سے تصور شیخ کا وہ مفہوم نہیں نکلتا جو صوفیا کے یہاں پایا جاتا ہے۔ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر شخص اپنے ہم مذہب اور ہم مشرب سے دوستی کرتا ہے اس لیے جو کوئی کسی کو دوست بنانا چاہے وہ پہلے یہ دیکھ لے کہ اس کا مذہب اور عقیدہ کیا ہے؟

۲..... ((إِذَا حُدِّثْتُمْ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُوَافِقُ الْحَقَّ ، فَصَدِّقُوْهُ وَخُذُوا بِهٖ حَدَّثْتُ بِهٖ أَوْلَمْ أُحَدِّثْ))

''اگر میری نسبت سے تم سے کوئی حدیث بیان کی جائے جو حق کے مطابق ہو تو اس کو صحیح سمجھو اور اس کو لے لو، چاہے میں نے اس کو بیان کیا ہو یا بیان نہ کیا ہو۔''

یہ ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے جس کا ذکر حافظ سخاوی نے '' المقاصد الحسنة ، ص:۳۶ '' میں، امام الزرقانی نے '' مختصر المقاصد الحسنة ،حدیث نمبر: ۵۳ '' میں، حافظ سیوطی نے '' اللآلی المصنوعة : ۱/۲۱۳ '' میں اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے '' احادیث القصاص حدیث نمبر: ۵۱ '' میں ان الفاظ میں کیا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمْ عَنِّيْ حَدِيْثًا فَاعْرِضُوْهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ، فَإِنْ وَافَقَ فَارْوُوْهُ عَنِّيْ وَإِنْ لَمْ يُوَافِقْ فَلَا تَرْوُوْهُ عَنِّيْ))

''جب تم میری نسبت سے کوئی حدیث سنو، تو اس کو کتاب وسنت پر پیش کرو، پس اگر وہ ان کے

❶ مشکوٰة المصابیح ،ح: ۵۰۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق ہو تو اس کو میرے نام سے روایت کرو اور اگر مطابق نہ ہو تو میرے نام سے اس کی روایت مت کرو۔"

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے " الرسالة ، ص: ۱۷۰، فقره نمبر: ۵۳ " میں یہ حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے:

((مَا جَاءَكُمْ عَنِّيْ فَاعْرِضُوْهُ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ ، فَمَا وَافَقَهُ فَأَنَا قُلْتُهُ وَمَا خَالَفَهُ فَلَمْ أَقُلْهُ))

"جو بات میری نسبت سے تمہارے پاس آئے تو اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کرو پس جو بات کتاب اللہ کے مطابق ہو وہ تو میں نے کہی ہے اور جو بات کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ میں نے نہیں کہی ہے۔"

ان تمام الفاظ میں یہ روایت موضوع ہے جس کے موضوع ہونے یا کم از کم منکر ہونے پر تقریباً ائمۂ حدیث کا اتفاق ہے۔

اس حدیث کی سند اور متن دونوں نا قابل اعتبار ہیں، کیونکہ اس میں کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں ہے کہ نبی ﷺ سے اس کی نسبت صحیح ہے بلکہ یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ اس کا مضمون "حق" یا اللہ کی کتاب کے مطابق ہے یا نہیں اگر وہ کتاب اللہ یا "حق" کے مطابق ہے تو پھر وہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ اس موضوع اور من گھڑت روایت کی بنیاد پر ایسی بے شمار روایتوں کو یہ کہہ کر قبول کر لیا گیا ہے کہ ان کا مضمون صحیح ہے۔ یا وہ اللہ کی کتاب کے مطابق ہیں۔ یا وہ اسلامی روح اور مزاج کے خلاف نہیں ہیں وغیرہ۔

سوال یہ ہے کہ حق کیا ہے؟ کیا حق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کے علاوہ کچھ اور ہے؟ آج مسلمانوں کے اندر ایسے کتنے اعمال عبادات اور تزکیۂ نفس کے نام سے رواج پا چکے ہیں جن کی کوئی سند اور اصل کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔ مگر ان کو یہ کہہ کر رواج دیا جا رہا ہے کہ تجربے سے یہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یا ان سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے یا وہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

حافظ ابن عبد البر نے " جامع العلم وفضله : ۱۹۱/۲ " میں بڑی دلچسپ بات لکھی ہے، فرماتے ہیں: "اہل علم نے اس حدیث کی یہ کہہ کر مخالفت کی ہے، ہم سب سے پہلے اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کرتے ہیں اور اس کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہیں، چنانچہ جب ہم نے اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کیا تو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کتاب اللہ کے خلاف پایا اور وہ اس طرح کہ اللہ کی کتاب میں ہمیں کہیں بھی ایسا کوئی حکم نہیں ملا کہ رسول اللہ ﷺ کی صرف وہی حدیث یا صرف وہی ارشاد قبول کیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق ہو بلکہ اس کے برعکس کتاب اللہ میں تو ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلیں، آپ کو اپنے لیے نمونہ بنائیں اور آپ کی مطلق اطاعت کریں۔ اسی طرح قرآن ہمیں کسی بھی حال میں آپ کی مخالفت سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔''

اور امام ابن حزم '' الإحكام فی اصول الأحكام: ۲/۷۹ '' میں لکھتے ہیں: جب ہم نے اس حدیث کو قرآن پر پیش کیا تو قرآن کو اس کے خلاف پایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

﴿ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ [الحشر: ۷]

''اور رسول جو کچھ تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔''

اسی طرح ہم قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی پاتے ہیں:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ﴾ [النساء: ۸۰]

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔''

اور قرآن ہی میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا یہ فرض منصبی بیان فرمایا ہے کہ آپ قرآن کے شارح اور مفسر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۚ ﴾ [النحل: ٤٤]

''ہم نے تمہارے پاس ذکر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے لیے اس تعلیم کو بیان کردو جو ان کے پاس اتاری گئی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن رسول اللہ ﷺ پر اس لیے نازل فرمایا ہے تاکہ آپ اپنے قول و فعل سے اس میں موجود شرعی احکام کو لوگوں کے سامنے واضح کردیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ تفسیر و تشریح ہمیشہ اصل سے زائد ہوتی ہے جس کو اس موضوع روایت کی بنیاد پر یہ کہہ کر رد کیا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ کی فلاں اور فلاں تفسیر قرآن کے خلاف ہے۔ اور یہ کوئی مفروضہ نہیں ہے بلکہ فعلاً ایسا کیا بھی گیا ہے اور بہت سے لوگوں نے بہت سی ایسی صحیح احادیث کا اس لیے انکار کردیا ہے کہ وہ ان کے ''زعم باطل'' میں قرآن کے خلاف ہیں۔ اور دلیل میں انہی موضوع روایات کو پیش کیا ہے، اس طرح اہل بدعت نے ان موضوع روایات کا سہارا لے کر دین میں نئی نئی عبادتوں کا اضافہ کردیا اور منکرین حدیث نے جس حدیث کا جامعایہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ کر رد کر دیا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ اس گمراہی کا پردہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ''الرسالہ'' میں ایک ایک کر کے چاک کیا ہے اور دلائل و براہین کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ کے بغیر نہ تو فہم قرآن ممکن ہے اور نہ اس کی تعلیمات اور احکام پر عمل ہی ممکن ہے۔

١٤ ..... ((إِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُوْرُ فَعَلَيْكُمْ بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ ، أَوْ فَاسْتَغِيْثُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ))

''جب تمہارے معاملات تمہیں عاجز و درماندہ بنا دیں تو اہل قبور کا سہارا لو، یا اہل قبور سے فریاد کرو۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جھوٹ اور رسول اللہ ﷺ پر افترا قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کا اس کے موضوع ہونے پر اتفاق ہے۔ '' الفتاویٰ: ۱۱/ ۲۹۳ '' اور ائمہ حدیث میں سے کسی بھی امام نے اپنی کتاب میں اس کی روایت نہیں کی ہے اور نہ مستند کتب حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

اس کے باوجود صوفیا اور قبر پرستی کے داعی مصنفین کی کتابوں میں اس کا بڑا ذکر ملتا ہے اور اس کی بنیاد پر لوگوں کو قبروں کی زیارت کرنے اور اہل قبور سے مرادیں مانگنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ موضوع حدیث بعض کتابوں میں ان الفاظ میں بھی ملتی ہے:

((إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ))

''اگر تمہیں اپنے معاملات میں حیرانی لاحق ہو جائے تو اہل قبور سے مدد طلب کرو۔''

یہ بھی موضوع اور نبی ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے، جبکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے '' اقتضاء الصراط المستقیم ، ص: ۳۷۲ '' میں صراحت کی ہے، اس کی روایت ابن کمال باشا نے ''الاربعین'' میں کی ہے۔ [بحواله كشف الخفاء و مزيل الإلباس : ١/ ٨٨]

یہ دونوں موضوع روایتیں اپنے مضمون کے اعتبار سے اسلام کے عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہیں۔ جس عقیدہ کا اقرار ہر مسلمان اپنی نمازوں میں ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ''اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد کے طالب ہیں۔'' کہہ کر کرتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آ جاتا تھا تو آپ نماز کا سہارا لیتے تھے۔

((عَنْ حُذَيْفَةَ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى)) [1]

---

[1] ابو داؤد ، ح: ١٣١٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: جب نبی ﷺ کو کوئی اہم مسئلہ پیش آ جاتا تھا تو آپ نماز پڑھتے تھے۔''

اسلام میں زیارتِ قبر کی اجازت صرف اس غرض کے لیے دی گئی ہے کہ اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق آخرت یاد آتی ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ : زَارَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ ﷺ : اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ أَن اَسْتَغْفِرَلَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ ، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِيْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِيْ ، فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ ، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتُ)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: نبی ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی تو خود روئے اور اپنے پاس کے لوگوں کو رلایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو میرے رب نے مجھے اس کی اجازت دے دی، پس قبروں کی زیارت کرو، کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔''

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ، فَزُوْرُوْهَا ، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ ، فَمَنْ أَرَادَ أَن يَزُوْرَ فَلْيَزُرْ ، وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا)) ❷

''میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے روک دیا تھا، پس قبروں کی زیارت کرو، اس لیے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں، پس جو زیارت کرنا چاہے زیارت کرے اور بری بات مت کہو۔''

باطل اور مشرکانہ باتوں کو '' هُجر '' کہتے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ '' المجموع: ۳۱۰/۵ '' میں لکھتے ہیں:

''الْهُجْرُ غلط اور باطل بات کو کہتے ہیں، عہد جاہلیت سے قریب زمانے میں مسلمانوں کو قبروں کی زیارت سے روک دیا گیا تھا، کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ وہ اس موقع پر شاید زمانۂ جاہلیت کی مشرکانہ باتیں زبان سے نکالیں، لیکن جب اسلامی اصول مستحکم ہو گئے، اس کے احکام کا سمجھنا آسان ہو گیا اور اسلام کی پہچان عام ہو گئی، تو ان کو قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔

❶ صحيح مسلم ح : ٢٢٥٩ ❷ صحيح مسلم : ٢٢٦٠ ،مسند أحمد: ٣٥٠/٥ ، النسائي ، ح: ٢٠٣٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشادِ مبارک سے احتیاط برتنے کی بھی تلقین فرمادی: ((وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا)) یعنی ''قبروں کی زیارت چاہو تو کرو، مگر وہاں زبان سے بری باتیں مت نکالنا۔''

اور قبروں پر جا جا کر اہل قبور سے فریادیں کرنے اور ان سے مدد طلب کرنے سے زیادہ بری بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس طرح کی باتیں تو ''شرک اکبر'' ہیں۔

اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اپنی حیات پاک کے آخری لمحات میں اہل کتاب پر لعنت بھیجی کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: " لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ " قَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْلَا ذَالِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ ، خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا ، وَفِي رِوَايَةٍ: لَعَنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا)) [1]

''نبی ﷺ نے اپنے اس مرض میں جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے، فرمایا: ''یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنا انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر نمایاں کر دی جاتی، آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اس کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

قبر پرستی اور غیر اللہ کو وسیلہ بنانے کی بیماری میں چونکہ سب سے زیادہ احناف مبتلا ہیں، خاص طور پر برصغیر میں اس لیے میں اس مسئلے میں مختصراً ائمہ احناف کے اقوال نقل کر دینا چاہتا ہوں تاکہ قارئین کرام کو یہ معلوم ہو جائے کہ برصغیر کے احناف چاہے وہ علماء ہوں یا عوام جن مشرکانہ اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کو صحیح تصور کرتے ہیں، ان کے ائمہ ان سے بری ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصنی المعروف بعلاء الدین الحصکفی اپنی مشہور کتاب '' الدر المختار : ۶۳۰/۲ '' میں لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے: کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ سے اس کے

[1] متفقه عليه ، صحيح بخاري ح: ٤٤٤١ ـ ٤٤٤٣، صحيح مسلم : ٥٣١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا کسی اور ذریعہ سے دعا کرے اور دعا کے جس طریقے کی اجازت دی گئی ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ ﴾ [الأعراف: ۱۸۰]

''اللہ ہی کے لیے ہیں اچھے نام، لہٰذا انہی ناموں سے اس کو پکارو۔''

اور فقہ حنفی کی مشہور اور مستند کتاب '' فتاویٰ عالمگیری: ۵/۲۸۰ '' میں ہے:

''القدوری (ابو الحسن احمد بن محمد بن جعفر بن حمدان الفقیہہ) نے اپنی عظیم کتاب '' شرح الکرخی ، باب الکراهة '' میں لکھا ہے: ''بشر بن الولید نے کہا: ہم کو ابو یوسف نے خبر دی کہ ابو حنیفہ نے کہا: کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ کو اس کے سوا کسی اور کے ذریعہ سے پکارے اور میں دعا کرنے والے کے لیے یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ وہ کہے: تیرے عرش کے مقام عزت کے ذریعہ یا تیری مخلوق کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، یہ ابو یوسف کا قول ہے۔ ابو یوسف کہتے ہیں: ((مَعقد العز من عرشه هو الله)) اس کے عرش کا مقام عزت ہی اللہ ہے۔ اس لیے اس کو وسیلہ اور واسطہ بنانے کو میں مکروہ نہیں سمجھتا۔ البتہ اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی یہ کہے: فلاں کے حق، یا تیرے انبیاء اور رسولوں کے حق، یا البیت الحرام کے حق اور المشعر الحرام کے حق کے ذریعہ یا واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ القدوری فرماتے ہیں: اللہ کی مخلوق کے ذریعہ سے اللہ سے سوال کرنا (المسألة بخلقه) جائز نہیں ہے کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔''

اس ضمنی بحث میں اتنی تفصیل کافی ہے ورنہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ تمام جلیل القدر ائمہ فقہ رحمہم اللہ غیر اللہ کو وسیلہ بنانے کو حرام اور ناجائز مانتے تھے اور اس مسئلے میں ان کا عقیدہ وہی تھا جو ائمہ حدیث کا عقیدہ تھا اور تا ہنوز ہے۔ [بحواله التوسل ، انواعه وأحكامُهُ للمحدّث الالبانیؒ ، ص: ٤٦، ٤٧]

۱۵..... ((لِكُلِّ شَيْءٍ أُسٌّ ، وَأُسُّ الإِيْمَانِ الوَرَعُ ، وَلِكُلِّ شَيءٍ فَرْعٌ وَفَرْعُ الإِيْمَانِ الصَّبْرِ وَلِكُلِّ شَيءٍ سِنَامٌ وَسِنَامُ هٰذِهِ الأُمَّةِ عَمِّي العَبَّاسُ وَلِكُلِّ شَيءٍ سِبْطٌ وَسِبْطُ هٰذِهِ الأُمَّةِ حَبِيْبَايَ الحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ جِنَاحٌ وَجِنَاحُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَلِكُلِّ شَيءٍ مِجَنٌّ وَمِجَنُّ هٰذِهِ الأُمَّةِ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور ایمان کی بنیاد پرہیز گاری ہے۔ اور ہر چیز کی ایک شاخ ہوتی ہے اور ایمان کی شاخ صبر ہے، اور ہر چیز کی ایک چوٹی اور بلندی ہوتی ہے اور اس امت کی چوٹی میرے چچا عباس ہیں اور ہر چیز کے نواسے ہوتے ہیں اور اس امت کے نواسے میرے دونوں پیارے حسن اور حسین ہیں اور ہر چیز کا بازو ہوتا ہے اور اس امت کا باز ابوبکر اور عمر ہیں اور ہر چیز کے لیے ایک ڈھال ہوتی ہے اور اس امت کی ڈھال علی بن ابی طالب ہیں۔''

یہ موضوع روایت ہے نبی ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔ اس کی تخریج حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکر نے '' تاریخ دمشق :۸/ ۴۷۱ '' میں، حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی کے طریقے سے اور الخطیب البغدادی نے '' تاریخ بغداد '' میں اس کو اس سے سند سے نقل کیا ہے:

''ابراہیم بن الحکم بن ظہیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ عطاء بن ابی رباح سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔''

الخطب البغدادی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''الحکم بن ظہیر نا قابل اعتبار ہے۔''

حافظ صالح جزرہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

''الحکم بن ظہیر حدیثیں وضع کرتا تھا۔''

امام بخاری نے ابن ظہیر کو متروک قرار دیا ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''الحکم بن ظہیر کذاب تھا۔''

محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الحکم بن ظہیر کا بیٹا ابراہیم اپنے باپ سے بہتر نہیں تھا، امام ابوحاتم نے اس کو کذاب قرار دیا ہے۔''

حافظ سیوطی نے یہ موضوع حدیث '' ذیل الموضوعات ، ص: ۵۳ '' میں نقل کی ہے اور ابن عراق نے ''تنزیه الشریعة:۲/ ۱۲۲ '' میں۔

[بحواله سلسلة الأحاديث الضعيفه: ٤/ ٣٨٥، ٣٨٦]

١٦ ..... ((حب الوَطَنِ مِنَ الإيمَانِ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وطن کی محبت ایمان کا ایک حصہ ہے۔''

موضوع ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔

محدّث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شرعی حیثیت سے اس موضوع حدیث کا مفہوم صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وطن کی محبت اپنے آپ سے محبت کرنے یا مال کی محبت کے قبیل سے ہے، جس کا تعلق انسان کی طبیعت سے ہے اور اس طرح کی چیزوں سے محبت کی بنیاد پر انسان مدح وستائش کا مستحق نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ یہ لوازم ایمان سے تعلق نہیں رکھتی، بلکہ اس محبت میں مومن وکافر برابر ہیں۔''

[الضعيفة: ۱/ ۱۱۰]

۱۷ ..... ((حَسَنَاتُ الأَبْرَارِ سَيِّئَاتِ المقربينَ))

''نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔''

یہ ایک باطل اور بے بنیاد قول ہے جس کی کوئی موضوع سند بھی نہیں ہے۔ امام غزالی نے '' اِحیاء العلوم: ۴/ ۴۴ '' میں اس کو ((قَالَ القَائِل الصّادق))''ایک سچ کہنے والے نے کہا ہے'' کے تحت نقل کیا ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ '' الضعيفة: ۱/ ۲۱۶ '' میں فرماتے ہیں:

''لگتا ہے کہ امام غزالی نے یہ قول حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے اسی وجہ سے حافظ زین الدین عراقی نے اس کی تخریج بھی نہیں کی ہے، بلکہ اس کو ابوسعید الخراز الصوفی کے قول کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ اور امام ابوالفرج ابن الجوزی نے انہی ابوسعید الخراز الصوفی کے حوالہ سے '' صفوة الصفوة: ۲/ ۱۳۰ '' میں اور حافظ ابن عساکر نے '' تاريخ دمشق '' میں ابو سعید الخراز الصوفی کے ''ترجمہ'' کے ضمن میں اسے نقل کیا ہے، جیسا کہ '' كشف الخفاء و مزيل الالباس: ۱/ ۳۵۲ '' میں صراحت ہے۔'' حافظ ابن عساکر نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

((وَعَدَّهُ بَعْضُهُمْ حَدِيثًا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ))

''بعض علماء نے اس کو حدیث شمار کیا ہے لیکن یہ حدیث نہیں ہے۔''

علامہ ناصر الدین البانی آگے لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ قول اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو نیکی ہے وہ کبھی برائی نہیں بن سکتی قطع نظر اس کے کہ اس کا کرنے والا کون ہے۔ اعمال کے درجات تو مسلم ہیں، مگر کسی کی نیکی دوسرے کے لیے برائی بن جائے ایک غیر معقول چیز ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے '' مجموع الفتاوی: ۸/ ۳۸۳ '' میں اس قول کے بارے میں لکھا ہے:

''یہ کسی ایسے شخص سے منقول نہیں ہے جس کا قول دلیل ہو؛ نہ نبی ﷺ سے اور نہ امت کے اسلاف اور ائمہ سے بلکہ یہ کسی عام آدمی کا قول ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے اور اس کو فاسد معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔''

۱۸ ..... ((اَلدِّیْنُ هُوَ الْعَقْلُ ، وَمَنْ لَا دِیْنَ لَهُ ، لَا عَقْلَ لَهُ))

''دین ہی عقل ہے، اور جس کا کوئی دین نہیں ہے اس کو عقل بھی نہیں ہے۔''

یہ ایک باطل اور بے اصل روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔

اس کی تخریج امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی نے '' الکنی '' میں اور انہی کے واسطہ سے حافظ ابوبشر محمد بن احمد الدولابی نے '' الکنی والاسماء: ۲/ ۱۰۴ '' میں اس سند سے کی ہے:

''ابو مالک بشر بن غالب بن بشر بن غالب سے روایت ہے انہوں نے زہری سے روایت کی، انہوں نے مجمع بن جاریہ سے اور انہوں نے اپنے چچا سے مرفوعاً روایت کی۔''

الدولابی کی سند میں پہلا جملہ ((الدین هو العقل)) نہیں ہے۔ امام نسائی نے لکھا ہے:

((هٰذَا حَدِیْثٌ بَاطِلٌ مُنْکَرٌ)) ''یہ باطل اور منکر حدیث ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں '' الضعیفة : ۱/ ۵۳ '' اس حدیث کی آفت بشر ہے، کیونکہ وہ مجہول الحال ہے جیسا کہ حافظ ابوالفتح محمد ابن الحسین الازدی نے صراحت کی ہے اور امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی نے '' میزان الاعتدال '' میں اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے '' لسان المیزان '' میں ان کی اس بات کی توثیق کی ہے۔

اور امام حارث بن ابی اُسامہ نے اپنی '' مسند ،ق ، ص: ۱۱۰ '' میں اور '' زوائد المسند : ۱/ ۱۰۴ '' میں داؤد بن المُحَبَّر کی سند سے عقل کی فضیلت میں تیس ۳۰ سے زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں، جن کو حافظ ابن حجر نے ''موضوع'' قرار دیا ہے، انہی میں سے ایک یہ زیر بحث باطل حدیث بھی ہے، جیسا کہ حافظ سیوطی نے '' ذیل اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة ، ص: ۱۰۴ '' میں صراحت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور انہی کے حوالہ سے علامہ محمد طاہر الفتنی الہندی نے " تذکرة الموضوعات ، ص: ۲۹، ۳۰ " میں اسے نقل کیا ہے۔

یاد رہے کہ عقل کے فضائل سے متعلق کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے، جیسا کہ علاوہ ابن القیم نے "المنار: ۲۵" میں لکھا ہے:

۱۹ ..... ((بَكَى شُعَيْبٌ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حُبِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰى عَمِيَ ، فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ وَأَوْحَى اِلَيْهِ : يَا شُعَيْبُ! مَاهٰذَا الْبُكَاءُ؟ أَشَوْقًا اِلَى الْجَنَّةِ أَم خَوْفًا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: إِلٰهِيْ وَسَيِّدِيْ! أَنْتَ تَعْلَمُ مَا أَبْكِيْ شَوْقًا اِلَى جَنَّتِكَ وَلَا خَوْفًا مِنَ النَّارِ وَلٰكِنْ اِعْتَقَدْتُ حُبَّكَ بِقَلْبِيْ ، فَاِذَا نَظَرْتُ اِلَيْكَ فَمَا أُبَالِيْ مَا الَّذِيْ صُنِعَ بِيْ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَيْهِ: يَا شُعَيْبُ! اِنْ يَكُ ذٰلِكَ حَقًّا فَهَنِيْئًا لَكَ يَا شُعَيْبُ وَلِذَالِكَ اَخْدَمْتُكَ مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ كَلِيْمِيْ))

"نبی شعیب علیہ السلام اللہ عزوجل کی محبت میں اس قدر روئے کہ اندھے ہو گئے، پس اللہ نے انہیں ان کی بینائی واپس کر دی اور ان کو بذریعہ وحی مخاطب بنا کر فرمایا: اے شعیب! یہ گریہ وزاری کیا ہے؟ آیا جنت کے شوق میں یا جہنم کے خوف سے؟ عرض کیا: اے میرے معبود اور میرے آقا! آپ کو تو یہ معلوم ہے کہ میں آپ کی جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے نہیں رو رہا ہوں، بلکہ میں نے آپ کی محبت کو اپنے دل میں مضبوطی سے بسا لیا ہے اور جب میں آپ کی طرف نظر کرتا ہوں تو پھر مجھے اس کوئی پروا نہیں ہوتی کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اس پر اللہ عزوجل نے ان کو وحی کی اور فرمایا: اے شعیب! اگر یہ سچ ہے تو پھر تمہیں میری ملاقات مبارک ہو۔ اے شعیب! تمہاری اسی محبت کی وجہ سے میں نے اپنے ہم کلام موسیٰ بن عمران سے تمہاری خدمت کرائی۔"

سند کے اعتبار سے یہ بیحد ضعیف اور کمزور اور متن کے اعتبار سے منکر روایت ہے۔

اس کی تخریج حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی نے " تاریخ بغداد: ۳۱۵/۶ " میں اس سند سے کی ہے:

"ہم کو ابوسعد نے اپنے حافظہ سے خبر دی، کہا: مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابو عبداللہ محمد بن اسحاق الرملی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوالولید ہشام بن عمار نے بیان کیا، کہا: ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اسماعیل بن عیاش نے بحیر بن سعید کے واسطہ سے انہوں نے خالد بن معدان سے اور انہوں شداد بن اوس سے روایت کرتے ہوئے مرفوعاً بیان کیا۔''

حافظ الخطیب البغدادی نے یہ حدیث ابوسعد مذکور کے ترجمے کے ضمن میں نقل کی ہے اور اس کا نام اسماعیل بن علی بن الحسن بن بندار الواعظ الأسترابادی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے:

''وہ ہمارے پاس بغداد میں، حج پر جاتے ہوئے آیا، جہاں میں نے اس سے ایک ایسی مسند حدیث سنی جو منکر تھی۔ وہ روایت حدیث میں قابل اعتماد نہیں تھا۔ الخطیب البغدادی نے ابوسعد کی عدم ثقاہت کی دلیل کے طور پر یہ زیر بحث حدیث پیش کی۔''

یہی حدیث حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں الخطیب البغدادی کے طریقے سے روایت کی ہے، اس کے بعد لکھا ہے:

''اس کی روایت الواحدی نے ابوالفتح محمد بن علی الکوفی سے، انہوں نے علی بن الحسن بن بندار سے کی ہے، جس طرح اس کی روایت ان کے بیٹے اسماعیل نے ان سے کی ہے، لہٰذا اسماعیل اس جھوٹی روایت کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوگیا۔

حافظ ابن عساکر کی اس وضاحت کے بعد اس حدیث کی روایت کا ملزم تنہا اسماعیل کا باپ علی بن الحسن قرار پاتا ہے جس کو امام ذہبی کے بقول امام حافظ محمد بن محمود بن النجار نے ضعیف لکھا ہے۔

اور ابومحمد عبدالعزیز بن محمد النخشبی نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

''اس نے جارود سے جو یونس بن عبدالاعلی اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایت کیا کرتا تھا، روایت کی ہے پھر علی بن الحسن نے اس کی روایت '' عن الجارود عن هشام بن عمار '' سے کردی ہے، اس طرح اس نے اس کے نام سے وہ جھوٹی روایت کردی جس کے ارتکاب کی اس کو جرأت نہیں تھی۔ لہٰذا علی بن الحسن سے حدیث کی روایت صرف اظہار تعجب کی غرض سے جائز ہے۔''

رہا سند کا دوسرا راوی، محمد بن اسحاق الرملی تو وہ غیر معروف ہے اور صرف اسی سند میں اس کا ذکر آیا ہے اور حافظ ابن عساکر نے اس کے ''ترجمہ: ۱۵/۳۵'' میں ایک دوسری حدیث ہشام بن عمار کے واسطہ سے نقل کی ہے، لیکن اس کی جرح وتعدیل کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے، لہٰذا وہ مجہول الحال ہے۔

اب رہا اس حدیث کا متن خاص طور پر اس کا یہ فقرہ ((مَا أبكي شَوقًا إلَى جَنَّتِكَ وَلَا خَوفًا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ النَّارِ)) تو اس پر من گھڑت ''صوفیانہ عشقِ الٰہی'' کی گہری چھاپ نظر آتی ہے، جو مشہور صوفی خاتون ''رابعہ عدویہ'' کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ تصوف کی کتابوں میں ان کی مناجات کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

((رَبِّ! مَا عَبَدْتُكَ طَمَعًا فِيْ جَنَّتِكَ وَلَا خَوْفًا مِنْ نَارِكَ))

''میرے پروردگار! میں نے تیری عبادت تیری جنت کی خواہش اور تیری جہنم کے خوف سے نہیں کی ہے۔''

حالانکہ اس طرح کا کلام اس شخص کی زبان سے جاری ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت سے محروم ہے اور اس کی عظمت و جلال کا احساس نہیں رکھتا اور نہ اس کی بخشش و کرم کا اس کو یقین ہے ورنہ وہ اس کی عبادت، اس کے پاس دائمی نعمتوں کی طمع اور خواہش میں کرتا، کیونکہ کتاب وسنت میں اللہ کے صالح بندوں کی جو صفات بیان ہوئی ہیں، ان میں بے شمار موقعوں پر جنت کی طلب اور جہنم سے نجات کی التجاؤں کا تذکرہ ملتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب عزیز میں اہل ایمان کو حصول جنت کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسَارِعُوْا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿132﴾ ﴾ [آل عمران: ۱۳۳]

''اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کے حصول کے لیے دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ الفرقان'' میں اپنے مؤمن اور صالح بندوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ وہ ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ ﴾

''اور وہ لوگ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ بیشک اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔''

اور صحیح احادیث میں بھی یہ مضمون بڑی کثرت سے بیان ہوا ہے اور بعض ماثور دعاؤں میں جہنم سے پناہ مانگنے کا خصوصیت سے ذکر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نا قابل اعتبار حدیث کے متن کی ایک نکارت یہ بھی ہے کہ اس میں مدین کے ان صالح بزرگ کو حضرت شعیب علیہ السلام قرار دیا گیا ہے جن کے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اترے تھے اور ان کی بیٹی سے عقد نکاح کے بدلے ان کی آٹھ سال خدمت کی تھی، جبکہ قرآن پاک یا صحیح احادیث میں ان بزرگ کے نام کی صراحت نہیں کی گئی ہے اور فی الواقع وہ حضرت شعیب علیہ السلام ہو بھی نہیں سکتے، اگر چہ بعض مفسرین نے ان کو حضرت شعیب علیہ السلام ہی لکھا ہے، جس کی دلیل ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کا تعلق مدین سے تھا، ورنہ ایسے متعدد اسباب ہیں جو ان کے حضرت شعیب علیہ السلام ہونے سے انکار کرتے ہیں، جن کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ صرف یہ کہ مطلوب ہے بلکہ ایمان کی جان ہے، مگر یہ محبت صوفیا کے عشقِ الٰہی سے قطعاً مختلف ہے۔ اسلام میں اللہ اور رسول سے جو محبت مطلوب ہے وہ عقائدی، ایمانی اور عقلی محبت ہے، جبکہ عشق الٰہی خیالی اور جذباتی محبت ہے، جس کا ماخذ اسلام نہیں بلکہ ہندوازم، بدھ ازم اور عیسائیت ہے۔ اور تصوف کا نظریاتی ڈھانچہ اور عملی طریقہ بڑی حد تک انہی تینوں مذاہب کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

۲۰..... ((الأَبْدَالُ فِي هٰذِهِ الأُمَّةِ ثَلاَثُوْنَ ، مِثْلُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَكَانَهُ رَجُلاً))

''اس امت میں ابدال تیس ۳۰ ہیں، جو ابراہیم خلیل الرحمٰن عزوجل کے مانند ہیں جب جب ان میں سے کوئی آدمی مرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی جگہ کوئی دوسرا آدمی پیدا کر دیتا ہے۔''

یہ ایک منکر حدیث ہے، جس کی روایت امام احمد نے ''مسند: ۳۲۲/۵'' میں الہیثم بن کلیب نے اپنی ''مسند: ۱۵۹/۱'' میں، حافظ ابو محمد الحسن بن محمد الخلال نے ''کرامات الاولیاء، ق: ۲/۱'' میں، حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الصوفی نے ''اخبار اصبهان: ۱۸۰/۱'' میں اور انہی کے واسطہ سے حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق: ۶۷/۱'' میں اس سند سے کی ہے:

''الحسن بن ذکوان سے روایت ہے، وہ عبدالواحد بن قیس سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامت سے مرفوعاً روایت کی ہے۔''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام احمد نے لکھا ہے:

((هُوَ حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ ایک منکر حدیث ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی'' السلسلة الضعيفة: ۲/ ۳۴۰'' میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث کی نکارت کی دو علتیں ہیں:

☆ عبدالواحد بن قیس کی ''عدالت'' مختلف فیہ ہے؛ ایک روایت میں ابن معین اور ابوزرعہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ مگر ایک دوسری روایت میں انہی ابن معین نے یہ صراحت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں تھا، بلکہ ثقاہت کے قریب بھی نہیں تھا، امام ابوحاتم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''وہ قوی نہیں تھا'' اس رائے کا اظہار صالح بن محمد البغدادی نے بھی کیا ہے اور اس پر اتنا اضافہ بھی کر دیا ہے: ''اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔'' حالانکہ اس نے ان سے حدیثیں نہیں سنی ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

''عبدالواحد بن قیس کی ابوہریرہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، اس لیے ان سے اس کی روایت مرسل ہے، البتہ اس نے عروہ اور نافع کا زمانہ پایا ہے۔''

یہ تفصیلات بیان کرنے کے بعد محدث البانی فرماتے ہیں:

''اس طرح حضرت عبادہ بن الصامت سے بھی اس کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ منقطع بھی ہے۔''

☆ اس منکر حدیث کی سند کا دوسرا راوی، الحسن بن ذکوان بھی اپنی ''عدالت'' اور ''ثقاہت'' میں مختلف فیہ ہے؛ جمہور محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام احمد نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کی روایت کردہ حدیثیں باطل ہیں۔''

امام ابن معین فرماتے ہیں:

''وہ صاحب مصائب تھا۔''

حافظ ابن حجر نے '' تقريب التهذيب '' میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''سچا تھا، لیکن غلطیاں کرتا تھا اور مدلس تھا۔''

مذکورہ حدیث حضرت عبادہ بن الصامت سے ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

۲۱..... ((لَا يَزَالُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ ، بِهِمْ تَقُومُ الْأَرْضُ وَبِهِمْ تُمْطَرُونَ وَبِهِمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُنصَرُوْنَ))

''میری امت میں ہمیشہ تیس افراد ایسے رہیں گے جن کے ذریعہ زمین قائم رہے گی انہی کے ذریعہ تم پر بارش ہوگی اور انہی کی بدولت تم کو فتح ونصرت حاصل ہوگی۔''

یہ بھی ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی نے '' مجمع الزوائد: ۱۰/ ۶۳ '' میں لکھا ہے:

''اس کی روایت الطبرانی نے '' عمرو البزار عن عَنبَسة الخواص '' کی سند سے کی ہے۔ میں ان دونوں راویوں کو نہیں جانتا، بقیہ راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔''

یہی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

۲۲ ..... ((إِنَّ الْأَبْدَالَ بِالشَّامِ يَكُونُوْنَ ، وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً ، بِهِمْ تُسْقَوْنَ الْغَيْثَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ عَلَى اَعْدَائِكُمْ ، وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الْأَرْضِ الْبَلَاءُ وَالْغَرَقُ))

''بیشک ابدال شام میں ہوں گے، وہ چالیس مرد ہیں۔ انہی کے ذریعہ تمہیں بارش سے سیراب کیا جاتا ہے، انہی کے ذریعہ تم کو تمہارے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور انہی کی وجہ سے اہل زمین سے مصائب اور غرقابی کے حوادث دور کیے جاتے ہیں۔''

اس کی تخریج حافظ ابن عساکر نے '' تاریخ دمشق: ۱/ ۶۲ '' میں کی ہے اور لکھا ہے:

''اس کی سند شریح بن عبید الحضرمی اور حضرت علی کے درمیان منقطع ہے، کیونکہ شریح کی حضرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ان الفاظ میں بھی ملتی ہے:

((الأَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً ، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلاً يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ)) [1]

''ابدال شام میں ہوں گے، وہ چالیس مرد ہیں، جب بھی ان میں سے کوئی مرد مرے گا تو اللہ اس کی جگہ دوسرا مرد پیدا کر دے گا، انہی کے ذریعہ مینہ برستا ہے، انہی کے ذریعہ دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور انہی کے ذریعہ اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

[1] مشكوة المصابيح، ح: ٦٢٧٧.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳..... ((خِيَارُ أُمَّتِي فِي كُلِّ قَرْنٍ خَمْسَمِائَةٍ ، وَالأَبْدَالُ أَرْبَعُوْنَ ، فَلَا الْخَمْسَمِائَةِ يَنْقُصُوْنَ وَلَا الْأَرْبَعُوْنَ ، كُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الْخَمْسَ مِائَةِ مَكَانَهُ وَأَدْخَلَ مِنَ الْأَرْبَعِيْنَ مَكَانَهُ ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دُلَّنَا عَلٰى أَعْمَالِهِمْ ، قَالَ: يَعْفُوْنَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ ، وَيُحْسِنُوْنَ إِلٰى مَنْ أَسَا إِلَيْهِمْ ، وَيَتَوَاسَوْنَ فِيْمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ))

''میری امت میں، بہترین لوگوں کی تعداد ہر صدی میں پانچ سو رہے گی، جن میں سے چالیس ابدال ہوں گے، نہ تو پانچ سو میں کمی ہوگی اور نہ چالیس میں، جب بھی ان میں سے کوئی آدمی مرے گا تو اللہ عزوجل پانچ سو میں سے اس کی جگہ دوسرا آدمی پیدا کردے گا اور چالیس میں سے بھی۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں ان کے اعمال کے بارے میں بتادیجئے۔ فرمایا: وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کردیں گے، اپنے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے اور اللہ عزوجل ان کو جو رزق عطا فرمائے گا اس میں وہ لوگوں کی غم خواری کریں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے، جس کی تخریج حافظ ابونعیم نے " **حلیة الأولیاء: ۸/۱** " میں الطبرانی کے طریقے سے کی ہے اور ان کے حوالہ سے امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اسے " **الموضوعات: ۱۵۱/۳** " میں، سعید بن ابی زیدون کی روایت سے نقل کیا ہے:

''ہم سے عبداللہ بن ہارون الصوری نے بیان کیا، کہا: ہم سے اوزاعی نے الزہری کے واسطہ سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا۔''

یہ سند تاریک ہے؛ سعید بن ابی زیدون اور عبداللہ بن ہارون غیر معروف ہیں۔ عبداللہ بن ہارون کا ذکر امام ذہبی نے " **میزان الاعتدال** " میں ان الفاظ میں کیا ہے:

''اوزاعی سے روایت کے باب میں وہ غیر معروف ہے، اور ابدال کے اخلاق کے بارے میں یہ حدیث جھوٹ ہے۔''

حافظ ابن حجر نے " **لسان المیزان** " میں امام ذہبی کی توثیق کی ہے۔

ابدال کے موضوع پر، اولیاء اللہ کے فضائل ومناقب کے بیان میں اور بہت سی روایات کتابوں میں ملتی ہیں۔ اور صوفیا کے حلقوں میں زبان زد ہیں، جن میں سے کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے، بلکہ سب کی سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا تو موضوع ہیں یا منکر یا بیحد ضعیف اور اپنے متن اور مضمون کے اعتبار سے اسلام کے عقیدۂ توحید سے متعارض ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ یہ کائنات میں صاحب ''تصرف'' ہیں اور عالم کے انتظام وانصرام میں ان کا عمل دخل بھی ہے۔ اس لیے ان کو وسیلہ بنائے، ان کو پکارنے اور ان سے استعانت کو مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ابدال عالم کے انتظام وانصرام کی غرض سے مختلف جگہوں پر متعین کر دیئے گئے ہیں۔ جس کی بنیاد وہ موضوع حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں:

((اَلْبُدَلَاءُ اَرْبَعُوْنَ ، إِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ بِالشَّامِ ، وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ بِالعِرَاقِ ، كُلَّمَامَاتَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ ، بَدَّلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ آخَرَ ، فَإِذَا جَاءَ الْأَمْرُ قُبِضُوْا كُلُّهُمْ))

''بدلاء چالیس ہیں، ۲۲ شام میں اور ۱۸ عراق میں جب بھی ان میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا پیدا کر دیتا ہے، جب قیامت آئے گی تو ان سب کی روحیں قبض کر لی جائیں گی۔''

یہ مشہور وضاع حدیث اور کذاب ''العلاء بن زیدک'' کی پھیلائی ہوئی ہے۔ موضوع روایت ہے نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ تصوف کی کتابوں میں ''اولیاء اللہ کی قسموں'' کے تحت ابدال، ابرار، اخیار، اقطاب، امامین، اوتاد، عمد، غوث، معمرداں، مکتوماں، نجباء اور نقباء کے جو نام ملتے ہیں۔ ان کا ماخذ کتاب وسنت نہیں ہے، بلکہ یہ نام خود صوفیا کے گھڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان کی کوئی بنیاد ہے تو وہ شیعہ کا ''نظریہ نقباء'' ہے۔ چنانچہ صوفیا کے خود ساختہ اور من گھڑت ''اولیاء اللہ'' کی تعداد بھی ۱۲ ہے اور شیعوں کے ''نقباء'' کی تعداد بھی ۱۲ اور ان کے بارے میں دونوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ ان کو ''ملکوت اللہ'' میں کچھ اختیارات حاصل ہیں اور کائنات کے انتظام وانصرام میں وہ بھی کچھ عمل دخل رکھتے ہیں۔ البتہ صوفیا اور شیعہ کے عقیدے میں یہ فرق ہے کہ ''نقباء'' کا تعلق اہل بیت سے ہے، جبکہ صوفیا کے ابدال، اقطاب اور اغواث وغیرہ کا اہل بیت سے ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۴..... ((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَجَّ بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمَرَّ بِي عَقَبَةَ الْحَجُونِ وَهُوَ بَاكٍ حَزِينٌ مُغْتَمٌّ ، فَبَكَيْتُ لِبُكَاءِ رَسُولِ ﷺ ، ثُمَّ إِنَّهُ نَزَلَ ، فَقَالَ : يَا حُمَيرَاءُ! إِسْتَمْسِكِي ، فَاسْتَنَدْتُ إِلَى جَنْبِ الْبَعِيرِ ، فَمَكَثَ عَنِّي طَوِيلًا ، ثُمَّ إِنَّهُ عَادَ إِلَيَّ وَهُوَ فَرِحٌ مُبْتَسِمٌ ، فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ! نَزَلْتَ مِنْ عِنْدِيْ رَأَنْتَ بَاكٍ حَزِيْنٌ مُغْتَمٌّ ، فَبَكَيْتُ لِبُكَائِكَ ، ثُمَّ إِنَّكَ عُدْتَ إِلَيَّ وَأَنْتَ فَرِحٌ مُبْتَسِمٌ فَمِمَّ ذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ذَهَبْتُ لِقَبْرِ أُمِّيْ ، فَسَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ يُحْيِهَا لِيْ ، فَأَحْيَاهَا فَآمَنَتْ بِيْ وَرَدَّهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ))

[اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ۱/ ۲۴۴، ۲۴۵]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حج وداع کیا اور وہ مجھے لے کر الحجون کی گھاٹی سے گذرے اس حالت میں کہ آپ پر گریہ طاری تھا اور آپ رنجیدہ اور غم زدہ تھے۔ پس آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ پھر آپ سواری سے اتر گئے۔ اور فرمایا: حمیراء! رکو۔ چنانچہ میں اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک مجھ سے غائب رہے، پھر میرے پاس اس حال میں واپس تشریف لائے کہ آپ شاداں و فرحاں مسکرا رہے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ میرے پاس سے روتے ہوئے، رنجیدہ اور غم زدہ حالت میں تشریف لے گئے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی تھی، پھر آپ میرے پاس شاداں و فرحاں اور مسکراتے ہوئے واپس تشریف لائے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ میری خاطر میری ماں کو زندہ کر دے پس اس نے ان کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ اور اللہ نے ان کو دوبارہ موت کی حالت میں واپس کر دیا۔''

یہ ایک موضوع اور من گھڑت واقعہ ہے اور جن طریقوں اور سندوں سے بھی مروی ہے سب میں مجہول الحال، حدیثیں وضع کرنے والے اور نا قابل اعتماد راوی شامل ہیں۔ حافظ سیوطی کے علاوہ اس کی تخریج مرعی بن یوسف الکرمی نے الخطیب البغدادی اور محدث عراق ابوحفص عمر بن احمد ابن شاہین کے حوالہ سے ''الفوائد الموضوعة في الأحاديث الموضوعة، ص: ۳۲۲'' میں کی ہے۔

حافظ ابوالفضل بن ناصر نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں بیک وقت تین راوی: محمد بن زیاد، احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ نا قابل اعتبار ہیں۔ امام دارقطنی نے محمد بن یحییٰ الزہری کو جس کی کنیت ابوغزیہ تھی، حدیثیں وضع کرنے والا لکھا ہے '' الضعفاء والمتروكين، ترجمه: ۴۸۳، ص: ۲۲۱

''امام ابن حبان نے اس کے بارے میں لکھا ہے: وہ حدیثیں چرا کر ان کو اپنی طرف سے روایت کرتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''الضعفاء: ۳/ ۲۸۹''۔ اور اس کا استاذ اور شیخ کثیر ابن عبداللہ المزنی اس سے بھی زیادہ جھوٹا اور دروغ گو تھا۔ [الضعیفة للألبانی: ۱۰/ ۴۹۰]

حافظ سیوطی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں، بلکہ صرف ضعیف ہے۔ لیکن چونکہ وہ تضعیف حدیث میں سہل انگاری سے کام لینے میں مشہور ہیں اور ''صوفی المشرب'' ہیں اس لیے ائمہ حدیث کے اقوال کے مقابلے میں ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر اس حدیث یا واقعہ کا متن بھی باطل ہے؛ صحیح احادیث میں یہ صراحت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی والدہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے کی اجازت چاہی تو آپ کو اس کی اجازت نہیں دی گئی، البتہ ان کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ، قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنِ اسْتَغْفِرَ لَهَا ، فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ ، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِیْ ، فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ ، فَاِنَّهَا تُذَکِّرُکُمُ الْمَوْتَ)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ ان کے لیے (ماں) استغفار کروں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، اور میں نے اس سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی۔ لہٰذا قبروں کی زیارت کرو، اس لیے کہ وہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔''

اور جب نبی ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہ کے لیے استغفار کی اجازت نہیں دی گئی، تو آپ اللہ تعالیٰ سے خلاف فطرت سوال کس طرح کرتے۔ قرآن پاک میں بکثرت مقامات پر یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ مرنے کے بعد ایمان لانے یا مزید نیکیاں کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندگی نہیں عطا کرتا۔

۲۵..... ((عَنْ عَلِیٍّ: هَبَطَ جِبْرِیْلُ عَلَیَّ ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ: اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ اَنْزَلَکَ وَبَطْنٍ حَمَلَکَ وَحَجْرٍ کَفَّلَکَ، اَمَّا الصُّلْبُ فَعَبْدُ اللّٰهِ وَاَمَّا الْبَطْنُ فَاٰمِنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ وَاَمَّا الْحَجْرُ فَعَبْدُ یَعْنِیْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدٍ)) [اللآلی: ۱/ ۲۴۴]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل میرے اوپر اترے اور

[1] صحیح مسلم، ح: ۲۲۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے: میں نے اس پیٹھ پر جس نے آپ کو اتارا، اس پیٹ پر جس نے آپ کو اٹھایا اور اس پتھر پر جس نے آپ کی کفالت کی، آگ کو حرام کر دیا ہے۔ رہی پیٹھ تو اس سے مراد عبداللہ ہیں اور پیٹ سے مراد آمنہ بنت وہب ہیں اور حجر سے مراد ''عبد'' یعنی عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔''

حافظ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے، اس کی سند میں ایک سے زیادہ مجہول راوی ہیں۔ اور اس کا بنیادی راوی ابوالحسین یحییٰ بن الحسین العلوی غالی رافضی تھا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

عبادات

اذکار و اَوراد:

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کتاب وسنت میں بڑی تاکید آئی ہے۔ ذکر اسلامی زندگی کی جان اور مومن کی پہچان ہے یوں تو اسلام میں جتنی عبادتیں ہیں اُن کا اصل مقصد اللہ کی یاد ہی ہے مگر ان عبادتوں کے بعد بھی مؤمن کے دل کو اللہ کے ذکر سے معمور اور اس کی زبان کو اللہ کی یاد سے تر رہنا چاہیے۔ ذکر سے مومن کا ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے اور اس کے دل میں یہ یقین گہرا اور پختہ ہوتا رہتا ہے کہ اللہ ہی اس کا خالق و مالک، روزی رساں اور مربی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں اس کی نکیل ہے، اس پوری کائنات میں صرف اسی کا حکم چلتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، اس کے حکم کے بغیر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ کی اس یاد سے مومن کے دل کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے وہ خوشی اور غم دونوں حالتوں میں شاکر و صابر رہتا ہے، کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی مؤمن بے صبرا نہیں ہوتا اور نہ دولت وثروت پا کر اتراتا ہے اس لیے کہ اس کو اس بات پر ایمان ہے کہ اس کے پاس جو دولت وثروت ہے اللہ کی عطا کردہ ہے اور اس کے حصول میں نہ تو اس کا کوئی ہاتھ ہے اور نہ وہ اس کا استحاق ہی رکھتا ہے اسی طرح جب مومن پر برا وقت آتا ہے تو وہ ہوش وحواس نہیں کھوتا بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان وآزمائش سمجھ کر خندہ پیشانی سے رنگیز کر لیتا ہے۔

کتاب وسنت میں جہاں ذکرِ الٰہی کی بار بار تاکید کی گئی ہے وہیں معدودے چند اذکار کے علاوہ ذکر کی خاص تعداد، اس کی خاص شکل اور ہیئت اور اس کے لیے مخصوص اوقات کا تعین نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس معاملے کو مؤمن پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے اپنے خالق و مالک کو یاد کرے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ جن اذکار و اوراد اور ان کے اوقات اور ان کی تعداد متعین فرمادی ہے ان کی پابندی تو ضروری ہے مگر ان میں کوئی کمی بیشی کرنا، یا کتاب وسنت میں مذکور اذکار و اَوراد کے علاوہ کچھ اور اذکار و اوراد متعین کرنا کسی بھی انسان کے لیے روا نہیں ہے بلکہ اس کا شمار بدعت میں ہوگا اور بدعت گمراہی ہے، اس لیے کہ ذکر بھی عبادت ہے اور دوسری اسلامی عبادتوں کی طرح وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی غیر قیاسی اور غیر اجتہادی امر ہے۔

اسلام کے دوسرے اُمور کی طرح ذکر الٰہی کے باب میں بھی کثرت سے حدیثیں گھڑ کر مسلمانوں میں پھیلائی گئیں اور ان موضوع اور من گھڑت حدیثوں کو اُمت کے اُس طبقے میں خوب پذیرائی ہوئی جنہوں نے تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب کے خوبصورت عنوان کے تحت ایسے اذکار و اوراد گھڑ لیے جن کا کتاب و سنت میں کوئی ذکر نہیں ہے یا منصوص اذکار و اوراد کے ایسے اوقات، ایسی تعداد اور ایسی شکل و ہیئت متعین کر دی جس کا نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اپنے متبعین اور پیروؤں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی اور مسلسل کی جا رہی ہے کہ عہدِ نبوی کے بعد اور دوری جہاں نئے اذکار و اوراد کی طالب ہے وہیں منصوص اذکار و اوراد کی تعداد میں اضافے اور ان کے ''ورد'' کے نئے نئے طریقوں اور شکلوں کی بھی طالب ہے کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی اکرم ﷺ کی صحبت حاصل ہونے اور تابعین و تبع تابعین کو عہدِ نبوی سے قرب کی وجہ سے ان نئے اذکار کی ضرورت تھی نہ ان کے ''ورد'' کے نئے طریقوں کی مگر یہ بات بے حد سنگین اور انتہائی تباہ کُن ہے جس سے بڑھ کر سنگین اور تباہ کُن شاید ہی کوئی بات ہو اس بات کو اگر کھول دیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ دین اگر مکمل تھا تو صرف عہدِ صحابہ تک یا زیادہ سے زیادہ تابعین اور تبع تابعین تک اور رسول اللہ ﷺ کتاب و سنت کی شکل میں ہمیں جو دو ہدایت نامے دے کر اس دنیا سے رُخصت ہوئے ہیں ان کی تعلیمات میں رہ رہ کر کچھ اضافے بھی کرتے رہنے کی ضرورت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ اعلان کر چکا ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدہ: ۳]

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے بطور دین کے اسلام کو پسند کر لیا۔''

اور نبی ﷺ نے بھی دوٹوک طریقے سے یہ اعلان فرما دیا:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا مَسَكْتُمْ ـ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ)) [1]

''میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہے تو ہرگز

[1] مؤطا امام مالك، كتاب القدر، حديث: ٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہ نہ ہو گے۔''

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی اعلان فرما دیا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔)) ❶

''جس نے ہمارے اس دین میں وہ بات پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

ہم یہ بات مسلسل واضح کرتے آ رہے ہیں کہ اسلام میں عبادات اپنی پوری جزوی تفصیلات کے ساتھ مکمل ہیں اور ان میں کوئی بھی کمی یا زیادتی بدعت ہے اور بدعت صریح معصیت سے بھی زیادہ تباہ کن اور مہلک ہے کیونکہ عاصی کو اس بات کا احساس رہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہے لہٰذا توقع ہے کہ وہ کسی دن اس سے باز آ جائے گا مگر بدعت کا مرتکب اس عقیدے سے اس کا ارتکاب کر رہا ہوتا ہے کہ وہ عین دینی عمل انجام دے رہا ہے اور اس کو ایک لمحہ کے لیے یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اس عمل سے اللہ کے رسول ﷺ پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ آپ نے (نعوذ باللہ) تبلیغ دین میں خیانت کی ہے اور یہ چیز موجب کفر ہے۔

ذیل میں ''ذکر'' سے متعلق قرآن پاک کی کچھ آیات اور پھر چند صحیح احادیث نقل کی جا رہی ہیں جن کی روشنی میں اُن موضوع اور منکر حدیثوں کی نکارت کا اندازہ ہو سکے گا جو اس باب میں فضائل کی کتابوں میں ملتی ہیں اور لوگوں کے اندر زبان زد ہیں:

﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿205﴾ ﴾ [الاعراف: ۲۰۵]

''اے نبی! اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے ہلکی آواز میں اور تم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو میری یاد سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿45﴾ ﴾ [الانفال: ۴۵]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو اُمید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔''

اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی صفات بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [آل عمران: ۱۹۱]

''عقل مند، اہل ایمان، وہ ہیں جو اُٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔''

نماز اللہ تعالیٰ کی یاد کا بہترین مظہر ہے اور اقامتِ نماز سے اللہ کی یاد دلوں میں تازہ رہتی ہے۔ فرمایا گیا ہے:

﴿ إِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ [طه: ١٤]

''میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

اور فضائل ذکر کے بارے میں چند صحیح احادیث ذیل میں نقل کر رہا ہوں جن سے ذکر کی اہمیت کو سمجھا جا سکتا ہے:

((حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِيْ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ ، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِيْ ، فَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا ، وَإِنْ أَتَانِيْ يَمْشِيْ أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً)) ❶

''ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا: ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا: ہم سے الأعمش نے بیان کیا، کہا: میں نے ابوصالح کو ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے سُنا، کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ

❶ البخاري، ح: ٧٢٠٥، مسلم، ح: ٦٨٠٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔''

اس عظیم حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے لیے نفس، تقرب اور آنے وغیرہ کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بطور تمثیل کے استعمال ہوئے ہیں اور ان کا ظاہری مفہوم نہیں مراد ہے مثال کے طور پر بندے کا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس کا مطیع و فرمانبردار ہو، اس کی عبادت کرے اس کی بخشش کا خواہش مند اور اس کے عذاب سے خائف ہو، اور اللہ تعالیٰ کا بندے سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندے پر رحم فرماتا ہے، اس کے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے، اس کے صالح اعمال کو قبول فرماتا ہے اور اس کے درجات کو بلند فرماتا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن پاک اور احادیث میں جب بھی اس طرح کی تعبیرات ملیں تو ان کو اس آیت مبارکہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''(مخلوقات میں) کوئی بھی چیز اس کی مانند نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

یعنی وہ سنتا ہے لیکن ہماری طرح نہیں، وہ دیکھتا ہے لیکن ہماری طرح نہیں، غرضیکہ اس کا کوئی بھی فعل اور کوئی بھی صفت مخلوق کے فعل اور صفت کی طرح نہیں ہے اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال کی اُن غلط تاویلات سے محفوظ رہیں گے جن کا ارتکاب متکلمین نے کیا ہے۔

((حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي عُمَيْرُ ابْنُ هَانِئٍ قَالَ : حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ ، عَنْ عُبَادَةَ رضي الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ)) [1]

''ہم سے صدقہ بن الفضل نے بیان کیا، کہا: ہم سے الولید نے الاوزاعی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: مجھ سے عُمیر بن ہانی نے بیان کیا، کہا: مجھ سے جُنادہ بن ابی امیہ نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول اور اللہ کا وہ حکم ہیں جو اس نے مریم

[1] البخاری، ح: ۳۴۳۵، مسلم، ح: ۱۴۰، ۱۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں اور یہ گواہی دی کہ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو اللہ اس کو ہر عمل کے باوجود جنت میں داخل کرے گا۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ توحید کا اقرار کرنے والا ہوگا تو چاہے اچھا عمل کر کے اللہ کے جناب میں حاضر ہوگا یا بُرے عمل کے ساتھ بالآخر جنت میں داخل ہوگا۔ حدیث کے اس آخری فقرے کا ایک اور مطلب بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اہل جنت اپنے اعمال کے مطابق درجات پائیں گے۔ ❶

((حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنْ قَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ البَحْرِ)) ❷

''ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے، مالک سے، انہوں نے سمی سے، انہوں نے ابوصالح سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سبحان الله وبحمده ایک دن میں سو بار کہا تو اس کی ساری خطائیں کالعدم کر دی جائیں گی اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔''

یہی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان الفاظ میں بھی مروی ہے جس میں مذکورہ اجر کا ذکر نہیں ہے اور دعاء کے الفاظ زیادہ ہیں:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ)) ❸

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دو بول ہیں جو زبان پر ہلکے میزان میں بھاری اور رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں: سبحان الله العظيم ، سبحان الله وبحمده''

یہی حدیث ایک دوسری سند میں اس طرح مروی ہے کہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پہلے اور ''سبحان اللہ العظیم'' بعد میں ہے۔ ❹

---

❶ فتح الباری: ۱۵۸۳/۲ ❷ البخاری: ۶۴۰۵، مسلم: ۶۸۴۲

❸ البخاری، ح: ۶۴۰۶، مسلم، ح: ۶۸۴۶ ❹ البخاری، ح: ۶۶۸۲، مسلم، ح: ۶۸۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا کے کلمات میں اس کمی بیشی یا ان کی ترتیب میں اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ اس کو جس طرح ادا کیا جائے صحیح ہے، اور ان شاء اللہ عند اللہ مقبول ہے۔ اور جہاں صرف ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' فرمایا گیا ہے وہاں مراد ہے کہ صرف یہی فقرہ دن میں سو (۱۰۰) بار پڑھ لینے سے ساری خطائیں معاف ہو جائیں گی:

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ، كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ ، وَ مُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ اَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ)) [1]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے **لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد ، وھو علی کل شیء قدیر** ، دن میں سو بار کہا تو یہ دس (۱۰) گردنوں کے برابر (دس گردنوں کو آزاد کرنا) ہے۔ اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اس سے سو (۱۰۰) برائیاں مٹا دی جائیں گی اور اس دن یہ حکم اس کے لیے شیطان سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہوگا اور یہ تحفظ شام تک جاری رہے گا اور کسی دوسرے آدمی کا عمل اس کے اس عمل سے بہتر نہ ہوگا الا یہ کہ ایسا آدمی جو اس سے زیادہ یہ کلمات کہے۔''

دعا و اذکار کے فضائل اور ان کے اجر و ثواب سے متعلق صحیح احادیث دسیوں نہیں بلکہ سیکڑوں سے متجاوز ہیں اور حدیث کی مستند کتابوں میں موجود ہیں اور یہ کہنا مبالغہ نہیں بلکہ عین حقیقت ہے کہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے اور دن و رات کا کوئی ایسا وقت نہیں ہے کہ اس کے لیے خاص اور متعین دعائیں نہ ملتی ہوں اور اس میں ذکر الٰہی کی ترغیب نہ دلائی گئی ہو، اس کے باوجود فضائل ذکر اور دعا و اذکار کے عنوانوں سے ایسی بے شمار حدیثیں ملتی ہیں جن کی یا تو کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے یا وہ اپنی سند اور متن کے اعتبار سے منکر ہیں اور صحیح حدیثوں کے مقابلے میں انہی بے بنیاد حدیثوں کو شہرت اور رواج حاصل ہے کیونکہ اُمت کا ایک بہت بڑا طبقہ طہارت قلب اور تزکیۂ نفس کے نام پر ایسے اعمال کو انجام دے رہا ہے اور لوگوں کو ان کی دعوت دے رہا ہے جن کا منصوص عبادتوں کے ضمن میں کوئی ذکر نہیں ملتا اور جن کو شرعی حیثیت دینے کے لیے ہی حدیثیں گھڑی گئی ہیں۔

۱۰۹: ۱ ..... ((مَنْ قَالَ إِحْدٰى عَشْرَةَ مَرَّةً : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صَمَدًا ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اَلْفَ اَلْفَ حَسَنَةٍ ، وَمَنْ زَادَ زَادَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ)) []

''جس نے گیارہ مرتبہ **لا اله الا الله وحده لا شريك له ، احدا صمدا ، لم يلد ولم يولد ، ولم يكن له كفواً احد** کہا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بیس (۲۰) لاکھ نیکیاں لکھے گا اور اگر اس نے اس کی تعداد میں اضافہ کیا تو اللہ عزوجل نیکیوں میں اضافہ فرمائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے، اس کی تخریج عبد بن حمید نے ''المسند'' (قلمی نسخہ: ۱/۷۶) میں، حافظ الحسین بن اسماعیل المحاملی نے ''الامالی'' (۴۴۰، ۵۲۳) میں اور ابن البنا نے ''فضل التہلیل'' (قلمی نسخہ: ۱/۱۹۸) میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ أَبِي الْوَرْقَاءِ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى مَرْفُوْعًا))

''ابوالورقاء سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن ابی اوفی سے مرفوعاً روایت کرتا ہے۔''

امام عبداللہ بن عدی نے ''الکامل'' (قلمی نسخہ: ۲/۲۶۴) میں اس طرح اس کی تخریج کی ہے لیکن انہوں نے اس سند میں ابوالورقاء اور ابن ابی اوفی کے درمیان ابن المنکدر کا اضافہ کیا ہے، اور لکھا ہے:

''ابوالورقاء کی مروی حدیثیں، اس کے ضعیف ہونے کے باوجود لکھی جانے کے قابل ہیں۔''

ابن عدی نے اس طرح کہا ہے حالانکہ ابوالورقاء اس سے زیادہ بُرا ہے چنانچہ امام احمد وغیرہ نے اس کو بے حد ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ''العلل'' (۳/۲/۸۲) میں اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ابن ابی اوفی سے ابوالورقاء کی روایت کردہ حدیثیں باطل ہیں، جن کی تقریباً کوئی اصل نہیں ہے، گویا کہ وہ ابن ابی اوفی کی مرویات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں، اور اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ ابوالورقاء کی روایت کردہ بیشتر حدیثیں جھوٹ ہیں تو حانث (جھوٹا) نہیں شمار ہوگا۔''

اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے ''تقریب التهذیب، ص: ۳۸۰، ترجمہ: ۵۳۷۳'' میں لکھا ہے:

''ابوالورقاء العطار، فائد بن عبدالرحمٰن الکوفی: متروک ہے اور محدثین نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔''

اس حدیث کو حافظ نورالدین علی بن ابوبکر الہیثمی نے ''**مجمع البحرين بزوائد المعجمين: ۱۰/۸۵**'' میں الطبرانی کی روایت سے نقل کیا ہے، مگر اس میں ''**إحدى عَشْرة مرةً**'' اور ''**ومن زاد زاده الله**

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزوجل " نہیں ہے اور لکھا ہے:

''اس کی سند میں فائد ابوالورقاء ہے جو متروک ہے۔''

حافظ المنذری نے بھی یہ حدیث ''الترغیب والترہیب، حدیث:۲۹۳۶'' میں روایت کی ہے کہ اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔[الضعیفہ : ۱۱/ ۷۰۲، ۲۰۸]

۱۱۰..... ((إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى عَمُودًا تَحْتَ الْعَرْشِ ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اهْتَزَّ ذٰلِكَ الْعَمُودُ ، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اُسْكُنْ ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ ! وَكَيْفَ أَسْكُنُ وَلَمْ تَغْفِرْلِقَائِلِهَا؟ قال : فَيَقُولُ : فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ ، قَالَ ، فَيَسْكُنُ عِنْدَ ذَاكَ))

''اللہ کے لیے عرش کے نیچے ایک ستون ہے، پاس جب بندہ "لا اله الا الله" کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اس پر اللہ عزوجل فرماتا ہے: ٹھہر جا، تو وہ عرض کرتا ہے: اے میرے رب! میں کیسے ٹھہر جاؤں حالانکہ تو نے یہ کلمہ کہنے والے کی بخشش کی ہی نہیں، کہا: اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک میں نے اس کو بخش دیا، کہا: اس وقت وہ ستون ٹھہر جائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے، اس کی تخریج حافظ احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار نے ''المسند، ص:۲۹۶'' میں، حافظ عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین نے ''الترغیب والترہیب'' (قلمی نسخہ:۲/ ۲۵۸) میں، ابن النباء نے ''فضل التہلیل'' (قلمی نسخہ:۲/ ۲۰۲) میں، حافظ علی بن الحسن بن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' (۲/ ۱۲۲) میں اور حافظ محمد بن عبدالواحد الضیاء المقدسی نے "المنتقى من مسموعاته بمرو" (قلمی نسخہ: ۱/ ۱۰) میں، عبداللہ بن ابراہیم بن أبی عمرو الغفاری کی سند سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً))

''ہم سے عبداللہ بن ابی بکر نے صفوان بن سلیم سے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند موضوع ہے جس کی مصیبت عبداللہ بن ابراہیم الغفاری ہے۔ الہیثمی نے "مجمع البحرين بزوائد المعجمين، ۱۰/ ۸۲" میں اس کو ''متروک لکھا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو ''وضع حدیث'' سے منسوب کیا ہے۔ الہیثمی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس کی روایت البزار نے کی ہے اور اس کی سند میں عبداللہ بن ابراہیم بن ابی عمرو ہے جو بے حد ضعیف ہے۔''

اور امام الذہبی نے اس کی روایت کردہ چند ایسی حدیثیں نقل کی ہیں جو منکر ہیں ان میں سے ایک یہی ہے اور ان میں سے دو حدیثوں کو انہوں نے باطل قرار دیا ہے۔ اور ان میں سے آخری حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''یہ صحیح نہیں ہے۔''

اس حدیث کی تخریج ''ابن شاهين عمر بن صبيح عن مقاتل بن حبان عن الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس مرفوعاً'' کی سند سے کی ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَكْثِرُوْا مِنْ هَزِّ ذَلِكَ الْعَمُوْدِ)) ''اس ستون کو زیادہ سے زیادہ ہلاؤ۔''

اور یہ ٹکڑا بھی موضوع ہے جس کی مصیبت عمر بن صُبیح ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

''عمر بن صبیح، متروک ہے، امام اسحاق بن راہویہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔''

[الضعيفه: ۱۱/ ۲۱۱، ۲۱۲]

واضح رہے کہ اس حدیث کا ابتدائی فقرہ اس طرح بھی لوگوں میں زبان زد ہے:

((إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَمُودًا مِنْ نُورٍ بَيْنَ يَدَيِ الْعَرْشِ))

اور ان الفاظ میں بھی یہ موضوع ہے نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔

۱۱۱ ..... ((مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُبْقِيْ وَيُفْنِيْ كُلَّ شَيْءٍ ، عُوفِيَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ))

''جو ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد لا اله الا الله کہے گا اور یہ کہے گا کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو ہر چیز کو باقی رکھتا ہے اور ہر چیز کو فنا کرتا ہے تو وہ رنج وغم سے عافیت میں رہے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے، اس کی تخریج حافظ الطبرانی نے ''المعجم الكبير :۳/ ۹۳. قلمی نسخه'' میں العباس بن بکار الضبی کی روایت سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا أبو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بن الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے ابو ہلال نے قتادہ سے، انہوں نے سعید بن المسیب سے اور انہوں نے ابن عباس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند موضوع ہے۔ امام الدارقطنی نے العباس بن بکار الضبی کو ''کذاب'' لکھا ہے۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمة ٤٢٥، ص: ١١٩]

امام الذہبی نے اس کی دو حدیثیں نقل کی ہیں اور لکھا ہے:

''یہ دونوں باطل ہیں۔''[میزان الاعتدال: ٣٨٢/٢، ترجمہ: ٤١٦، الضعیفہ: ٦١٢/١]

١١٢ ..... ((عِنْدَ كُلِّ خَتْمَةٍ لِلْقُرْآنِ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ))

''قرآن کے ہر ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت ابو الفرج الاسفرائینی نے **''جزء احادیث یغنم بن سالم : ١/٢٧''** میں یحییٰ بن ہاشم سے کی ہے۔:

((قَالَ : حَدَّثَنَا مِسْعَرُ بْنُ كُدَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا))

''یحییٰ بن ہاشم نے کہا! ہم سے مسعر بن کدام نے قتادہ سے اور انہوں نے انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

اسی سند سے ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں (٤٩/٥) روایت کی ہے۔ اور حافظ ابونعیم نے لکھا ہے:

''میرے علم میں اس حدیث کی روایت مسعر سے یحییٰ بن ہاشم کے سوا کسی اور نے نہیں کی ہے۔ میں کہتا ہوں: یحییٰ بن ہشام جھوٹا تھا اور حدیثیں وضع کرتا تھا۔ حافظ الذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں اس کی چند حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہی ہے اور لکھا ہے:

''یہ موضوع حدیث اس کے مصائب میں سے ایک ہے۔''[الضعیفہ: ٣٦٩/٣]

١١٣ ..... ((اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ حَالٍ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَمَلٌ اَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَ لَا أَنْجٰى لِعَبْدٍ مِنْ كُلِّ سَيِّئَةٍ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى))

''ہر حال میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو، کیونکہ کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کو نہ تو ذکر اللہ سے زیادہ محبوب ہے اور نہ تو دنیا اور آخرت میں بندے کو ہر برائی سے بچانے والا ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تخریج الضیاء المقدسی نے "المختارۃ: ۷/۱۱۲" میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ بَكْرِ ابْنِ خُنَيْسٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نَسِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :))

''بکر بن خنیس سے روایت ہے، انہوں نے ابوعبدالرحمٰن سے روایت کیا، انہوں نے عبادہ بن نسی سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن غنم سے اور انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''

اس موضوع حدیث کی بقیہ عبارت یوں ہے:

((فَقَالَ قَائِلٌ : وَلَا الْقِتَالُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "لَوْ لَا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَى لَمْ نُؤْمَرْ بِالْقِتَالِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَلَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا أُمِرُوْا بِهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ مَا كَتَبَ اللّٰهُ الْقِتَالَ عَلَى عِبَادِهِ وَإِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالَى لَا يَمْنَعُكُمْ مِنَ الْقِتَالِ فِيْ سَبِيْلِهِ ، بَلْ هُوَ عَوْنٌ لَكُمْ عَلَى ذٰلِكَ ، فَقُوْلُوْا : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، وَقُوْلُوْا : سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَقُوْلُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَقُوْلُوا : تَبَارَكَ اللّٰهُ ، فَإِنَّهُنَّ خَمْسٌ لَا يَعْدِلُ لَهُنَّ شَيْءٌ ، عَلَيْهِنَّ فَطَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَلَائِكَتَهُ ، وَمِنْ أَجْلِهِنَّ رَفَعَ سَمَاءَهُ وَدَحَا أَرْضَهُ وَلَهُنَّ جَبَلَ إِنْسَهُ وَجِنَّهُ وَفَرَضَ عَلَيْهِنَّ فَرَائِضَهُ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ "ذِكْرَهُ إِلَّا مِمَّنِ اتَّقَى وَطَهُرَ قَلْبُهُ ، وَأَكْرِمُوا اللّٰهَ أَنْ يَرَى مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ))

''کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جنگ بھی نہیں؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

''اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر مقصود نہ ہوتا تو ہمیں اللہ کی راہ میں لڑائی کا حکم ہی نہ دیا جاتا۔ اور اگر لوگ اُس ذکر پر اکٹھا ہوتے جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ تو اللہ اپنے بندوں پر لڑائی فرض ہی نہ کرتا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تم کو اس کی راہ میں لڑائی سے روکتا نہیں ہے بلکہ وہ تو لڑائی پر تمہارا معاون اور مددگار ہے۔ پس کہو: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اور کہو: سبحان اللہ! اور کہو: الحمدللہ، اور کہو: تبارک اللہ، یہ پانچ بول ایسے ہیں جن کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ انہی کلمات پر اللہ عزوجل نے اپنے فرشتوں کو پیدا کیا ہے، انہی کی خاطر اس نے اپنے آسمان کو بلند کیا ہے، انہی کے لیے اس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے انس وجن کو تخلیق بخشی ہے اوران پر فرائض متعین فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنا ذکر اس شخص سے قبول فرماتا ہے جو اس کی معصیت سے بچے اور جس کا دل پاک ہو اور اللہ کو اس بات سے پاک رکھو کہ تم سے ایسے اعمال دیکھے جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔''

((فَقَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ لَا يَكْفِيْنَا مِنَ الْجِهَادِ؟ فقال : وَلَا الْجِهَادُ يَكْفِيْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَا يَصْلُحُ الْجِهَادُ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ.....))

''صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ذکر اللہ جہاد سے ہماری کفایت نہیں کرتا؟ فرمایا: نہ تو جہاد اللہ کے ذکر سے کفایت کرتا ہے اور نہ تو جہاد ذکر اللہ کے بغیر قابل قبول ہے۔''

یہ پوری عبارت من گھڑت ہے اور اس کو پھیلانے یا وضع کرنے والا ابوعبدالرحمٰن ہے جس کا لقب الشامی ہے۔ حافظ محمد بن الحسین الازدی نے اس کو ''الضعفاء'' میں ''کذاب'' لکھا ہے۔ امام الذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں ان کی اس جرح پر اعتماد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''شاید وہ مصلوب ہو۔''

حافظ ابن حجر نے امام الذہبی کے اس قول سے ''لسان المیزان میں اتفاق کیا ہے۔''

اس حدیث کی تخریج امام البیہقی نے ''شعب الایمان: ۱/۳۱۸'' میں کی ہے جس کی سند یہ ہے:

محمد بن عبدالملک بن زرارہ الانصاری نے ابوعبدالرحمٰن الشامی سے روایت کیا اور اس نے عبدالرحمٰن بن غنم سے، اس سند میں ''عبادہ بن نسی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس طرح امام البیہقی نے یہی حدیث ''شعب الایمان: ۱/۳۱۹'' میں مروان بن سالم کی سند سے کی ہے۔

((عَنِ الْاَحوص بن حكيم عن خالد بن مِعدان عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل مختصراً))

''الاحوص بن حکیم سے روایت ہے، انہوں نے خالد بن معدان سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن غنم سے انہوں نے معاذ بن جبل سے مختصراً روایت کیا۔''

اور یہ سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''اس کی روایت میں مروان بن سالم منفرد ہے۔''

اور حافظ ابن حجر نے ''تقریب التهذیب، ص: ۴۵۸، ترجمہ: ۶۵۷۰'' میں لکھا ہے:

مروان بن سالم الغفاری، ابوعبداللہ الحزری، متروک ہے، اور الساجی (ابو یحییٰ، زکریا بن یحییٰ الساجی) وغیرہ نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ [الضعیفہ: ۶/۱۲۴، ۱۲۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۴ ..... ((إِذَا وَقَعْتَ فِيْ وَرْطَةٍ ، فَقُلْ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَصْرِفُ بِهَا مَا شَاءَ مِنَ الْبَلَايَا))

''اگر تم کسی دشواری اور مشکل سے دوچار ہو جاؤ تو کہو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' تو اللہ اس کے ذریعہ جو مصیبت اور آزمائش چاہے گا دور فرما دے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج احمد بن محمد بن السنی نے "عمل اليوم والليلة، ص: ۳۳۱" میں اور عبدالکریم الرافعی نے "تاريخ قزوين: ۳۲۰/۱" میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ : سَمِعْتُ يَزِيْدَ ابْنَ مُرَّةَ يقول : سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " يَا عَلِيُّ : أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ إِذَا وَقَعْتَ فِيْ وَرْطَةٍ قُلْتَهَا "))

عمرو بن شمر سے روایت ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے یزید بن مرہ کو کہتے ہوئے سُنا ہے: میں نے سوید بن غفلہ کو کہتے ہوئے سُنا، میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے علی! کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تم کسی دشواری اور مشکل میں پڑو تو انہیں پڑھو۔'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ اللہ مجھے آپ پر فدا کرے کتنے خیر کے کلمات آپ مجھے سکھا چکے ہیں۔''

یہ سند موضوع ہے جس کا مرتکب یہ عمرو بن شمر ہے۔ امام ابن حبان نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔''

اور امام بخاری نے اس کو ''منکر الحدیث'' قرار دیا ہے۔ [الضعيفه: ۲۴۷/۶]

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مصائب میں مبتلا ہونے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایسے مواقع پر إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ط وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ﴾ [البقره: ۱۵۵، ۱۵۶]

''بلاشبہ ہم تم لوگوں کو خوف، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے اور تم اُن صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدو جن کو جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو پلٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔''

اور صحیح مسلم میں اُمّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ : إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ ! أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا ، إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا)) ❶

''جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پڑے پس وہ، وہ بات کہے جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا ہے: إنا للّٰهِ وَإِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ '' اے اللہ! اس مصیبت میں مجھے اجر عطا کر اور جس چیز کو میں نے کھو دیا ہے اس کے بدلے مجھے اس سے بہتر چیز عطا کر۔ تو اللہ اس کو اس سے بہتر چیز عطا کرے گا۔''

۱۱۵ ..... ((فِكْرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً))

''ایک گھنٹے کا غور و فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج ابوالشیخ (حافظ ابومحمد، عبداللہ بن محمد الاصبہانی) نے ''العظمہ: ۲۹۲/۱'' میں اور انہی سے امام ابن الجوزی نے '' الموضوعات: ۱۴۴/۳ '' میں عثمان بن عبداللہ القرشی کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَجِيْحٍ الْمَلَطِيُّ : حَدَّثَنَا عَطَاءُ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے اسحاق بن نجیح الملطی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عطاء الخراسانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

ابوالشیخ نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''عثمان اور اس کے شیخ دونوں کذاب اور جھوٹے ہیں۔''

حافظ السیوطی نے '' اللائی المصنوعہ: ۲۲۷/۲ '' میں ابوالشیخ کی تعقیب کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

❶ حدیث: ۲۱۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں کہتا ہوں کہ العراقی نے '' تخریج الاحیاء '' میں اس حدیث کو صرف ضعیف کہنے پر اکتفا کیا ہے، اور اس حدیث کی شاہد بھی ہے۔''

اس کے بعد الدیلمی کی روایت سے (جو ان کی مسند: ۲/۴۶ میں موجود ہے) اس حدیث کی شاہد، سعید بن میسرہ کی سند سے نقل کی ہے:

((عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَيْسَرة ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ:
تَفَكُّرُ سَاعَةٍ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ أَلْفِ سَنَةٍ))

''سعید بن میسرہ سے روایت ہے، میں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سُنا ہے:
رات و دن کی گردش میں ایک گھڑی کا غور و فکر ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

یہ حدیث مذکورہ حدیث کی شاہد نہیں بن سکتی کیونکہ یہ موقوف ہے اور مذکورہ حدیث سے مختلف ہونے کے علاوہ موضوع بھی ہے۔ سعید بن میسرہ کے بارے میں امام الذہبی کا قول ہے:

''اس کا معاملہ بڑا مبہم اور تاریک ہے، ابن حبان نے اس پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ موضوع احادیث روایت کیا کرتا تھا اور امام الحاکم نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے انس رضی اللہ عنہ سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں اور یحییٰ القطان نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔''

لہٰذا اس طرح کی بے بنیاد اور موضوع حدیث کو دوسری موضوع حدیث کی شاہد نہیں قرار دیا جا سکتا۔

[الضعیفہ: ۱/۳۲۲]

اس موضوع اور جھوٹی روایت کی بنیاد پر صوفیا، اولیاء اللہ اور صلحائے اُمت کی قبروں پر کے پاس جا جا کر مراقبے کرتے ہیں اور پھر ان مراقبوں کے نتیجے میں ہونے والے کشف و کرامت کا اپنے مُریدوں میں تذکرہ کر کے ان کو خوب خوب گمراہ کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منھم

۱۱۶ ..... ((قَالَ الحَاكِمُ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الثَّقَفِيُّ : أَنْبَأَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ المِرْزِيُّ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ التِّرمِذِي : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الوَزِيْرِ الكُوْفِيُّ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ الْكَلْبِيِّ عَنْ كَنَانَةَ العَدْوِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مَرْفُوْعًا :

مَنْ آوَى إِلَى فِرَاشِهِ ، فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَلَا فَقَهَرَ وَبَطَنَ فَخَبَّرَ وَمَلَكَ فَقَدَرَ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ خَرَجَ مِنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتهُ أُمُّهُ))

''الحاکم نے کہا: ہم سے احمد بن یعقوب بن الثقفی نے بیان کیا، کہا: ہم کو محمود بن محمد المروزی نے خبر دی، کہا: ہم سے سہل بن العباس الترمذی نے بیان کیا، کہا: ہم سے اسحاق بن الوزیر الکوفی نے ابوحیان الکوفی سے، اس نے کنانہ العدوی سے اور انہوں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا:

''جو اپنے بستر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: حمد وستائش صرف اس اللہ کے لیے سزاوار ہے جو بلند ہوا، پس غالب ہوا، اور چھپا تو حیرانی میں ڈال دیا اور مالک ہوا تو ہر چیز پر قادر ہوا، اور حمد وثنا صرف اس اللہ کے لیے ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور ہر وہ چیز پر قادر ہے۔ تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جس طرح اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کے راوی مجہول ہیں اور سہل بن العباس اور ابوحیان الکلبی دونوں متروک ہیں۔

[اللآلی المصنوعة: ۲/ ۲۹۱، تنزیه الشریعة: ۲/ ۳۲۳ اور الترغیب والترهیب، ح: ۳۵۰]

۱۱۷ ..... ((أَحَبُّ الأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ ذِكْرُ اللّٰهِ قُلْنَا : وَمِنَ الْغَزْوِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ : نَعَمْ ، وَلَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ الْكُفَّارَ حَتَّى يَخْتَضِبَ دَمًا ، لَكَانَ ذَاكِرُ اللّٰهِ أَفْضَلَهُمْ دَرَجَةً))

''اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ''اللہ کا ذکر'' ہے، ہم نے عرض کیا: کیا اللہ کی راہ میں لشکر کشی سے بھی زیادہ؟ فرمایا: ہاں اور اگر وہ کفار کو اپنی تلوار سے مارے یہاں تک کہ خون میں لت پت ہو جائے، تو بھی اللہ کا ذکر کرنے والا مجاہدین سے درجہ میں افضل ہے۔''

یہ روایت باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اس کی تخریج ابونعیم نے ''اخبار اصبهان: ۱/ ۱۷۸'' میں ابراہیم بن ناصح بن حماد الاصبہانی کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ : حَدَّثَنَا مِشعَرُ بْنُ كُدَامٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْعُوفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ : ذِكْرُ اللّٰهِ.....))

''ہم سے النضر بن شمیل نے بیان کیا، کہا: ہم سے مسعر بن کدام نے عطیہ العوفی سے اور انہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر.....''

یہ سند بے حد ضعیف ہے۔ عطیہ العوفی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس باطل حدیث کی روایت کا ملزم ابراہیم بن ناصح ہے، جو ''متروک الحدیث'' ہے اور جس نے باطل اور بے بنیاد حدیثیں روایت کر کے لوگوں میں پھیلائی ہیں۔

اس حدیث کے باطل ہونے پر وہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے جو امام بخاری نے صحیح بخاری میں (حدیث:۹۶۹) روایت کی ہے:

(('' مَاالعَمَلُ فِی اَیَّامٍ اَفضَلَ مِنهَا فِیْ هٰذِهِ ''قَالُوْا : وَلَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ : وَلَاالجِهَادُ، إلَّا رَجُلٌ خَرَجَ یُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ، فَلَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ.....))

''دنوں میں کوئی بھی عمل ان دنوں میں (ذی الحجہ کے ابتدائی دس (۱۰) دن) انجام دیے جانے والے اعمال سے افضل نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: جہاد بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد بھی نہیں سوائے اس کے کہ ایک آدمی جہاد کے لیے نکلے اور اپنی جان اور مال کو خطرے میں ڈالے اور کچھ بھی لے کر واپس نہ لوٹے (یعنی شہید ہو جائے۔)''

اس صحیح حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جانے والے کو ذی الحجہ کے ان مبارک ایام میں اللہ کا ذکر کرنے والے پر فضیلت حاصل ہے تو دوسرے ایام میں ذکر کرنے والوں پر بدرجہ اولیٰ فضیلت حاصل ہوگی۔ [الضعیفہ: ۷/ ۳۱۷، ۳۱۸]

امت کے جن افراد نے شرعی اعمال کو لے جا کر خانقاہوں میں بند کر دیا اور ذکر و فکر کے نئے طریقے ایجاد کر لیے۔ انہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے روحِ جہاد کو نکالنے کی سب سے زیادہ کوششیں کی ہیں اور اب تک کر رہے ہیں۔ انہوں نے جہاں جہاد اکبر اور جہاد اصغر کی نئی اصطلاحیں گھڑ کر اُمت کے افراد کو جہاد سے بیگانہ کرنے کی کوشش کی، وہیں اُنہوں نے فضائل ذکر کے ضمن میں مختلف طریقوں سے جہاد کو اپنا نشانہ بنایا ہے اور دین میں اس کی اہمیت اور عند اللہ اس کا حسنِ قبول پر پردہ ڈالنے کی مسلسل کوششیں کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ حالانکہ زبان نبوت سے اس کو اسلام کی سب سے بلند چوٹی ہونے کا لقب مل چکا ہے اور صرف صحیحین میں مروی حدیثوں پر ایک طائرانہ نظر ڈال لینے ہی سے اسلام میں جہاد کی اہمیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

۱۱۸..... ((نَزَلَ عَلَیَّ جِبْرِیْلُ فَقَالَ : إنَّ خَیْرَ الدُّعَاءِ أنْ تَقُوْلَ فِیْ صَلَاتِكَ اللّٰهُمَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

! لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهُ ، وَلَكَ الْخَلْقُ كُلُّهُ ، وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ ، أَسْأَلُكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ))

''میرے پاس جبرائیل اُترے اور کہا: بہترین دعا یہ ہے کہ تم اپنی نماز میں کہو: اے اللہ! ساری حمد وثنا تیرے ہی لیے ہے، سارا ملک واقتدار تیرے لیے ہے، ساری مخلوق تیری ملک ہے، سارے معاملات تیری ہی طرف پلٹتے ہیں، میں تجھ سے ساری بھلائیوں کا سوال کرتا ہوں اور ہر برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام البیہقی نے '' شعب الایمان :۴/۹۷، ح:۴۰۰۰ '' میں اور ابوبکر الکلاباذی نے ''مفتاح المعانی :۷/۲، ح:۷'' میں خالد بن یزید العمری کے طریقے سے کی ہے:

((عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَيُّ الدُّعَاءِ خَيْرٌ أَدْعُوبِهِ فِي صَلَاتِي؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.....))

''ابن ابی ذئب سے روایت ہے، انہوں نے زید بن اسلم سے روایت کیا، انہوں نے عطاء بن یسار سے اور انہوں نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے کہ:

ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی دعا بہترین ہے جو میں اپنی نماز میں مانگوں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا:''

امام البیہقی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس کی روایت میں خالد العمری منفرد ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: یہ موضوع ہے اور اس کی مصیبت خالد العمری ہے جس کی امام ابوحاتم نے تکذیب کی ہے اور امام ابن حبان نے لکھا ہے:

''وہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا۔''

حافظ المنذری نے اس کو ''الترغیب والترھیب: ۱/۴۷۸، ح:۹۶۴'' میں البیہقی سے منسوب کیا ہے۔ [الضعیفہ: ۱۱/۲۳۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی عبارت اور اس کے الفاظ اس کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان اور آپ کا طرزِ تعبیر بڑا بلیغ ہوتا تھا، پر تکلف اور مسجع عبارتوں کے نمونے صحیح احادیث میں نہیں ملتے جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے اس نے قصداً ایسا کیا ہے تاکہ عبارت میں یہ نغمگی لوگوں کو اپنی جانب مائل کر سکے۔ چنانچہ مسجدوں کے وہ خطباء جو رٹی رٹائی تقریریں کرتے ہیں ان کی زبانوں سے یہ دعا بکثرت سُنی جاتی ہے جس کو وہ خاص ترنم سے پڑھتے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں اذکار و اوراد کے ضمن میں جن موضوع حدیثوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ ''قلیل من کثیر'' کی نمائندگی کرتی ہیں ورنہ فضائل ذکر کے ذیل میں اس طرح کی دسیوں نہیں سیکڑوں حدیثیں فضائل اعمال اور تصوف کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

اس کے علاوہ ذکر کے کچھ خاص طریقے بھی لوگوں نے بنا لیے ہیں، ان کے کچھ اوقات بھی متعین کر لیے ہیں جن میں وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر ''ذکر'' کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک ذکر ''ذکر مفرد'' کے نام سے مشہور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف ''اللہ اللہ'' کا ورد کیا جائے اور وہ بھی خاص انداز سے۔ اس ''ذکر مفرد'' کی خاص مشق کرائی جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ''ذاکر'' پہلے اس کو اپنے دل سے ادا کرے، پھر اللہ اللہ کو اپنی زبان سے اس طرح ادا کرے کہ وہ حلق اور ناک، سے ملی جلی آواز میں ادا ہو اور آہستہ آہستہ اس کی اتنی مشق کر لے کہ صرف دل سے یہ ذکر ہو اور زبان خاموش رہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ خاصان خاص کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ''اللہ'' کا نام بھی نہ لیں بلکہ ''اسم مضمر'' (یَا هُوَ) کا ورد کرنے پر اکتفا کریں۔ امام ابن تیمیہ ''العبودیہ'' میں لکھتے ہیں:

''جن کا یہ دعویٰ ہے کہ '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' عوام کا ذکر ہے اور خواص کا ذکر اسم مفرد ''اللہ'' ہے اور خاصانِ خاص کا ذکر صرف اسم مضمر (هُوَ) ہے وہ گمراہ اور غلط کار لوگ ہیں اور اپنے اس دعویٰ پر اُن کا قرآن پاک کی درج ذیل آیت سے استدلال واضح غلطی ہے:

﴿ قُلِ : اللّٰهُ ، ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿91﴾ ﴾ [الانعام: ۹۱]

''اے نبی کہدو! اللہ، پوری اُن کی دلیل بازیوں پر اُن کو کھیلنے کے لیے چھوڑ دو۔''

کیونکہ اس آیت میں (اسم مفرد) اللہ کا نام استفہام کے جواب میں آیا ہے۔ استفہام یہ تھا:

﴿ قُلْ: مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَاءَ بِهِ مُوْسَى نُوْرًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ [الایہ]

''اے نبی! ان سے پوچھو وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جسے موسیٰ لایا تھا اور جو لوگوں کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی اور ہدایت ہے۔''

اور جواب میں فرمایا گیا:

﴿ قُلُ: اللّٰهُ ﴾ ''اے نبی! کہو اللہ!'' یعنی اللہ نے وہ کتاب نازل فرمائی ہے۔ یہاں صرف مبتدا، اللہ کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور خبر ''وہ کتاب نازل فرمائی ہے'' حذف کر دی گئی ہے کیونکہ سوال اس پر دلالت کر رہا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے: ''مَنْ جَاءَ کون آیا؟'' کے جواب میں کہا جائے: ''زَیْدٌ'' زید۔ یعنی ''زید آیا'' تو اس جملے میں صرف مبتدا ''زید'' کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ خبر پر سوال خود دلالت کر رہا ہے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔

اب رہا ''ذکر'' میں اسم مفرد یا اسم مضمر کا ورد تو وہ مکمل عمارت یا مفید جملہ نہیں ہے جس سے ایمان یا کفر کا تعلق ہو اور نہ ہی وہ امر اور نہی ہے۔ اور اسلاف اُمت میں سے کسی سے بھی اس طرح کا ذکر منقول نہیں ہے اور نہ تو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے ذکر کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اس طرح کا ذکر کرنے والوں میں سے بعض لوگ ''الحاد'' میں مبتلا ہو گئے یا ''وحدت وجود'' کے قائل ہو گئے۔ (ص: ۹۶، ۹۷)

امر واقعہ یہی ہے کہ جن لوگوں نے اپنے ذوق اور پسند سے ذکر کے خاص طریقے ایجاد کر لیے ہیں اور کتاب وسنت میں منصوص اذکار و اوراد سے مختلف اذکار و اوراد اختیار کر لیے ہیں وہ صحیح راہ سے بہت دور چلے گئے ہیں اور جس گمراہی کی جانب امام ابن تیمیہ نے اشارہ کیا ہے اس میں صوفیا کی اکثریت مبتلا ہو گئی ہے جس کو معلوم کرنے کے لیے تصوف کی کسی ایک کتاب پر طائرانہ نظر ڈال لینا کافی ہے۔

فضائلِ قرآن:

قرآن پاک کی تلاوت افضل ترین عبادتوں میں شمار ہوتی ہے لیکن اس تلاوت کے انہی فضائل کا اعتبار ہے جو صحیح احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے بیان فرما دیے ہیں، اسی طرح جن سورتوں کے فضائل احادیث میں بیان ہوئے ہیں صرف وہی معتبر ہیں ان کے علاوہ ان سورتوں کے دوسرے فضائل بیان کرنا یا جن سورتوں کے فضائل نبی ﷺ سے صحیح احادیث میں منقول نہیں ہیں اپنی طرف سے ان کے فضائل بیان کرنا، یا کسی مقصد یا غرض کے لیے ان کی تلاوت کرنا یا لوگوں کو اس کی ترغیب دینا اُمت کے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔ قطع نظر اس کے کہ علم و معرفت اور صلاح و تقویٰ میں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے یہ اس لیے کہ قرآن کی تلاوت، اس کی کسی آیت یا سورت کی فضیلت، کسی خاص دن، وقت اور غرض کے لیے اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلت یہ سب کچھ ''تعبدی امور'' ہیں جن کا تعین کرنے کے مجاز صرف رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس امر پر تمام محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے۔

لیکن اس کے باوجود تفسیر کی کتابوں اور فضائلِ اعمال کی کتابوں میں جہاں تلاوتِ قرآن کے وہ فضائل بیان ہوئے ہیں جن کا کوئی ثبوت صحیح احادیث سے نہیں ملتا، وہیں قرآن پاک کی تقریباً سبھی سورتوں کے فضائل بیان ہوئے ہیں جبکہ معدودے چند سورتوں کے علاوہ صحیح احادیث میں اور سورتوں کے فضائل نہیں ملتے اور وضاعین حدیث نے اس باب میں ہزاروں کی تعداد میں حدیثیں وضع کر کے پھیلائی ہیں جن کو تفسیر اور فضائل اعمال کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے:

۸۲..... ((حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ : أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَاذَانَ : عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَاسْتَظْهَرَهُ ، فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ؟ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ ، كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ.....))

''ہم سے علی بن حجر نے بیان کیا، کہا: ہم کو حفص بن سلیمان نے کثیر بن زاذان سے انہوں نے عاصم بن ضمرۃ سے اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

جس نے قرآن پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا، اور اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام، تو اللہ اس کے بدلے اس کو جنت میں داخل کرے گا، اور اس کے اہل بیت میں سے ایسے دس (۱۰) آدمیوں کے لیے اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن میں سے ہر ایک کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔'' [سنن الترمذی، ح: ۲۹۰۵، ابن ماجه، ح: ۲۱۶، ضعیف الترغیب والترهیب، ح: ۸۶۸]

یہ نہایت ضعیف اور نا قابل اعتبار حدیث ہے، امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یہ حدیث ضعیف ہے جس کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں، اس کی سند صحیح نہیں ہے، حفص بن سلیمان روایتِ حدیث میں ضعیف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر نے حفص بن سلیمان کو ''متروک'' اور کثیر بن زاذان کو مجہول لکھا ہے۔''

[تقریب التهذیب ترجمه: ۱۴۰۵، ۵۶۰۹]

۸۳..... ((عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :

إِنَّ الْقَوْمَ لَيُبْعَثُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْعَذَابَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ، فَيَقْرَأُ صَبِيٌّ مِنْ صِبْيَانِهِمْ فِي الْكِتَابِ "الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" ، فَيَسْمَعُهُ اللّٰهُ تَعَالَى فَيَرْفَعُ عَنْهُمْ بِذَالِكَ الْعَذَابَ أَرْبَعِينَ سَنَةً)) [1]

''حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ ایک قوم پر طے شدہ اور نافذ ہو جانے والا عذاب بھیجے گا، اس وقت اس قوم کے بچوں میں سے ایک بچہ کتاب میں ''الحمد للہ رب العالمین'' پڑھے گا جس کو سُن کر اللہ تعالیٰ اس قوم سے اس کی وجہ سے چالیس سال کے لیے عذاب اُٹھا دے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج ابوزید عبدالرحمٰن الثعلبی نے '' **الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن** '' میں کی ہے اور وہیں سے الزمخشری نے اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں اس کو نقل کیا ہے۔

حافظ جمال الدین الزیلعی ''**تخریج احادیث الکشاف**'' میں لکھتے ہیں:

''اس کی روایت الثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابومعاویہ الضریر کے واسطہ سے کی ہے۔''

((عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ ، عَنْ رَبْعِي بْنِ حِرَاشٍ ، عَنْ حذيفة عن النبي ﷺ :))

''ابومعاویہ الضریر نے ابو مالک الاشجعی سے انہوں نے ربعی بن حراش سے اور انہوں نے حذیفہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:.....''

حافظ ابن حجر '' **تخریج احادیث الکشاف** '' میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی سند میں ابومعاویہ سے نیچے کا راوی نا قابل اعتبار ہے۔ اس موضوع حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو ''مسند الدارمی'' میں ثابت بن عجلان سے مروی ہے اور جس کے الفاظ ہیں:

((كَانَ يُقَالُ : إِنَّ اللّٰهَ لَيُرِيدُ الْعَذَابَ بِأَهْلِ الْأَرْضِ ، فَإِذَا سَمِعَ تَعْلِيمَ

[1] تفسیر الکشاف ، تفسیر سورة الفاتحه : ۱/ ۱۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصِّبْيَانِ بِالْحِكْمَةِ صَرَفَ ذٰلِكَ عَنْهُمْ " يَعْنِيْ بِالْحِكْمَةِ : الْقُرْآن))

''بیان کیا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اہل زمین کو عذاب دینے کا ارادہ کریں گے پس جب وہ بچوں سے حکمت کی تعلیم سنیں گے تو ان سے یہ عذاب اُٹھالیں گے، حکمت سے مراد قرآن ہے۔''

اس طرح یہ حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ''فضائل القرآن سورۃ سورۃ'' میں بھی مروی ہے۔ مگر یہ سب ساقط اور نا قابلِ اعتبار ہیں۔ ابن مردویہ نے بھی اس کی روایت دو طریقوں سے کی ہے، اور الواحدی نے بھی الوسیط میں اسے نقل کیا ہے، حافظ الخطیب البغدادی اور حافظ ابن الصلاح نے یہ حدیث وضع کرنے والے سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے اس کو وضع کیا ہے اور ابو عصمہ نوح بن ابی مریم سے مروی ہے کہ اس نے اس کو وضع کیا ہے۔'' (۳۰/۱)

۸٤.....((قال الحافظ ابو بكر أحمد بن محمد بن اسحاق المعروف بابن السُّنِي

فِيْ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ " حَدَّثَنَا أبو جعفرِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

إِنَّ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْآيَتَيْنِ مِنْ آلِ عِمرَانَ ، شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَقُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ إِلَى وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ مُعَلَّقَاتٌ بِالْعَرْشِ مَا بَيْنَهُنَّ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ ، قُلْنَ : تَهْبِطُنَا إِلَى أَرْضِكَ وَإِلَى مَنْ يَعْصِيْكَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أحلِفُ : لَا يَقْرَؤُ كُنَّ أَحَدٌ مِنْ عِبَادِيْ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ إِلَّا جَعَلْتُ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُ وَإِلَّا أَسْكَنْتُهُ حَظِيْرَةَ الْقُدُسِ وَإِلَّا نَظَرْتُ إِلَيْهِ بِعَيْنِي الْمَكْنُوْنَةِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ نَظْرَةً وَإِلَّا قَضَيْتُ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ حَاجَةً أَوْنَا هَا الْمَغْفِرَةُ وَلَا عِنْدُهُ مِنْ كُلِّ عَدُوٍّ وَنَصَرْتُهُ مِنْهُ))

''حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق المعروف بابن السنی اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں کہتے ہیں: ہم سے ابو جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شک فاتحۃ الکتاب، آیۃ الکرسی اور آل عمران کی دو آیتیں: **شهد الله انه لا اله الا هو** اور **قل اللهم مالك الملك**، **و ترزق من تشاء بغير حساب** تک عرش پر معلق ہیں اور ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں، انہوں نے عرض کیا: تو ہمیں اپنی زمین پر اُتار رہا ہے اور اُن لوگوں کے پاس جو تیری معصیت کے مرتکب ہو رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں قسم کھاتا ہوں کہ میرے بندوں میں سے جو کوئی ہر نماز کے بعد تمہیں پڑھے گا تو میں اس کے اس عمل کے بدلے جنت کو اس کا ٹھکانہ بناؤں گا اور حظیرۃ القدس ''جنت'' میں اس کو آباد کروں گا اور اپنی پوشیدہ آنکھ سے ہر روز اس کو ستر بار دیکھوں گا اور ہر دن اس کی ستر ضرورتیں پوری کروں گا جن میں سے کمتر ضرورت مغفرت ہے، اور اس کو ہر دشمن سے محفوظ رکھوں گا اور اس پر اس کو فتح دوں گا۔''

حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:

''یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت میں الحارث بن عُمیر منفرد ہے جو ثقہ راویوں سے موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ یہ بات ابن حبان نے لکھی ہے۔''

[اللآلی المصنوعة: ۱/ ۲۰۸، ۲۰۹]

۸۵..... ((أَنْزَلَ اللّٰهُ آيَتَيْنِ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ كَتَبَهُمَا الرَّحْمٰنُ بِيَدِهٖ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ بِأَلْفَي سَنَةٍ مَنْ قَرَأَهُمَا بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ أَجْزَأَتَاهُ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ))

[الكشاف، تفسير سورة البقره: ۱/ ۵۲۳]

''نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

اللہ نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمائی ہیں اور اُن کو اپنے ہاتھ سے، مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے لکھا ہے جو ان کو آخری عشاء کے بعد پڑھے گا وہ قیام اللیل سے اس کی کفایت کریں گی۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام عبداللہ بن عدی نے "الکامل: ۷/ ۲۵۴۸" اور ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی نے "تاریخ جرجان، ۲۶۸" میں کی ہے۔

اور حافظ الزیلعی نے اس کو "تخریج الکشاف: ۱/ ۱۶۹" میں نقل کر کے ابن عدی اور السہمی سے منسوب کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اس کی تخریج ابن عدی نے عبداللہ بن مسعود کی حدیث سے کی ہے۔ اس کی سند میں الولید بن عباد شامل ہے جو مجہول ہے اور اس نے ابان بن ابی عیاش سے روایت کیا ہے جو متروک ہے۔[حاشیه علی الکشاف بقلم الاستاذین : عادل احمد عبدالموجود و علی محمد معوض : ۱/۵۲۳]

تلاوت قرآن پاک اور سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کے فضائل صحیح احادیث میں بیان ہوئے ہیں لہٰذا موضوع حدیثوں میں بیان کردہ فضائل اور اجر وثواب کا اعتقاد رکھ کر ان کی تلاوت کرنے کے بجائے اُن فضائل کے اعتبار کے ساتھ اُن کی تلاوت کرنی چاہیے جو صحیح احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید المعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں:

''میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکارا، لیکن میں نے آپ کو جواب نہیں دیا، میں نے بعد میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نماز پڑھ رہا تھا، اس پر آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے:

﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ [الانفال: ۲۴]

''اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے پکارے جو تمہیں زندگی دینے والی ہے۔''

پھر آپ نے فرمایا: میں تم کو ایک ایسی سورت سکھاؤں گا جو قرآن کی عظیم ترین سورت ہے، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور جب آپ نے باہر نکلنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! کیا آپ یہ نہیں فرما چکے ہیں:

''میں تم کو ایک ایسی سورت سکھاؤں گا جو قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے؟''

اس پر آپ نے فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ ''هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوتِيْتُهُ'' [حدیث نمبر: ۴۴۷۴]

''الحمد لله رب العالمين ، یہی السبع المثانی اور قرآن العظیم ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((بَيْنَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ : سَمِعَ نَقِيْضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ : هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ ، لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ ، فَقَالَ : هٰذا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الأَرْضِ ، لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ : أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ)) ❶

''جس وقت جبرائیل نبی ﷺ کی خدمت میں تشریف فرما تھے، اپنے اوپر شدید آواز سُنی، پس اپنا سر اوپر اُٹھایا اور کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے، اس سے قبل کبھی نہیں کھولا گیا تھا، بعد میں اس سے ایک فرشتہ اترا تو کہا: یہ ایک فرشتہ جو زمین پر اُترا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں اُترا تھا اور اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا:

ایسی دو روشنیوں پر خوش ہو جایئے جو آپ کو عطا کی گئی ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کی گئی تھیں، فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات، آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے، وہ آپ کو عطا کیا جائے گا۔''

مطلب یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں میں جن امور اور مسائل کا ذکر ہے اُن میں سے جس مسئلے پر مشتمل جملہ آپ پڑھیں گے اور آپ کی اتباع میں آپ کی اُمت کا کوئی فرد پڑھے گا اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اُمت کے اس فرد کو وہ مسئلہ عطا فرمائے گا۔''

((عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:

إِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ ، فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ، إِقْرَءُ وا الزَّهْرَاوَيْنِ ، الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ ، فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أو كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ ، تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا إِقْرَءُ وا سُورَةَ الْبَقَرَةِ ، فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ)) ❷

''زید سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوسلام کو کہتے ہوئے سُنا کہ مجھ سے حضرت ابوامامہ الباہلی نے بیان کیا، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے: قرآن پڑھتے رہا کرو

❶ حدیث نمبر : ۱۸۷۷ ❷ حدیث : ۱۸۷٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

، کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع اور سفارشی بن کر آئے گا۔ دو چمک دار اور روشن سورتوں، سورۃ البقرہ اور آل عمران کو پڑھتے رہا کرو، اس لیے کہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح نمودار ہوں گی گویا یہ دو بدلیاں ہوں، یا دو سائبان ہوں، یا پر پھیلائے ہوئے پرندوں کی دو جماعتیں ہوں۔ یہ دونوں سورتیں اپنی تلاوت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی، سورۃ البقرہ کی تلاوت کرتے رہا کرو کیونکہ اس کی تلاوت اور اس میں موجود احکام پر عمل کرنے میں برکت ہے، اس کو چھوڑے رہنے میں پچھتاوا اور پشیمانی ہے اور کسلمند لوگ اس کی تلاوت پر قدرت نہیں رکھتے۔''

زبان نبوت سے نکلے ہوئے ان ارشادات کے مضمون پر غور کیجئے اور پھر ان سے اُن موضوع اور بے بنیاد روایتوں کے موازنہ کیجئے تو دونوں میں آپ کو زمین و آسمان کا فرق محسوس ہوگا اور یہ اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ کونسی بات نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے اور کونسی آپ سے غلط منسوب ہے۔

۸۶.....((مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ آلِ عِمْرَان أُعْطِيَ بِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا أَمَانًا عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ))

''جو سورۃ آل عمران پڑھے گا اسے اس کی ہر آیت کے بدلے جہنم کے پل پر سے گزرنے کے لیے امان نامہ عطا کر دیا جائے گا۔'' [تفسير الكشاف ، تفسير سورة آل عمران : ۱/ ۶۸۴]

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی نے ''الموضوعات : ۱/ ۲۳۹، ۲۴۰'' میں ابوبکر بن ابوداؤد السجستانی کی سند سے کی ہے۔

((حدثنا محمد بن عاصم ، حدثنا شبابة بن سوار، حدثنا مَخْلَدُ بن عبدالواحد عن علي بن زيد بن جدعان و عطاء بن أبي ميمونة عن زِر بن حُبيشٍ عن أبي بن كعبٍ مرفوعاً في فضائل القرآن سورة سورة))

''ہم سے محمد بن عاصم نے بیان کیا، کہا: ہم سے شبابۃ بن سوار نے بیان کیا، کہا: ہم سے مخلد بن عبدالواحد نے علی بن زید بن جدعان اور عطاء بن ابی میمونہ سے، اور ان دونوں نے زر بن حُبیش سے اور انہوں نے ابی بن کعب سے قرآن پر ہر ہر سورت کے فضائل کے بارے میں مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

امام ابن الجوزی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو اسحاق الثعلبی نے اس حدیث کو اپنی تفسیر قرآن میں ہر سورت کی تفسیر کے موقع پر بیان کیا ہے اور انہی کی پیروی ابوالحسن الواحدی نے اپنی تفسیر میں کی ہے، ان دونوں کا ایسا کرنا باعث تعجب نہیں ہے اس لیے کہ ان کا تعلق علمائے حدیث سے نہیں تھا۔ مگر تعجب ہے تو ابوبکر بن ابوداؤد پر کہ انہوں نے بھی فضائل قرآن کے بارے میں اپنی کتاب میں اس موضوع حدیث کو ہر سورت کے موقع پر نقل کیا ہے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ اس کا حدیث ہونا محال ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ حَدِيْثًا يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ))

''جس نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''

امام ابن الجوزی آگے چل کر لکھتے ہیں:

''مخلد بن عبدالواحد حد درجہ منکر الحدیث ہے، جیسا کہ امام ابن حبان نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایسی منکر حدیثوں کی روایت میں منفرد ہے۔ جو ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیثوں سے مماثلت نہیں رکھتیں۔ امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے اس حدیث کے دوسرے راوی علی بن زید کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ائمہ حدیث کی ان وضاحتوں سے قطع نظر یہ حدیث خود اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ موضوع ہے۔''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے ان میں سے کوئی بھی ''متروک'' وضاع اور جھوٹے راویوں سے پاک نہیں ہے۔

۸۲..... ((مَنْ قَرَأَ رُبُعَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوْتِيَ رُبُعَ النُّبُوَّةِ ، وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوْتِيَ ثُلُثَ النُّبُوَّةِ ، وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَيِ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوْتِيَ ثُلُثَيِ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ أُوْتِيَ النُّبُوَّةَ))

''جس نے ایک چوتھائی قرآن کی تلاوت کی اس کو ایک چوتھائی نبوت مل گئی۔ اور جس نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی اس کو ایک تہائی نبوت دیدی گئی۔ اور جس نے دو تہائی قرآن پڑھا اس کو دو تہائی نبوت مل گئی اور جس نے پورا قرآن پڑھا اس کو پوری نبوت عطا کر دی گئی۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ جس کے متن سے ''وضع'' کی بو آ رہی ہے۔ اس کی روایت ابوبکر الآجری نے ''آداب حملة القرآن (قلمی نسخه ، مكتبه ظاهريه) میں کی ہے اور اس کی سند یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ أَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِي مَرْفُوْعاً))

''مسلمہ بن علی سے روایت ہے، انہوں نے زید بن واقد سے روایت کیا، انہوں نے مکحول سے اور انہوں نے حضرت ابوامامہ الباہلی سے مرفوعاً روایت کیا۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''مسلمہ بن علی پر کذب بیانی کا الزام ہے۔ اس حدیث کو امام ابن الجوزی نے "الموضوعات : ۱/ ۲۵۲ " میں نقل کیا ہے جس میں ''الربع'' والا جملہ نہیں ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ یعنی موضوع ہے۔ بشر بن نمیر متروک ہے جس کو امام یحییٰ بن سعید نے ''کذاب'' بتایا ہے۔ اور حافظ السیوطی نے "اللآلی المصنوعه : ۱/ ۲۲۱ " میں حسب عادت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث صرف ضعیف ہے موضوع نہیں ہے اور اپنے اس حکم کے جو دلائل دیے ہیں ان میں کوئی وزن نہیں ہے۔ اور اس حدیث کے جو ''شواہد'' پیش کیے ہیں ان میں سے کسی بھی حدیث کی سند ''کذابوں'' سے خالی نہیں ہے۔''

[الضعيفة : ۱/ ۶۸۸، ۶۹۰]

۸۸..... ((مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِي لَمْ يَتَوَلَّ قَبْضَ نَفْسِهِ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالَى.....))

''جو آیۃ الکرسی پڑھا کرے تو اس کی روح صرف اللہ تعالیٰ ہی قبض کریں گے۔''

یہ موضوع ہے اور اس کا موضوع ہونا خود اس کے متن سے ظاہر ہے۔ اس کی تخریج حافظ الخطیب البغدادی نے "تاريخ بغداد : ۶/ ۱۷۴ " میں محمد بن کثیر بن مروان الفہری کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ أَبِيْ قُبَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرٍو قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :))

''ہم سے عبداللہ بن لہیعہ نے ابو قبیل سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ سند بے حد کمزور بلکہ موضوع ہے۔ جس کی علت محمد بن کثیر ہے جو متروک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے " تقريب التهذيب ترجمه: ۶۲۵۵ " میں صراحت کی ہے۔ امام ابن عدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے باطل اور مصائب آمیز احادیث مروی ہیں۔ اور محمد بن کثیر کے شیخ عبداللہ بن لہیعہ خود کمزور حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ مگر ان سے اس موضوع پر حدیث کی روایت کا ذمہ داران کا شاگرد محمد بن کثیر ہے۔''

[الضعیفه: ۲۷/۵]

اس موضوع حدیث کے متن سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے نام سے جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں کے ذہن و دماغ کی ''جولان گاہیں'' کس قدر وسیع تھیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے عقائد کو خراب کرنے کے لیے وہ کس طرح کے عجیب و غریب مضامین بیان کرتے تھے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت مسلم ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! (كنية أبي بن كعب) أَتَدْرِيْ أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ : قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔ قَالَ : يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِيْ أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَعْظَمُ؟ قَالَ : قُلْتُ: (اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ : فضرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ : وَاللّٰهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ!)) [1]

''اے ابوالمنذر! (ابی بن کعب کی کنیت) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب جو تمہارے ساتھ ہے اس کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ کہا: میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب جو تمہارے ساتھ ہے اس کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا: ﴿ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ کہا: اس پر رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر مارا اور فرمایا: اللہ کی قسم! اے ابوالمنذر! علم تم کو مبارک ہو۔''

نبی ﷺ جب کسی اہم بات کو ذہن نشین کرنا چاہتے یا اس کی اہمیت کو واضح کرنا چاہتے تو ایک سے زیادہ بار اس کو دہراتے جیسا کہ اس حدیث میں آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک ہی سوال دو بار کیا۔

امام النووی نے آیۃ الکرسی کے قرآن کی عظیم ترین آیت ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے:

[1] حدیث: ۱۸۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے اہم اسمائے ذات وصفات جمع کر دیے گئے ہیں، الوہیت، وحدانیت، حیاۃ، علم، ملک وفرمانروائی، قدرت اور ارادہ یہ اسمائے ذات وصفات کے سات اصول ہیں۔'' [بحوالہ "منة المنعم فی شرح صحیح مسلم : ۵۰۸/۱]

۸۹..... ((إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا ، وَقَلْبُ الْقُرْآنِ (يٰس) وَمَنْ قَرَأَ (يٰس) كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ))

[الترمذی: ۲۸۸۷، الترغیب والترهیب: ۸۸۵، الدارمی: ۴۵۶/۲]

''ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل ''یٰسین'' ہے جو ''یٰسین'' پڑھے گا اللہ اس کے لیے اس کی اس قرأت کے بدلے دس (۱۰) بار قرآن کی قرأت کا ثواب لکھے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ امام الترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ہم صرف حمید بن عبدالرحمٰن کی روایت کردہ حدیث کے طور پر جانتے ہیں اور بصرہ میں قتادہ کی حدیث کو لوگ صرف اس طریقے سے جانتے ہیں اور ہارون ابو محمد مجہول الہال شیخ ہے۔ یٰسین کے فضائل کے باب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی حدیث ہے۔''

اور کتاب " العلل: ۵۶،۵۵/۲ " میں امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم لکھتے ہیں:

''میں نے اپنے والد امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی، سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس حدیث کا راوی مقاتل، مقاتل بن سلیمان ہے۔ میں نے اس حدیث کو مقاتل بن سلیمان کی وضع کردہ پہلی کتاب میں دیکھا ہے۔ یہ حدیث باطل ہے جس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی نے اس موضوع حدیث کی جو سند [الضعیفه: ۳۱۲/۱] بیان کی ہے وہ یہ ہے:

((حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، قَالَا ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الرَّوَاسِيُّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ ، عَنْ هَارُوْنَ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :))

[ضعیف سنن الترمذی، ص: ۲۹۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابو حاتم نے اس حدیث کا راوی مقاتل بن سلیمان کو قرار دیا ہے جبکہ الترمذی اور الدارمی میں ''مقاتل بن حیان'' ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ مقاتل بن سلیمان ہے جو کذاب ہے، نہ کہ مقاتل بن حیان جیسا کہ بعض لوگوں کو التباس ہو گیا ہے کیونکہ امام ابو حاتم اس علم میں حجت کا درجہ رکھتے ہیں، اور امام الذھبی نے بھی حدیث کا راوی مقاتل بن سلیمان ہی لکھا ہے اور امام وکیع نے جس مقاتل کی تکذیب کی ہے وہ مقاتل بن سلیمان ہے نہ کہ مقاتل بن حیان کیونکہ ابن حیان سچا اور روایت حدیث میں قوی تھا اور یہ چیز امام وکیع جیسے ماہر محدث کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ لہٰذا الامحالہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۹۰..... ((مَنْ قَرَأَ السُّوْرَةَ التی يُذْكَرُ فِيْهَا آل عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ حَتّٰى تَحْجِبَ الشَّمْسُ))

''جو جمعہ کے دن وہ سورت پڑھے جس میں آل عمران کا ذکر آیا ہے تو اللہ اور اس کے فرشتے سورج غروب ہونے تک اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے ''**المعجم الکبیر** : ۱۰۵/۳'' اور ''**المعجم الاوسط** : ۸۰/۲، ح: ۲۲۹۳'' میں احمد بن ماہان بن ابو حنیفہ کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے میرے والد نے طلحہ بن زید سے، انہوں نے یزید بن سنان سے، انہوں نے یزید بن جابر الدمشقی سے، انہوں نے طاؤس سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

حافظ الطبرانی نے یہ سند بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

''محمد بن ماہان اسمیں منفرد ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ سند موضوع ہے، احمد بن ماہان دراصل احمد بن محمد بن ماہان ہے، جس کے والد کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ ابن ابی حاتم نے ''**العلل** : ۷۳/۱'' میں اس کا ذکر جرح و تعدیل کے بغیر کیا ہے اور اپنے والد محمد بن ادریس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''وہ مجہول ہے'' اس سند کے دوسرے راوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلحہ بن زید پر ''وضع حدیث'' کا الزام ہے، اور یزید بن سنان جس کی کنیت ابوفروہ اور لقب الرھاوی ہے ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے ''تقریب التھذیب ترجمہ: ۳۰۲۰'' میں طلحہ بن زید کو ''متروک'' لکھا ہے۔ اور امام احمد اور امام ابوداؤد نے اس سے ''وضع حدیث'' کو منسوب کیا ہے۔'' [الضعیفہ: ۱/ ۵۹۹، ۶۰۰]

۹۱.....((حَمَلَةُ الْقُرْآنِ أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ ، فَمَنْ عَادَاهُمْ ، فَقَدْ عَادَى اللّٰهَ وَمَنْ وَالَاهُمْ ، فَقَدْ وَالَى اللّٰهَ))

''حاملین قران اللہ کے دوست ہیں، پس جس نے ان سے دشمنی کی تو اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔''

یہ حدیث موضوع ہے اس کی تخریج امام شیرویہ الدیلمی نے "مسند الفردوس: ۲/ ۹۰" میں حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی کے طریقے سے ''معلقا'' کی ہے۔ اس کی سند ہے:

((عَنِ الْحَسَنِ بْنِ إدريس العسكرى : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَهْلٍ : حَدَّثَنَا دَاوُد بْنُ الْمُحَبِّرِ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ به))

''الحسن بن ادریس العسکری سے روایت ہے، کہا: ہم سے ابراہیم بن سہل نے بیان کیا، کہا: ہم سے داؤد بن المحبر نے صخر بن جویریہ سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

حافظ السیوطی نے اس موضوع حدیث کو " الجامع الصغیر : ۲۷۴۳ " میں نقل کیا ہے۔ العلامہ عبدالرؤف المناوی نے "فیض القدیر شرح الجامع الصغیر " میں حافظ السیوطی کی تعقیب ان الفاظ میں کی ہے:

''اس کی سند میں داؤد بن المحبر راوی ہے جس کا تذکرہ امام الذہبی نے ''الضعفاء'' میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابو حاتم محمد بن حبان البُستی نے اس کے بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ وہ ثقہ راویوں کے نام سے جھوٹی حدیثیں وضع کیا کرتا تھا اور حافظ ابونعیم نے "حلیة الأولیاء" میں اس کی روایت کی ہے اور انہی کے طریقے سے الدیلمی نے مسند الفردوس میں اس کے ''وضاع حدیث'' ہونے کی صراحت کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کیا ہے لہٰذا اگر السیوطی اس کا ذکر ابونعیم کے حوالہ سے کرتے تو بہتر تھا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ حافظ السیوطی ''الجامع الصغیر'' میں اس حدیث کو نقل ہی نہ کرتے، کیونکہ ''ذیل الاحادیث الموضوعة، ص:۳۲، حدیث نمبر ۱۵۵'' میں ''تاریخ اصبهان'' میں ابونعیم کے حوالہ سے وہ اس کو نقل کر چکے ہیں اور یہ بھی لکھ چکے ہیں: ''حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث کو ''منکر خبر'' قرار دیا ہے۔ ابونعیم نے اس کا ذکر الحسن بن ادریس کے ترجمہ میں کیا ہے لیکن اس کی آفت اور مصیبت دراصل داؤد بن المحبر ہے۔''

البانی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث اصل میں ''اخبار اصبهان: ۱/۲۶۴'' میں ہے۔ ''حلیہ الاولیاء'' میں نہیں جیسا کہ المناوی گمان کر بیٹھے۔ ''الحسن بن ادریس کا شمار (حافظ ابومحمد، عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ کے شیوخ میں ہوتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے طبقات (۳۸۹، ۵۳۱) میں اس کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اس کی جرح وتعدیل کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

اور الخطیب البغدادی نے ''تاریخ بغداد: ۲/۲۴۸'' میں لکھا ہے:

''مجھ سے محمد بن یوسف القطان نے بیان کیا کہ الحسن بن ادریس غیر ثقہ تھا اور ''صوفیا'' کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔''

[الضعیفه: ۱/۳۹۲، ۳۹۳]

۹۲..... ((حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةِ الإِسْلَامِ ، مَنْ أَكْرَمَهُ ، فَقَدْ أَكْرَمَ اللّٰهَ وَمَنْ أَهَانَهُ ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ))

''حامل قرآن پرچم اسلام بلند رکھنے والے کے مانند ہے جس نے اس کی تعظیم کی تو اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی اہانت کی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت امام الدیلمی نے ''مسند الفردوس: ۲/۸۸'' میں محمد بن یوسف الکدیمی تک اپنی سند سے اور الکریمی نے حضرت ابوامامہ الباہلی تک اپنی سند سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

اس موضوع حدیث کو حافظ السیوطی نے ''ذیل الاحادیث الموضوعہ، ص:۲۳، ح:۱۱۶'' میں نقل کیا ہے اور حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''الکدیمی پر وضع حدیث کا الزام ہے۔''

اس اعتراف کے باوجود انہوں نے اس موضوع حدیث کو ''الجامع الصغیر: ۲۶۷۵'' میں درج کر دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اسی وجہ سے علامہ المناوی نے یہ کہہ کر ان کی تعقیب کی ہے کہ ''الکدیمی وضاع ہے۔''

۹۳..... ((فَضْلُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الَّذِيْ لَمْ يَحْمِلْهُ كَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوْقِ))

''حاملینِ قرآن کو اس پر جو حامل قران نہیں ہے وہی فضیلت حاصل ہے جو فضیلت خالق کو مخلوق پر حاصل ہے۔''

یہ نبی اکرم ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے جس کی نکارت اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔اس کی تخریج بھی الدیلمی نے ''مسند الفردوس :۱۷۸/۲'' میں محمد بن تمیم الفریابی کی سند سے کی ہے۔

((حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عباس رَفَعَهُ))

''ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا: ہم سے الحکم بن ابان نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور حضرت ابن عباس نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا۔''

حافظ السیوطی نے ذیل الاحادیث الموضوعہ،ص:۳۲'' میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''حافظ ابن حجر نے '' زهر الفردوس '' میں لکھا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کی آفت محمد بن تمیم ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''اس اعتراف کے باوجود حافظ السیوطی نے اس جھوٹی روایت کو اپنی کتاب ''الجامع الصغیر: ۳۹۷۴'' میں درج کر دیا ہے۔محمد بن تمیم کو حافظ الخطیب البغدادی نے ''کذاب، حدیث وضع کرنے والا'' لکھا ہے۔امام الحاکم نے لکھا ہے: ''وہ خبیث کذاب تھا۔'' اور حافظ ابونعیم نے بھی اس کو ''کذاب اور وضاع حدیث'' بتایا ہے۔ [الضعیفه : ۵۷۱/۱، ۵۷۲]

۹۴..... ((مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ ، فَيُقْرَأُ عِنْدَهُ سُوْرَةُ (يسين) إِلَّا هَوَّنَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ))

جو بھی مرنے والا مر رہا ہو اور اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے تو اللہ عزوجل اس پر موت کی سختی کم کر دے گا۔''

''یہ حدیث موضوع ہے اس کی تخریج امام الدیلمی نے ''مسند الفردوس:۱۷/۴'' میں ابونعیم سے معلقاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کرتے ہوئے کی ہے۔اور یہ حدیث اصل میں ''اخبار اصبہان:۱/۱۸۸'' میں مروی ہے۔اس کی سند ہے:

((عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ أَبِيْ داؤد عَنْ مَرْوَانَ بْنِ سَالِمٍ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَمْرو عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ أبي الدرداء وابي ذر مرفوعاً))

''عبدالمجید بن ابوداؤد سے روایت ہے،انہوں نے مروان بن سالم سے روایت کیا،انہوں نے صفوان بن عمرو سے،انہوں نے شُریح سے اور انہوں نے ابوالدرداء اور ابوذر سے مرفوعاً روایت کیا۔''

محدث محمد ناصرالدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ حدیث موضوع ہے جس کی آفت مروان بن سالم ہے۔شیخان اور امام ابوحاتم نے اس کو ''منکر الحدیث'' بتایا ہے۔''امام ابوتمرو یہ الحسین بن محمد الحرانی نے اس کے بارے میں لکھا ہے:''وہ حدیث وضع کرتا تھا۔''اور امام ابویحییٰ زکر بن یحییٰ الساجی نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:((كذاب يضع الحديث)) ''جھوٹا ہے اور حدیث وضع کرتا ہے۔''یہ حدیث اصلاً مقطوع ہے۔اس لیے کہ صفوان کی تمام روایتیں تابعین سے ہیں۔اور اس خبیث اور کذاب مروان بن سالم نے اس کو مرفوع کر دیا اور اس کی سند کو متصل بنا دیا۔

[الضعيفه : ۱۱/۳۶۳،۳۶٤]

۹۵.....((مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ، فَقَرَأَ أَسُورَةَ (يسين) خَفَّفَ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ ، وَلَهُ بِعَدَدِ مَنْ فِيْهَا حَسَنَاتٍ))

''جو کوئی قبرستانوں میں داخل ہو،اور سورۂ یسین پڑھے تو اس دن اللہ وہاں کر مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دے گا اور سورۂ یٰسین پڑھنے والے کے لیے وہاں کے مُردوں کی تعداد کے مطابق نیکیاں لکھی جائیں گی۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔اس کی تخریج الثعلبی نے اپنی تفسیر میں (۳/۱۶۱) محمد بن احمد الریاحی کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا أَبِيْ : حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ مَرْفُوعًا))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب بن مدرک نے ابوعبیدہ سے، انہوں نے الحسن سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند تاریک اور ہلاک کر دینے والی اور متعدد علتوں سے پُر ہے:

☆ ابوعبیدہ کو امام یحییٰ بن معین نے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

☆ ایوب بن مدرک کے ضعیف اور متروک ہونے پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ بلکہ امام یحییٰ بن معین نے اس کو بصراحت کذاب بتایا ہے۔ اور امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ اس نے مکحول سے موضوع حدیثوں کا ایک مجموعہ روایت کیا ہے۔ حالانکہ اس نے مکحول کو نہیں دیکھا ہے اور یہی اس حدیث کی مصیبت ہے۔

☆ احمد الریاحی، جس کا نام ابوالعوام احمد بن یزید بن دینار ہے، اس کو امام البیہقی نے مجہول لکھا ہے جیسا کہ ''لسان المیزان'' میں صراحت ہے۔[الضعیفہ : ۳۹۸،۳۹۷/۳]

۹۶..... ((مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ فِيهَا إِحْدَى عَشْرَةَ مَرَّةً ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهُ لِلأَمْوَاتِ ؛ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَاتِ))

''جو شخص قبرستان پر سے گزرے اور ان میں گیارہ بار قل هو الله احد پڑھے، پھر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو اس کو مُردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج عبدالکریم الرافعی نے ''تاریخ قزوین :۲۹۷/۲'' میں داود بن سلیمان الغازی کی سند سے کی ہے:

((أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا : حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جعفرٍ عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ .....))

''ہم کو علی بن موسیٰ الرضا نے خبر دی، کہا: مجھے میرے والد موسیٰ بن جعفر نے اپنے باپ الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ۔''

یہ سند موضوع ہے اور اس کی مصیبت یہی ''الغازی'' ہے، امام الذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے:

''یحییٰ بن معین نے اس کی تکذیب کی ہے اور امام ابوحاتم اس سے واقف نہیں تھے۔ بہر حال وہ ایک جھوٹا شیخ تھا۔ علی بن الرضا سے اس نے جھوٹی حدیثوں کا ایک نسخہ راویت کیا ہے، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راویت میں اس کا ایک متابع ہے مگر وہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔''

یہاں یہ واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حالتِ نزع میں، موت کے بعد، کفن دفن کے بعد اور بعد میں قبروں کی زیارت کے موقع پر قرآن پاک یا اس کی کسی سورت کی تلاوت کا کوئی ثبوت کتاب وسنّت سے نہیں ملتا۔ چاہے وہ سورۂ یٰسین ہو یا سورۂ اخلاص یا کوئی اور سورت۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں یا لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں ان کا یہ فعل کتاب وسنّت کی کسی نص پر مبنی نہیں ہے بلکہ مبنی بر قیاس ہے جبکہ یہ مسئلہ علمائے اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ تلاوت قرآن عبادت ہے اور عبادت تمام کی تمام توقیفی ہیں۔ اور وہی عبادت معتبر اور عنداللہ مقبول ہے جو منصوص ہو، عبادات قیاسی اُمور نہیں ہیں لہٰذا قرآن پاک کی تلاوت اور اس کے ثواب کو مُردوں کے لیے بخشنے کے عمل کو عمومی دعا، حج وعمرہ، صدقہ اور قرضہ ادا کرنے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حالتِ نزع میں اور میت کو دفن کرنے کے بعد انفرادی یا اجتماعی شکل میں سورۂ یٰسین کی تلاوت بھی غیر مشروع ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث نہیں بن سکتی جو ان الفاظ میں مروی ہے:

((إِقْرَءُوا سُورَةَ (يسن) عَلَى مَوتَاكُمْ))

''اپنے مُردوں پر سورۂ یٰسین پڑھ کرو.....''

یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں ضعیف سند سے روایت کی ہے۔ اس کی سند میں ابوعثمان اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں۔ مزید یہ کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اس کے متن میں اضطراب ہے۔ لہٰذا اس نا قابل اعتماد حدیث سے اس عمل کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔

۹۷..... ((مَنْ قَرَأَ (يسن) يُرِيْدُ بِهَا اللّٰهَ ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ ، وَأُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ كَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَرَّةً ، وَأَيُّمَا مَرِيْضٍ ، قُرِئَ عِنْدَهُ سُوْرَةُ (يسن) نَزَلَ عَلَيْهِ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ عَشَرَةُ أَمْلَاكٍ ، يَقُوْمُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ صُفُوفًا ، فَيُصَلُّوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ وَيَشْهَدُوْنَ قَبْضَهُ وَغَسْلَهُ وَيَتْبَعُوْنَ جَنَازَتَهُ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَشْهَدُوْنَ دَفْنَهُ ، وَأَيُّمَا مَرِيْضٍ قَرَأَ سُوْرَةَ (يسن) وَهُوَ فِيْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ؟ لَمْ يَقْبِضْ مَلَكُ الْمَوْتِ رُوحَهُ حَتّٰى يَجِيْئَهُ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجِنَانِ بِشُرْبَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ ، فَيَشْرَبُهَا وَهُوَ عَلَى فِرَاشِهِ ، فَيَمُوْتُ وَهُوَ رَيَّانُ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى حَوْضٍ مِنْ حِيَاضِ الْأَنْبِيَاءِ ، حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ رَيَّانُ))

''جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لیے سورۂ یٰسین پڑھے گا، اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اور اس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنا اجر عطا فرمائے گا جیسے اس نے پورے قرآن کو بارہ مرتبہ پڑھا ہو اور جس مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے تو اس پر اس کے ہر حرف کے بدلے دس (۱۰) فرشتے نازل ہوں گے جو اس کے سامنے صف باندھے کھڑے رہیں گے، نمازیں پڑھیں گے، اس کے لیے استغفار کریں گے، اس کی روح قبض ہوتے اور اس کے غسل کو دیکھیں گے، اس کے جنازے کے پیچھے جائیں گے، اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے، اس کے دفن کا مشاہدہ کریں گے اور جس مریض کے پاس سکرات الموت کی حالت میں سورۂ یٰسین پڑھی جائے، اس کی روح ملک الموت اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ جنت کا محافظ ''رضوان'' جنت کی شراب نہیں لے آئے گا جس کو وہ اپنے بستر ہی پر پیے گا اور اس حال میں مرے گا کہ شکم سیر ہوگا اور انبیاء کے حوضوں میں سے کسی حوض کا محتاج نہیں ہوگا اور جنت میں شکم سیر داخل ہوگا۔''

یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس کی تخریج ابو زید عبدالرحمٰن الثعلبی اپنی تفسیر ''الجواھر الحسان :۳/۱۶۱'' میں اسماعیل بن ابراہیم سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ اَمَامَةَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے یوسف بن عطیہ نے ہارون بن کثیر سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابو امامہ سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

اس حدیث کی سند اور متن دونوں سے اس کا موضوع اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ ہونا واضح ہے۔ اس کی مصیبت یوسف بن عطیہ الباہلی ہے جس پر کذب بیانی اور وضع حدیث کا الزام ہے۔ حافظ عمرو بن علی الفلاس فرماتے ہیں:

''یوسف بن عطیہ الکوفی یوسف بن عطیہ البصری سے بڑا جھوٹا تھا۔''

امام الدارقطنی کا قول ہے:

''دونوں متروک ہیں۔''

اور ہارون بن کثیر جس سے یوسف بن عطیہ نے یہ حدیث روایت کی ہے مجہول ہے۔ اور وضع حدیث میں اپنے شاگرد کی طرح ہے۔ امام ابن ابی حاتم ''العلل :۲/۶۷'' میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا جس کی روایت سوید ابو حاتم نے سلیمان التیمی سے، انہوں نے ابو عثمان سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے:

۱ ..... ((مَنْ قَرَأَ (یسن) مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مِرَارٍ))

''جس نے ''یسین'' ایک بار پڑھی تو گویا اس نے قران دس (۱۰) بار پڑھا۔''

اور ابو سعید نے کہا:

۲ ..... ((مَنْ قَرَأَ (یسن) مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ))

''جس نے ''یسین'' ایک بار پڑھی تو گویا اس نے قرآن دو بار پڑھا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو سعید سے کہا:

''تم وہ بیان کرو جو تم نے سُنا ہے اور میں وہ بیان کروں جو میں نے سُنا ہے۔''

تو میرے والد نے فرمایا: ((هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ)) ''یہ حدیث منکر ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث باطل ہے جس کا بطلان بالکل واضح ہے، کیونکہ یہ بات کس طرح معقول ہو سکتی ہے کہ کسی شے کا جزء کل کے برابر یا اس سے دگنی فضیلت رکھتا ہو، دس (۱۰) بار افضل ہونا تو دور کی بات ہے۔ لہٰذا جس نے پورا قرآن دو بار پڑھا تو اس نے ''یٰسین'' بھی دو بار پڑھی ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا ایک بار پڑھنا، قرآن کو دو بار پڑھنے کے ساتھ، اس کو دو بار پڑھنے سے افضل ہو؟'' [الضعیفه : ۱۰/۱۵۷، ۱۵۸]

۹۸ ..... ((مَنْ كَتَبَ (یٰس) ثُمَّ شَرِبَهَا ، دَخَلَ جَوْفَهُ أَلْفُ نُورٍ ، وَأَلْفُ رَحْمَةٍ وَأَلْفُ بَرَكَةٍ ، وَأَلْفُ دَوَاءٍ ، أَوْ خَرَجَ مِنْهُ أَلْفُ دَاءٍ))

''جس نے ''یسین'' لکھا، پھر اس کو پی گیا تو اس کے پیٹ میں ایک ہزار نور، ایک ہزار رحمت، ایک ہزار برکت اور ایک ہزار دوا داخل ہو گئی۔ یا اس کے اندر سے ایک ہزار بیماریاں نکل گئیں۔''

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی تخریج عبدالکریم الرافعی نے '' تاریخ قزوین : ۳/۹۶ '' میں اس تاریک سند سے کی ہے:

((عَنِ الْأَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْ عَوْنٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :))

''الأ حوص بن حکیم سے روایت ہے، انہوں نے ابوعون سے، انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے الحارث سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا.....''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''یہ متن باطل ہے جس کا باطل اور موضوع ہونا بالکل واضح ہے اور ممکن ہے کہ اس کا وضع کرنے والا ''الأ حوص'' سے نیچے کا کوئی ہو، کیونکہ الأ حوص ضعیف تو ہے مگر اس پر ''وضع حدیث'' کا الزام نہیں ہے اگرچہ ابن حبان نے '' الضعفاء : ۱/۱۷۵ '' میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''مشاہیر محدثین سے وہ منکر احادیث روایت کیا کرتا تھا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تنقیص کیا کرتا تھا اور یحییٰ القطان وغیرہ نے اس کو ترک کر دیا تھا۔''

اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے کا صدور الأ حوص سے اوپر کے کسی راوی سے ہوا ہو:

ا..... یا تو اس کے شیخ ابوعون سے جو غیر معروف تھا، الدولابی نے ''الکنی : ۲/۴۸ '' میں اس کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

''ابوعون الانصاری: الاحوص بن حکیم اس سے حدیث روایت کرتا تھا۔''

حافظ ابن حجر نے ''لسان المیزان '' کے باب ''الکنی '' میں اس کا نام عمرو بن عمر و لکھا ہے اور ''باب الاسماء '' میں لکھا ہے:

''عمرو بن عمرو بن عون بن تمیم ابوعون الانصاری، اس سے سعید بن عُفیر نے حدیث روایت کی ہے، ''مجہول'' ہے۔''

ب..... یا اس حدیث کو وضع کرنے کا فعل الحارث الاعور سے صادر ہوا ہو، کیونکہ بعض لوگوں نے اس پر جھوٹ اور کذب بیانی کا الزام لگایا ہے۔

رہا ابواسحاق جس کا لقب ''السبیعی،، ہے تو اس باطل حدیث کی نسبت اس کی طرف بعید از امکان ہے اگرچہ ان کا ذہنی اور عقلی توازن بگڑ گیا تھا لہٰذا اس جرم کا ارتکاب یا تو اس کے شیخ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے یا اس سے نیچے کے کسی راوی نے۔'' [الضعیفه : ۷/ ۲۹۵، ۲۹۶]

۹۹..... ((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ (یسن) فِیْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ ، غُفِرَ لَهُ))

''جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ یسین پڑھے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔''

یہ حدیث موضوع تو نہیں ہے البتہ اس کی سند بے حد ضعف ہے۔ اور اس کی ''آفت'' الأ غلب بن تمیم ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان '' کتاب الضعفاء : ۱/ ۱۶۶ '' میں لکھتے ہیں:

''الأ غلب بن تمیم منکر الحدیث ہے۔ وہ ثقہ راویوں سے ایسی حدیثیں روایت کرتا تھا جو اُن سے مروی نہیں ہیں جس کی وجہ سے اور بکثرت غلطیوں کے ارتکاب کی وجہ سے وہ دلیل بنانے کے قابل نہیں رہا۔''

دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی سند کے دوسرے راوی، زید بن الحریش، کے بارے میں امام ابن حبان نے کتاب ''الثقات'' میں لکھا ہے:

((ربما اخطأ)) ''بسا اوقات اس نے غلطیاں کی ہیں۔''

اور یحییٰ ابن القطان کا قول ہے:

''زید بن الحریش، مجہول الحال ہے۔''

اسی سند سے ابن السنی نے اس حدیث کی تخریج ''عمل الیوم واللیلة ، حدیث : ۶۶۸ '' میں اور امام ابن عدی نے '' الکامل : ۱/ ۴۱۶ '' میں کی ہے۔ لیکن '' فی لیلة الجمعة '' کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی روایت میں: ''فی یوم و لیلة ابتغاء وجه الله غفرله '' کی عبارت ہے۔'' [الضعیفه : ۱۱/ ۱۹۱]

درحقیقت سورۂ یسین کی فضیلت میں کوئی بھی صحیح حدیث رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جتنی حدیثیں تفسیر کی کتابوں یا فضائل اعمال کی کتابوں میں ملتی ہیں یا لوگوں میں زبان زد ہیں وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ سوائے دو حدیثوں کے جو ضعیف ہیں مگر موضوع سے قریب تر ہیں۔ یہ تمام حدیثیں سند کے ساتھ ساتھ اپنے متن اور مضمون کے اعتبار سے بھی اسلام کے اعتدال پسند مزاج کے خلاف ہیں جن کو بادیٔ نظر سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۰..... ((أُسِّسَتِ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُوْنَ السَّبْعُ عَلٰى ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾))

''ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو '' قل هو الله احد '' پر قائم کیا گیا ہے۔''

حافظ جمال الدین عبداللہ الزیلعی '' تخریج احادیث الکشاف : ۴/ ۳۳۱ '' میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان الفاظ میں یہ حدیث غریب یعنی بے اصل ہے، اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مجھے یہ حدیث ''مرفوعاً'' نہیں ملی۔''

ان دو جلیل القدر حفاظِ حدیث کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہ عبارت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ حافظ الزیلعی جب یہ فرماتے ہیں: "غریب بهذا اللفظ" ان الفاظ میں غریب ہے تو اس سے ان کی مُراد یہ ہوتی ہے کہ ''اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔'' غریب کہہ کر ''بے بنیاد'' مراد لینا ان کی خاص اصطلاح ہے جبکہ امام الترمذی ''غریب'' سے ضعیف مراد لیتے ہیں جیسا کہ اہل فن جانتے ہیں۔

حافظ الزیلعی اس موضوع حدیث کی سند بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابن ابی شیبہ نے یہ حدیث فضائل القرآن کے موضوع پر اپنی منفرد کتاب میں بیان کی ہے اور اسکی سند ہے:

((حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى ، حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَيْلَانَ الثَّقَفِي أَنَّهُ كَانَ أَمِيرًا عَلَى الْبَصْرَةِ ، فَقَالَ : حَدَّثَنِي هٰذَا الرَّجُلُ الصَّالِحُ كَعْبُ الْأَحْبَارِ : إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَسَّسَ الْأَرْضِينَ عَلَى ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾))

''ہم سے الحسن بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابو ھلال نے قتادہ سے، اور انہوں نے عبداللہ بن غیلان الثقفی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ بصرہ کے امیر تھے اور کہا: مجھ سے اس صالح آدمی کعب الاحبار نے بیان کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمینوں کو "قل هو الله احمد" پر قائم کیا ہے۔''

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو کعب الاحبار پر موقوف قرار دیا ہے۔[بحواله حاشيه الكشاف بقلم الشيخ عادل احمد عبدالموجود والشيخ علي محمد معوض : ٤٦٣/٦ تفسير سورة الاخلاص]

١٠١ ..... ((مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ مِئَتَي مَرَّةٍ ، كَتَبَ اللّٰهُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِئَةِ حَسَنَةٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ))

''جو شخص "قل هو الله احد" دوسو (۲۰۰) بار پڑھے تو اللہ اس کے لیے پندرہ سو (۱۵۰۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکیاں لکھے گا الاّ یہ کہ اس پر قرض ہو۔ (تو وہ معاف نہیں ہوگا)''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابن عدی نے "الکامل : ۱/۴۴۸ ، ۸۴۹" میں، انہی سے امام البیہقی نے "شعب الایمان : ۱/۲/۳۵" میں اور حافظ الخطیب البغدادی نے "تاریخ بغداد : ۶/۲۰۴" میں ابوالربیع الزہرانی کی سند سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ مَيْمُوْنٍ ، عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے حاتم بن میمون نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''یہ سند بے حد ضعیف ہے۔ اس حاتم بن میمون کے بارے میں ابن حبان نے " الضعفاء : ۱/۲۷۰" میں لکھا ہے:

وہ اپنی مرویات کی قلت کے باوجود منکر الحدیث ہے، وہ ثابت سے ایسی حدیثیں روایت کرتا تھا جو ان کی روایت کردہ حدیثوں کی طرح نہیں ہوتی تھیں۔''

امام بخاری فرماتے ہیں:

''اس نے منکر احادیث روایت کی ہیں، ائمہ حدیث اس طرح کے مشائخ سے دامن بچاتے تھے۔''

امام ابن الجوزی نے یہ حدیث " الموضوعات : ۲/۲۴۴" میں الخطیب کے حوالے سے درج کی ہے اور لکھا ہے:

''یہ حدیث موضوع ہے، حاتم کسی بھی حال میں حجت نہیں ہے۔''

حافظ السیوطی نے " اللآلی المصنوعة : ۲/۲۱۸" میں امام ابن الجوزی کی ان الفاظ میں تعقیب کی ہے:

''الترمذی اور محمد بن نصر نے اس کی تخریج دوسرے الفاظ میں کی ہے۔''

لیکن حافظ السیوطی کی اس تعقیب میں کوئی وزن نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث کے جن دوسرے الفاظ کی جانب اشارہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

((مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِئَتَى مَرَّةٍ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو ہر دن دوسو (۲۰۰) بار "قل هو الله احد" پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ الّا یہ کہ اس پر قرض ہو۔ (جو معاف نہیں ہوگا)''

اس کی تخریج الترمذی نے اور ابن نصر نے "قیام اللیل، ص: ٦٦" میں محمد بن مرزوق کی سند سے کی ہے۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام الترمذی نے لکھا ہے: ((هٰذا حديثٌ غريبٌ)) یہ حدیث ضعیف ہے اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۵٦٨/۴) میں لکھا ہے:

''اس کی سند ضعیف ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ حاتم بن میمون، نا قابل استدلال ہے'' [الضعيفه : ٤٧١/١، ٤٧٢]

١٠٢ ..... ((مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ يَمُوْتُ فِيْهِ ، لَمْ يُفْتَنْ فِيْ قَبْرِهِ ، وَاٰمِنَ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ ، وَحَمَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَكُفِّهَا حَتّٰى تُجِيْزَهُ مِنَ الصِّرَاطِ اِلَى الْجَنَّةِ))

''جو شخص اپنی اس بیماری میں "قل هو الله احد" پڑھے گا جس میں اس کی موت ہو جائے تو وہ اپنی قبر میں فتنے سے دوچار نہیں ہوگا اور قبر کے بھینچنے سے محفوظ رہے گا اور فرشتے اس کو اپنی ہتھیلیوں پر اُٹھا کر پل صراط سے پار کرا دیں گے اور جنت تک پہنچا دیں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج حافظ الطبرانی نے "المعجم الاوسط: ۵۴/۲، حدیث: ۵۹۱۳" اور حافظ ابونعیم نے "حلية الاولياء: ۲۱۳/۲" میں ابوالحارث نصر بن حماد البلخی کی سند سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَزْدِيُّ ، قال : حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الشِّخِّيْرِ العنبرى عَنْ أَبِيْهِ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے مالک بن عبداللہ الازدی نے بیان کیا، کہا: ہم سے یزید بن عبداللہ بن الشخیر العنبری نے اپنے باپ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند موضوع ہے اور اس کو وضع کرنے کا الزام نصر بن حماد پر ہے جو اس روایت میں منفرد ہے۔ جیسا کہ الطبرانی نے صراحت کی ہے، اور امام یحییٰ بن معین نے اس کو ''کذاب'' لکھا ہے۔

اور اس کا شیخ مالک بن عبداللہ الازدی غیر معروف ہے۔ [الضعيفه : ٤٧٣/١]

١٠٣ ..... ((مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ مِئَتَىْ مَرَّةٍ ، غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُ مِئَتَىْ سَنَةٍ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص "قل هو الله احد" دوسو (۲۰۰) بار پڑھے، اس کے دوسو (۲۰۰) سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

یہ حدیث منکر ہے۔ اس کی روایت حافظ ابوعبداللہ محمد بن ایوب بن الضریس نے "فضائل القرآن :۱۱۳/۳ " میں، حافظ الخطیب البغدادی نے " تاریخ بغداد :۱۸۷/۶ " میں اور ابن شیران نے "ج۱۲/ق۶۲" اور امام البیہقی نے "شعب الایمان :۲۱/۳۵/۲/۱ " میں الحسن بن أبی جعفر الجعفری کی سند سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبَنَانِيُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوعًا))

''ہم سے ثابت البنانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند بے حد ضعیف ہے۔

الحسن بن جعفر الجعفری کے بارے میں امام الذہبی فرماتے ہیں:

''احمد اور نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے اور بخاری اور الفلاس نے اس کو ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔ اور اس کے مصائب میں سے ایک یہی حدیث ہے۔'' [الضعیفه : ۱/ ٤٦٤-٤٦٥]

صحیح احادیث میں سورۃ الاخلاص کے بلاشبہ بڑے فضائل بیان ہوئے ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشادات میں اس سورت کی عظمت اور اہمیت کو مختلف موقعوں پر اُجاگر فرمایا ہے۔ مگر صحیح احادیث میں بیان کردہ اس سورت کے فضائل اور موضوع اور منکر روایتوں میں بیان کردہ فضائل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ذیل میں چند صحیح احادیث درج کی جارہی ہیں ان کی روشنی میں، گزشتہ صفحات میں نقل کردہ ان موضوع اور منکر روایتوں کی نکارت پر غور کیجئے:

((عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ ، فَسَأَلُوهُ فَقَالَ : لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللَّهَ يُحِبُّهُ)) ❶

❶ البخاری، ح: ۷۳۷۵، مسلم، ح: ۱۸۹۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک صحابی کو کسی فوجی مہم پر سردار بنا کر بھیجا اور اس سفر کے دوران میں اُن کا معمول یہ رہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو جو نماز پڑھاتے اس میں ہر قرأت کو "قل هو الله احد" پر ختم کرتے۔ واپسی پر صحابہ نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اُن سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ صحابہ کرام نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: اس میں رحمٰن کی صفت بیان ہوئی ہے اس لیے مجھے اس کا پڑھنا محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اُن کو خبر دے دو کہ اللہ ان کو پسند کرتا ہے۔''

کس قدر پاکیزہ محرک تھا اُن صحابی کے سورۃ الاخلاص پڑھنے کا: ''یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اس لیے مجھے اس کا پڑھنا محبوب ہے۔'' اور نبی ﷺ کا یہ جامع اور بلاغت سے پر جواب: ''اُن کو بتا دو کہ اللہ اُن کو پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الاخلاص کو ایک تہائی قرآن کے مساوی قرار دیا ہے:

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوا : وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ : ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ)) [1]

''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی ایک رات میں ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ ایک تہائی قرآن کس طرح پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔''

سورۃ الاخلاص کے فضائل میں نبی اکرم ﷺ سے اور بھی صحیح احادیث مروی ہیں جن کو احادیث کی مستند کتابوں میں خصوصیت کے ساتھ صحیحین اور سنن اربعہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

من گھڑت اور غیر منصوص فضائل اعمال کے قائلین کا دعویٰ ہے کہ ''ترغیب و ترہیب'' کے باب میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے۔ اُن کے اس دعویٰ کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے، کیونکہ ترغیب و ترہیب یا دوسرے لفظوں میں فضائل اعمال بھی اس طرح دینی اُمور ہیں جس طرح فرائض و واجبات اور تاکیدی سنن

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۸۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر دینی اور شرعی معاملہ چاہے وہ فرض ہو یا سنت یا مستحب یا حرام ہو یا مکروہ۔ اپنے ثبوت کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے صریح بیان اور ارشاد کا محتاج ہے اور ضعیف حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے یا تو صحیح نہیں ہے، یا مشکوک ہے۔ یا محض ظن و گمان، اس لیے کہ ''ضعیف'' ایک مبہم لفظ ہے اس کی متعدد قسمیں ہیں اور اس کے نام پر بعض لوگ جن اعمال کو دینی اعمال کہہ کر رواج دے رہے ہیں وہ اُن کے اپنے اعمال ہیں جن میں سے بیشتر ''دین میں اضافہ'' یعنی بدعت میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے اس مبہم اور غیر واضح دعویٰ ''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔'' سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اس بات کو مقدمہ میں تفصیل سے واضح کیا جا چکا ہے۔

۱۰۴ ..... ((مَنْ قَرَأَ فِيْ إِثْرِ وُضُوْئِهِ ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ مَرَّةً وَاحِدَةً كَانَ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ ، وَمَنْ قَرَأَهَا مَرَّتَيْنِ كُتِبَ فِيْ دِيْوَانِ الشُّهَدَاءِ ، وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثًا حَشَرَهُ اللّٰهُ مَحْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ))

''جس نے وضوء کے بعد ''إِنَّا أَنْزَلْنَا فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ'' ایک بار پڑھا تو اس کا شمار صدیقین میں ہوگا اور جس نے اس کو دو بار پڑھا تو اس کا نام شہداء کے دفتر میں درج کیا جائے گا اور جس نے اس کو تین بار پڑھا تو اللہ اس کو قیامت کے دن انبیاء کی طرح اُٹھائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت الدیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .....))

''ابوعبیدہ سے روایت ہے، انہوں نے الحسن سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....''

ابوعبیدہ مجہول ہے جیسا کہ حافظ السیوطی نے '' الحاوی للفتاوی : ۱۱/۲ '' میں صراحت کی ہے اور دوسری علت ''الحسن البصری'' کا ''عنعنہ'' ہے۔ اور الحسن البصری ''مدلس'' تھے۔

یہ تو سند کا حال ہے۔ رہا اس کا ''متن'' تو اس سے اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔ میرا گمان ہے کہ یہ اسی مجہول راوی ''ابوعبیدہ'' کی کارستانی ہے یا اس سے نیچے کے کسی راوی کی گھڑی ہوئی ہے۔

حافظ السخاوی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کو میں نے امام ابواللیث الخطی سے منسوب مقدمہ میں دیکھا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ کسی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو اس میں شامل کر دیا ہے۔ یہ بے اصل حدیث سنت کو فوت کرنے والی ہے۔''

حافظ سخاوی کی مراد ''سنت کو فوت کرنے والی سے'' یہ ہے کہ وضوء کے بعد سنت یہ ہے کہ یہ دعا پڑھی جائے:

((اَشْهَدُ أن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ)) ❶

۱۰۵ ..... ((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَرَأَ (طه) وَ (يس) قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِأَلْفَى عَامٍ ، فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ ، قَالُوْا : طُوْبَى لِأُمَّةٍ يَنْزِلُ هٰذَا عَلَيْهِمْ وَطُوْبَى لِأَنْسٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا ، وَطُوْبَى لِأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا))

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''طٰہٰ'' اور ''یٰسین'' آدم کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل پڑھا اور جب فرشتوں نے قرآن کو سنا تو کہا: سعادت و بھلائی ہو اس اُمت کے لیے جس پر قرآن نازل ہوگا، خوش خبری ہے اُن زبانوں کے لیے جو اسے پڑھیں گی، اور خیر و سعادت ہو اُن دلوں کو جو اُٹھائیں گے۔''

یہ حدیث منکر ہے۔ اس کی روایت امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی نے '' السنن :۴۵۶/۲ '' میں، امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے '' کتاب التوحید :۱۰۹ '' میں، امام ابن حبان نے '' الضعفاء :۱۰۸/۱ '' میں، ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نے ''الوسیط :۱۶/۳ '' میں اور حافظ ابن عساکر نے '' تاریخ دمشق : ۳۰۸/۵ '' میں، ابراہیم بن المہاجر بن مسمار سے کی ہے۔

((حَدَّثَنَا عُمَرُ ابْنُ حَفْصِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ مَوْلَى الْحُرَقَةِ (قَالَ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .....))

''ہم سے عمر بن حفص بن ذکوان نے الحرقہ کے مولی (ابن خزیمہ کہتے ہیں اس کا نام عبداللہ بن یعقوب بن العلاء بن عبدالرحمٰن ہے) سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

---

❶ صحيح مسلم، حديث: ٥٥٣، ٥٥٤۔ الترمذي ، حديث : ٥٥۔ ابن ماجه ، حديث: ٤٧٠۔الضعيفه : ١٦٦/١-٦٤٦/٣،٦٤٧۔ مختصر المقاصد الحسنة : ٢٢٢،حديث: ١٠٦٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ متن موضوع ہے، جیسا کہ ابن حبان نے صراحت کی ہے اور اس کی سند بے حد ضعیف ہے، جس کی دو علتیں ہیں:

① پہلی علت ابراہیم ہے جس کے بارے میں امام الذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس کو ''منکر الحدیث'' بتایا ہے، امام نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے اور عثمان بن سعید نے اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔'' یعنی وہ مقبول ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہے۔

② اس حدیث کے منکر ہونے کی دوسری علت، ابراہیم کا شیخ عمر بن حفص بن ذکوان ہے۔ جس کا ذکر امام ابن ابی حاتم نے ''کتاب العلل: ۱۰۲/۳'' میں جرح وتعدیل کے بغیر کیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے: ''عمر بن حفص، ابوحفص الازدی البصری: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ''وہ منکر الحدیث ہے۔''

حافظ الذہبی لکھتے ہیں: ''وہ عمر بن حفص بن ذکوان ہے۔'' امام احمد نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''ہم نے اس کی روایت کردہ حدیثوں کو چھوڑ دیا اور جلا دیا اور امام النسائی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔''

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۱۴۱/۳) میں اس حدیث کو ابن خزیمہ سے منسوب کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اس کے متن میں نکارت ہے اور ابراہیم بن مہاجر اور اس کے شیخ کے بارے میں ''کلام'' ہے۔'' اس منکر حدیث کی سند کی تیسری علت یہ ہے کہ عبداللہ بن یعقوب بن العلا بن عبدالرحمٰن غیر معروف ہے جس کا ذکر سند میں ''مولی الحرقه'' کے نام سے آیا ہے۔'' [الضعیفه: ۴۰۲/۳، ۴۰۳]

۱۰۶ ..... ((یٰس لِمَا قُرِئَتْ لَهُ.....)) ''سورۃ یٰس اس چیز کے لیے کافی ہے جس کے لیے پڑھی جائے۔ یعنی جس مقصد کے لیے اس کی تلاوت کی جائے وہ پورا ہوگا۔''

اس حدیث کو حافظ سخاوی نے ''المقاصد الحسنة: ۴۷۷'' میں، امام زرقانی نے ''مختصر المقاصد، حدیث: ۱۲۳۱'' میں، عبدالرحمٰن بن علی الربیع نے ''تمیز الطیب: ۱۹۵'' میں اور ملا علی القاری نے ''الاسرار المرفوعه: ۶۱۹'' میں موضوع قرار دیا ہے۔

۱۰۷ ..... ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ (حٰمٓ الدُّخَانَ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِيْ لَيْلَةٍ ، أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس نے کسی رات میں ایک بار ''حم الدخان'' پڑھا، تو صبح تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔[ضعيف الجامع الصغير ، حديث : ٥٧٦٦]

امام الترمذی نے "سنن ، حدیث : ۲۸۸۸" میں یہ حدیث اس سند سے روایت کی ہے:

((حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ : حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ خَثْعَمٍ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .....))

''ہم سے سفیان بن وکیع نے بیان کیا، کہا: ہم سے زید بن حباب نے عمر بن ابی خثعم سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابو سلمہ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....''

یہ حدیث روایت کرنے کے بعد امام الترمذی نے لکھا ہے:

''یہ حدیث ضعیف ہے۔ ہم اس کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں، اور عمر بن ابی خثعم محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ محمد، امام بخاری کا قول ہے کہ ''وہ منکر الحدیث ہے۔''

امام بخاری راویوں کی جرح میں بہت ہلکے الفاظ استعمال کرتے تھے اور ان سے یہ منقول کہ: ''اگر میں کسی کو منکر الحدیث کہوں تو اس کی روایت کردہ حدیث کی روایت جائز نہیں ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے سورۃ الدخان کی فضیلت میں ایک دسری حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

۱۰۸ ..... ((مَنْ قَرَأَ (حٰمٓ الدُّخان) فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ ، غُفِرَلَهُ))

''جو جمعہ کی رات حم الدخان کی تلاوت کرے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔''

یہ حدیث بے حد ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے اس کی روایت الواحدی نے اپنی تفسیر: ۴/۴۶ میں سلام بن سُلیم سے کی ہے:

((أَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنْ أُبَيٍّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بْنِ كَعْبٍ مَرْفُوْعًا .....))

''ہم کو ہارون بن کثیر نے، زید بن اسلم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابوامامہ سے اور انہوں نے اُبی بن کعب سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے خبر دی.....''

محدث محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''یہ سند موضوع ہے اور اس کی مصیبت سلام بن سلیم ہے وہ الطّویل المدائن کے لقب سے مشہور ہے۔ وہ ''متروک'' ہے اور امام الحاکم نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے اور ہارون بن کثیر کو امام الذہبی نے ''مجہول'' لکھا ہے۔ اور یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے اور وہ بھی بے حد ضعیف ہے۔'' [الضعیفه : ۱۰/ ۱۵۰، ۱۵۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث امام الترمذی نے "السنن :۲۸۸۹ " میں اس سند سے روایت کی ہے:

((حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الكوفِيُ : حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ ، عَنْ هِشَامٍ أَبِي المِقْدَامِ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قال : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ .....))

''ہم سے نصر بن عبدالرحمٰن الکوفی نے بیان کیا، کہا: ہم سے زید بن حباب نے ہشام ابی المقدام سے انہوں نے الحسن سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

امام الترمذی یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور ہشام ابو المقدام ضعیف ہے۔ اور الحسن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سُنی ہے۔''

اسی طرح ایوب، یونس بن عُبید اور علی بن زید نے کہا ہے:

''اس سند میں ''الحسن'' سے مراد حضرت الحسن البصری ہیں جن کا سماع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام الترمذی نے تین محدثین کے حوالہ سے صراحت کی ہے۔ لہٰذا یہ سند منقطع بھی ہے، مزید یہ کہ الحسن البصری ''مدلس'' تھے اور انہوں نے یہ حدیث ''عنعنہ'' کے ذریعہ روایت کی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درُود وسلام:

نبی اکرم ﷺ پر درُود وسلام افضل ترین عبادت ہے۔ یہ اُمت پر آپ کے عظیم احسانات کا اعتراف ، دلوں میں آپ کی بے پایاں محبت وعقیدت کا اظہار اور اللہ کے نزدیک آپ کی رفعتِ شان اور بلندیٔ درجات کا اقرار ہے۔ درُود وسلام کی اہمیت ، اس کے فضائل و برکات اور اس کے اجر وثواب کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درُود بھیجتے ہیں ، اور اہل ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ آپ پر درُود وسلام بھیجیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿56﴾ ﴾ [الاحزاب : ٥٦]

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درُود بھیجتے ہیں ، اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اُن پر درُود اور سلام بھیجو۔''

نبی ﷺ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو نماز میں سلام کا طریقہ بتا چکے تھے ، اور جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے آپ سے عرض کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ قَالَ : قُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ـ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) [1]

''اے اللہ کے رسول! رہا آپ پر سلام تو یہ تو ہم کو معلوم ہو گیا ہے ، لیکن آپ پر درُود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا: کہو!

اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر اسی طرح درُود بھیج جس طرح تو آل ابراہیم پر درُود بھیج چکا ہے۔ بے شک تو قابلِ تعریف اور بزرگ ہے۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرما چکا ہے۔ بے شک تو سزاوار حمد وستائش اور بلند وبرتر ہے۔''

گویا اس طرح رسول اللہ ﷺ نے جہاں یہ واضح فرما دیا کہ تم لوگ مجھ پر درُود کا حق نہیں ادا کر سکتے

[1] صحیح بخاری، حدیث: ٤٧٩٧ ـ صحیح مسلم، حدیث: ٩٠٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ وہی مجھ پر درُود بھیجے۔

وہیں آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میرے اُوپر درُود وسلام کا وہی طریقہ افضل ترین اور عنداللہ مقبول ہے جو میں تم کو بتاؤں، اسی وجہ سے متعدد صحابۂ کرام نے مختلف اوقات اور مواقع پر آپ سے پوچھ پوچھ کر درُود وسلام کے مختلف طریقے سیکھ لیے جو صحیح احادیث میں مذکور ہیں اور جو درُودِ ابراہیمی کے نام سے معروف ہیں۔

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر درُود وسلام کے فضائل، ان کے اوقات، ان کے اجر وثواب کو بھی واضح فرما دیا جو پوری تفصیل سے احادیث میں مذکور ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ ، وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ)) ❶

جب تم لوگ مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سُنو تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر میرے اوپر درُود بھیجو، کیونکہ جو شخص میرے اوپر ایک بار درُود بھیجے گا اللہ اس پر اس کے بدلے دس (۱۰) بار درُود بھیجے گا، پھر اللہ سے میرے لیے ''الوسیلہ'' کی درخواست کرو، جو جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لیے مناسب ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، پس جس نے میرے ''الوسیلہ'' طلب کیا وہ لازماً میری شفاعت سے سرفراز ہو گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں مذکور ''الوسیلہ'' طلب کرنے کا طریقہ بھی بتا یا دیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ : اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❷

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۸۴۹ ❷ حدیث: ۶۱۴، ۴۷۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص اذان سُن کر یہ کہے گا: ''اے اللہ! جو اس مکمل دعا اور اس قائم و دائم نماز کا رب ہے، محمد کو جنت کا اعلیٰ درجہ اور اپنی تمام مخلوق پر خصوصی فضیلت عطا کر اور اُن کو اُس قابل تعریف مقام پر سرفراز فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ تو اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔''

اس کے علاوہ صحیح احادیث میں دُرود شریف کے بکثرت فضائل بیان کیے گئے ہیں جن کی روشنی میں دن و رات کے تمام اوقات میں رسول اللہ ﷺ پر دُرود بھیجنا مشروع ہے، درود مؤمن کے بلندیٔ درجات کا ضامن ہے، اس سے حسنات اور نیکیوں کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے وہ گناہوں کا کفارہ اور برائیوں کو مٹانے کا ذریعہ ہے۔ دُرود شریف کے ورد سے دنیا و آخرت کے غم و آلام پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

جمعہ جو سید الأیام ہے اس دن دُرود و سلام کی بڑی فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ اس بابرکت دن میں ہمارے دُرود و سلام کو اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنے محبوب نبی ﷺ پر پیش کرتا ہے اور نبی ﷺ اور آپ سے پہلے مبعوث ہونے والے تمام انبیاء و رسول کے جسم ان کی قبروں میں محفوظ ہیں اور ان کو ایک خاص طرح کی زندگی حاصل ہے جس کو ''برزخی'' زندگی کہتے ہیں، یہ دنیا اور آخرت کی زندگیوں سے ایک بالکل مختلف زندگی ہے جس کی حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء کا کوئی رشتہ اس دنیا سے باقی نہیں رہا ہے۔

کسی بھی عمل کے عند اللہ مقبول ہونے کی بنیادی اور لازمی شرط عقیدہ کی صحت ہے، یعنی صحت عقیدہ کے بغیر دُرود و سلام کیا کوئی بھی عمل مقبول ہونا تو درکنار قابلِ التفات بھی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ دُرود و سلام اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود کسی بھی شرعی عمل کا بدل نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں یا جن کا یہ عقیدہ ہے کہ بے آمیز اور خالص توحید کا عقیدہ رکھنے بغیر اور اللہ و رسول کے دوسرے احکام کی بجا آوری کے بغیر تن تنہا دُرود و سلام نجات کے لیے کافی ہے اور اپنے اس عقیدے کو تحریر و تقریر کے ذریعہ لوگوں میں پھیلا رہے ہیں، وہ یا تو بہت بڑی خود فریبی میں مبتلا ہیں یا جان بوجھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، کیونکہ اُن کا یہ عقیدہ کتاب و سنّت کی صریح تعلیمات کے خلاف ہے۔

کتاب و سنّت کی صریح تعلیمات اور سلف صالحین کے کا طرزِ عمل پر مبنی اُن وضاحتوں کی روشنی میں اُن موضوع اور منکر روایات کی نکارت کو بڑی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے جو فضائل اعمال اور تصوف کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں، اسی طرح اُن خیالی قصوں اور کہانیوں کے اصل مقصد کو بھی سمجھنا بے حد آسان ہے جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ کتابوں میں درُود شریف کے اجر وثواب کے ضمن میں موجود ہیں یعنی مختصر لفظوں میں ان قصوں اور کہانیوں کا مقصد دین داری کے پردے میں گمراہی میں مبتلا کرنا ہے، یہ محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جو ذیل کی موضوع حدیث سے بالکل واضح ہے:

۷٤ ..... ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِيْنَ مَرَّةً؛ غَفَرَاللّٰهُ لَهُ ذُنُوْبَ ثَمَانِيْنَ سَنَةً ، فَقِيْلَ لَهُ : وَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَتَعْقُدُ وَاحِدًا))

''جو جمعہ کے دن میرے اوپر اسی (۸۰) بار درُود بھیجے گا اللہ اس کے اسی (۸۰) سالوں کے گناہوں کو بخش دے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پر درُود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا: کہو! اے اللہ! تو اپنے بندے اور نبی اور رسول اور نبی اُمی محمد پر درُود بھیج، اور اس کو ایک شمار کرو۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج حافظ الخطیب البغدادی نے ''تاریخ بغداد: ۴۸۹/۱۳'' میں وہب بن داؤد بن سلیمان الضریر کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

الخطیب البغدادی نے یہ موضوع حدیث وہب بن داؤد بن سلیمان الضریر کے ترجمہ کے ضمن میں نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ: ''وہ ثقہ نہیں تھا۔'' اور حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی نے '' القول البدیع ، ص: ۱۹۷ '' میں لکھا ہے کہ: ''ابن الجوزی نے اس کا ذکر '' الاحادیث الواهیه '' (بے بنیاد حدیثیں) میں کیا ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''اس حدیث کو ابن الجوزی کو اپنی آخری کتاب '' الموضوعات '' میں شامل کرنا چاہیے تھا، کیونکہ اس پر ''وضع'' کی علامتیں بالکل ظاہر ہیں۔'' [الضعیفه : ۳۸۲/۱]

پچھلے صفحات میں صحیح مسلم میں مروی اُس صحیح حدیث کا ذکر آ چکا ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا))

''جو میرے اوپر ایک بار درُود بھیجے گا اللہ اس کے بدلے اس پر دس (۱۰) بار درُود بھیجے گا۔''

جبکہ یہ موضوع اور بے بنیاد حدیث یہ کہہ رہی ہے کہ: ''جو شخص جمعہ کے دن میرے اوپر اسی (۸۰) بار درُود بھیجے گا تو اللہ اس کے (۸۰) سالوں کے گناہوں کو بخش دے گا۔''

پھر اس حدیث میں ایک نکارت یہ بھی ہے کہ اس میں نبی ﷺ نے اپنے اوپر درُود بھیجنے کا جو طریقہ بتایا ہے وہ اُن صحیح احادیث میں بتائے گئے طریقوں کے خلاف ہے جو مختلف الفاظ میں کوئی سات صحابہ سے مروی ہیں اور جو صحیحین اور سنن اربعہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

اس موضوع حدیث کی تیسری نکارت یہ ہے کہ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو صحیح حدیث مروی ہے اس میں اس زیر بحث موضوع حدیث کی مبالغہ آرائی کا کوئی شائبہ تک نہیں حدیث کے الفاظ ہیں:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً ؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)) ❶

''جو میرے اوپر ایک بار درُود بھیجے گا، اللہ اس پر دس (۱۰) بار درُود بھیجے گا، اس کی دس (۱۰) خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور اس کے دس (۱۰) درجات بلند کیے جائیں گے۔''

حافظ سخاوی نے "باب الصلاة عليه في يوم الجمعة وليلتها" کے تحت متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جو تقریباً سب کی سب موضوع، منکر اور بے حد ضعیف اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔ چنانچہ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

۲۵..... ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ أَرْبَعِيْنَ مَرَّةً مَحَا اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوْبَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً ، فَتُقُبِّلَتْ مِنْهُ مَحَا اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوْبَ ثَمَانِيْنَ سَنَةً))

''جو میرے اوپر ہر جمعہ کے دن چالیس (۴۰) بار درُود بھیجے گا تو اللہ اس سے چالیس (۴۰) سالوں کے گناہوں کو مٹا دے گا اور جو میرے اوپر ایک بار درُود بھیجے گا اور وہ اس سے قبول کر لیا جائے گا تو اللہ اس سے اسی (۸۰) سالوں کے گناہوں کو دھو دے گا۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں:

---

❶ النسائي، حديث : ١٢٩٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس کی تخریج التیمی نے اپنی ''ترغیب'' میں ابوالشیخ ابن حبان نے اپنے بعض ''اجزاء'' میں اور الدیلمی نے اپنی ''مسند'' میں کی ہے۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے اور انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ صَلَاةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ خَطِيئَةَ ثَمَانِينَ عَامًا))

''جو کوئی میرے اوپر جمعہ کے دن سو (۱۰۰) بار درود بھیجے گا تو اللہ اس کی اسی (۸۰) سالوں کی خطائیں بخش دے گا۔''

حافظ سخاوی کہتے ہیں:

''اس حدیث کی ''اصل'' سے میں واقف نہیں ہوں۔'' [القول البديع، ص: ۱۹۲]

فضائل درود شریف کے موضوع پر ''القول البدیع'' کے علاوہ دوسری کتابوں میں جمعہ کے دن درود شریف سے متعلق جتنی حدیثیں درود شریف کی تعداد کے ساتھ منقول ہیں ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ جن حدیثوں میں درود شریف کی تعداد کا ذکر آیا ہے اور اس تعداد کے اعتبار سے اس کے اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے، چاہے وہ کسی بھی موقع سے متعلق ہوں، ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے اور ان حدیثوں میں ایک نمایاں چیز قدر مشترک کے طور پر یہ ملتی ہے کہ اس میں درود شریف کے اجر و ثواب کے بیان میں جس مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے وہ اسلام کے ''اعتدال پسند'' مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ پھر ان بے بنیاد حدیثوں سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ ''درود شریف'' کا ورد ہی کل دین ہے اور بدعمل سے بدعمل انسان بھی اگر بکثرت درود شریف پڑھتا رہے تو اس کی بخشش یقینی ہے۔

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمِ (الْجُمُعَةِ) أَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ)) [الترغيب والترهيب: ۱۰۳۳۔ الضعيفه: ۵۱۱۰۔ القول البديع، ص: ۱۹۷]

''جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن ایک ہزار بار درود پڑھے گا وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لے گا۔''

یہ حدیث منکر ہے۔ اور سند کے اعتبار سے بے حد ضعیف ہے۔ اس کی روایت ابن سمعون نے ''الأمالي: ۱/۱۷۲'' میں محمد بن عبدالعزیز الدینوری کی سند سے کی ہے:

((نَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ الْقُشَيْرِيُّ : نَا الْحَكَمُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَالِكٍ مَرْفُوعًا))

''ہم کو قرہ بن حبیب القشیر ی نے خبر دی، کہا: ہم کو الحکم بن عطیہ نے ثابت سے، اور انہوں نے انس بن مالک سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے خبر دی.....''

اسی طریقے سے حافظ عمر بن احمد بن شاھین نے "الترغیب والترھیب "(قلمی نسخہ: ۲/۲۶۱) میں اس کی تخریج کی ہے اور انہی کی طرف حافظ المنذ ری نے "الترغیب والترھیب :۱/۵۱۳" میں اس کی تضعیف کو منسوب کیا ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی (الضعیفہ : ۱۱/۱۸۹) فرماتے ہیں:

''اس کی علت الحکم بن عطیہ ہے جو ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التھذیب میں لکھا ہے:

''اور محمد بن عبدالعزیز الدینوری اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔'' حافظ الذہبی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''الدینوری ثقہ نہیں ہے ، بلکہ اس نے مصائب آمیز حدیثیں روایت کی ہیں۔'' حافظ سخاوی ''القول البدیع ،ص: ۹۵'' میں لکھتے ہیں: ''اس کی روایت ابن شاہین نے اپنی ترغیب وغیرہ میں اور انہی کے طریقے سے ابن بشکوال اور ابن سمعون نے اپنی ''امالی'' میں کی ہے۔ اور یہ الدیلمی کے یہاں ابوالشیخ الحافظ کی سند سے مروی ہے جس کی تخریج الضیاء المقدسی نے المختارہ میں کی ہے اور لکھا ہے: ''اس حدیث کو میں صرف الحکم بن عطیہ کی روایت کردہ حدیث کے اعتبار سے جانتا ہوں۔'' الدارقطنی کہتے ہیں: ''اس نے ثابت سے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جن کی روایت میں اس کا کوئی ''متابع'' نہیں ہے۔'' امام احمد نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: ''اس میں کوئی حرج نہیں ،لیکن ابوداؤد والطیالسی نے اس سے منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی روایت ''الحکم'' کے علاوہ دوسرے نے بھی کی ہے، جس کی تخریج ابوالشیخ نے حاتم بن میمون کے طریقے سے کی ہے اور اس کے الفاظ ہیں:

((مَنْ صَلَّ عَلَيَّ فِيْ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يُبَشَّرَ بِالْجَنَّةِ))

''جو کسی دن میرے اوپر ہزار بار درُود بھیجے گا اس کو مرنے سے پہلے جنت کی بشارت دے دی جائے گی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا ہے: (حافظ سخاوی نے اپنے شیخ سے حافظ ابن حجر کو مراد لیا ہے۔)

''ابوعبدالرحمٰن المقری سے روایت ہے کہ'' مجھے یہ خبر ملی ہے کہ خلاد بن کثیر حالتِ نزع میں تھے اور ان کے سر کے نیچے ایک ''پرزہ'' ملا جس میں تحریر تھا: ''یہ خلاد بن کثیر کے لیے جہنم سے برأت ہے۔'' اس پر لوگوں نے ان کے اہل خانہ سے پوچھا کہ خلاد کا عمل کیا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہر جمعہ کو نبی ﷺ پر ایک ہزار بار درُود بھیجتے تھے اور اس واقعہ کے ضمن میں بھی وہی ایک ہزار درُود والی حدیث روایت کی گئی ہے جس کا ذکر ابن النعمان وغیرہ نے کیا ہے، لیکن مجھے اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ملی۔'' [حافظ السخاوی : القول البدیع ، ص: ۱۹۹]

۷۷..... ((حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ مُسَافِرٍ ، حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِي ، قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ : مَا مِنْ دَعْوَةٍ لَا يُصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَهَا ، إِلَّا كَانَتْ مُعَلَّقَةً بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ))

[فضل الصلاة علی النبی ﷺ ، ح:۷٤]

''ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمرو بن مسافر نے بیان کیا، کہا: مجھ سے میرے گھر کے ایک شیخ نے بیان کیا، کہا: میں نے سعید بن المسیب کو فرماتے ہوئے سُنا ہے: جس دعا سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود نہ بھیجا جائے وہ آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔''

اس کی سند مقطوع اور ضعیف ہے۔ امام عبداللہ بن عدی ''الکامل :۵/۱۷۱۷'' میں عمرو بن مسافر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس نام کے بارے میں اختلاف ہے بعض لوگوں نے عمر بن مسافر لکھا ہے، اور کچھ نے عمر بن مساور، اس طرح بعض نے اس کا ذکر عمرو بن مسافر کے نام سے کیا ہے، جبکہ کچھ نے عمرو بن مساور نام لکھا ہے لیکن جیسا کہ میں نے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے صحیح نام: عمر بن مساور ہے۔''

اور امام الذہبی نے ''میزان الاعتدال :ترجمہ نمبر :۶۴۴۸'' میں عمرو بن مساور لکھا ہے۔ امام بخاری نے ''التاریخ الکبیر :۶/ترجمہ نمبر ۲۱۶۶'' میں اس کو ''منکر الحدیث'' بتایا ہے۔ اور امام ابو حاتم نے ''الجرح والتعدیل :۶/ترجمہ نمبر ۱۷۳۱'' میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں: ''اس کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔'' [لسان المیزان : ٤ / ٣٣٠]

اور عمرو بن مسافر کے گھر کا شیخ غیر موسوم ہے۔

نوٹ:.....تابعی کے قول و فعل کو اصطلاحِ حدیث میں مقطوع کہا جاتا ہے۔

۷۸.....((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا وُكِلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِيْ ، وَكُفِيَ بِهَا أَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَكُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا أَوْ شَفِيْعًا))

''جو میرے اوپر میری قبر کے پاس درُود پڑھے گا، میں اس کو سُنوں گا اور جو دُور سے میرے اوپر درُود پڑھے گا تو اس کو ایک فرشتے کے سپرد کر دیا جائے گا، جو مجھے وہ درُود پہنچا دے گا اور یہ درُود اس کی دنیا اور آخرت کے معاملات کے لیے کفایت کرے گا اور میں اس کے لیے گواہ یا شفیع ہوں گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج ابن سمعون نے ''الامالی : ۲/ ۱۹۳'' میں، الخطیب البغدادی نے ''تاریخ بغداد: ۳/ ۲۹۱، ۲۹۲'' میں اور ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق : ۱۶/ ۷۰'' میں اس سند سے کی ہے۔

''محمد بن مروان الأعمش سے روایت کرتا ہے وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

امام ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی ''کتاب الضعفاء : ۴/ ۱۳۶، ۱۳۷'' میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''الاعمش کی حدیث سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ حدیث نہ تو ''محفوظ'' ہے اور نہ اس کا کوئی متابع ہی ہے۔ سوائے اس کے جو اسی سے بھی کمتر ہے۔ یعنی محمد بن مروان۔''

الخطیب نے اس کی روایت عبداللہ بن قتیبہ سے کی ہے جن کا قول ہے کہ: میں نے امام عبداللہ بن نمیر سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ''اس کو چھوڑو محمد بن مروان کچھ بھی نہیں ہے۔''

امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو العقیلی کی روایت سے ''الموضوعات : ۱/ ۳۰۳'' میں نقل کیا ہے، پھر لکھا ہے:

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے، محمد بن مروان ہی السدی الصغیر ہے جو کذاب تھا، العقیلی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ نے "مجموع الفتاوی :۲۷/۲۴۱" میں لکھا ہے:

''یہ حدیث موضوع ہے۔الاعمش سے اس کی روایت کرنے والا محمد بن مروان ہے جو بالاتفاق کذاب تھا اور الاعمش سے اس کی روایت بالاتفاق موضوع ہے۔ امام ابن تیمیہ آگے چل کر لکھتے ہیں؛ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو صرف اس قدر کہ نبی ﷺ کو اس شخص کا درُود پہنچتا ہے جو دور سے آپ پر درُود پڑھتا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس درُود کو بذاتِ خود سُنتے ہیں، اور اہل علم میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ نبی ﷺ درُود پڑھنے والے کا درُود سُنتے ہیں اور نہ کسی حدیث سے یہ ثابت ہی ہے بلکہ یہ تو متاخرین جہلاء کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں:''یہ جمعہ کی رات ہے اور جمعہ کی رات میں نبی ﷺ اپنے کانوں سے اپنے اوپر درُود پڑھنے والے کا درُود سُنتے ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جس رائے کا اظہار فرمایا ہے یہی رائے تمام ائمہ حدیث اور فقہائے اُمت کی بھی ہے اور کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی ﷺ درُود پڑھنے والے کا درُود اپنے کانوں سے سُنتے ہیں، چاہے درُود پڑھنے والا آپ کی قبر مبارک سے قریب ہو یا دور اور چاہے یہ عمل جمعہ کے دن انجام دیا جائے یا کسی اور دن۔البتہ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جمعہ کا دن ہفتہ کا فضل ترین دن ہے۔اس دن میں عبادتوں کا اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور اس دن میں ایک خاص گھڑی ایسی بھی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ نیز احادیث میں جمعہ کے دن نبی ﷺ پر بکثرت درُود پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔مگر درُود وسلام کی تعداد اس کے خاص اوقات، اجتماعی شکل میں درُود وسلام پڑھنے اور جمعہ کے دن درُود وسلام کے خاص اجر وثواب کا کوئی تعین صحیح احادیث میں نہیں کیا گیا ہے۔لہٰذا جمعہ کے دن مخصوص تعداد میں، مخصوص وقت میں اور مخصوص ومتعین اجر وثواب کی نیت سے انفرادی یا اجتماعی شکل میں درُود وسلام پڑھنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دلانا صریح اور منکر بدعت ہے جو عنداللہ مردود ہے۔

جن صحیح احادیث میں جمعہ کے دن بکثرت درُود وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے چند احادیث یہ ہیں:

((عَنْ أَوْسِ ابْنِ أَوْسٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قال: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيهِ قُبِضَ ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ ، قَالوا : يَا رَسُولَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰه! كَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلَاتُنَا وَقَدْ أَرِمْتَ ، يَقُولُونَ : قَدْ بَلِيتَ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)) ❶

''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تمہارا بہترین دن جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم کی تخلیق ہوئی اور اس میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی میں نفخہ (صور پھونکنا) اور اسی میں الصعقہ (تمام جانداروں کی موت) ہے۔ لہٰذا اس دن میرے اوپر زیادہ سے زیادہ درُود پڑھو، کیونکہ تمہارا درُود میرے اوپر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ پر ہمارا درُود کس طرح پیش کیا جائے گا؟ آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ کہتے ہیں بَلِیتَ یعنی گل سڑ گئے ہوں گے۔'' فرمایا: بے شک اللہ نے زمین پر یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔''

یہ حدیث حسین بن علی الجعفی کے طریقے سے مروی ہے اور اس کی سند میں باریک سقم ہے جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن حافظ الشیخ ابراہیم الناجی الحلبی نے اپنی کتاب "**عجالة الإملاء الميسرة من التذنيب على ماوقع للحافظ المنذري من الوهم**" ص: ۱۰۳، ۱۰۵" میں لکھا ہے: یہ علت حدیث کی صحت میں قادح نہیں ہے اس لیے کہ اس کے متعدد شواہد ہیں۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی "**صحيح الترغيب والترهيب : ۱/۴۳۶**" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''حافظ الناجی رحمہ اللہ کی بات درست ہے، مذکورہ حدیث کی سند میں یہ علت اس کی صحت پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ محدثین نے یکے بعد دیگرے اس کی تصحیح کی ہے۔''

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن اپنے اوپر بکثرت درُود بھیجنے کا حکم دیا ہے کوئی تعداد متعین نہیں فرمائی ہے اور نہ ہی یہ فرمایا ہے کہ آپ درُود سُنتے ہیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ درُود پڑھنے والوں کا درُود آپ پر پیش کیا جائے گا۔

اسی بات کو ایک دوسری روایت میں ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے:

((إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ)) ❷

''زمین میں اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو گھومتے پھرتے ہیں وہ میرے میری اُمت کا سلام پہنچاتے

---

❶ ابو داؤد: ۱۰۴۷، ۱۵۳۱۔ والنسائی: ۱۳۷۳، ابن ماجه ۱۰۸۵، ۱۶۳۶۔ ابن خزیمه: ۱۷۳۳، ۱۷۳۴

❷ السنن الكبرىٰ للنسائي: ۹۲۰۴۔ الطبراني: ۱۰۵۲۸۔ ابو نعيم: اخبار اصبهان: ۲/۲۰۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہیں گے۔''

اور ایک صحیح الاسناد مقطوع حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

((عَنْ أَيُّوبَ ، قَالَ : بَلَغَنِي ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ، أَنَّ مَلَكًا مُوَكَّلٌ بِكُلِّ مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى يُبَلِّغَهُ النَّبِيُّ ﷺ))

''ایوب سے روایت ہے کہ، کہا: مجھے خبر ملی ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ایک فرشتہ ہر اُس شخص کے ساتھ لگا دیا گیا ہے جو نبی ﷺ پر درُود بھیجتا ہے یہاں تک کہ وہ یہ درُود نبی ﷺ کو پہنچاتا ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''اس کی سند ایوب السختیانی تک صحیح ہے اور یہ اگرچہ مقطوع ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی اور اس سے سابقہ حدیث اس کی شاہد بھی ہے۔''

[فضل الصلاة على الرسول ﷺ ، ص: ۱۱۹، حديث: ۲٤]

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا بذات خود درُود وسلام سُننے کا عقیدہ اپنے پیچھے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں رکھتا بلکہ یہ اُمت کے ایک خاص طبقہ کے لوگوں کے ذہنوں کی پیداوار ہے ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ نعوذ باللہ اسی طرح زندہ ہیں جس طرح یہ دنیوی زندگی ہے اور اپنے گردوپیش ہونے والے تمام حالات سے واقف ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ہمارے اعمال ہر روز نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں اور آپ ہی ہر عمل کے انجام کا تعین فرمارہے ہیں، اور قیامت کے روز بھی ہماری پیشی نبی ﷺ کے سامنے ہی ہوگی۔ ﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ﴾

۷۹..... ((أَكْثِرُوا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَمَنْ كَانَ أَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً كَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنِّي مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جمعہ کے دن میرے اوپر زیادہ سے زیادہ درُود بھیجو، کیونکہ ان میں جو شخص میرے اوپر کثرت درُود میں آگے ہوگا قیامت کے دن وہ ان میں مجھ سے درجے کے اعتبار سے زیادہ قریب ہو گا۔''

یہ ایک نہایت ہی ضعیف حدیث ہے اس کی روایت امام شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی نے ''مسند الفردوس: ۱/۲۹'' میں اس سند سے کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''الحسن بن سعید الموصلی سے روایت ہے، وہ ابراہیم بن حیان سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد بن سلمہ سے، وہ برد بن سنان سے، وہ حضرت ابوامامہ الباہلی سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے: ''امام ابن عدی نے ابراہیم بن حیان کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیثیں موضوع ہیں۔''

برد بن سنان سچے تھے لیکن ابوامامہ الباہلی سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے، ان کے اور ابوامامہ کے درمیان مکحول ہیں، حافظ المنذری نے بھی ''الترغیب والترھیب :۲/۲۸۱'' میں یہ حدیث روایت کی ہے مگر درمیان میں اس عبارت کا اضافہ ہے:

((فَإِنَّ صَلَاةَ أُمَّتِي تُعْرَضُ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ))

''میری اُمت کا درُود میرے اوپر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جائے گا۔''

اور حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''اس کی روایت البیہقی نے ''حسن سند'' سے کی ہے۔'' لیکن مکحول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابوامامہ سے حدیث نہیں سُنی ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''المنذری کے اس حدیث کو حسن کہنے سے کچھ ایسا احساس ہوتا ہے کہ شاید البیہقی کی روایت میں ابراہیم بن حیان نہیں ہے، لیکن جب ہم نے البیہقی کی ''سنن:۳/۲۴۹'' سے رجوع کیا تو اس میں ابراہیم بن الحجاج کا نام ہے جو ثقہ تھے۔ اسی وجہ سے حافظ المنذری نے اس کو حسن کہا ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ اس روایت میں تحریف کر کے ''حیان'' کی جگہ ''الحجاج'' لکھ دیا گیا ہے۔ کیونکہ امام ابن عدی نے اس ابراہیم بن حیان کی ایک دوسری حدیث مذکورہ سند کے ساتھ حماد بن سلمہ سے روایت کی ہے، اسی طرح یہ حدیث الدیلمی کی سند سے بھی مروی ہے یعنی ابراہیم بن حیان ہی نے حماد سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس سے الحسن بن سعید الموصلی اور ''المغنی'' میں یہ صراحت کہ ابراہیم بن حیان ساقط اور وضع حدیث کا ملزم ہے۔''

[الضعیفہ: ٦/٤٣٢]

۸۰..... ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ مَادَامَ إِسْمِي فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے میرے اوپر کسی کتاب میں درُود بھیجا ہے تو جب تک اُس کتاب میں میرا نام رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔''

یہ حدیث بھی بے حد ضعیف ہے۔ اس کی تخریج ابو القاسم الاصبہانی نے ''الترغیب: ۲/ ۶۹۳، ۱۶۷۰'' میں اور عبدالکریم الرافعی نے ''تاریخ قزوین'' میں جس سند سے کی ہے اس میں عبدالسلام بن محمد المصری سے روایت کرنے والا راوی غیر معروف ہے، اس روایت کی سند یہ ہے:

''عبدالسلام بن محمد المصری سے روایت ہے۔ راوی غیر معروف ہے، انہوں نے کہا: ہم سے سعید بن عُفیر نے بیان کیا، کہا: مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اُمیہ القرشی نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ الاعرج سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے.....''

محدث محمد ناصر الدین البانی یہ حدیث اور اس کی سند بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ سند بے حد کمزور ہے۔ اس میں عبدالسلام بن محمد المصری سے اس حدیث کی روایت کرنے والے کے ''مجہول الحال'' ہونے کے علاوہ سعید بن عُفیر سے اس حدیث کے راوی عبدالسلام بن محمد کے بارے میں امام الدارقطنی کا قول ہے: وہ بے حد کمزور اور منکر حدیث ہے۔''

اور حافظ الخطیب البغدادی نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

((صاحب مناکیر)) وہ منکر حدیثوں کا راوی ہے۔''

اور محمد بن ابراہیم بن اُمیہ القرشی لگتا ہے کہ وہی محمد بن ابراہیم القرشی ہے جس کا ذکر ''میزان الاعتدال'' اور ''لسان المیزان'' میں آیا ہے اور جس کے بارے میں امام الذہبی نے لکھا ہے کہ اس نے حفظ قرآن کے بارے میں ایک موضوع حدیث روایت کی جس کو العقیلی نے بیان کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے العقیلی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے محمد بن ابراہیم القرشی کو ''مجہول'' قرار دیا ہے۔''

[الضعیفہ: ۷/ ۳۲۰، ۳۲۲]

۸۱..... ((رُوِیَ عَنْ أَبِیْ کَاهِلٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : یَا أَبَا کَاهِلٍ! مَنْ صَلَّی عَلَیَّ کُلَّ یَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، وَکُلَّ لَیْلَةٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حُبًّا أَوْ شَوْقًا اِلَیَّ ، کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ أَنْ یَغْفِرَ لَهُ ذُنُوْبَهُ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَذٰلِکَ الْیَوْمَ.....)) [ضعیف الترغیب والترهیب ، حدیث: ۱۰۳٤]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''اے ابو کاہل! جو شخص میری محبت یا شوق میں، دن میں تین بار اور رات میں تین بار میرے اُوپر دُرود بھیجے تو اللہ پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اس رات اور اس دن میں اس کے گناہوں کو بخش دے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی نے ''ضعیف الترغیب والترھیب کے حاشیہ (۱/۵۱۳) میں اس کو منکر بتایا ہے اور لکھا ہے کہ امام محمد بن عمرو العقیلی نے ''کتاب الضعفاء'' میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس کو ''منکر'' کہا ہے، اور عز الدین ابن الأثیر الجذری نے ''اسد الغابہ'' میں ان کی تائید کی ہے۔

دُرود وسلام کے باب میں اگر تمام موضوع، منکر اور بے حد ضعیف حدیثوں کو جمع کیا جائے تو پوری ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس موضوع پر جس کثرت سے بے بنیاد اور جھوٹی حدیثیں فضائل اعمال کی کتابوں میں ملتی ہیں یا نام نہاد علماء اور عوام میں زبان زد ہیں ان کی تعداد بتانا بہت مشکل ہے۔ ان کی کثرت کا اندازہ کرنے کے لیے علامہ ابن القیم کی کتاب ''جلاء الافھام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام'' اور حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی کی کتاب ''القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع'' پر ایک طائرانہ نظر ڈال لینا کافی ہے۔ صحیحین اور سنن اربعہ اور حدیث کی دوسری کتابوں کے بعد اس موضوع پر سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب امام اسماعیل بن اسحاق القاضی التوفی ۲۸۲ھ کی کتاب ''فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔ اس کتاب میں دُرود وسلام کے فضائل اور اجر وثواب سے متعلق صحیح احادیث کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ لیکن برا ہو ذہنیتوں کے فتور اور دین میں نئی نئی باتوں کے اضافے کی خواہشات کا کہ صحیح اور قابل اعتماد حدیثوں پر عمل کرنے والے اور ان کو پھیلانے والے تو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بے بنیاد جھوٹی اور من گھڑت روایات سے ہر خاص وعام واقف ہے نہ صرف واقف ہے بلکہ انہی روایات کی ترویج کو اصل دینی کام تصور کر رہا ہے اور ان جھوٹی روایات کا انکار کرنے والوں کو اُمت کا ایک بہت بڑا طبقہ منکرین حدیث اور مبتدعین کے نام سے پکارتا ہے۔ ﴿ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفائی اور طہارت:

۲۶ ..... ((تَنَظَّفُوْا بِكُلِّ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، فَإِنَّ اللّٰهَ بَنَى الْإِسْلَامَ عَلَى النَّظَافَةِ، وَلَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا كُلُّ نَظِيْفٍ))

''اپنے مقدور بھر صاف ستھرے رہنے کی کوشش کرو، کیونکہ اللہ نے اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی ہے اور جنت میں صرف صاف ستھرا شخص ہی داخل ہوگا۔''

یہ موضوع حدیث ہے جس کی تخریج عبدالکریم الرافعی القزوینی نے "تاریخ قزوین : ۱/۱۷۶" میں، ابوالصعالیک محمد بن عُبید اللہ بن یزید الطرسوسی کی سند سے کی ہے:

''ہم سے ابوعلی الحسن بن محمد نے بیان کیا، کہا: ہم سے اسحاق بن شاہین الواسطی نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن یعلیٰ الکوفی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمر بن صبح نے ابوسہل سے، انہوں نے الحسن سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے.....''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث موضوع ہے جس کی آفت عمر بن صبح ہے۔''[الضعیفة: ۷/ ۲۷۰، حدیث: ۳۲٦٤]

حافظ ابن حجر نے "تقریب التهذیب" میں لکھا ہے:

''عمر بن صبح بن عمران التمیمی العدوی، ابونعیم الخراسانی: متروک ہے، امام اسحاق بن راہویہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔''

اور سند کا دوسرا راوی، محمد بن یعلیٰ الکوفی ضعیف ہے۔ اور سند کا تیسرا راوی ابوعلی الحسن بن محمد غیر معروف ہے۔

اس موضوع حدیث کا ذکر امام غزالی نے "احیاء العلوم : ۱/۱۳۸" میں ان لفظوں میں کیا ہے:

((بُنِيَ الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ))

''دین کی بنیاد نظافت پر رکھی گئی ہے۔''

حافظ ابوالفضل، زین الدین العراقی "المغنی عن حمل الاسفار :حاشیہ نمبر ۱" میں فرماتے ہیں:

''مجھے یہ حدیث ان لفظوں میں نہیں ملی، اور امام ابن حبان کی کتاب ''الضعفاء'' میں حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ان الفاظ میں موجود ہے:

((تَنَظَّفُوْا فَإِنَّ الإِسْلَامَ نَظِيْفٌ))

''صاف ستھرے رہو، کیونکہ اسلام صاف ستھرا ہے۔''

اور حافظ الطبرانی نے "المعجم الأوسط" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہایت کمزور سند کے ساتھ ان لفظوں میں روایت کی ہے:

((النَّظَافَةُ تَدْعُوْ إِلَى الْإِيْمَانِ))

''صفائی ایمان کی دعوت دیتی ہے۔''

۲۷ ..... ((إِذَا كَانَ فِي الثَّوبِ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ؛ غُسِلَ الثَّوبُ وَأُعِيْدَتْ الصَّلَاةُ))

''اگر کپڑے پر درہم برابر خون ہو تو دھولیا جائے اور نماز دھرائی جائے۔''

موضوع ہے، اس کی تخریج امام ابن حبان نے "الضعفاء: ۲۹۸/۱" میں امام الدارقطنی نے "السنن: ۱۵۴" میں اور امام البیہقی نے "السنن الکبریٰ: ۲۰۴/۲" میں اس سند سے کی ہے:

''روح بن غطیف سے روایت ہے، وہ الزہری سے روایت کرتے ہیں، وہ ابوسلمہ سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔''

امام ابن حبان نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''بلاشبہ یہ خبر موضوع ہے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی ہے، بلکہ اس کو اہل کوفہ نے گھڑا ہے اور روح بن غُطَیف ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا۔''

اور حافظ جمال الدین الزیلعی "نصب الرایہ: ۲۷۸/۱" میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے فرمایا ہے: ''یہ حدیث باطل ہے اور روح منکر الحدیث ہے۔'' اور ابن حبان نے لکھا ہے: ''بلاشک یہ موضوع حدیث ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نہیں ہے، بلکہ اہل کوفہ کی گھڑی ہوئی ہے۔ روح بن غطیف ثقہ لوگوں کے نام سے موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔'' اور ابن الجوزی نے اس کا ذکر ''الموضوعات'' میں کیا ہے۔ انہوں نے اس کا ذکر نوح بن ابی مریم عن یزید الہاشمی عن الزہری عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ مرفوعاً کی سند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی کیا ہے۔ اور نوح بن ابی مریم کے بارے میں نہایت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔''

حافظ الزیلعی نے مذکورہ حدیث کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ نہ تو خود کوئی رائے دی ہے اور نہ کسی امام حدیث کی اس کے بارے میں توثیق کا ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس کے موضوع اور باطل ہونے پر وہ امام بخاری، امام ابن حبان اور امام ابن الجوزی سے متفق ہیں۔

اور مشہور وضاع حدیث اور کذاب نوح بن ابی مریم کے طریقے سے مروی حدیث کے الفاظ ہیں:

۲۸ .....((اَلدَّمُ مِقْدَارَ الدِّرْهَمِ ؛ يُغْسَلُ ، وَتُعَادُ مِنْهُ الصَّلٰوةُ))

''درہم کے برابر خون دھولیا جائے اور اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے۔''

یہ بھی موضوع ہے۔ اس کی تخریج الخطیب البغدادی نے "تاریخ بغداد :۹/۳۳۰" میں اور انہی کے حوالہ سے امام ابن الجوزی نے "الموضوعات :۲/۷۵" میں کی ہے اور اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور حافظ الزیلعی نے "نصب الرایة :۱/۲۷۸" میں ان سے اتفاق کیا ہے اور حافظ سیوطی نے بھی "اللآلی المصنوعة :۲/۴" میں اس کو موضوع بتایا ہے۔

لہٰذا درہم کے برابر خون کو ''نجاست غلیظہ'' کا معیار اور پیمانہ بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی باطل اور بے بنیاد روایت کسی شرعی حکم کا ماخذ نہیں بن سکتی۔

۲۹ .....((اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ))

''ہر بہنے والے خون کی وجہ سے وضو ہے۔'' (یعنی دم سائل ناقض وضو ہے۔)

یہ حدیث اگرچہ موضوع تو نہیں ہے لیکن بے حد ضعیف ہے۔ اس کی تخریج امام الدارقطنی نے "السنن ، ص:۱۵۷" میں "بقیه عن یزید بن خالد عن یزید بن محمد عن عمر بن عبدالعزیز کی سند سے کی ہے۔

بقیہ یزید بن خالد سے روایت کرتا ہے، وہ یزید بن محمد سے اور وہ عمر بن عبدالعزیز سے، عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں: تمیم الداری نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

امام الدارقطنی نے اس سند کو یہ کہہ کر ''معلول'' بتایا ہے کہ:

''عمر بن عبدالعزیز کا تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے اور نہ انہوں نے اُن کو دیکھا ہی ہے، اور یزید بن خالد اور یزید بن محمد دونوں مجہول ہیں۔''

اور حافظ الزیلعی نے "نصب الرایة :۱/۸۳، ۸۴" میں اس سند کے ضعیف ہونے پر امام الدار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطنی سے اتفاق کیا ہے اور لکھا ہے کہ: ''یہ حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس کی تخریج امام ابن عدی نے "الکامل: ۱/۱۹۰" میں احمد بن الفرج کے ترجمہ کے ضمن میں کی ہے:

''بقیہ سے روایت ہے، کہا: ہم سے شعبہ نے محمد بن سلیمان بن عاصم بن عمر ابن الخطاب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابان بن عثمان بن عفان سے اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا: زید بن ثابت نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے.....''

((اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ))

''ہر بہنے والے خون کی وجہ سے وضو ہے۔''

یہ سند نقل کرنے کے بعد حافظ الزیلعی فرماتے ہیں:

''امام ابن عدی کہتے ہیں: اس حدیث کو ہم صرف اس احمد کی روایت کردہ حدیث کی حیثیت سے جانتے ہیں جو اُن لوگوں میں سے ہے جن کی روایت کردہ حدیث حجت نہیں ہے، البتہ اس کو لکھنا جائز ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کے ضعیف ہونے کے باجود اس کی حدیثوں کو برداشت کیا ہے، اور امام ابن ابی حاتم نے "کتاب العلل: ۱/۳۸" میں لکھا ہے: ''احمد بن الفرج سے مروی حدیثیں ہم نے لکھی ہیں، ہمارے نزدیک اس کا مقام ''صدق'' ہے۔''

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

''اگر کسی راوی کے بارے میں یہ کہا جائے: ((انه صدوق اومحله الصدق ، أولا بأس به)) وہ سچا ہے، اس کا مقام صدق ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، تو اس کی روایت کردہ حدیث لکھی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ وہ صحیح ہے یا نہیں، کیونکہ یہ قول کسی راوی کی تعدیل کا دوسرا درجہ ہے۔''

[مقدمه ابن الصلاح، ص: ۸۱]

چنانچہ بیشتر ائمہ حدیث نے احمد بن الفرج کی تضعیف کی ہے۔ اس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم کی رائے اوپر معلوم ہوگئی، حافظ محمد بن عوف نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس پر کذب بیانی کا الزام لگایا ہے، اور لکھا ہے:

''احمد بن الفرج کذاب تھا، بقیہ سے اس کی روایت کردہ حدیث بے بنیاد ہے اس کے بارے میں وہ اللہ کی مخلوق میں جھوٹا ترین شخص تھا، بقیہ سے اس کی روایت کردہ حدیثوں کی حقیقت یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ کسی صاحب حدیث شخص کی کتاب کے کاغذ کی پشت پر اس کو کچھ حدیثیں لکھی ہوئی مل گئیں جن کے شروع میں لکھا ہوا تھا: ''حدثنا یزید ابن عبدربه'' ہم سے یزید بن عبدربہ نے بیان کیا، اس کو احمد بن الفرج نے اس طرح روایت کرنا شروع کر دیا۔ ہم سے بقیہ نے حدیث بیان کی، (بقیہ کا پورا نام: بقیہ بن الولید بن صائد بن کعب الکلاعی ہے۔ وہ سچا تھا لیکن ضعیف راویوں کی بکثرت ''تدلیس'' سے کام لیتا تھا' تقریب التهذیب)''

حافظ محمد بن عوف حمصی تھے اور احمد بن الفرج کا تعلق بھی ''حمص'' سے تھا اس لیے دوسروں کے مقابلے میں وہ اس کے حالات سے زیادہ واقف تھے، انہوں نے اس پر شراب نوشی کا بھی لزام لگایا ہے جیسا کہ الخطیب البغدادی نے '' تاریخ بغداد : ۳۴۱/۴ '' میں بیان کیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک ایسے شخص کی روایت کردہ حدیث جس کی عدالت ائمہ حدیث کے درمیان مختلف فیہ رہی ہو اور اس کو مجروح قرار دینے والوں کی تعداد زیادہ ہو، ایسے شخص کی روایت ''دم سائل'' کے ناقض وضو ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ جبکہ اہل حجاز اور فقہائے سبعہ کا یہ متفقہ مسلک تھا کہ خون کا نکلنا ناقض وضو نہیں ہے اور بعض صحابہ کے واقعات سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ دم سائل یا خروج الدم کو ناقض وضو نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کر دیا گیا تو آپ نے اپنی نماز پوری کی درحالانکہ آپ کے زخموں سے خون جاری تھا۔ ❶

اور صحیح بخاری میں ہے:

((وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ)) ❷

''ابن عمر نے پھنسی کو دبا کر پھوڑ دیا جس سے خون نکلا اور انہوں نے وضو نہیں کیا۔''

اور صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک معلق حدیث ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری : ۳۷۷/۱ '' میں لکھا ہے کہ سعید ابن منصور اور الدارقطنی نے اس کو متصل قرار دیا ہے اس حدیث کے الفاظ ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ ، فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ ، فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ))

''نبی ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع میں شرکت فرمائی جس میں ایک صحابی کو تیر لگا اور ان کے

❶ فتح الباری: ۳۷۷/۱ ❷ باب: ۳۴۔ ۳۷۷/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسم سے خون جاری ہو گیا اور انہوں نے رکوع وسجدہ کیا اور اپنی نماز جاری رکھی۔''

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مذکورہ غزوہ میں نبی ﷺ ایک گھاٹی میں اُترے اور فرمایا:

آج کی رات کون ہماری حراست کرے گا؟ اس پر ایک مہاجر صحابی اور ایک انصاری صحابی اس مہم کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے درمیان رات اس طرح تقسیم کی کہ انصاری پہلے پہرہ دیں گے اور مہاجر سوئیں گے، چنانچہ مہاجر صحابی تو سو گئے اور انصاری صحابی نماز میں مشغول ہو گئے، گھات میں لگے دشمن کے ایک آدمی نے انکو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کو تیر مارا جو ان کو لگ گیا۔ مگر انصاری نے اپنے ہاتھ سے وہ تیر نکال دیا اور نماز جاری رکھی۔ دشمن نے ان کو دوسرا تیر مارا انہوں نے اس کو بھی نکال دیا اور نماز جاری رکھی اور دشمن نے ان کو تیسرا تیر مارا انہوں نے اس کو بھی نکالا اور رکوع کیا، پھر سجدے میں گئے اور نماز پوری کر لی، اور اپنے ساتھی کو بیدار کیا اور جب اُن کے مہاجر ساتھی نے ان کی حالت دیکھی کہ خون میں شرابور ہیں، تو کہا: تم نے مجھے بیدار کیوں نہیں کیا؟ انصاری نے جواب دیا:

''میں نماز میں ایک ایسی سورت پڑھ رہا تھا جس کو چھوڑنا میں نے پسند نہیں کیا۔''

امام البیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں انصاری کا نام عباد بن بشر اور مہاجر کا نام عمار بن یاسر لکھا ہے۔

۳۰.....((مَسْحُ الرَّقَبَةِ أَمَانٌ مِنَ الْغِلِّ))

''گردن کا مسح کینہ وحسد سے محفوظ رکھتا ہے۔''

موضوع ہے، امام النووی ''المجموع شرح المهذب : ۱/۴۶۵'' میں فرماتے ہیں:

''یہ موضوع ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔''

حافظ السیوطی نے امام نووی کی یہ بات ''ذيل الاحاديث الموضوعة ، ص:۲۰۳'' میں نقل کرنے کے بعد اس کی توثیق کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے ''التلخيص الحبير : ۱/۴۳۳'' میں لکھا ہے:

''ابو محمد الجوینی نے اس موضوع حدیث کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس کی سند کو قبول نہیں کیا ہے، اور غزالی نے اس کا ذکر ''الوسیط'' میں کیا ہے جس کی تعقیب ابن الصلاح نے ان الفاظ میں کی ہے: یہ حدیث النبی ﷺ سے معروف نہیں ہے، یہ سلف میں سے کسی کا قول ہے۔''

۳۱.....((مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عُنُقَهُ لَمْ يُغَلَّ بِالْأَغْلَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے وضو کیا اور اپنی گردن پر مسح کیا، اس کو قیامت کے دن بیڑیاں نہیں پہنائی جائیں گی۔''

موضوع ہے، اس کی روایت حافظ ابونعیم نے "اخبار اصبهان: ۲/۱۱۵" میں اس سند سے کی ہے:

''ہم سے محمد بن احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالرحمٰن بن داؤد نے بیان کیا، کہا: ہم سے عثمان بن خرزاذ نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمرو بن محمد بن الحسن المکتب نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن عمرو بن عُبید الانصاری نے، انس بن سیرین کے واسطہ سے اور انہوں نے ابن عمر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابن عمر جب وضو کرتے تو اپنی گردن پر مسح کرتے تھے۔''

حافظ ابونعیم نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن داؤد کے ترجمہ کے ضمن میں نقل کیا ہے، اور لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن داؤد، جن کی کنیت ابومحمد الفارسی تھی، کا شمار کثیر الحدیث فقہاء میں ہوتا تھا۔'' حافظ ابونعیم نے ان کی جرح وتعدیل کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اور ان کے علاوہ عبدالرحمٰن بن داؤد کا ذکر کسی اور کے یہاں نہیں ملتا۔

رہے حافظ ابونعیم کے شیخ: محمد بن احمد بن محمد، تو وہ یا تو ابوبکر المعدل ہیں جو ثقہ اور امانت دار تھے جیسا کہ ابونعیم نے ان کے بارے میں صراحت کی ہے، یا ابوعثمان بن ابوہریرہ تھے جن کی تعریف میں انہوں نے لکھا ہے: ''وہ عبادت گزاروں اور نیک لوگوں میں سے ایک تھے۔

لیکن علی بن محمد بن عراق نے "تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة" میں ابونعیم کے حوالہ سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس کی سند میں ابونعیم کے شیخ ابوبکر المفید بھی شامل ہیں، جن کے بارے میں حافظ زین الدین العراقی نے یہ صراحت کی ہے کہ اس حدیث کی ''آفت'' وہی ہیں۔''

[ص: ۷۵، ج: ۲، حدیث: ۳۵]

اور ابوبکر المفید پر کذب بیانی کا الزام ہے جیسا کہ امام ذہبی نے "میزان الاعتدال" اور حافظ ابن حجر نے "لسان المیزان" میں لکھا ہے اور ابن عراق کے بقول حافظ العراقی نے یہ تعین کر دیا ہے کہ محمد بن احمد محمد ابوبکر المفید ہی ہیں جو ابوبکر المعدل کے علاوہ کوئی اور ہیں اور حافظ العراقی "علم الرجال" میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔

اور اس حدیث کی سند میں ایک اور راوی: محمد بن عمرو بن عُبید الانصاری البصری بھی ہیں جو بے حد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف ہیں، اُن کی کنیت ابو سہل ہے، اُن کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ (تقریب التہذیب)

اور اس حدیث کی سند میں ایک تیسری ''علت'' عمرو بن محمد بن الحسن ہے۔ الخطیب البغدادی نے ''تاریخ بغداد: ۱۲/۲۰۴'' میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ الزمن ہے جو الاعسم'' کے نام سے معروف تھا۔ وہ بصرہ کا رہنے والا تھا جو بغداد میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔'' پھر الخطیب نے اس کے بارے میں امام دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے: ''وہ منکر الحدیث تھا۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''وہ ضعیف اور کثیر الوھم تھا۔'' اور لسان المیزان میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''امام الحاکم نے لکھا ہے: وہ ساقط الاعتبار تھا، اس نے کچھ لوگوں کے نام سے ایسی موضوع حدیثیں روایت کی ہیں جن سے مروی حدیثوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں، اس موضوع حدیث کی سند کے نا قابلِ اعتبار ہونے کے علاوہ اس کا متن بے حد منکر ہے۔ کیونکہ کتاب وسنّت میں وضو کے جو اعمال تفصیل سے بیان ہوئے ہیں ان میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور اعمال وضو میں سے کسی بھی عمل کے بارے میں چاہے وہ فرض ہو یا سنت وہ فضیلت نہیں ہوئی ہے جو اس بے بنیاد حدیث میں گردن پر مسح کے عمل کی بیان ہوئی ہے۔

آخر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ نبی ﷺ کے وضو کے بارے میں جو صحیح احادیث مروی ہیں ان میں سے کسی میں بھی گردن پر مسح کا ذکر نہیں ہے۔ سوائے ایک حدیث کے جو طلحہ بن مُصَرف نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس کے دادا سے روایت کی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً حَتّٰى بَلَغَ الْقَذَالَ وَهُوَ أَوَّلُ الْقَفَا، وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَمَسَحَ رَأْسَهُ مِنْ مُقَدَّمِهِ إِلٰى مُؤَخَّرِهِ"))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے سر کا ایک ہی بار مسح فرماتے تھے یہاں تک کہ مسح کا یہ عمل قذال (گدی، سر کا پچھلا حصہ) تک پہنچتا تھا اور ''القذال'' گردن کے بالائی حصے کو کہتے ہیں (جو سر سے متصل ہوتا ہے، گدی) اور ایک دوسری روایت میں ہے: آپ نے اپنے سر کا، سامنے سے پچھلے حصے تک مسح فرمایا۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی تخریج امام ابوداؤد نے سنن میں کی ہے۔ (ضعیف سنن ابوداؤد حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر۱۳۲) اور اس کے بارے میں امام سفیان ابن عیینہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ اس کو ''منکر'' کہتے تھے۔

واضح رہے کہ اس حدیث کی سند میں تین علتیں جمع ہیں جن میں سے ایک علت بھی اس کو ساقط کرنے کے لیے کافی ہے۔

۱۔راوی کا ضعف.....۲۔راوی کا مجہول ہونا .....۳۔مُصَرِّف کے والد عمرو بن کعب کے شرف صحابیت میں اختلاف۔ [الضعیفه لِلآلبانی: ۱/ ۱۶۷، حدیث: ۲،۶۹/ ۱۶۷، حدیث: ۷۴۴]

۳۲.....((إِدْ فِنُوْا دِمَاءَ كُمْ وَأَشْعَارَ كُمْ ، وَأَظْفَارَ كُمْ ، لَا تَلْعَبُ بِهَا السَّحَرَةُ))

''اپنا خون اپنے بال اور اپنے ناخن کے تراشے دفن کر دیا کرو، تاکہ جادوگر اُن سے نہ کھیلیں۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت امام شیرویہ بن شہر دار الدیلمی نے "مسند الفردوس :۱/ ۱/ ۱۹" میں الحسن بن الحسین بن دوما سے کی ہے:

''ہم سے ابوسعید بن رُمیح نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن عقیل نے بیان کیا، کہا: مجھ سے ابراہیم بن محمد بن الحسین نے بیان کیا، کہا: ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا: ہم سے عیسیٰ بن موسیٰ نے الحسن بن دینار سے، انہوں نے مقاتل بن حیان سے انہوں نے ابوالزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

حافظ ابن حجر نے ''مختصر المسند'' میں اس موضوع حدیث کی سند اس طرح لکھی ہے:

''میں نے کہا: الحسن بن دینار، بیاض، ابن رصیح، بیاض، ابن دوما، بیاض.....''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر کو ان راویوں کے بارے میں تحقیق کا موقع نہیں ملا اور اس اُمید میں ہر راوی کے آگے ''بیاض'' چھوڑ دی کہ ان کی جرح وتعدیل کے بارے میں تحقیق کر کے ہر ایک کا حال لکھیں گے، مگر موت نے ان کو مہلت نہیں دی اس طرح ان کے قلمی نسخے میں یہ ''خلا'' باقی رہا اور کسی نے اس کو پُر نہیں کیا۔

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''یہ سند بے حد کمزور اور ناقابل اعتبار ہے، کیونکہ الحسن بن دینار کی امام احمد، یحییٰ بن معین اور ابو خیثمہ نے تکذیب کی ہے۔'' [الضعیفه: ۵/ ۲۰۳]

اور الحسن بن الحسین بن دوما پر حافظ الخطیب البغدادی نے "تاریخ بغداد: ۷/ ۳۰۰" میں یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ائمہ حدیث سے حدیثیں سُننے کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا'' لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے اس سے حدیثیں لکھیں وہ کثرتِ سماع میں شہرت رکھتا تھا لیکن اس نے اپنی ثقاہت یوں مجروح کر لی کہ اپنے آپ سے ایسی حدیثیں سُننے کو منسوب کر لیا جو اس نے نہیں سُنیں۔''

اسی طرح اس کے شیخ ابن رمیح کا حال ''کتب الرجال'' میں نہیں ملتا۔ صرف الخطیب البغدادی نے اس کا شمار ابن دوما کے شیوخ میں کیا ہے۔

۳۳.....((إِذْ فِنُوا الأَظْفَارَ وَالدَّمَ وَالشَّعْرَ ،فَإِنَّهُ مَيْتَةٌ))

''ناخن، خون اور بال کو دفن کر دیا کرو، اس لیے کہ وہ مردار ہیں۔''

موضوع ہے۔ امام ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی نے اس کی راویت "التحقیق فی مسائل التعلیق : ۱/۱۷" میں، ابن عدی کے طریقے سے کی ہے۔ امام ابن عدی نے "الکامل : ۱/۲۱۹" میں عبداللہ بن عبدالعزیز بن ابی داؤد کی سند سے کی ہے، کہا:

''مجھ سے میرے والد نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''ابن عدی نے لکھا ہے: عبداللہ بن عبدالعزیز کی روایت کردہ ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن میں اس کا کوئی ''متابع'' نہیں ہے۔ امام ابو حاتم الرازی نے اس کے متعلق فرمایا ہے: اس کی روایت کردہ حدیثیں ''منکر'' ہیں۔ میرے نزدیک وہ سچا نہیں تھا۔''

اور حافظ علی بن الحسین بن الجُنید کہتے ہیں:

''عبداللہ بن عبدالعزیز ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں تھا، وہ جھوٹی حدیثیں بیان کرتا پھرتا تھا۔''

[بحواله الضعيفه: ۵/۲۰٤]

۳٤.....((كَانَ يَأْمُرُ بِدَفْنِ الشَّعْرِ وَالأَظْفَارِ))

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بال اور ناخن کو دفن کر دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔''

یہ حدیث اگرچہ موضوع تو نہیں ہے لیکن بے حد ضعیف ہے۔ اس کی تخریج حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے "المعجم الکبیر :۲۲، ۳۲، ۷۳" میں اور امام احمد بن الحسین البیہقی نے "شعب الایمان :۲/۲۶۹" میں محمد بن الحسین کی سند سے کی ہے:

''ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا: ہم سے قیس بن الربیع نے عبدالجبار ابن وائل سے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

یہ سند ضعیف ہے۔اور یہ حدیث جتنے طریقوں سے بھی مروی ہے۔سب ضعیف ہیں۔

اس پیش نظر سند میں تین علتیں جمع ہیں:

① الانقطاع:.....کیونکہ عبدالجبار بن وائل کا اپنے والد وائل سے سماع ثابت نہیں ہے۔

② قیس بن الربیع حافظہ کی کمزوری کے باعث ضعیف تھے۔

③ محمد بن الحسین، جو الزبیر الاسدی الکوفی کے بیٹے ہیں اور جن کا لقب ''الثل'' تھا ان کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ''وہ سچے تھے لیکن ان میں کمزوری اور ضعف تھا۔

[التقریب، ص: ٤٠٩، ترجمہ: ٥٨١٦]

اس ضعیف حدیث کی بقیہ سندوں کی طرف امام البیہقی نے "شعب الایمان :۲۳۲/۵، حدیث: ٦٤٨٢" میں، امام بخاری نے "التاریخ الکبیر :۴۵۰۲/۴" میں، اور انہی کی سند سے امام الدارقطنی نے "المؤتلف والمختلف :۲۰۹۵،۲۰۹۴/۴ " میں، امام ابن عدی نے "الکامل :۲۰۸/۶ " میں اور الخلال نے "الترجل، ص:۲۰ " میں اشارہ کیا ہے۔

اور امام البیہقی نے ان تمام سندوں کو ناقابل اعتماد اور ضعیف بتایا ہے اوسی وجہ سے امام احمد نے فرمایا ہے:

''بال اور ناخن کو اگر چاہے دفن کر دیا جائے اور اگر دفن نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ان سے ان کے اس قول کی روایت امام حافظ ابو محمد الحسن بن محمد الخلال نے "الترجل، ص:۱۹ " میں کی ہے۔

[الضعیفہ: ۳۸۲/۵]

اذان:

۳۵.....((إِذَا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِهِ ، وَضَعَ الرَّبُّ يَدَهُ فَوْقَ رَأْسِهِ ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ أَذَانِهِ ، وَإِنَّهُ لَيُغْفَرُ لَهُ مَدَّ صَوْتِهِ ، فَإِذَا فَرَغَ قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ : صَدَقْتَ عَبْدِي ، وَشَهِدْتَ بِشَهَادَةِ الْحَقِّ ، فَأَبْشِرْ))

''جب مؤذن اذان دینا شروع کرتا ہے تو رب اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے، اور جب تک وہ اپنی اذان سے فارغ نہیں ہو جاتا اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھے رہتا ہے اور اس کی آواز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنی مسافت تک جاتی ہے اتنی مسافت کے بمقدار اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ پاس جب وہ اذان سے فارغ ہو جاتا ہے تو رب عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے! تو نے سچ کہا اور تو نے حق کی گواہی دی، تیرے لیے خوش خبری ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی تاریخ اصبہان میں محمد بن یعلیٰ عن عمر بن صبیح عن مقاتل بن حیان عن زید العمی عن انس بن مالک کی سند سے کی ہے۔

محمد بن یعلیٰ عمر بن صبیح سے روایت کرتے ہیں، وہ مقاتل بن حیان سے، وہ زید العمی سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....''

حافظ جلال الدین السیوطی نے اس کا ذکر ''ذیل الاحادیث الموضوعة ، ص:۱۰۳'' میں کیا ہے۔ اور کہا ہے: ''عمر بن صبیح حدیثیں وضع کرتا تھا اور یزید العمی ضعیف ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''حافظ السیوطی نے یہ صراحت کرنے کے بعد کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کو ''الجامع الصغیر ، ص:۴۴، حدیث:۳۰۶'' میں درج کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس میں کوئی ایسی حدیث نقل نہیں کریں گے جس کی روایت میں کوئی وضاع حدیث یا کذاب منفرد ہوگا۔'' [الضعیفه: ۵/ ۲۴۰]

واضح رہے کہ اس موضوع حدیث کا یہ فقرہ: ((وَاِنَّهُ لَيُغْفَرُ لَهُ مَدَّ صَوْتِهِ)) صحیح ہے۔ اور مشکوٰۃ (۶۶۷) اور صحیح الترغیب والترہیب (۲۳۴) میں ان الفاظ میں موجود ہے:

((المؤذن يُغفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ))

اس موضوع حدیث کے درمیان صحیح حدیث کا ایک ٹکڑا یا ایک فقرہ ہونا باعث حیرانی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وضاعین یا غیر ثقہ لوگوں کا ایک طریقہ یہ بھی رہا ہے اور اب تک ہے کہ وہ کسی موضوع حدیث کے درمیان، یا اس کے شروع یا آخر میں کوئی صحیح حدیث یا اس کا کوئی ٹکڑا جوڑ دیتے ہیں، اس طرح کسی صحیح حدیث کے درمیان کوئی موضوع ٹکڑا درج کر دیتے ہیں یا شروع اور آخر میں بڑھا دیتے ہیں اس طرح وہ جس بات کی ترویج کرنا چاہتے ہیں وہ ہونے لگتی ہے۔

۳۶..... ((إِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ وَالْمُلَبِّيْنَ يَخْرُجُونَ مِنْ صُبُورِهِمْ ، يُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ وَيُلَبِّي الْمُلَبِّيْ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مؤذنین اور تلبیہ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ مؤذن اذان دے رہا ہوگا اور مُلبی تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔''

یہ بے حد ضعیف اور کمزور حدیث ہے جس کی تخریج حافظ الطبرانی نے ''المعجم الأوسط : ۱/۲۵'' میں اس سند سے کی ہے:

''ہم سے خلف بن عبداللہ الضبی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمرو بن الرضی بن نصر ابن الرضی البصری نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبداللہ بن عبدالملک الذماری نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابو الولید الضبی نے ابوبکر الہذل سے، انہوں نے ابوالزبیر سے اور انہوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

حافظ الطبرانی یہ سند نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''حضرت جابر سے یہ حدیث صرف اسی سے راویت کی جاتی ہے، یہ سند بے حد کمزور ہے۔ ابو بکر الہذلی کو حافظ ابن حجر نے ''متروک'' لکھا ہے۔ اور ابوالزبیر ''مدلس'' تھا اور اس نے یہ حدیث ''عنعنہ'' کے ذریعہ روایت کی ہے۔ البانی آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے بارے میں حافظ نورالدین بن ابی بکر الہیثمی کا قول ہے کہ اس کی روایت الطبرانی نے المعجم الأوسط میں کی ہے اور اس کی سند میں ایسے مجہول الحال راوی ہیں جن کا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔''

اور امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے ''کتاب العلل : ۱/۱۰۶'' میں اپنے والد امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع لگتی ہے۔ اور حافظ ابونعیم نے یہی حدیث ''تاریخ اصبہان : ۱/۳۳۸'' میں المعلی بن ہلال کی سند سے کی ہے:

''ہم سے ابو داؤد الدارمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

((إِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ الْمُحْتَسِبِيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُمْ يُؤَذِّنُوْنَ))

''ثواب کی نیت سے اذان دینے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے اذان دیتے ہوئے نکلیں گے۔''

المعلی بن ہلال جو ابن سوید ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ ''نقاد حدیث'' نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متفقہ طور پر اس کی تکذیب کی ہے۔'' [التقریب، ص: ٤٧٣، ترجمہ: ٦٨٠٧]

اور ابوداؤد الدارمی کا نام نُفیع ہے جو کذاب تھا۔ [الضعیفہ: ٥/ ٢٠٢، ٢٠٤]

۳۷..... ((إذَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ ، فَأجِبْ وَعَلَيْكَ السكينةُ ، فَإنْ أصَبْتَ فُرْجَةً وَإلَّافَلَا تُضَيِّقْ على أخِيكَ ، وَاقْرَأ بِمَا تُسْمِعَ أُذنَيْكَ ، وَلَا تُؤْذِجَارَكَ ، وَصَلِّ صلاةَ مُوَدِّعٍ))

''جب تم پکار سنو تو اس کا جواب دو اور درانحالیکہ تم پر وقار کی کیفیت ہو اور اگر تم کو صف میں گنجائش ملے (تو داخل ہو جاؤ) ورنہ اپنے بھائی پر تنگی مت پیدا کرو اور اس طرح پڑھو کہ اپنے کانوں کو سنا سکو، اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دو اور رخصت کرنے والے کی نماز پڑھو۔ (گویا کہ تم اس دنیا کو رخصت کر رہے ہو)''

یہ انتہائی کمزور اور ضعیف حدیث ہے۔ جس کی تخریج امام حافظ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن الاعرابی نے ''المعجم، ق: ٢/ ١٨٣'' اس کا قلمی نسخہ دمشق کے الظاہریہ کتب خانہ میں ۲۸۰ نمبر کے تحت موجود ہے) میں، ابن درست العلاف نے ''الأمالی: ١/ ١٢٧'' میں، حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد الضیاء المقدسی نے ''المختارہ: ٧/ ١١٣'' میں اور امام الدیلمی نے ''مسند الفردوس: ١/ ٦٠'' میں اس سند سے کی ہے:

''سعید بن عبداللہ بن دینار سے روایت ہے وہ الربیع بن صبیح سے روایت کرتے ہیں وہ الحسن سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں.....''

حافظ ابن حجر نے ''مختصر المسند'' میں اس سند کے بارے میں کچھ لکھنے کے بجائے ''بیاض'' چھوڑ دی ہے۔ البتہ تقریب التہذیب'' میں الربیع بن صبیح کے بارے میں لکھا ہے: ''صدوق سیء الحفظ'' وہ سچا تھا مگر حافظہ کا بُرا تھا۔

اور سعید بن عبداللہ بن دینار کا حال ''کتب الرجال'' میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن امام ابن حبان نے ''کتاب الثقات: ٢/ ١/ ١'' میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

((يأتي بما لا اصل له عن الأثبات))

''سعید بن عبداللہ بن دینار ثقہ راویوں کے نام سے بے اصل حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔''

[الضعيفه لِلألباني: ٦/ ٨٢]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸..... ((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ أَذَّنَ فَقُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوْبِنَا لِذِكْرِكَ وَأَتْمِمْ عَلَيْنَا نِعْمَتَكَ وَفَضْلَكَ ، وَاجْعَلْنَا عَلَيْهَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ))

''جب تم مؤذن کو سنو کہ اس نے اذان دے لی تو کہو: اے اللہ! تو ہمارے دلوں کے قفل اور تالوں کو اپنے ذکر کے لیے کھول دے، ہم پر اپنی نعمت اور فضل تمام کر دے، اور ہمیں اس نعمت پر اپنے صالح بندوں میں سے بنا۔''

یہ بھی ضعیف ہے اور نا قابلِ اعتبار حدیث ہے۔ اس کی روایت امام ابن حبان نے ''الثقات : ۱/۱۴۶'' میں عمر بن خالد الوہبی کے ترجمہ کے ضمن میں کی ہے اور امام ابو بکر احمد بن محمد ابن السُنی نے ''عمل اليوم والليلة: ۹۸'' میں اور انہی کے حوالہ سے امام الدیلمی نے ''مسند الفردوس : ۱/۱/۵۹'' میں اس سند سے کی ہے:

ہم سے عبد الصمد بن سعید نے، حمص میں بیان کیا، کہا: ہم سے الحسن بن حاتم الالہانی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمر بن خالد الوھبی نے بیان کیا، کہا: ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا.....''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''یہ سند ضعیف ہے اور مجہول ہے۔ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ اس نے عمر بن خالد کا ذکر کیا ہو، سوائے ابن حبان کے اور یہی حال الحسن بن حاتم الالہانی کا بھی ہے۔'' [الضعيفه: ۶/۸۳]

میرے خیال میں اس ضعیف حدیث کا متن منکر ہے، کیونکہ صحیح احادیث میں اذان کے بعد جو دعا مذکور ہے، یہ ضعیف حدیث اس کے خلاف ایک ایسی دعا پر مشتمل ہے جس سے تصوف کی بو آتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ ، فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ)) [1]

''جب تم اذان سنو تو وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ ، فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى

[1] حدیث: ۶۱۱، اور صحیح مسلم، حدیث: ۸۴۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ بِهَا عَشْرًا ، ثُم سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ ، فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ ، وَأَرْجُوْا أَنْ أَكُوْنَ أَنَاهُوَ ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ)) ❶

''جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر میرے اوپر درود بھیجو، کیونکہ جو شخص میرے اوپر درود بھیجے گا اللہ اس کے بدلے اس پر اپنی دس (۱۰) رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر میرے لیے اللہ سے ''الوسیلہ'' مانگو، کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لیے مناسب ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا، بس جس نے میرے لیے ''الوسیلہ'' مانگا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ)) ❷

''جس نے اذان سنتے وقت یہ کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں رب کی حیثیت سے اللہ سے راضی ہوا، بحیثیت رسول کے محمد سے راضی ہوا اور بحیثیت دین کے اسلام سے راضی ہوا، تو جو ایسا کہے گا، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

۳۹..... ((مَسْحُ الْعَيْنَيْنِ بِبَاطِنِ أَنْمِلَتَيِ السَّبَّابَتَيْنِ بَعْدَ تَقْبِيْلِهِمَا عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، وَأَنَّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ ؛ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتُهُ.....))

''مؤذن کے اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے وقت دونوں انگشت شہادت کے اندرونی حصوں کو چوم کر آنکھوں کو مسح کرنا، اور جو ایسا کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اس کے لیے واجب ہو جائے گی۔''

یہ حدیث موضوع اور باطل ہے۔ **المقاصد الحسنہ** (۳۸۴)، **تمیز الطیب** (۱۵۰)، **کشف**

❶ حدیث نمبر: ۸۲۹ ❷ صحیح مسلم، حدیث: ۸۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الالتباس :۲۰۶/۲ ، الاسرار المرفوعه ، حدیث:۴۳۵ اور سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱/ ۱۷۳ " میں اس کو موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے جو لوگ ایسا کرتے ہیں اور لوگوں کو ایسا کرنے کی تلقین کرتے ہیں، ان کے اس عمل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے۔

نماز:

اسلام میں عقائد اور ایمانیات کے بعد عملی ارکان کا درجہ آتا ہے جن کے سرفہرست نماز ہے۔ طہارت اور اذان، جن کے بارے میں پچھلے صفحات میں متعدد موضوع اور منکر احادیث کا ذکر کیا گیا ہے نماز کے لوازمات میں شمار ہوتے ہیں۔

اسلام کے عقائدی اور عملی ارکان کو اُس مختصر اور جامع حدیث میں سمیٹ دیا گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَالْحَجِّ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں پر ہوئی ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک سے معلوم ہوا کہ عملی ارکان میں سب سے پہلا مقام نماز کو حاصل ہے اور اگر ہم نماز کی ہیئت، اس کی قرأتوں، تسبیحوں اور دعاؤں پر غور کریں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک عجیب طرح کی عاجزی، سرنگندگی اور تسلیم و رضا کی کیفیت کا احساس ہوگا، اس طرح درحقیقت نماز ایمان کا پہلا عملی مظہر ہے۔ ایمان ایک طرح کا دعویٰ ہے اور کوئی بھی دعویٰ اُس وقت تک اپنا کوئی وزن نہیں رکھتا جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی عملی ثبوت نہ ہو، اور نماز ایمانی دعوے کا عملی ثبوت ہے۔

نہ صرف یہ کہ نماز ایمان کا سب سے پہلا عملی مظہر ہے بلکہ نماز ایمان کا لازمی مظہر بھی ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ ایمان غیر معتبر ہے جو نماز سے خالی ہو اور اگر ہم یہ کہیں کہ نماز ایمان ہی کا دوسرا نام ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ خود قرآن پاک میں یہ صراحت ہے کہ قیامت کے دن اہل جنت جب اہل جہنم سے

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۸۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھیں گے کہ تمہیں جہنم میں کس چیز نے ڈالا؟ تو وہ جواب دیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہ تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴾

[المدثر: ٤٢، ٤٣]

''تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔''

گویا نماز ایمان کی علامت ہے، لہٰذا جو شخص ایمان کے دعوے کے باوجود نماز نہ پڑھتا ہو تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ایک دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ایمان لا کر بھی آدمی دوزخ سے نہیں بچ سکتا اگر وہ تارک نماز ہو۔

نماز کی اسی اہمیت کی وجہ سے اس کے ارکان، اس کے سنن و مستحبات، اس کے اوقات اور اس کے فضائل و برکات غرضیکہ اس کی ہر چیز کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس کا عملی نمونہ بھی پیش کر دیا ہے اور صحابۂ کرام اور اُن کے ذریعہ قیامت تک پیدا ہونے والے اہل ایمان کو یہ حکم دے دیا کہ وہ آپ کی اتباع کریں۔ ارشاد نبوی ہے:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)) [1]

''اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''

معلوم ہوا کہ وہی نماز معتبر اور عنداللہ مقبول ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہو، اور رسول اللہ ﷺ کی نماز اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ صحیح احادیث میں مذکور ہے جن کو اگر ہم ایک ساتھ ملا کر پڑھیں تو چشم تصور سے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ اور نماز کی وہ مختلف شکلیں جو مسلمانوں کی نمازوں میں ملتی ہیں اور جن کا مشاہدہ ہم مسجدوں میں کرتے ہیں ان میں سے بیشتر شکلیں اور ہیئتیں صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہیں۔ سوائے اُن چند اختلافات کے جو ''توسع'' کے قبیل سے ہیں۔

اسی طرح نماز کے فضائل و برکات یا ترکِ نماز کے انجام بد یا ادائیگی نماز کے ساتھ ساتھ برائیوں کے ارتکاب کے نتائج سے متعلق بھی بے شمار ایسی باتیں لوگوں میں زبانِ زد اور فضائل اعمال کی کتابوں میں مذکور ہیں جو بے بنیاد ہیں۔ کتاب اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی صحیح احادیث سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

((مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ، لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا بُعْدًا))

[1] صحیح بخاری حدیث: ٦٣١۔ صحیح مسلم، حدیث: ٦٧٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس شخص کی نماز اس کو بدکاری اور برائی سے نہ روکے، اللہ سے اس کی دوری بڑھتی جاتی ہے۔''

یہ باطل حدیث ہے، رسول اکرم ﷺ سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ یہ لوگوں میں زبانِ زد ہے۔ یہ اپنی سند اور متن دونوں اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

اس کی تخریج حافظ الطبرانی نے ''المعجم الکبیر :۳/۱۰۶'' میں، امام ابوعبداللہ محمد بن سلامہ القضاعی نے ''مسند الشهاب :۲/۴۳'' میں اور امام ابن ابی حاتم نے (بحوالہ تفسیر ابن کثیر : ۲/۴۱۴، اور الکواکب الدراری :۲/۸۳'' لیث عن طاؤس عن ابن عباس کی سند سے کی ہے۔

یہ سند لیث کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیث کا پورا نام: لیث بن ابی سلیم ہے۔ حافظ ابن حجر نے ''تقریب التہذیب'' میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

((صدوق ، اختلط أخيرا وَلم يتميز حديثه ، فترك))

[ص: ٤٠٠، ترجمہ: ٥٦٨٥]

''سچا تھا مگر آخری عمر میں عقلی عدم توازن اور خرابی میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس کی روایت کردہ حدیثوں میں صحیح اور ضعیف میں عدم امتیاز کے باعث اس کو متروک قرار دے دیا گیا۔''

اس حدیث کی یہی علت امام ہیثمی نے بھی ''مجمع الزوائد : ۱/۱۳۴'' میں بیان کی ہے۔ اور ان کے شیخ حافظ زین الدین العراقی نے ''المغنی عن حمل الأسفار : ۱/۱۴۳'' میں لکھا ہے: ''اس کی سند کمزور ہے۔''

یہ حدیث دوسرے طریقے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی حیثیت سے بھی مروی ہے اور اس کی سند کا ایک راوی غیر معروف ہے۔

امام احمد نے ''کتاب الزھد، ص:۱۵۹'' میں اس کی روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً کی ہے، جس کے الفاظ ہیں:

((مَنْ لَمْ تَأْمُرْهُ الصَّلَاةُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ بِهَا إِلَّا بُعْدًا.....))

''جس کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے تو وہ اس کے ذریعہ مزید دور ہوتا جائے گا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی حدیث ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

((مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَه.....))

''جس کی نماز اس کو بدکاری اور برائی سے نہ روکے اس کی نماز ہوتی ہی نہیں.....''

یہ منکر ہے۔ اس کی روایت امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں کی ہے:

''ہم سے محمد بن ہارون الحزمی الفلاس نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالرحمٰن بن نافع ابوزیاد نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمر بن ابی عثمان نے بیان کیا، کہا: ہم سے الحسن نے عمران بن حُصین سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا..... ''نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا.....''

حافظ ابن کثیر نے اس کا ذکر اپنی تفسیر (۲/ ۴۲۴) میں اور ابن عروہ نے ''الکواکب الدراری: ۱/ ۸۳'' میں کیا ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی (الضعیفہ: ۲/ ۴۱۴) میں لکھتے ہیں:

''یہ ضعیف ہے۔ جس کی دو علتیں ہیں:

۱ الحسن البصری اور عمران بن حصین کے درمیان سند منقطع ہے۔ کیونکہ عمران سے ان کا سماع مختلف فیہ اور اگر یہ سماع ثابت بھی ہو جائے تب بھی سقم دور نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حسن بصری مدلس تھے اور انہوں نے اس کی روایت ''عن'' کے ذریعہ کی ہے۔

۲ عمر بن ابی عثمان مجہول ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے ''الجرح والتعدیل: ۳/ ۱۲۳'' میں اس کا تذکرہ صرف اس طرح کیا ہے:

''اس نے طاؤس کے اقوال سنے ہیں اور یحییٰ بن سعید نے اس سے روایت کی ہے۔ سب سے زیادہ ''نکارت'' اس کے متن میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جو شخص نماز اس کی تمام شرطوں اور ارکان سے ادا کرے اور اس کے ساتھ وہ بعض معاصی کا بھی مرتکب ہوتا رہے تو یہ نماز اس کو اللہ تعالیٰ سے مزید دور کرتی جائے گی، اور یہ بات اسلامی شریعت کی روح اور مزاج کے خلاف ہے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جب معاصی کے ارتکاب کے ساتھ نماز کی ادائیگی اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہے۔ تو پھر اس حالت میں نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہے، اس کے علاوہ ایک صحیح حدیث اس منکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے خلاف مروی ہے:

''نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ایک شخص پوری رات نمازیں پڑھتا ہے اور صبح کو چوری کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا:

((سَيَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ اَوْ سَتَمْنَعُهُ صَلَاتُهُ))

''نماز اس کو اس کام سے روک دے گی جو تم بتا رہے ہو۔''

یعنی اس کا راتوں میں نمازیں پڑھنا اس کو چوری سے باز رکھے گا۔ یا آپ نے فرمایا: اس کی نماز اس کو سرقہ سے روک دے گی۔

اس حدیث کی روایت امام احمد نے مسند میں البزار نے المصنف میں امام طحاوی نے "**مشکل الآثار** :۲/۴۳۰" میں اور امام البغوی نے "**حدیث علی ابن الجعد** :۹۷/۹" میں اور ابو بکر الکلاباذی نے "**مفتاح معانی الآثار**: ۱/۳۱" میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

امام ابن تیمیہ نے اس زیر بحث حدیث کے بارے میں فرمایا ہے:

''یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے کہ نماز بدکاری اور برائی سے روکے گی جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور نماز کسی بھی حال میں نمازی کو اللہ تعالیٰ سے دور نہیں کر سکتی۔'' [فقہ حنبلی، قلمی نسخہ، کتب خانہ ظاہریہ دمشق، ص:۱۲/۳]

۴۲ ..... ((مَنْ صَلَّى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ))

''جو مغرب اور عشاء کے درمیان بیس (۲۰) رکعتیں نماز ادا کرے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ایک گھر بنائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابن ماجہ نے "سنن :۱/۴۱۴" میں اور امام عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین نے "**الترغیب والترهیب** :(قلمی نسخه: ۱/۱۷۲، ۲۷۷، ۲۷۸)" میں یعقوب بن الولید المدینی عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ مرفوعاً کے طریقے سے کی ہے، یعنی:

''یعقوب بن الولید المدینی ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے باپ عروہ سے اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔''

امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری "**الزوائد** :(قلمی نسخه: ۱/۸۵)" میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس حدیث کی سند میں یعقوب بن الولید ہے، جس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، اور امام احمد نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:
اس کا شمار بڑے جھوٹوں میں ہوتا تھا، وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''امام یحییٰ بن معین اور امام ابوحاتم نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔'' آگے لکھتے ہیں:

''مغرب اور عشاء کے درمیان متعینہ رکعتوں پر مشتمل نفل نمازوں کی ترغیب دلانے والی کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ اس وقت میں نبی ﷺ کے عمل سے رکعتوں کے تعین کے بغیر نفل نمازوں کا پڑھنا ثابت ہے۔'' [الضعیفہ: ۱/ ۶۸۰]

۴۳..... ((مَنْ صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ ، غُفِرَ لَهُ بِهَا ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً))

''جس نے نمازِ مغرب کے بعد کچھ بولنے سے قبل چھ رکعتیں (نفل) کی پڑھیں تو ان کے بدلے اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

یہ حدیث اگرچہ موضوع تو نہیں ہے مگر بے حد کمزور اور ضعیف ہے۔ اس کی تخریج ابن نصر نے ''قیام اللیل میں (ص: ۳۳) محمد بن غزوان الدمشقی کے طریقے سے کی ہے:

''ہم سے عمر بن محمد نے سالم بن عبداللہ اور انہوں نے اپنے باپ عبداللہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

امام ابن ابی حاتم نے ''کتاب العلل: ۱/ ۷۸'' میں اس سند سے اس کا ذکر کیا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ امام ابوزُرعہ نے کہا ہے کہ اس کو دیوار پر دے مارو کیونکہ یہ موضوع لگتی ہے۔ اور محمد بن غزوان الدمشقی منکر الحدیث تھا۔''

۴۴..... ((مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ ؛ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَ نَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَبَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ))

''جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھیں کہ اس سے کوئی نماز فوت نہیں ہوئی تو اس کے لیے جہنم سے برأت اور عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی اور وہ نفاق کی بیماری سے شفایاب ہو جائے گا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث منکر ہے۔ اس کی تخریج امام احمد نے ''مسند: ۳/۱۵۵'' میں، حافظ الطبرانی نے ''المعجم الأوسط: ۲/۳۲، ۲، حدیث: ۵۵۷۶'' میں عبدالرحمٰن ابن ابی الرجال عن نبیط بن عمر عن انس بن مالک مرفوعاً کی ہے:

''عبدالرحمٰن بن ابی الرجال نے نبیط بن عمر سے روایت کیا اور انہوں نے انس بن مالک سے مرفوعاً روایت کیا۔''

الطبرانی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''حضرت انس سے اس کی روایت صرف نبیط نے کی ہے اور اس سے ابن ابی الرجال اس روایت میں منفرد ہے۔''

یہ سند ضعیف ہے کیونکہ نبیط بن عمر کا ذکر صرف اسی حدیث کی سند میں آیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ''الثقات: ۵/۴۸۳'' ان کا قاعدہ ہے کہ وہ مجہول راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہیں، اور امام الہیثمی نے اس اصول پر اعتماد کر کے لکھا ہے:

''اس کی روایت احمد اور الطبرانی نے کی ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

اس حدیث کی نکارت اور ضعف اس صحیح حدیث سے مزید واضح ہو جاتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے اور اس کے یہ دونوں طریقے ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں، اور اس کے الفاظ ہیں:

((مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ ، يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى : كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَتَانِ : بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ))

''جس نے اللہ کے لیے چالیس دن جماعت کے ساتھ اس طرح نمازیں پڑھیں کہ اس کو (ہر نماز میں) تکبیر اولیٰ ملی تو اس کے لیے دو چھٹکارے لکھ دیے گئے، ایک چھٹکارا جہنم سے اور دوسرا چھٹکارا نفاق سے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی نے ''الصحیحة: ۶/۳۱۹، حدیث: ۲۶۵۲'' میں اس کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

۴۵ ..... ((مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ))

''جس نے نماز میں رفع یدین کیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کا ذکر محمد طاہر بن علی الفتنی نے "تذکرۃ الموضوعات :۸۷" میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں دجال مامون بن احمد الہروی ہے جو حدیث وضع کیا کرتا تھا۔'' اس کے بارے میں امام الذھبی نے کہا ہے:

''وہ مصائب اور رسوائیاں لایا ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے حدیثیں گھڑ کر پھیلائی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔''

حافظ ابونعیم نے فرمایا ہے: ''وہ خبیث وضاع حدیث تھا، ثقات کے نام سے موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔''

نماز میں رفع یدین کے خلاف ایک دوسری موضوع حدیث بھی فقہ کی کتابوں میں بیان کی جاتی ہے، اور بعض نادان لوگ اس کو امام ابوحنیفہؒ سے مروی قرار دیتے ہیں، اس کے الفاظ ہیں:

٤٦ ..... ((مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ))

''جس نے نماز میں رفع یدین کیا اس کی نماز فاسد ہوگئی۔''

العلامہ شیخ ابو الحسنات عبدالحیٔ لکھنوی نے "الفوائد البهية في تراجم الحنيفية ، ص:۱۱۶، ۲۱۶، ۲۱۷" میں امام ابوحنیفہؒ سے اس کی روایت کو باطل قرار دیا ہے اور ملا علی القاری نے اس کا ذکر "الاسرار المرفوعة ، ص: ۸۱" میں کیا ہے اور لکھا ہے:

''اس حدیث کو محمد بن عکاشہ الکرمانی قحبہ اللہ نے وضع کیا ہے۔'' پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر علامہ ابن القیمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''یہ موضوع ہے۔''

ان تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری حدیث کا وضع کرنے والا مأمون بن احمد الہروی نہیں بلکہ محمد بن عکاشہ الکرمانی ہے۔ یا اُن میں سے ایک نے دوسرے سے سرقہ کر کے اس کا بار اپنے سر لے لیا ہے۔

یہاں اس امر کی جانب اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کے بارے میں اس کثرت سے صحیح احادیث متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہیں کہ ان کو تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ جبکہ رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں ملتی۔ سوائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کے اور اس بات سے قطع نظر کہ صحیح قول احادیث کے مقابلے میں کسی صحابی کا عمل کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ علمائے احناف اور غیر احناف کے نزدیک یہ مسلم قاعدہ ہے کہ ''مثبت''،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نافی'' پر مقدم ہے۔ لہٰذا اگر ایک ہی صحیح حدیث ایسی ہوتی جس سے نبی ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا تو وہ رفع یدین نہ کرنے پر دلالت کرنے والی حدیث پر مقدم ہوتی چہ جائیکہ متواتر احادیث صحیحہ سے رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہے جو متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے، اور ان کے خلاف کوئی ایک بھی صحیح قولی حدیث نہیں ہے۔ سوائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب فعلی حدیث کے، تو کیا ایک صحابی کے عمل کی بنیاد پر ان متواتر احادیث کو ترک کرنا اور نبی ﷺ سے یقینی طور پر ثابت رفع یدین کو ''مکروہ'' کہنا کسی مسلمان کے لیے جائز ہوسکتا ہے درانحالیکہ ہر مسلمان پر نبی ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔ موقع کی مناسبت سے میں یہاں صرف ایک حدیث نقل کرنے پر اکتفا کروں گا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ مَقَاتِلٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ : أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ، قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ، وَيَقُوْلُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ " وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ)) ❶

''ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، کہا: ہمیں یونس نے زہری کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپ نماز میں کھڑے ہوئے تو دونوں ہاتھ اتنے بلند کرتے کہ وہ دونوں کندھوں کے برابر ہو جاتے اور یہ فعل آپ رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے وقت بھی کرتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت بھی، اور ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے۔ سجدے کی حالت میں آپ ایسا نہ کرتے۔''

رفع یدین کی حدیثیں روایت کرنے والے بعض دوسرے صحابیوں کے نام یہ ہیں:

[۱] مالک بن الحویرث [۲] علی بن ابی طالب [۳] وائل بن حجر
[۴] ابو ہریرہ [۵] ابو حمید الساعدی

حضرت ابو حمید الساعدی سے مروی حدیث گیارہ حدیثوں کے برابر ہے، کیونکہ انہوں نے دس (۱۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام کی جماعت میں رفع یدین کی حدیث بیان کی اور دسوں صحابیوں نے بیک زبان ان کی تصدیق کی۔

رفع یدین کے مخالفین کا یہ دعویٰ ہے کہ رفع یدین کی حدیث کے اہم اور بنیادی راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف تھا، چنانچہ ابو بکر بن عیاش سے روایت ہے، وہ حصین سے روایت کرتے ہیں اور حصین مجاہد سے کہ مجاہد نے عبداللہ بن عمر کو صرف تکبیر اولیٰ کے موقع پر رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔

امام یحییٰ بن معین اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ مجاہد کا وہم ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، یا ان کی بھول ہے، کیونکہ یہ بات قرین عقل نہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا صحابی نبی ﷺ سے خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے، مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مجاہد کی طرح طاؤس، سالم، نافع، محارب بن دثار اور ابوالزبیر نے بھی رفع یدین کی حدیث روایت کی ہے، اور ان پانچوں تابعین نے یہ صراحت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نماز میں رفع یدین کرتے تھے، لہٰذا اگر مجاہد کی روایت صحیح ہے، تو ان کے مقابلے میں ان پانچوں تابعین کی روایت صحیح تر ہے۔'' [نصب الرایہ : ۱/ ۴۷۲]

۴۷..... ((لِيَؤُمَّكُمْ أَحْسَنُكُمْ وَجْهًا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَكُونَ أَحْسَنَكُمْ ، خُلُقًا وَقُوا بِأَمْوَالِكُمْ عَنْ أَعْرَاضِكُمْ وَلْيُصَانِعْ أَحَدُكُمْ بِلِسَانِهِ عَنْ دِينِهِ))

''چاہیے کہ تم میں جو سب سے زیادہ خوبصورت ہو وہ تمہاری امامت کرے، کیونکہ یہی شخص تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو سکتا ہے۔ اور اپنے اموال کے ذریعہ اپنی عزتوں کا تحفظ کرو اور تم میں ہر ایک اپنے دین کے بارے میں اپنی زبان کے ذریعہ نرمی اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرے۔''

یہ موضوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اس کی روایت امام ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی نے "الکامل : ۲/ ۹۷" میں اور انہی سے حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر الدمشقی نے "تاریخ دمشق : ۵/ ۶۴" میں حسین بن المبارک الطبرانی کے طریقے سے کی ہے:

''ہم سے اسماعیل بن عیاش نے ہشام بن عمروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

امام ابن عدی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس حسین نے اہل شام کے بارے میں منکر سندوں اور متون کے ساتھ حدیثیں بیان کی ہیں۔''

اور امام الذہبی نے ابن عدی کے حوالہ سے حسین کو ''وضع حدیث'' کا ملزم گردانا ہے اور علامہ عبدالرؤف المناوی نے بھی امام الذہبی کے اس قول کی تائید کی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی نے ''الموضوعات: ۱/۱۰۰'' میں الحضرمی کی سند نقل کیا ہے:

''ہم سے حسان بن یوسف التمیمی نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن مروان نے ہشام ابن عروہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

یہ سند نقل کرنے کے بعد امام ابن الجوزی نے لکھا ہے:

''یہ حدیث موضوع ہے۔ الحضرمی مجہول ہے اور محمد بن مروان السدی کذاب اور الحضرمی کی ''متابعت'' حسین بن المبارک نے اسماعیل بن عیاش عن ہشام کی سند سے کی ہے اور اس سند کی مصیبت حسین ہے جو منکر حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔''

اس حدیث کی روایت امام شیرویہ بن شہردار الدیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں اس حسین کے طریقے سے کی ہے جیسا کہ حافظ جلال الدین السیوطی نے ''اللآلی المصنوعة: ۲/۲۱'' میں صراحت کی ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ شریعت میں خوبصورتی اور حسن اخلاق میں کوئی ربط و تعلق نہیں پایا جاتا، ایک خوبصورت آدمی حسن اخلاق سے متصف بھی ہوسکتا ہے اور نہیں بھی۔ امام احمد نے اپنی مسند (۳/۴۹۲) میں روایت کی ہے کہ ابولہب لعنہ اللہ روشن چہرے والا اور خوبصورت ترین شخص تھا۔ بلکہ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے، اس کا نام ابولہب رکھا ہی اس وجہ سے گیا تھا کہ اس کا چہرہ بے حد روشن تھا، اس کے باوجود وہ اللہ کی مخلوق میں بدترین اخلاق کا مالک تھا اور لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا تھا اور آپ کی تحقیر کرتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مروی صحیح حدیث کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَجْسَامِكُمْ ، وَلَا إِلٰى أَمْوَالِكُمْ ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ)) ❶

❶ صحیح مسلم، حدیث: ٦٥٤٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''درحقیقت اللہ تمہاری شکلوں، تمہارے جسموں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔''

٤٨ ..... ((إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً ، فَلْيَؤُمُّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَآتِ سَوَاءً ، فَأَكْبَرُهُمْ ، سِنًّا ، فَإِنْ كَانُوا فِي السِّنِّ سَوَاءً فَأَحْسَنُهُمْ وَجْهًا))

''اگر تین افراد ہوں تو اُن کی امامت وہ کرے جو اُن میں کتاب اللہ کا سب سے زیادہ قاری ہو (کتاب اللہ کا علم رکھتا ہو) پس اگر وہ قرأت میں برابر ہوں تو اُن میں جو سب سے زیادہ سن رسیدہ ہو وہ امامت کرے اور اگر سب عمر میں برابر ہوں تو اُن میں جو سب سے زیادہ خوبصورت ہو وہ اُن کی امامت کرے۔''

یہ حدیث منکر ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کی تخریج امام ابوبکر احمد ابن الحسین البیہقی نے ''السنن الکبریٰ: ۱۲۱/۳'' میں عبدالعزیز بن معاویہ ابن عبدالعزیز ابی خالد القاضی کی سند سے کی ہے:

''ابو عاصم نے خبر دی، کہا: عزرہ بن ثابت نے علباء بن احمر سے، انہوں نے ابو زید الأنصاری (عمرو بن اخطب) سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے خبر دی.....''

امام البیہقی نے یہ کہہ کر (اگر یہ صحیح ہو) اس کے ضعیف ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اس کی علت یہی عبدالعزیز ہے جس کا ذکر امام ابن حبان نے ''الثقات'' میں کیا ہے۔ اور اس کی روایت کردہ اس حدیث کو یہ کہہ کر ناپسند کیا ہے:

''یہ حدیث منکر ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، ممکن ہے کہ یہ اس کے نام پر حدیثوں میں شامل کر لی گئی ہو، اس کے علاوہ اس کی روایت کردہ حدیثیں ثقہ راویوں کی حدیثوں سے مشابہ ہیں۔''

حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں عبدالعزیز کا ذکر کر کے ان کے بارے میں امام ابن حبان کی رائے کی توثیق کی ہے۔

علامہ عبدالرؤف المناوی کہتے ہیں:

''اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن معاویہ شامل ہے۔ امام الحاکم نے اس حدیث کے ذریعہ اس کی جرح کی ہے اور لکھا ہے: ''یہ خبر منکر ہے۔'' اور ''المہذب'' میں اُن کے اس حکم کا رد موجود ہے کہ ''مسلم'' نے اسی سند سے حدیث روایت کی ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کا اس کے ضعف کی جانب اشارہ صحیح اور درست نہیں اور ابن الجوزی کا اس پر موضوع ہونے کا حکم لگانا ظلم ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی نے علامہ عبدالرؤف المناوی کے اس قول کی گرفت ان الفاظ میں کی ہے:

''ابن حبان کے اس قول پر متعدد اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں:

۱ امام مسلم نے عبدالعزیز کی روایت کو صحیح مسلم میں نہیں بلکہ صرف مقدمہ میں لیا ہے۔

۲ حافظ السیوطی نے خود ''اللآلی المصنوعة :۲/۲۱'' میں حاکم کی جرح کی توثیق کی ہے۔

۳ ابن الجوزی نے اس حدیث کو پوری نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس کے صرف آخری جملے کا ذکر کیا ہے اور وہ بھی دوسری سند سے جو الذہبی (صاحب المہذب) کے نزدیک بھی موضوع ہے جس کی المناوی خود گزشتہ حدیث میں توثیق کر چکے ہیں۔

۴ ابو احمد الحاکم اس حدیث کے انکار میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ابن حبان نے بھی ان سے موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے اور بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۵ صحیح احادیث میں ''امامت'' کے حقدار کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں ان کو صحیح مسلم میں مروی حضرت ابو مسعود البدری کی اس مرفوع حدیث میں دیکھا جا سکتا ہے:

((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ ، فَإِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً ، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً ، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً ،فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً ، فَأَكْبَرُهُمْ سِنًّا)) [1]

''لوگوں کی امامت وہ کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری (عالم) ہو، اور اگر قرأت میں سب کا درجہ مساوی ہو تو ان میں سنت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا، اور اگر سب سنت کے علم میں یکساں ہوں تو اُن میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والا اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو ان میں سب سے سن رسیدہ ان کی امامت کرے۔''

اس صحیح حدیث میں امامت کے حقدار کی صفت کے طور پر ''خوبصورتی'' کا ذکر نہیں ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بعض فقہی مذاہب میں امامت کے لیے ضروری شرائط میں برابری کی صورت میں خوبصورتی کو بھی بطور شرط کے اختیار کیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد اور ماخذ اسی منکر حدیث کو قرار دیا جاتا ہے،

[1] حدیث: ۱۵۳۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بعض فقہی کتابوں میں تو یہاں تک مبالغہ آرائی کی گئی ہے:

''پھر وہ امامت کرے جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو، کیونکہ اس طرح وہ عفت اور پاکیزگی میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہوگا، پھر وہ جس کا سر بڑا ہو، پھر وہ جس کا ''عضو'' چھوٹا ہو۔''

[مراقی الفلاح، ص: ۵۵]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کے نزدیک شرعی مسائل میں صحیح احادیث بلکہ موضوع اور منکر روایات کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اپنے ذوق اور اپنی ذاتی رائے ہی کو شرعی دلیل اور ماٰخذ قرار دے لیا ہے، پھر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ظاہری اوصاف تو نگاہوں سے معلوم کیے جاسکتے ہیں لیکن ان کے پاس پوشیدہ اعضاء کو معلوم کرنے کا کونسا طریقہ یا ذریعہ ہے؟

[الضعیفه: ۲/ ۷۵، ۷۷]

۴۹ ..... ((إِذَا صَعِدَ الْخَطِيبُ الْمِنْبَرَ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ))

''جب خطیب منبر پر چڑھ جائے تو نماز جائز ہے نہ بات چیت۔''

یہ باطل اور بے اصل روایت ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ یہ روایت دوسرے الفاظ میں بھی کتابوں میں ملتی ہے چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ''الهدايه'' میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

((إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ ، فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ))

''جب امام خطبہ دینے کے لیے نکل پڑے تو نہ نماز جائز ہے اور نہ بات چیت۔''

حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی نے ''انصب الراية تخريج أحاديث الهداية : ۲/ ۲۱۰'' میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''((غَرِيبٌ مرفوعاً ، قال البيهقي : دفعه وهم فاحش إنما هو من كلام الزهري)) یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے، البیہقی کا قول ہے: اس کو مرفوع کہنا کھلا وہم وخیال ہے، درحقیقت یہ زہری کا قول ہے۔''

یہاں ایک باریک نکتہ یاد رکھنے کا ہے اور وہ یہ کہ جب حافظ زیلعی نصب الرایہ میں ''الہدایہ'' کی کسی حدیث کو ''غریب'' کہتے ہیں تو اس سے اُن کی مراد ضعیف نہیں ہوتی جیسا کہ امام ترمذی غریب بول کر ضعیف مراد لیتے ہیں، بلکہ غریب سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس حدیث کی اس کے سوا کوئی حیثیت نہیں ہے کہ وہ لوگوں میں مشہور اور زبان زد ہے ورنہ یہ بے اصل اور باطل ہے۔ اور حافظ الطبرانی نے اس کی روایت ''المعجم الکبیر'' میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً ان الفاظ میں کی ہے:

((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ ، وَالْإِمَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ حَتَّى يَفْرُغَ الإِمَامُ))

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو درانحالیکہ امام منبر پر ہو تو اس وقت نہ کوئی نماز جائز ہے اور نہ بات چیت، یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے۔''

اس حدیث کی سند میں ایوب بن نہیک ہے جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل :۱/۱/۲۵۹" میں لکھا ہے:

''میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں نے ابوزُرعہ کو کہتے ہوئے سُنا ہے: ایوب بن نہیک سے مروی حدیث نہیں بیان کرتا، اس کی روایت کردہ حدیث ہمیں نہیں سُنائی گئی، مزید کہا، وہ منکر الحدیث ہے۔''

اور امام البیہقی نے "مجمع الزوائد :۲/۱۸۲" میں لکھا ہے:

''ایوب بن نہیک متروک ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تضعیف کی ہے، حافظ ابن حجر نے بھی "فتح الباری :۲/۳۲۷" میں لکھا ہے کہ ''یہ حدیث ضعیف ہے۔''

اس حدیث کی نکارت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ اس کا متن دو صحیح حدیثوں کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث کے الفاظ ہیں:

((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ خَرَجَ الإِمَامُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)) [1]

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اُس وقت آئے جب امام خطبہ کے لیے نکل پڑا ہو تو دو رکعت پڑھ لے۔'' بخاری کی ایک روایت میں: ((وَقَدْ خَرَجَ الإِمَامُ)) کی بجائے ((وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ))

''اور امام خطبہ دے رہا ہو۔'' کے الفاظ ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلیک الغطفانی ایسے وقت

[1] صحیح بخاری حدیث: ۱۱۶۶۔ صحیح مسلم، حدیث: ۲۰۲۲۔ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے جب رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا:

((يَا سُلَيْكُ! قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا))

''سلیک! اُٹھو اور دو رکعتیں پڑھ لو اور ان میں اختصار سے کام لو۔''

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا:

((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا)) ❶

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اس حالت میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں تخفیف سے کام لے۔''

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

((إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ: أَنْصِتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ ؛ فَقَدْ لَغَوْتَ)) ❷

''اگر تم نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ دیتے وقت اپنے ساتھی سے کہا: چپ رہو، تو تم نے بیہودہ بات کہی۔''

پہلی حدیث یہ صراحت کر رہی ہے کہ امام کے خطبہ دینے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے والے پر بیٹھنے سے پہلے خفیف دو رکعتیں پڑھ لینا واجب ہے، جب کہ دوسری حدیث میں خطبہ کی حالت میں بات کرنے سے منع کیا گیا ہے اگر چہ وہ مفید ہی بات کیوں نہ ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے اس وقت تک بات کرنا منع نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو حضرت ثعلبہ بن مالک سے مروی ہے:

''صحابہ حضرت عمر کے منبر پر بیٹھنے تک اور مؤذن کے خاموش ہونے تک بات کرتے تھے اور جب حضرت عمر منبر پر کھڑے ہو جاتے تو کوئی بات نہ کرتا یہاں تک کہ وہ دونوں خطبوں سے فارغ نہ ہو جاتے۔'' ❸

۵۰..... ((صَلَاةٌ بِعَمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ) صَلَاةً بِغَيْرِ عَمَامَةٍ ، وَجُمُعَةٌ بِعَمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِينَ جُمُعَةً بِغَيْرِ عَمَامَةٍ ، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَيَشْهَدُونَ الْجُمُعَةَ

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۲۰۲٤ ❷ بخاری: ۹۳٤۔ مسلم: ۸۵۱

❸ موطا: ۱۲٦/۱۔ مشکل الآثار للطحاوی: ۲۱۷/۱، والعلل لابن ابی حاتم: ۲۰۱/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُعَمِّمِيْنَ وَلَا يَزَالُوْنَ يُصَلُّوْنَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ حَتَّى تَغْرُبَ الشمسُ))

''عمامہ کے ساتھ ایک نماز بغیر عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ بے شک ملائکہ جمعہ میں عمامہ باندھ کر حاضری دیتے ہیں اور عمامہ والوں کو غروب شمس تک دعائیں دیتے ہیں۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابوعبداللہ محمد بن محمود بن الحسن ابن النجار نے محمد بن مہدی المروزی کی سند سے کی ہے:

''ہم کو ابو بشر بن سیار الرقی نے خبر دی، کہا: ہم سے العباس بن کثیر نے یزید ابن أبی حبیب سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: مجھ سے مہدی بن میمون نے کہا:

''میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ وہ عمامہ باندھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا: یا ابا ایوب! کیا میں تم سے ایک ایسی حدیث نہ بیان کروں جو تمہیں پسند آئے گی، اور جس کو تم نقل کرو گے اور لوگوں سے اس کی روایت کرو گے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ فرمایا: میں عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا، درانحالیکہ وہ عمامہ باندھ رہے تھے، انہوں نے فرمایا: بیٹے! عمامہ کو محبوب رکھ۔ بیٹے! عمامہ باندھ کر تیرا رتبہ بلند ہوگا اور تیری عزت افزائی اور توقیر کی جائے گی اور اس حالت میں جب تجھے شیطان دیکھے گا تو تم سے دور بھاگے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے، اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث سنائی۔''

حافظ ابن حجر ''لسان المیزان: ۳/ ۲۴۴'' میں فرماتے ہیں:

''یہ حدیث موضوع ہے، میں نے ابن یونس کی کتاب ''الغرباء'' اور ابن الطحان کی کتاب ''ذیل الغرباء'' میں عباس بن کثیر کا کوئی ذکر نہیں دیکھا ہے۔ رہا ابو بشر بن سیار، تو ابو احمد الحاکم نے ''الکنی'' میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ مجھے محمد بن مہدی المروزی ہی معلوم ہے اور نہ سالم سے مروی مذکورہ حدیث کا راوی مہدی بن میمون ہی اور نہ وہ البصری ہی ہے جس کی مرویات کی تخریج صحیحین میں کی گئی ہے، معلوم نہیں اس ''آفت'' کا تعلق کن لوگوں سے تھا۔''

حافظ جلال الدین السیوطی نے اس موضوع حدیث کو ''ذیل الأحادیث الموضوعة، ص: ۱۱۰'' میں نقل کر کے اس کے موضوع ہونے کی توثیق کی ہے اور ابن عراق نے ''تنزیه الشریعة: ۲/ ۱۵۹''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حافظ السیوطی کی اس رائے کی پیروی کی ہے اور ملا علی القاری نے "الاسرار المرفوعة ، ص: ۵۱" میں حافظ علی بن محمد المصری الشاذلی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے اس کو "باطل حدیث" قرار دیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم اس اعتبار سے لگایا ہے کہ اس میں ایک ایسی چیز کی فضیلت کے بیان میں وہ مبالغہ آرائی کی گئی ہے جسے عقل سلیم قبول نہیں کرتی اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس حدیث کو "ضعیف" کہنے پر اکتفا کرتے۔

۵۱ ..... ((رَكْعَتَانِ بِعَمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلَا عَمَامَةٍ))

"عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بلا عمامہ کے ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔"

یہ بھی موضوع حدیث ہے جس کو حافظ السیوطی نے "الجامع الصغير ، حديث: ۳۱۲۹" میں نقل کیا ہے، جو "مسند الفردوس" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حافظ الدیلمی کی روایت کے ساتھ درج کی ہے حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ اس کو "ذيل الأحاديث الموضوعة" میں نقل کرتے، کیونکہ اس میں عمامہ کی فضیلت میں سابقہ حدیث سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، اور ان کے لیے مناسب یہی تھا کہ وہ اس کو موضوع قرار دیتے۔

علامہ عبدالرؤف المناوی نے "الجامع الصغير" کی شرح میں لکھا ہے:

"اس حدیث کی روایت حافظ ابونعیم نے حضرت جابر سے کی ہے اور انہی کی سند سے اس کو "الدیلمی" نے اخذ کر کے مسند الفردوس میں اسے درج کر دیا ہے لہٰذا اگر حافظ السیوطی نے اصل "ماخذ" کا حوالہ دیا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، اس کی سند میں طارق بن عبدالرحمٰن نامی راوی شامل ہے جس کو امام الذہبی نے "الضعفاء" میں شمار کیا ہے۔ امام نسائی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ محمد ابن عجلان سے روایت میں "قوی" نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس کو "الضعفاء" میں شمار کیا ہے اور الحاکم نے کہا ہے کہ طارق بن عبدالرحمٰن بُرے اور کمزور حافظہ کا مالک تھا۔ اسی وجہ سے حافظ السخاوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔"

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

"محمد بن عجلان ثقہ ہے، رہا طارق بن عبدالرحمٰن تو وہ دو ہیں:

۱ طارق بن عبدالرحمٰن البجلی الکوفی: انہوں نے سعید بن المسیب سے حدیثیں روایت کی ہیں، ان کا شمار شیخین: بخاری اور مسلم کے راویوں میں ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲ طارق بن عبدالرحمٰن القرشی الحجازی: انہوں نے العلاء بن عبدالرحمٰن وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام الذہبی کا ان کے بارے میں قول ہے: ''وہ تقریباً غیر معروف ہیں۔'' اور امام نسائی کہتے ہیں: ''وہ غیر قوی ہے۔''

لگتا ہے کہ اس سند میں طارق بن عبدالرحمٰن سے مراد یہی آخر الذکر ہے، البانی آگے چل کر لکھتے ہیں:

''میں نے حافظ ابن رجب الحنبلی کی شرح ترمذی کے ایک حصہ میں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی ہے:

''ابوعبداللہ یعنی احمد بن حنبل سے ایک نصیبی شیخ کے بارے میں جس کا نام محمد بن نعیم ہے، پوچھا گیا اور کہا گیا کہ اس نے سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے:

((صَلَاةٌ بِعَمَامَةٍ أَفْضَلُ مِنْ سَبعِيْن صلاةً بِغَيْرِ عَمَامَةٍ))

تو فرمایا: ''محمد بن نعیم کذاب تھا، اور اس کی روایت کردہ یہ حدیث باطل ہے۔'' پھر جب میں نے ابونعیم کی روایت دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس حدیث کی مصیبت کوئی طارق بن عبدالرحمٰن سے نیچے کا راوی ہے۔''

[الضعيفه: ۱/۲۵۲]

۵۲..... ((الصَّلَاةُ فِي العَمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشَرَةِ آلَافِ حَسَنَةٍ))

''عمامہ میں ادا کی جانے والی نماز دس (۱۰) ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔''

یہ بھی موضوع ہے، اس کا ذکر السیوطی نے "ذيل الأحاديث الموضوعة، ص: ۱۱۱" میں الدیلمی کی روایت سے کیا ہے جو انہوں نے "ابان عن انس مرفوعاً کی سند سے کی ہے، اور لکھا ہے کہ ''ابان پر وضع حدیث کا الزام ہے۔''

ابن عراق نے "تنزيه الشريعه: ۲/۲۵۷" میں ان سے اتفاق کیا ہے اور حافظ السخاوی نے "المقاصد الحسنة، ص: ۱۲۴" میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر کی اتباع کرتے ہوئے اس کو موضوع بتایا ہے۔ اور التونی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ جیسا کہ ملا علی القاری کی "الاسرار والمرفوعه، ص: ۵۱" میں صراحت ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے نزدیک اس حدیث اور اس سے پہلے کی دونوں حدیثوں کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ ''الشارع الحکیم'' دینی اُمور کو صحیح میزان سے تولتا ہے۔ لہٰذا یہ بات غیر معقول ہے کہ عمامہ پہن کر یا باندھ کر ادا کی جانے والی نماز کا اجر نماز باجماعت کے اجر کے مساوی یا اس سے کئی گنا زیادہ کر دیا جائے۔ جبکہ عمامہ میں نماز اور جماعت کے ساتھ نماز کے درمیان عظیم فرق ایک مسلمہ امر ہے اور عمامہ جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ وہ مستحب ہے بلکہ راجح یہ ہے کہ عمامہ باندھنا رواج ہے سنت نہیں۔ رہی نماز باجماعت تو اس کا کم سے کم حکم یہ ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے اور بعض لوگوں نے اس کو نماز کے ارکان میں شمار کیا ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نماز باجماعت فرض ہے جس کے بغیر نماز تو صحیح ہے لیکن شدید گناہ کے ساتھ۔ اس تناظر میں ''الحکیم العلیم'' کے شایان شان یہ بات کیونکر تصور کی جاسکتی ہے کہ وہ نماز باجماعت کے ثواب کو عمامہ میں ادا کی جانے والی نماز کے اجر کے مساوی یا اس سے بہت کمتر قرار دے سکتا ہے اور شاید اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔'' [الضعیفہ: ۱/ ۲۵٤]

۵۳..... ((كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا قَامَ الْمُصَلِّيْ يُصَلِّيْ ، لَمْ يَعْدُ بَصَرُ اَحَدِهِمْ مَوْضِعَ قَدَمَيْهِ ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَكَانَ النَّاسُ إِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ يُصَلِّيْ لَمْ يَعْدُ بَصَرُ اَحَدِهِمْ مَوْضِعَ جَبِيْنِهِ ، فَتُوُفِّيَ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ ، فَكَانَ النَّاسُ إِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ يُصَلِّيْ لَمْ يَعْدُ بَصَرُ اَحَدِهِمْ مَوْضِعَ الْقِبْلَةِ ، وَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَكَانَتِ الْفِتْنَةُ ، فَتَلَفَّتِ النَّاسُ يمينًا وَشِمَالًا))

''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب کوئی نمازی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو اس کی نگاہ اس کے پاؤں سے نہ ہٹتی، پس جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو لوگوں کا حال یہ ہوگیا کہ جب ان میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو اس کی نگاہ اس کی پیشانی سے نہ ہٹتی۔ پھر ابوبکر کی وفات ہوگئی اور عمر آ گئے اس وقت جب ان میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو اس کی نگاہ قبلہ کی جگہ سے تجاوز نہ کرتی اور عثمان بن عفان آ گئے اور فتنہ برپا ہوگیا اب لوگوں کا یہ حال ہوگیا کہ وہ دائیں بائیں متوجہ ہونے لگے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث منکر ہے، اس کی تخریج امام ابن ماجہ القزوینی نے "سنن : ۱/۵۰۱ ، ۵۰۲ " اور حافظ الطبرانی نے "المعجم الاوسط ، حدیث: ۹۳۵۸ " میں محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن المطلب بن السائب بن ابی وداعۃ السہمی کی سند سے کی ہے:

''مجھ سے موسیٰ بن عبداللہ بن ابی امیہ المخزومی نے بیان کیا، کہا: مجھ سے مصعب بن عبداللہ نے نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ اُم المؤمنین حضرت اسلمہ بنت اُمیہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا ہے.....''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد حافظ الطبرانی نے لکھا ہے کہ ''یہ حدیث حضرت ام سلمہ سے صرف اسی سند سے مروی ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث ضعیف ہے جس کی دو علتیں ہیں:

① موسیٰ بن عبداللہ بن ابی اُمیہ مجہول ہے جیسا کہ امام الذہبی نے اپنے اس قول سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے:

موسیٰ بن عبداللہ سے اس حدیث کی روایت میں محمد بن موسیٰ بن ابراہیم منفرد ہے۔''

اور حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اس کے مجہول ہونے کی صراحت کر دی ہے۔ اور حافظ المنذری نے "الترغیب والترھیب ، حدیث: ۲۹۴ " میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس حدیث کو ابن ماجہ نے ''حسن سند'' سے روایت کیا ہے۔ لیکن موسیٰ ابن عبداللہ سے کتب ستہ کے مصنفین میں سے ابن ماجہ کے سوا کسی اور نے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے اور مجھے اس کی جرح وتعدیل کے بارے میں کسی امام حدیث کے قول کا علم نہیں ہے۔''

درحقیقت کسی نے بھی موسیٰ بن عبداللہ کی توثیق نہیں کی ہے۔

② اس کی دوسری علت محمد بن ابراہیم کا مجہول ہونا ہے جس سے صرف دو راویوں نے احادیث روایت کی ہیں اور اس کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی ہے، اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے اس کی توثیق کرنے سے احتراز کیا ہے اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا ہے کہ وہ ''متابعت'' کی صورت میں مقبول ہے ورنہ ضعیف ہے۔

یہ تو اس حدیث کی سند کا حال تھا۔ رہا اس کا متن تو وہ منکر ہے، کیونکہ اس میں پہلی بات تو یہ بیان کی گئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ سنت یہ ہے کہ نمازی نماز میں قیام کی حالت میں اپنی نگاہیں اپنے پیروں پر جمائے رکھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت سنت کے خلاف ہے، چنانچہ سنن البیہقی اور مستدرک الحاکم میں صحیح سند سے یہ حدیث مروی ہے۔

((كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى طَأْطَأَ رَأْسَهُ وَرَمَى بِبَصَرِهِ نَحْوَ الْأَرْضِ وَلَمَّا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَا خَلَفَ بَصَرَهُ مَوْضِعَ سُجُوْدِهِ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهَا.....))

''رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو اپنا سر جھکا لیتے اور اپنی نگاہ زمین پر ڈال دیتے اور جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی نگاہ سجدوں کے مقام سے نہیں ہٹی یہاں تک کہ آپ کعبہ سے باہر تشریف لے آئے۔''

اور اس کے متن کی دوسری نکارت یہ ہے کہ اس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ آپ کی رحلت کے بعد صحابۂ کرام آپ کی سنت کے خلاف عمل کرنے لگے جو ناممکن اور محال ہے..... درحقیقت یہ منکر حدیث اُن لوگوں کی کارستانی معلوم ہوتی ہے جو لوگوں میں یہ تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اب بھی ان کے ہم مشرب لوگ اس کوشش میں ہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد اختلافات میں مبتلا ہو گئے تھے۔

٥٤..... ((كَانَ إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِكَفِّهِ الْيُمْنٰى ثم اَمَرَّهَا عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى يَأْتِيَ بِهَا عَلٰى لِحْيَتِهِ ، وَيَقُوْلُ : بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ اَللّٰهُمَّ ! اَذْهِبْ عَنِّي الْغَمَّ وَ الْحُزْنَ وَالْهَمَّ، اَللّٰهُمَّ! بِحَمْدِكَ انْصَرَفْتُ وَبِذَنْبِيْ اِعْتَرَفْتُ ، أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اقْتَرَفْتُ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَمِن عَذَابِ الْآخِرَةِ))

''رسول اللہ ﷺ جب نماز پوری فرما لیتے تو اپنی داہنی ہتھیلی سے اپنی پیشانی کا مسح فرماتے پھر اس کو اپنے چہرۂ مبارک سے لے کر اپنی داڑھی تک پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے: اس اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے رحمٰن و رحیم ہے۔ الٰہی! تو مجھ سے غم، رنج اور پریشانی کو دور فرما دے، اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ نماز سے واپس جاتا ہوں۔ اپنے گناہ کا معترف ہوں اور جس چیز کا میں نے ارتکاب کیا ہے اس کی برائی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور مصائب دنیا کی مشقت اور عذابِ آخرت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔ اس کی روایت حافظ ابونعیم نے ''اخبار اصبهان: ۱۰۴/۳'' میں داؤد ابن المحبر سے کی ہے:

''ہم سے العباس بن رزین السلمی نے خلاس بن عمر سے انہوں نے ثابت البنانی سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مرفوعاً بیان کیا.....''

یہ سند موضوع ہے اور اس کو وضع کرنے والا یہی داؤد بن المحبر ہے۔ جو ''کتاب العقل'' کا مصنف ہے اس کتاب کو اس نے عقل کے فضائل کے بارے میں موضوع اور منکر روایتوں سے بھر دیا ہے۔

امام الذہبی نے ''الضعفاء'' میں لکھا ہے کہ ابن حبان اس کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ ثقہ راویوں کے نام سے جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔

اور اس موضوع روایت کی سند کا دوسرا راوی العباس بن رزین السلمی غیر معروف ہے۔

[الضعيفه: ۱۷۲/۳]

۵۵..... ((كَانَ إِذَا قضى صَلَاتَهُ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمنَى ثم قال: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ، اللّٰهُمَّ! اَذْهِبْ عَنِّي الهَمَّ وَالْحُزْنَ))

''رسول اللہ ﷺ جب نماز ختم فرما لیتے تو فرماتے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو الرحمٰن الرحیم ہے، اے اللہ مجھ سے رنج و غم کو دور کر دے۔''

یہ بے حد کمزور اور ضعیف حدیث ہے جس کی تخریج حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن السُنی نے ''عمل اليوم والليلة، حديث: ۱۱۰'' میں کی ہے اور ابن سمعون نے ''الامالی، قلمی نسخه: ۱۷۶/۲'' میں سلام المدائنی سے، انہوں نے زید العمی سے، انہوں نے معاویہ بن قرہ سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کی ہے۔

یہ سند بھی موضوع ہے جس کو وضع کرنے کا الزام اسی سلام المدائنی الطویل پر ہے جو کذاب تھا اور زید العمی ضعیف تھا۔

حضرت انس سے اس ناقابل اعتبار حدیث کے اور بھی ''طرق'' ہیں مثلاً جُبَارَة بن المغلس سے روایت ہے، ہم سے کُثیّر نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا کُثیّر اور جُبارۃ بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المغلس دونوں ضعیف ہیں اس کی تخریج امام ابن عدی نے ''الکامل (قلمی نسخہ: ۱/۲۰۱۵) میں کثیر کی متعدد حدیثوں کے ضمن میں کی ہے۔ اس کا پورا نام کثیر بن سُلیم ہے، امام ابن عدی نے لکھا ہے:

''حضرت انس سے مروی یہ تمام احادیث غیر محفوظ ہیں۔''

جُبارہ بن المغلس پر بعض ائمہ حدیث نے کذب بیانی کا الزام بھی لگایا ہے۔ [الضعیفہ: ۳/۱۷۱]

اور کثیر بن سُلیم کو امام بخاری اور امام ابو حاتم نے منکر الحدیث اور امام نسائی اور امام ازدی نے متروک بتایا ہے۔ [الضعیفہ: ۲/۱۱۴]

شاید انہی موضوع اور من گھڑت احادیث کی بنا پر بعض لوگ نماز ختم کرنے کے بعد اپنی پیشانیوں، چہروں اور داڑھیوں پر مسح کرتے ہیں اور بعض لوگ پیشانیوں کو پکڑ کر خاص انداز سے بڑھ کر کچھ پڑھتے ہیں۔

۵۶..... ((مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَالْمَلَائِكَةُ كَانَتْ لَهُ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ))

''جو دو رکعتیں اس حال میں ادا کرے کہ اس کو اللہ عزوجل اور ملائکہ کے سوا کوئی اور نہ دیکھ رہا ہو تو یہ نماز جہنم سے اس کی نجات کا سبب ہوگی۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت حافظ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق: ۱۲/۲۶۴'' میں اس سند سے کی ہے:

''محمد بن مروان سے روایت ہے، وہ داؤد بن ابی ہند سے روایت کرتے ہیں، وہ ابو نضرہ سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں.....''

یہ سند موضوع ہے۔ محمد بن مروان السدی الصغیر کے بارے میں امام الذہبی نے لکھا ہے:

''ائمہ حدیث نے اس کو متروک قرار دیا ہے اور بعض نے اس پر کذب بیانی کا الزام لگایا ہے۔''

حافظ ابن حجر نے ''تقریب التہذیب'' میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''((مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ)) ''اس پر کذب بیانی کا الزام ہے۔'' [الضعیفہ: ۳/۴۸۴]

۵۷..... ((مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بِالتَّيَمُّمِ إِلَّا صَلَاةً وَاحِدَةً، ثُمَّ يَتَيَمَّمُ لِلصَّلَاةِ الْأُخْرٰى))

''سنت یہ ہے کہ آدمی تیمم سے صرف ایک نماز پڑھے، پھر دوسری نماز کے لیے تیمم کرے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث موضوع ہے۔اس کی تخریج حافظ الطبرانی نے "المعجم الکبیر :۳/۱۰۷" میں اس سند سے کی ہے:

''الحسن بن عمارہ نے الحکم بن عُتیبہ سے روایت کیا، انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے.....''

اسی طرح امام الدارقطنی نے "السنن ، ص:۶۸" میں اور انہی کے طریقے سے امام البیہقی نے "السنن الکبریٰ : ۱/۳۳۱، ۳۳۲" میں اس کی تخریج کی ہے،اور یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام الدار قطنی نے لکھا ہے:

''الحسن بن عمارہ ضعیف ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''الحسن بن عمارہ محض ضعیف ہونے سے کہیں زیادہ بُرا ہے۔چنانچہ امام ابو بسطام شعبہ بن الحجاج الازدی نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

''((یَکْذِبُ)) وہ کذب بیانی سے کام لیتا تھا، اور امام حافظ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن المدینی نے لکھا ہے: الحسن بن عمارہ حدیثیں وضع کرتا تھا، اور امام احمد کا قول ہے: ''اس کی روایت کردہ حدیثیں موضوع ہیں۔''

امام شعبہ فرماتے ہیں:

''الحسن بن عمارہ نے الحکم سے کچھ حدیثیں روایت کیں تو ہم نے الحکم سے ان حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ان حدیثوں میں سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔''

یہاں یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ اگر صحابی یہ کہے:((من السنة کذا)) سنت اس طرح ہے تو علمائے حدیث کے نزدیک اس سے مراد قول صحابی نہیں بلکہ حدیث مرفوع ہے۔

یہی حدیث امام البیہقی نے "السنن الکبریٰ : ۱/۲۲۲" میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ان الفاظ میں بھی روایت کی ہے:

((لَا یُصَلِّیْ بِالتیمُّمِ اِلَّا صَلَاۃٌ وَاحِدَۃٌ))

''تیمّم سے صرف ایک ہی نماز پڑھی جائے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام البیہقی فرماتے ہیں:

''الحسن بن عمارہ حجت و دلیل بنانے کے قابل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابن عمارہ کی روایت کردہ حدیث مستند نہیں ہے۔''

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوع اور موقوف کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔

اور اس موضوع حدیث میں تیمّم کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تیمّم سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں چاہے وہ فرائض ہوں یا نوافل اور اس کا حکم وہی ہے جو حکم ''وضو'' کا ہے۔ وضو کی طرح تیمّم بھی حدث سے ٹوٹ جاتا ہے اور پانی مل جانے کے بعد بھی تیمّم باقی نہیں رہتا بشرطیکہ اس کے استعمال پر قدرت حاصل ہو۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ طَهُوْرٌ ، وَإِنْ لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ إِلى عَشْرِ سِنِيْنَ ،فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فأَمِسَّهُ جِلْدَكَ)) ❶

''اے ابوذر! بے شک پاک مٹی پاک کرنے والی ہے اگرچہ تم کو دس (۱۰) سال تک پانی نہ ملے اور جب تم کو پانی مل جائے تو اسے اپنی جلد کو پہنچاؤ۔''

اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الصَّعِيْدُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيُمِسَّهُ بَشْرَتَهُ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ)) ❷

''پاک مٹی مسلم کا وضو ہے۔ (پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ) اگرچہ اسے دس (۱۰) سال تک پانی نہ ملے، پس جب اسے پانی مل جائے تو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور وہ پانی اپنے جسم کی ظاہری جلد کو پہنچائے، بے شک یہ بہتر ہے۔''

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک ہی تیمّم سے متعدد نمازیں، چاہے وہ فرائض ہوں یا نوافل پڑھی جاسکتی ہیں جس طرح ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

---

❶ ابو داؤد، حدیث: ۳۳۵۔ النسائی حدیث: ۳۲۱۔ صحیح الجامع، حدیث: ۳۸۶۰

❷ صحیح الجامع الصغیر، حدیث: ۳۸۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۸..... ((يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ فِي أَدْنَى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى عُسْفَانَ))

''اے اہل مکہ! چار برید (ایک خاص مسافت جس کے تعین میں اختلاف ہے) سے کم مسافت پر نماز قصر نہ کرو یعنی مکہ سے عسفان تک کے درمیان کی مسافت۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج الطبرانی نے "المعجم الکبیر :۱۱۲/۳" میں امام دارقطنی نے "السنن ، ص:۱۴۸" میں اور انہی کے طریقے سے البیہقی نے "السنن الکبریٰ، ص: ۱۳۷/۳، ۱۳۸" میں اس سند سے کی ہے:

''اسمعیل بن عیاش نے عبدالوہاب بن مجاہد سے روایت کیا، انہوں نے اپنے باپ مجاہد اور عطاء سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....''

یہ سند موضوع ہے جس کا سبب عبدالوہاب بن مجاہد ہے۔ امام سفیان الثوری نے اس کی تکذیب کی ہے اور الحاکم کا قول ہے:

((روى احاديث موضوعة)) ''اس نے موضوع احادیث روایت کی ہیں، اور امام ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کا اس کی روایت کردہ حدیثوں کو رد کر دینے پر اتفاق ہے۔''

رہا اسماعیل بن عیاش تو وہ اہل شام کے علاوہ دوسروں لوگوں سے اپنی روایت میں ضعیف ہے، جس میں سے ایک یہی روایت ہے کیونکہ ابن مجاہد حجازی ہے۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد البیہقی نے لکھا ہے:

''یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسماعیل بن عیاش نا قابل استدلال ہے، اور عبدالوہاب بن مجاہد بے حد ضعیف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ عبارت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔''

اس حدیث کے موضوع ہونے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی نسبت کے جھوٹ ہونے پر امام ابن تیمیہ نے ''احکام السفر'' نامی رسالہ: ۶/۲۔۷'' میں بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث درحقیقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ابن خزیمہ وغیرہ کا اس کا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی حیثیت سے روایت کرنا باطل ہے۔ جس کے باطل ہونے میں ائمہ حدیث کو کوئی شک نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد جو تھوڑا سا زمانہ گزارا وہ مدینہ میں گزارا، پھر آپ مخصوص طور پر اہل مکہ کو کس طرح مخاطب بنا کر سکتے تھے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مدینہ کو چھوڑ کر اہل مکہ کے لیے (سفر) کی حد کس طرح متعین کر سکتے تھے۔ وہ خاص سبب کیا ہے جس کی وجہ سے دوسرے تمام مسلمانوں کو نظر انداز کر کے صرف اہل مکہ کے لیے سفر کی حد مقرر کی جاتی۔

مزید یہ کہ میلوں اور فرسخوں کے ذریعہ مسافت کا تعین کرنا زمین کے رقبے اور مساحت کی معرفت اور علم کا محتاج ہے جس سے کچھ خاص لوگ ہی بہرہ مند ہو سکتے ہیں رہے عام لوگ تو وہ دوسروں کی تقلید میں ایسی بات کہہ سکتے ہیں، اس کے قطعی اور یقینی علم و معرفت کی بنیاد پر نہیں، اور نبی ﷺ نے رقبہ یا پیمائش کے ذریعہ زمین کا کبھی تعین یا اندازہ کیا ہی نہیں تو ایسی صورت میں آپ اپنی اُمت کے لیے ایسی کوئی حد کیونکر متعین کر سکتے تھے جس کا ذکر آپ کے کلام میں کبھی آیا ہی نہیں۔ درانحالیکہ آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، لہٰذا یہ ضروری تھا کہ سفر کی مقدار ایسی ہو جو تمام لوگوں کو معلوم ہو۔''

مزید یہ کہ ایسی صحیح احادیث سے جن کی صحت پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے، یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں نمازیں قصر فرماتے رہے اور اسی سنت پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی عمل پیرا رہے اور جب نبی ﷺ مذکورہ مقامات پر قصر فرماتے رہے تو اہل مکہ بھی آپ کے پیچھے قصر کرتے تھے اور آپ ان کو نماز پوری کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مکہ سے مذکورہ مقامات تک کی مسافت سفر کے حکم میں ہے، درانحالیکہ مکہ اور عرفات کے درمیان ایک ''برید'' کا فاصلہ ہے جس کو اونٹ پر سوار ہو کر یا پیدل چل کر آدھے دن میں طے کیا جا سکتا ہے۔

درحقیقت لغت اور شریعت میں سفر کی کوئی متعینہ حد نہیں ہے اور اس کے تعین میں تمام تر اعتماد عرف اور مروجہ طریقے پر ہے لہٰذا جو فاصلہ ''عرف عام'' میں سفر کہلاتا ہے اسی کا اعتبار ہے۔''

[الضعیفہ: ۱/ ۶۳۲، ۶۳۳]

۵۹..... ((مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ مُلِئَ فُوهُ نَارًا))

''جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اس کا ذکر محمد طاہر بن علی الہندی نے ''تذکرۃ الموضوعات، ص: ۹۳'' میں کیا ہے۔ اور اس کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند میں مأمون بن احمد الہروی دجال شامل ہے جو موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی روایت ابن حبان نے اسی مأمون بن احمد الہروی کے ترجمہ کے ضمن میں کی ہے۔اور امام الذہبی نے اس حدیث کو اس کے مصائب میں شمار کیا ہے۔

بعض احناف کو اس موضوع اور من گھڑت حدیث سے دھوکا ہو گیا اور انہوں نے اس کی بنیاد پر امام کے پیچھے قرأت کو مطلقاً حرام قرار دے دیا۔علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے "التعليق الممجد على مؤطا محمد ، ص:۹۹" میں لکھا ہے:

''اس حدیث کو صاحب ''النہایہ'' اور دوسرے لوگوں نے ''مرفوعاً'' ان الفاظ میں بھی ذکر کیا ہے۔((ففي فيه جمرةٌ)) یعنی جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کے منہ میں آگ کا انگارہ ڈال دیا جائے گا۔'' مگر اس حدیث کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔''

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایسی کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ہے جس میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہو،اس سلسلے میں لوگوں نے جن مرفوع احادیث کا ذکر کیا ہے یا تو ان کی کوئی اصل نہیں ہے یا وہ صحیح نہیں ہیں،اور اس کی مثال میں اسی حدیث کو دونوں الفاظ میں پیش کیا ہے۔

یہاں یہ ذکر فائدے سے خالی نہیں کہ قرأت خلف الامام کے مسئلے میں متقدمین اور متأخرین علماء کے تین اقوال ملتے ہیں:

۱ جہری اور سری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

۲ جہری اور سری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے خاموش رہنا واجب ہے۔

۳ سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے اور جہری نمازوں میں خاموش رہا جائے۔

اور یہی آخر الذکر قول متعدل اور اقرب الی الصواب مانا گیا ہے۔کیونکہ سورۃ الفاتحہ کی قرأت سے متعلق یہ قول تمام دلیلوں کا جامع ہے اور اس پر عمل سے تمام دلیلوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ائمہ حدیث وفقہ میں امام مالک اور امام احمد کا یہی مسلک تھا اور اس کو بعض احناف نے راجح قرار دیا ہے جن میں سے ایک علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی بھی ہیں۔ [الضعيفه: ۲/ ٤٢]

٦١ ..... ((مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ))

''جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔''

یہ باطل روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔اس کی روایت ابن حبان نے "كتاب المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين : ۱/ ۱۵۱، ۱۵۲" میں اور انہی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن الجوزی نے "العلل المتناهية" میں اس سند سے کی ہے:

''مجھ سے ابراہیم بن سعید القشیر ی نے احمد بن علی بن سلمان المروزی سے، انہوں نے سعید بن عبدالرحمٰن المخز ومی سے، انہوں نے سُفیان بن عُیینہ سے، انہوں نے ابن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت زید بن ثابت سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد ابن حبان نے لکھا ہے:

''اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور احمد بن سلمان کی روایت کردہ حدیثوں میں مصروف ہونا مناسب نہیں ہے۔''

حافظ زیلعی نے اس حدیث کو "نصب الرايه : ۲/ ۲۱" میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''یہ حدیث مجھے ابن حبان کی کتاب "الضعفاء" میں نہیں ملی اور حافظ ابن حجر نے ''لسان المیز ان'' میں اس کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔

حافظ الخطیب البغدادی نے بھی "تاريخ بغداد : ۴/ ۳۰۳" میں ابن سلمان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''میں نے الدارقطنی کی تحریر میں پڑھا ہے اور احمد بن محمد العتیقی نے ان سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا بھی کہ ''احمد بن علی بن سلمان المروزی متروک ہے۔ حدیثیں وضع کرتا تھا۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ حدیث حضرت زید بن ثابت سے ''موقوفاً'' بھی مروی ہے جس کی سند اس ''مرفوع'' سے بہتر ہے۔ موقوف کی تخریج البیہقی نے "السنن الكبرىٰ :۲/ ۱۶۳" میں اس سند سے کی ہے:

الحسین بن حفص نے سفیان سے روایت کیا، انہوں نے عمر بن محمد سے، انہوں نے موسیٰ بن سعد سے، انہوں نے ابن زید بن ثابت سے اور انہوں نے اپنے باپ زید بن ثابت سے.....

اس سند کے راوی ثقہ ہیں سوائے ابن زید بن ثابت کے جس کو میں نہیں جانتا۔ لگتا ہے کہ موسیٰ کے والد سعد جو اس سند میں مذکور ہیں وہی موسیٰ بن سعد ابن زید بن ثابت ہیں۔ اور اگر وہی ہیں تو مجہول ہیں جن کا ''کتب رجال'' میں کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ تو ان کے والد سے روایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں ہی کا کوئی ذکر ملتا ہے۔

امام البیہقی نے اس سند کے ضعیف ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اگر یہ حدیث ان الفاظ میں صحیح ہے جو محل نظر ہے۔ تو اس سے مراد جہری قرأت ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور عبداللہ بن الولید العدنی نے اس سند کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس حدیث کو سفیان سے، انہوں نے عمر بن محمد سے، انہوں نے موسیٰ بن سعد سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے۔'' اس سند میں عبداللہ بن الولید العدنی نے زید کے باپ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ''اس سند سے ایک راوی کا دوسرے راوی سے سماع معلوم نہیں ہوتا اور اس طرح کی سند صحیح نہیں ہوسکتی۔''

محدث البانی مزید لکھتے ہیں:

''اس العدنی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

سچا تھا، کبھی کبھار غلطیاں کی ہیں، اس کا شمار دسویں طبقے کے بڑے راویوں میں ہوتا ہے۔

امام مسلم نے العدنی سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔ برخلاف الحسین بن حفص کے کہ وہ سچا تھا اور مسلم نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ لہٰذا اس کی روایت راجح ہے۔ لیکن اس سند میں ایک راوی مجہول ہے اس لیے یہ حدیث مرفوع اور موقوف کسی شکل میں بھی صحیح نہیں ہے۔

ہاں! البیہقی نے اس کی تخریج عطاء بن یسار سے صحیح سند کے ساتھ کی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

میں امام کے ساتھ کچھ بھی نہیں پڑھتا۔

امام البیہقی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کی تخریج مسلم نے کی ہے اور اس سے مراد امام کے ساتھ جہری قرأت ہے۔ واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ اس کو امام کے ساتھ جہری قرأت پر محمول کرنا بعید از امکان ہے، بلکہ اس طرح کی روایت کو اثر اور مسلک کے درمیان تطبیق پر محمول کیا جاتا ہے، ورنہ امام کے پیچھے مقتدی کی جہری قرأت کا قائل تو کوئی بھی نہیں ہے کہ حضرت زید کو اس کی تردید کے لیے یہ فرمانے کی ضرورت پڑتی، اور صحیح مسلم کی طرف اس کو منسوب کرنا بھی محل نظر ہے کیونکہ یہ روایت مجھے اس میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم'' [الضعیفہ: ۲/ ۴۲۰، ۴۲۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت کی فرضیت اور عدم فرضیت کے بارے میں فقہی مباحث نے فلسفیانہ رنگ اختیار کرلیا ہے اور وہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہوگئی جس کی وجہ سے متعدد احادیث میں نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت پر زور دیا گیا ہے اور بعض میں تو یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ سورۃ الفاتحہ سے خالی نماز، نماز ہی نہیں ہے۔ اگر اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اُن احادیث کا مطالعہ کیا جاتا جو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ اور حدیث کی دوسری مستند کتابوں میں موجود ہیں تو فقہاء میں نہ یہ اختلافات پیدا ہوتے اور نہ اس کی فرضیت کا انکار کیا جاتا۔

پھر اس میدان میں عقلی گھوڑا دوڑانے والوں نے یہ کٹ حجتی بھی شروع کر دی کہ چونکہ آغاز اسلام میں چار رکعتوں والی نمازیں صرف دو دو رکعتیں فرض تھیں، بعد میں ''حضر'' میں مزید دو دو رکعتوں کا اضافہ کر دیا گیا اور ''سفر'' میں دو ہی رکعتیں باقی رکھی گئیں۔ لہٰذا شروع کی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت فرض ہے۔ مگر شرط نہیں کہ صحتِ نماز اس پر موقوف ہو..... اور بقیہ دو رکعتوں میں، سورۃ الفاتحہ کی قرأت صرف سنت ہے۔

مزید یہ کہ سورۃ الفاتحہ کی قرأت کی عدم شرطیت کو ثابت کرنے کے لیے یہ من گھڑت اصول بھی وضع کر لیا گیا کہ جو حکم قرآن سے ثابت ہو وہ تو قطعی اور فرض ''شرطی'' ہے اور جو حکم حدیث سے ثابت ہو وہ ظنی اور فرض غیر شرطی ہے۔ اور چونکہ نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم احادیث میں دیا گیا ہے اس لیے اس کا پڑھنا فرض تو ہے مگر شرط نہیں کہ نہ پڑھنے سے نماز صحیح نہ ہو۔ حالانکہ اللہ کے ان بندوں کو یہ بات تو معلوم ہی ہوگی کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حیثیتیں متعین کی ہیں اور ان تینوں حیثیتوں میں مسلمانوں پر آپ کی اطاعت فرض قرار دی ہے:

۱ مبلغ کتاب ۲ مفسر کتاب ۳ مشرع

ان تینوں حیثیتوں کو میں پہلے باب میں پوری تفصیل سے اور قرآنی دلائل کے ذریعہ واضح کر چکا ہوں، جس کو دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس مسئلے کو اگر کوئی شخص تفصیل کے ساتھ جاننا اور سمجھنا چاہے تو وہ ''ناصر السنہ'' امام شافعی رحمہ اللہ کی معرکۃ الآرا کتاب "الرساله رباب فرض الله طاعة رسول الله مقرونة بطاعة الله ، ص: ۸۸، ۹۳" کا مطالعہ کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو اطمینان قلب حاصل ہو جائے گا۔

۶۱..... ((صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ ، وَصَلَاتُهُ فِيْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ صَلَاةً ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ ، يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسَمِائَةِ صَلَاةٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِخَمْسِينَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ أَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِئَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ))

[مشكوٰة المصابيح ، حديث: ٧٥٢، ضعيف الترغيب والترهيب ، حديث: ٧٥٦]

''آدمی کی اپنے گھر میں نماز ایک نماز کے برابر ہے، قبائل کی مسجد میں اس کی نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ اور جس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے اس میں ایک نماز پانچسو نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ میری مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔''

یہ ایک منکر حدیث ہے جس کی روایت ابن ماجہ نے السنن میں کی ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی رزیق ابوعبداللہ الہانی ہے جس کی ثقاہت کے بارے میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے۔ اور اس سے یہ حدیث روایت کرنے والا ابوالخطاب الدمشقی ہے جو مجہول ہے۔ امام الذہبی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد اس کو بے حد منکر بتایا ہے دراصل اس حدیث کا متن اس کی سند سے زیادہ منکر ہے کیونکہ یہ ان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن میں مسجد حرام، مسجد رسول ﷺ اور مسجد اقصیٰ میں نمازوں کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

٦٢..... ((الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مِائَةُ أَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِي عَشَرَةُ آلَافِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ الرِّبَاطَاتِ أَلْفُ صَلَاةٍ))

''مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں ایک نماز دس (۱۰) ہزار نمازوں کے برابر ہے اور رباطوں میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت حافظ ابونعیم نے 'حلیۃ الاولیاء: ۴۶/۸'' میں عبدالرحیم بن حبیب سے کی ہے:

''ہم سے داؤد بن عجلان نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابراہیم بن ادھم نے مقاتل بن حیان سے، اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....

ابونعیم نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''ہم نے اس حدیث کو صرف عبدالرحیم عن داؤد کی سند سے لکھا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''عبدالرحیم بن حبیب اور داؤد بن عجلان دونوں ''متہم'' ہیں۔

داؤد کے بارے میں امام ابن حبان کا قول ہے کہ وہ عن ابی عقال عن انس کی سند سے منکر اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔

رہا عبدالرحیم بن حبیب تو اس کے بارے میں ابن حبان کہتے ہیں:

''شاید اس نے رسول اللہ ﷺ کے نام سے سو (۱۰۰) سے زیادہ حدیثیں وضع کی ہیں۔''

اور ابونعیم نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

''اس نے سفیان بن عیینہ اور بقیہ بن الولید سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

اس موضوع حدیث میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ مسجد رسول ﷺ میں ایک نماز دس (۱۰) ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ جبکہ متعدد صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ [الضعیفہ: ۱۸۷/۳]

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)) ❶

''میری اس مسجد میں ایک نماز اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام ہے۔''

اور امام احمد نے مسند میں، البیہقی نے السنن الکبریٰ میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسجِدِ الْحَرَامِ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مائة صَلَاةٍ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا))

''میری اس مسجد میں ایک نماز اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے کہ مسجد حرام میں ایک نماز میری اس مسجد میں سو (۱۰۰) نمازوں سے

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۳۳۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضل ہے۔''

اور حافظ ابوبکر احمد بن عمرو البزار نے مسند میں اور حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے المعجم میں حضرت ابوالدرداء سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِيْ بِأَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ))

''مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس میں ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔''

حافظ البزار نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔'' ❶

۶۳..... ((مَنْ صَلَّى عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَيْنَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَالْمَغْرِبِ ، يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، حَفِظَهُ اللّٰهُ فِيْ نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَاَهْلِهِ وَمَالِهِ وَدُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ))

''جو آخری عشاء اور مغرب کے درمیان بیس (۲۰) رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور قل ھو اللہ احد (سورۃ اخلاص) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی ذات، اس کی اولاد، اس کے اہل، اس کے مال اور اس کی دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت فرمائے گا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج عبدالکریم الرافعی نے ''تاریخ قزوین : ۴/۶۰'' میں اس سند سے کی ہے:

''ابو ھدبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

یہ سند موضوع ہے جس کو وضع کرنے والا ابراہیم بن ھدبہ ہے، جو نہایت کھلا ہوا جھوٹا تھا، ابن حبان نے ''الضعفاء والمتروکین : ۱/۱۱۴، ۱۱۵'' میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا، وہ بصرہ میں رقاص (ڈانسر) تھا جسے شادی کی تقریبات میں رقص کے لیے مدعو کیا جاتا تھا، پھر جب وہ سن رسیدہ ہو گیا تو حضرت انس سے جھوٹی اور موضوع حدیثیں روایت کرنے لگا۔

[الضعیفہ: ۷/۳۱۱، ۳۱۲]

❶ فتح الباری : ۱/۷۸۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦٤.....((مَنْ صَلَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِي اَوَّلِ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَآيَةَ الْكُرْسِي مَرَّةً وَاحِدَةً وَخَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً فَإِذَا سَلَّمَ قَالَ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ خَمْسِيْنَ مَرَّةً ، فَلَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَرَى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِي الْمَنَامِ وَيَرَى مَكَانَهُ فِي الْجَنَّةِ اَوْ تُرَى لَهُ.....))

''جو جمعہ کے دن ظہر اور عصر کے مابین دو رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور آیۃ الکرسی ایک بار اور پچیس (۲۵) بار قل اعوذ برب الفلق پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الناس پچیس (۲۵) بار پڑھے اور جب سلام پھیرے تو پچاس مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہے تو دنیا سے رحلت کرنے سے قبل خواب میں اللہ عزوجل کو دیکھے گا اور جنت میں اپنی جگہ دیکھے گا یا اسے دکھائی جائے گی۔''

یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی سند میں نامعلوم اور مجہول راوی شامل ہیں۔

[اللآلی المصنوعة فی الآحادیث الموضوعة: ۲/ ٤٥]

٦٥..... ((إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا غَفَرَلَهُ))

''اللہ جمعہ کے دن مسلمانوں کے کسی بھی فرد کو اس کی بخشش کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت الطبرانی نے ''زوائد المعجم الاوسط :۴۸.۴۹'' میں حافظ ابوسعید احمد بن محمد بن الاعرابی نے ''المعجم :(قلمی نسخه ، ص:۱۴۷'' میں اور ابن شبران نے ''الامالی ، ص: ۲۴، ۲۹۰'' میں اس سند سے کی ہے:

''المفضل بن فضالہ سے روایت ہے، انہوں نے ابوعروہ البصری سے روایت کیا، انہوں نے زیاد ابوعمار سے، ابن الاعرابی نے کہا: زیاد بن میمون نے، انس بن مالک سے مرفوعاً روایت کیا.....''

الطبرانی نے یہ موضوع حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یہ حدیث صرف اسی سند سے روایت کی جاتی ہے اور ابوعروہ میرے نزدیک ''معمر'' ہے اور ابوعمار: زیاد النمیری''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

''زیاد النمیری ابن عبداللہ البصری ہے، مجھے کوئی ایسا نہیں ملا جس نے اس کی کنیت ابوعمار لکھی ہو، البتہ زیاد بن میمون کی کنیت: ابوعمار لکھی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے زیاد النمیری کو ''ضعیف'' بتایا ہے۔ ایک دوسری جگہ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: ''لَیْسَ بہ باس'' اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جب ان سے پوچھا گیا: کیا زیاد ابوعمار ہے، تو کہا: نہیں۔ ابوعمار کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔''

امام الذہبی فرماتے ہیں:

''زیاد بن میمون کو کبھی زیاد ابوعمار البصری کہتے تھے اور کبھی زیاد بن ابی حسان، وہ اس کی یہ ''تدلیس'' اس لیے کرتے تھے کہ اس کا حال معلوم نہ ہو سکے۔ ابن معین کا اس کے بارے میں قول ہے، وہ کم اور زیادہ کچھ بھی نہیں تھا۔'' اور امام یزید بن ہارون نے اس کو ''کذاب'' لکھا ہے۔ اس کے بعد امام الذہبی نے مثال میں اس کی چند منکر حدیثیں نقل کی ہیں، جن میں سے ایک یہی حدیث ہے۔

اور ابوعروہ البصری ''معمر'' ہے جو عبدالرزاق کے شیخ ''راشد الثقہ'' کا بیٹا ہے جس کی کنیت اگرچہ ''ابوعروہ'' ہے، مگر اس سند میں مذکور ''ابوعروہ'' سے وہ مراد نہیں ہے۔ جس کی جانب امام الذہبی اور حافظ ابن حجر کے اقوال سے بھی اشارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے ''میزان الاعتدال'' اور ''لسان المیزان'' میں لکھا ہے:

ابوعروہ عن زیاد بن فلان مجہول ہے۔ اسی طرح اس کا شیخ بھی۔''

اور میرے نزدیک اس کا شیخ زیاد بن میمون ہے، جو کذاب تھا اور ابوعروہ اس کی ''تدلیس'' کرتا تھا۔ کبھی اس کو ''زیاد بن فلان'' کہتا تھا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور کبھی زیاد ابوعمار تاکہ اس کا حال معلوم نہ ہو سکے..... اس طرح اس حدیث کا تمام تر ''مدار'' زیاد بن میمون پر ہے جو ''کذاب'' تھا۔''

[الضعیفہ: ۱/ ۴۶۶، ۴۶۸]

٦٦..... ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، كُفِّرَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَخَطَايَاهُ ، فَإِذَا أَخَذَ فِي الْمَشْيِ ، كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عِشْرُونَ حَسَنَةً ، فَإِذَا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ ، أُجِيزَ بِعَمَلِ مِئَتَيْ سَنَةٍ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے تو اس کے سارے گناہ اور خطائیں کالعدم ہو جاتی ہیں اور جب وہ نماز کے لیے چل پڑتا ہے تو اس کے ہر قدم کے بدلے اس کے لیے بیس (۲۰) نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ نماز سے واپس پلٹتا ہے تو اسے دو سو (۲۰۰) سال کے عمل کا اجر دیا جاتا ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ ''الترغیب والترھیب، حدیث: ۴۲۳'' اس کی روایت الطبرانی نے ''المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں کی ہے۔

جمعہ کے دن غسل کے وجوب، نمازِ جمعہ کی فضیلت اور اجابت دعا کے خاص وقت کے بارے میں صحیح احادیث مروی ہیں چند حدیثوں کو نقل کر رہا ہوں جن سے موضوع احادیث اور صحیح احادیث کا فرق روزِ روشن کی طرح واضح ہے:

((عَنْ سُلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى)) ❶

''جو مسلمان مرد جمعہ کے روز غسل کرے اور حتی الامکان زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو پاک کرے، تیل لگائے یا جو خوشبو گھر میں موجود ہو وہ لگائے، پھر مسجد جائے اور دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر ان میں تفریق نہ پیدا کرے، پھر جتنی کچھ توفیق ملے نمازیں پڑھے۔ پھر جب امام بولے (خطبہ دے) تو خاموش رہے تو اس کے گناہ اس جمعہ سے آنے والے جمعہ تک معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغْتَسَلَ ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ ،فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ، ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُ ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)) ❷

''جس نے غسل کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے مسجد گیا اور جتنی نمازیں اس لیے مقدر تھیں وہ ادا کی،

❶ بخاری حدیث: ۸۸۳ ❷ حدیث نمبر: ۱۹۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر خاموش رہا یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہوگیا، پھر اس کے ساتھ نماز ادا کرے، تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، مزید تین دن کے گناہ اور۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا:

((فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي ، يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا)) ❶

''جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس کو اگر کوئی مسلمان بندہ نماز پڑھتے ہوئے پالے اور اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی درخواست کرے تو اللہ اس کو وہ چیز ضرور عطا کرے گا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کر کے اس کی قلت بیان فرمائی، یعنی وہ گھڑی بڑی مختصر ہوتی ہے۔

٦٧..... ((أَنْبَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَلَالَةَ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ ابْنِ عَلِيٍّ الرَّازِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّهَرَوَانِيُّ ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا : مَنْ صَلَّى يَوْمَ عَاشُورَاءَ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَرْبَعِينَ رَكْعَةً يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ مَرَّةً وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ عَشْرَ مَرَّاتٍ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ إِحْدَى عَشْرَةَ مَرَّةً وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ خَمْسَ مَرَّاتٍ ، فَإِذَا سَلَّمَ اسْتَغْفَرَ سَبْعِينَ مَرَّةً أَعْطَاهُ اللّٰهُ فِي الْفِرْدَوْسِ قُبَّةً بَيْضَاءَ فِيهَا بَيْتٌ مِنْ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَاءَ سِعَةُ ذَلِكَ الْبَيْتِ مِثْلُ الدُّنْيَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَفِي ذَلِكَ الْبَيْتِ سَرِيرٌ مِنْ نُورٍ ، قَوَائِمُ السَّرِيرِ مِنَ الْعَنْبَرِ الْأُشْهُبِ عَلَى ذَلِكَ السَّرِيرِ أَلْفَافِرَاشٍ مِنَ الزَّعْفَرَانِ))

''ہم کو الحسن بن علی بن جعفر نے خبر دی، کہا: ہم کو عبداللہ بن عُبیدہ بن عبید اللہ بن کلالہ نے خبر

❶ بخاری، حدیث: ۹۳۵۔ مسلم، حدیث: ۱۹۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی، کہا: ہم سے ابوالقاسم عبداللہ بن احمد نے بیان کیا، کہا: ہم سے احمد بن نصر بن علی الرازی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن عبداللہ النہروانی نے بیان کیا، کہا: ہم سے سہل بن محمد نے اپنے باپ سے اور اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس نے عاشوراء کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چالیس رکعتیں اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب (سورۃ فاتحہ) ایک بار، آیۃ الکرسی دس (۱۰) بار قل ھو اللہ احد گیارہ بار اور المعوذتین پانچ بار پڑھیں اور جب سلام پھیرا تو ستر مرتبہ استغفار کیا، تو اللہ تعالیٰ فردوس میں اس کو ایسا سفید قبہ عطا کرے گا جس میں سبز زمرد سے بنا ہوا ایک گھر ہوگا جس گھر کی وسعت دنیا کی تین گنا ہوگی اور اس گھر میں نور کی ایک چارپائی ہوگی جس کے پائے چمکدار عنبر کے ہوں گے اور اس چارپائی پر زعفران کے دو ہزار بستر بچھے ہوں گے۔''

یہ ایک موضوع حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔ اس کے تمام راوی غیر معروف اور مجہول ہیں۔ [اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة: ۲/ ٤٦]

عاشوراء سے مراد محرم کی دس (۱۰) تاریخ ہے اور اس دن روزہ رکھنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے مگر اس دن کوئی خاص نماز پڑھنے یا کوئی اور عبادت کرنے کا ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ارشادات میں نہیں آیا ہے اور عبادت وہی مشروع اور معتبر ہے جو منصوص ہو اور غیر منصوص عبادت بدعت ہے جو اللہ و رسول کے احکام کی خلاف ورزی سے بھی بڑی معصیت ہے۔

یوم عاشوراء کا روزہ جن احادیث سے ثابت ہے ان میں سے دو حدیثیں ذیل میں درج کر رہا ہوں:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ قَالُوْا : هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ ، هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ ، فَصَامَهُ مُوْسٰى ، قَالَ : فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ..... فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ)) [1]

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشورا

[1] بخاری، حدیث: ۲۰۰٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ ایک اچھا دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے بنواسرائیل کو اُن کے دشمنوں سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ اس دن روزہ رکھتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حق دار ہوں، پھر آپ نے اس دن روزہ رکھا اور یہ روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔''

یہی حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ میں مروی ہے:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ ، فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهُ ، قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ ، أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسَى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ ، فَصَامَهُ مُوْسَى شُكْرًا ، فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمُوْسَى مِنْكُمْ '' فَصَامَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عاشورا کے دن یہودیوں کو روزہ دار پایا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ کیسا دن ہے جس میں تم لوگ روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ایک عظیم دن ہے، اس دن اللہ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ لہٰذا موسیٰ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اُس دن روزہ رکھا اور ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے حق دار ہیں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔''

متعدد صحیح احادیث میں یوم عاشوراء کے فضائل بیان ہوئے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ ہیں:

((ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ ، فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ ، صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ)) ❷

''ہر ماہ کے تین دنوں کے روزے اور رمضان تا رمضان کے روزے (ہر رمضان) پوری عمر (صوم الدھر) کے روزے ہیں، اور یوم عرفہ کا روزہ مجھے اللہ سے اُمید ہے، ایک سال پہلے اور

❶ حدیث نمبر: ۲۶۵۸ ❷ حدیث نمبر: ۲۷۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے والے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور یوم عاشوراء کا روزہ مجھے اللہ سے اُمید ہے پہلے کے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الفَرِيْضَةِ ، صَلَاةُ اللَّيْلِ)) ❶

''رمضان کے بعد افضل ترین روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے، اور فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز تہجد ہے۔''

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو ''اللہ کا مہینہ'' قرار دیا ہے۔ یہ واحد مہینہ ہے جس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اس لیے اس ماہ میں روزے رکھنا خصوصی فضیلت رکھتا ہے۔ اور ترمذی کی ایک حدیث میں اس کی صراحت بھی ہے مگر وہ حدیث ضعیف ہے۔

یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے جیسا کہ رمضان کے علاوہ سال کے دوسرے روزے مستحب ہیں اور عاشوراء کا روزہ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نو محرم کا روزہ رکھا جائے، پھر دس (۱۰) محرم کا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ارادہ فرمایا تھا مگر محرم کی آمد سے قبل ہی آپ کی وفات ہوگئی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُوْرَاءِ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ ، قَالَ : فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ ، حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ)) ❷

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ایسا دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں محرم کا روزہ رکھیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں: آئندہ سال نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس محرم سے پہلے نو محرم کو بھی روزہ رکھا جائے تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو

❶ مسلم، حدیث: ۲۷۵۵ ❷ صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے، کیونکہ وہ صرف دس (۱۰) محرم کو روزہ رکھتے تھے۔ لیکن اگر کوئی صرف دس (۱۰) محرم کو روزہ رکھے تو جائز ہے۔

۶۸..... ((قَالَ الْجُوزَقَانِيُ (الْحُسَيْنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ) : أَنْبَأَنَا أَبُوجَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الطَّائِي ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِيْ حَنِيفَةَ بْنِ الْحَسَنِ الْبُخَارِيُ ، حَدَّثَنَا أَبُو الطَّيِّبِ طَاهِرُ بْنُ الْحَسَنِ الْمُطَوَّعِي ، حَدَّثَنَا أَبُوْ زَرٍّ عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُخَلَّدٍ الْبَغْدَادِيُ ،حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَارِثِيُ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ السَّرَخَسِيُ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوعًا ، أَنَّ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ أَوَّلَ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبَ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مَرَّةً وَيُسَلِّمُ فِيهِنَّ عَشْرَ تَسْلِمَاتٍ ، أَتَدْرُوْنَ مَا ثَوَابُهُ؟ فَإِنَّ الرُّوحَ الأَمِيْنَ جِبْرِيْلَ أَعْلَمِيْنَ بِذَلِكَ ، قُلْنَا : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : حَفِظَهُ اللّٰهُ تَعَالَى فِيْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَاَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَأَجِيْرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَازَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ))

''جوزقانی کہتے ہیں: ہم کو ابوجعفر محمد بن علی بن محمد الطائی نے خبر دی، کہا: ہم کو عبدالکریم بن ابو حنیفہ بن الحسن البخاری نے خبر دی، کہا: ہم سے ابوالطیب طاہر بن الحسن المطوعی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوذر عمار بن محمد بن مخلد البغدادی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبداللہ بن محمد الحارثی نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن یونس السرحس نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن القاسم نے علی بن محمد سے انہوں نے حُمید الطّویل سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جس نے پہلی رجب کو مغرب کی نماز ادا کی، پھر اس کے بعد بیس (۲۰) رکعتیں سورۃ الفاتحہ اور قل ھواللہ احد ایک بار پڑھ کر ادا کیں اور ان بیس (۲۰) رکعتوں میں دس (۱۰) بار سلام پھیرا تو کیا تم لوگ جانتے ہو کہ اس کا ثواب کیا ہے؟ بے شک الروح الامین جبرائیل نے مجھے اس کے ثواب سے مطلع کیا ہے، ہم نے عرض کیا: اللہ اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: ایسا کرنے والے کی اللہ تعالیٰ اس کی ذات، اس کے مال، اس کے اہل اور اس کی اولاد سمیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت فرمائے گا اور وہ عذابِ قبر محفوظ رہے گا اور پل صراط پر سے برق کی مانند بلا حساب اور بلا عذاب گزر جائے گا۔''

''یہ حدیث موضوع ہے، اس کے بیشتر راوی مجہول اور نامعلوم ہیں۔'' [اللآلی المصنوعة : ۴۲/۲ ـ تنزیهه الشریعة : ۸۹/۲ ـ الموضوعات : ۱۲۳/۲ ـ الفوائد المجموعة : ۴۷]

ماہ رجب میں کسی مخصوص عبادت کا کوئی ثبوت صحیح احادیث سے نہیں ملتا، چاہے وہ نماز ہو یا روزہ، اسی طرح اس اعتقاد کی بھی کوئی شرعی یا تاریخی بنیاد نہیں ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں رات میں واقعۂ اسراء و معراج وقوع پذیر ہوا تھا اس لیے اس رات میں عبادت یا شب بیداری باعثِ ثواب ہے، رہا اس ماہ میں عمرہ تو اگرچہ اسلام کے اعمال سے اس کا ثبوت ملتا ہے مگر صحیح احادیث سے یہ بھی ثابت نہیں ہے اور صحیحین میں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جس روایت کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے ماہ رجب میں ایک عمرہ کیا تھا تو اسی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر کے اس قول کو ان کا ''سہو'' قرار دیا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ماہ رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔ تاکید کے لیے صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۷۷۵ اور صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۵۵ دیکھی جا سکتی ہے۔ رہی ''صلاة الرغائب'' تو یہ اہل بدعت کے ذہنوں کی اختراع ہے۔

۶۹..... ((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ ، أَنْبَأَنَا أَبُوْ عَلِيِّ بْنِ الْبَنَّاءِ ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ بْنُ عُمَرَ الْعَلَّافِ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْفَامِيُ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بُنْدَارٍ الْبُرْدَعِي ، حَدَّثَنَا أَبُوا يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ ، سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ عَنْ عَمْرِ وبْنِ مِقْدَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مَرَّةٍ فِيْ عَشْرِ رَكَعَاتٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِ مِائَةَ مَلَكٍ ، ثَلَاثُوْنَ يُبَشِّرُوْنَهُ بِالْجَنَّةِ وَثَلَاثُوْنَ يُؤْمِنُوْنَهُ مِنَ الْعَذَابِ وَثَلَاثُوْنَ يُقَوِّمُوْنَهُ أَنْ يُخْطِئَ وَعَشَرَةُ اَمْلَاكٍ يَكْتُبُوْنَ أَعْدَاءَهُ))

''ہم کو محمد بن ناصر نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو علی بن البناء نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو عبداللہ الحسین بن عمر العلاف نے خبر دی، کہا: ہم سے ابو القاسم الفامی نے بیان کیا، کہا: ہم سے علی ابن بندار البردعی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابو یوسف یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن عُبید اللہ نے بیان کیا، کہا: میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سُنا ہے: ہم سے علی بن عاصم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن مقدام سے، انہوں نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے نصف شعبان کی رات میں قل ھو اللہ احد ایک ہزار مرتبہ دس رکعتوں میں پڑھا، تو اس کی موت سے پہلے اللہ اس کے پاس سو (۱۰۰) فرشتے بھیجے گا، ان میں سے تیس (۳۰) فرشتے اس کو جنت کی خوشخبری دیں گے، تیس (۳۰) اس کو عذاب سے محفوظ رکھیں گے، تیس (۳۰) اس کو غلطی کرنے سے بچائیں گے، اور دس (۱۰) اس کے دشمنوں کے نام لکھیں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ حافظ السیوطی نے لکھا ہے کہ:

''یہ حدیث تین طریقوں سے مروی ہے اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو مجہول یا غیر معروف راوی شامل ہیں۔ یا ایسے راوی جو ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں، اور اس کا رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہونا محال ہے۔''

[اللآلی المصنوعة : ۲/ ۵۰۔ الموضوعات: ۲/ ۱۲۹ ۔ تنزیه الشریعة: ۲/ ۹۳]

۷۰..... ((قال الجُوْزَقَانِیُ : أَنْبَانَا أَبُو الحَسَنِ عَلِیُّ بْنُ أَبِی الحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الكَرَخِیُ حَدَّثَنَا أبو عَبدِ اللّٰهِ الحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الخَطِیْبِ ، أَنْبَانَا الْحَاكِمُ أبوالقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ الْحَسْكَانِیُ ، حَدَّثَنَا أَبُو القَاسِمِ عَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ عَلِیِّ الْمُوذِنِ ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بِسْطَامٍ لأمقومِسِیِّ ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ اَحمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ جَابِرٍ ، حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِیْمِ ، حَدَّثَنَا خَالِدًا الْحِمْصِیُ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ سَعِیْدِ بْنِ كَثِیْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُیَیْنَةَ عَنْ إبْرَاهِیْمَ ، قَالَ : قَالَ عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ : رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَامَ فَصَلَّی اَرْبَعَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الْفَرَاغِ ، فَقَرَأَ بِأُمِّ الْقُرآنِ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مَرَّةً وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مَرَّةً وَآیَةَ الْكُرْسِی مَرَّةً ، وَلَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ الآیَة ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ سَأَلْتُهُ عَمَّا رَأَیْتُهُ مِنْ صِنِیْعِهِ ، فقال مَنْ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِیْ رَأَیْتَ كَانَ لَهُ كَعِشْرِیْنَ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً وَكَصِیَامِ عِشْرِیْنَ سَنَةً مَقْبُوْلَةً فَإِنْ أَصْبَحَ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ صَائِمًا كَانَ لَهُ كَصِیَامِ سَنَتَیْنِ سَنَةٍ مَا ضِیَةٍ وَسَنَةٍ مَقْبِلَةٍ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''الجوزقانی نے کہا: ہم کو ابوالحسن علی بن ابی الحسن بن محمد الکرخی نے خبر دی، کہا: ہم سے ابو عبداللہ الحسین بن علی بن محمد الخطیب نے بیان کیا، کہا: ہم کو الحاکم ابوالقاسم عبداللہ بن احمد الحکانی نے خبر دی، کہا: ہم سے ابوالقاسم عبدالخالق بن علی المؤذن نے بیان یا، کہا: ہم سے جعفر بن محمد بطام القومس نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوجعفر احمد بن محمد بن جابر نے بیان کیا، کہا: ہم سے احمد بن عبدالکریم نے بیان کیا، کہا: ہم سے خالد الحمص نے عثمان بن سعید بن کثیر سے انہوں نے محمد بن المہاجر سے، انہوں نے الحکم بن عیینہ سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، ابراہیم نے کہا: علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصف شعبان کی رات میں دیکھا کہ آپ اُٹھے اور چودہ رکعتیں پڑھیں، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھ گئے اور اُم القرآن (سورۃ الفاتحہ) چودہ بار پڑھی۔ **قل اعوذ برب الناس**، چودہ بار اور آیۃ الکرسی ایک بار پڑھی اور ''**ولقد جاء کم رسول**'' پوری آیت بھی ایک بار پڑھی۔ پس جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوگئے تو میں نے آپ سے آپ کے اس عمل کے بارے میں پوچھا: تو آپ نے فرمایا: جس نے یہ عمل جو تو نے دیکھا انجام دیا تو یہ اس کے لیے بیس (۲۰) حج مبرور اور بیس (۲۰) سال کے مقبول روزوں کے برابر ہے۔ اور اگر وہ اس دن روزے سے رہا تو اس کا یہ روزہ دو سال، ایک سال پہلے کے اور ایک سال آنے والے کے روزوں کے برابر ہوگا۔''

''یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی سند تاریک ہے اور محمد بن مہاجر حدیثیں وضع کرتا تھا۔ البیہقی نے اس کی تخریج ''شعب الایمان'' میں عبدالخالق کی سند سے کی ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث موضوع لگتی ہے۔ اور یہ منکر ہے۔ اس روایت میں عثمان بن سعید سے پہلے کے راوی مجہول ہیں۔''

[اللآلی المصنوعة: ۲/ ۵۰۔ ۵۱۔ الموضوعات: ۲/ ۱۲۹۔ تنزیهه الشریعه: ۲/ ۹۳]

۷۱..... ((إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ، فَقُومُوا لَيْلَهَا ، وَصُومُوا نَهَا رَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشمسِ إِلىٰ سَمَاءِ الدُّنيَا فَيَقُولُ : أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِيْ فَأَغْفِرَلَهُ ، أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ ، أَلَا مُبْتَلىً فَأُعَافِيَهِ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا؟ حَتّٰى يَطْلَعَ الْفَجْرِ))

''جب نصف شعبان کی رات آئے تو اس کی رات میں قیام کرو (نمازیں پڑھو) اور اس کے دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اللہ اس میں غروب شمس سے آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کوئی مجھ سے مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں، کیا کوئی روز کا طالب ہے کہ میں اس کو روں، کیا ہے کوئی بیمار اور مصیبت زدہ کہ میں اس کو صحت و عافیت سے ہمکنار کروں، کیا کوئی ایسا ہے کوئی ایسا ہے؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن : ۱/ ۴۲۱" میں اور انہی کے طریقے سے امام ابن الجوزی نے "العلل المتناهية: ۲/ ۵۶۱" میں اور امام البیہقی نے "شعب الایمان : ۳/ ۳۷۸، ۳۷۹" میں اور "فضائل الاوقات ، ص: ۲۴" میں اس سند سے کی ہے:

''ابن ابی سبرہ ابراہیم بن محمد سے روایت کرتا ہے، وہ معاویہ بن عبداللہ ابن جعفر سے وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

اس سند کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ کیونکہ ائمہ حدیث نے ابن ابی سبرہ پر ''وضع حدیث'' کا الزام لگایا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "تقريب التهذيب" میں صراحت کی ہے اور البوصیری نے "الزوائد" میں لکھا ہے:

''اس کی سند ابن ابی سبرہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اس کا نام ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ ہے۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔''

اور ابن رجب نے ''لطائف المعارف، ص: ۱۴۳'' میں لکھا ہے:

''اس کی سند ضعیف ہے۔'' حافظ المنذری نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔''

[الضعيفه: ۵/ ۱۵۴]

۷۲..... ((رَوَى الْبَيْقِي مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال : أَتَانِيْ جِبْرَائِيْلُ عليه السلام ، فَقَالَ: هٰذِهِ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ، وَلِلّٰهِ فِيْهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُوْرِ غَنَمِ بَنِيْ كَلْبٍ ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ فِيْهَا إِلٰى مُشْرِكٍ وَلَا إِلٰى مُشَاحِنٍ ، وَلَا إِلٰى قَاطِعِ رَحِمٍ ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ ، وَلَا إِلَى عَاتٍ لِوَالِدَيْهِ وَلَا إِلٰى مُدْمِنِ خَمْرٍ)) [الترغيب والترهيب: حديث: ۶۲۰]

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: یہ نصف شعبان کی رات ہے اور اس میں اللہ کے ایسے بندے ہیں جو عذاب دوزخ سے آزادی حاصل کرنے والے ہیں اور جن کی تعداد قبیلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہے، اس رات میں اللہ کسی مشرک، کسی بغض رکھنے والے، قطع رحمی کرنے والے، ٹخنے سے نیچے تک ازار بند لٹکانے والے (مغرور) والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب نوشی کے عادی کی طرف نظر التفات نہیں فرماتا۔''

یہ بے حد ضعیف اور کمزور روایت ہے۔ اس کی سند میں دو راوی: محمد بن عیسیٰ بن حیان المدائنی اور سلام بن سلیمان الطویل متروک ہیں۔ [شعب الایمان للبیهقی : ۳۸۳/۳، ۳۸۵]

۷۳..... ((حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ : أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْوَ عَنْ يَحْيىٰ بنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:

فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً ، فَخَرَجْتُ ، فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ ، فَقَالَ ، أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ ، قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ ، فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ))

[الترمذی، حدیث: ۷۳۹۔ ابن ماجه، حدیث: ۱۳۸۹]

''ہم سے احمد بن منیع نے بیان کیا، کہا: ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، کہا: ہم کو الحجاج بن ارطاء نے، یحییٰ بن أبی کثیر سے، انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، کہا:

ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا، اور میں نکل پڑی، تو دیکھا کہ آپ ''بقیع'' میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی بیویوں میں کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے، الحجاج بن ارطاء کی سند سے جانتے ہیں اور میں نے ''محمد'' (امام بخاری) کو اس حدیث کی تضعیف کرتے ہوئے سنا ہے۔ انہوں نے کہا: یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے حدیث نہیں سنی ہے اور الحجاج بن ارطاۃ کا سماع بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ بن ابی کثیر سے ثابت نہیں ہے۔''

کیا اس کے بعد یہ کہنا صحیح ہے کہ اس حدیث میں معمولی سا ضعف ہے جیسا کہ ضعیف اور نا قابلِ اعتبار حدیثوں کی ترویج کرنے والے دعویٰ کرتے ہیں:

۷۴..... ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتَدْرِيْنَ أَيَّ لَيْلَةٍ هٰذِهِ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ :

هٰذِهِ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَطَّلِعُ عَلَى عِبَادِهِ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ،فَيَغْفِرُ لِمُسْتَغْفِرِيْنَ وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ)) [الترغیب والترهیب، حدیث: ٦٢٢]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے، فرمایا:

یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ اللہ عزوجل نصف شعبان کی رات اپنے بندوں پر مطلع ہوتا ہے اور استغفار کرنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے اور رحم کے طالبوں پر رحم فرماتا ہے اور کینہ وروں کو ان کے حال پر رہنے دیتا ہے۔''

حافظ المنذری کہتے ہیں:

''اس کی روایت البیہقی نے العلاء بن الحارث کی سند سے کی ہے اور لکھا ہے ''یہ جید مرسل'' ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ العلاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔''

حافظ المنذری نے یہی حدیث ''کتاب الادب/ باب الترهيب من التهاجر '' میں اس سند سے روایت کی ہے:

((عن العلاء بن الحارث ، أن عائشة رضی اللہ عنہا قالت))

''العلاء بن الحارث سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے.....''

جس کا مطلب یہ ہے کہ العلاء نے حضرت عائشہ سے ارسال کیا ہے۔

جبکہ ''باب الترغیب فی صوم شعبان'' میں ان کے الفاظ ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَت)) اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جس راوی کے نام کی صراحت نہیں ہے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے یعنی یہ مسند ہے مرسل نہیں ہے۔

دوم یہ کہ امام البیہقی کا یہ قول کہ ''یہ جید مرسل'' ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ العلاء بن الحارث پر جہاں ''قدریت''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا الزام تھا، وہیں ان کا ذہنی توازن بھی صحیح نہیں تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ''تقریب التہذیب'' میں لکھا ہے:

''قدریہ'' وہ فرقہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے ارادہ وقدرت میں آزاد اور اس کے فعل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ اس حدیث میں دو علتیں جمع ہوگئی ہیں:

① یہ مرسل ہے جو ضعیف کی ایک قسم ہے۔

② اس کا راوی العلاء بن الحارث ذہنی توازن کے فقدان کی وجہ سے نا قابلِ اعتبار ہے۔

متعدد صحیح احادیث میں جو صحیحین اور سنن میں مروی ہیں یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے بلکہ معدودے چند ایام کو چھوڑ کر بقیہ تمام ایام میں روزہ رکھتے تھے، لیکن کسی صحیح اور قابلِ اعتبار حدیث میں مخصوص طور پر ۱۵ شعبان کے دن میں روزہ رکھنے اور اس کی رات میں نمازیں پڑھنے یا کسی اور عبادت کی غرض سے شب بیداری کرنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور اگرچہ محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ۱۵ شعبان کی رات کی فضیلت سے متعلق درج ذیل حدیث کو اس کے متعدد طرق کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے جس کے الفاظ ہیں:

((يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ ، إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ)) [الصحيحة:١١٤٤]

''اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی مخلوق پر مطلع ہوتا ہے اور سوائے مشرک اور عداوت رکھنے والے کے، اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے۔''

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں کسی عبادت کا ذکر نہیں ہے اور عبادت ایک ایسا فعل ہے جس کی شکل، وقت اور ثواب کا تعین کرنے کے لیے نص صریح درکار ہے۔

دوم یہ کہ اس حدیث کی صحت ائمہ حدیث کے نزدیک مختلف فیہ ہے اس لیے کسی مخصوص عبادت کی مشروعیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔

سوم یہ کہ اس مختلف فیہ حدیث کا متن ۱۵ شعبان کی رات کے فضائل سے متعلق موضوع اور منکر احادیث کے متن سے بھی زیادہ مبالغہ آمیز ہے۔

الشیخ علی محفوظ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''الابداع فی مضار الابتداع'' میں لکھتے ہیں:

''۱۵ شعبان کی رات کے فضائل سے متعلق جتنی احادیث مروی ہیں ان میں سے کوئی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ وہ یا تو موضوع ہیں یا ضعیف۔ چنانچہ ابو شادالشافعی نے قاضی ابوبکر بن العربی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی بھی حدیث قابل اعتماد نہیں ہے۔ چاہے اس رات کی فضیلت کے بارے میں یا اامر کے بارے میں کہ اس رات میں ہر انسان کی موت لکھی جاتی ہے، لہٰذا ان حدیثوں کی طرف کوئی توجہ نہ دو۔''

رہی اس رات میں مخصوص نماز جو بعض لوگ پڑھتے ہیں تو اس سے متعلق حدیث کا ذکر صرف ''احیاء العلام'' اور ''قوت القلوب'' میں آیا ہے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس کو موضوع قرار دے چکی ہے۔

حافظ شمس الدین محمد بن الجزری نے "الحصن الحصین" میں لکھا ہے:

''رجب کی پہلی جمعرات میں ''صلاۃ الرغائب'' نصف شعبان کی رات کی نماز اور رمضان کی لیلۃ القدر میں نماز سے متعلق احادیث صحیح نہیں ہیں، بلکہ ان کی سندیں مرفوع اور باطل ہیں۔''

حافظ زین الدین العراقی فرماتے ہیں:

''نصف شعبان کی رات میں نماز کی حدیث رسول اللہ ﷺ کے نام پر موضوع اور جھوٹ ہے۔''

امام نووی نے کتاب ''المجموع'' میں لکھا ہے:

''صلاۃ الرغائب'' کے نام سے معروف نماز جس کی ۱۲ رکعتیں ہیں اور جو ''رجب'' کے پہلے جمعہ کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان ادا کی جاتی ہے اور نصف شعبان کی رات میں سو (۱۰۰) رکعتوں پر مشتمل جو نماز ادا کی جاتی ہے، یہ دونوں نمازیں منکر بدعتیں ہیں۔ ''قوت القلوب'' اور ''احیاء العلوم'' میں ان نمازوں کے ذکر اور ان کے بارے میں مروی حدیث سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ سب باطل ہیں، اس طرح اُن بعض ائمہ حدیث کے قول سے بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیے جن پر ان نمازوں کا معاملہ مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے ان کے مستحب ہونے پر کتابچے لکھ ڈالے۔''

امام الطرطوشی نے نصف شعبان کی رات میں نماز کے آغاز کا واقعہ امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل المقدسی سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

''ہمارے یہاں بیت المقدس میں ''صلاۃ الرغائب'' کے نام کی یہ نماز جو رجب میں پڑھی جاتی ہے، اسی طرح نصف شعبان کی رات کی نماز کا کوئی وجود نہیں تھا، اور نصف شعبان کی رات میں پڑھی جانے والی نماز ہمارے یہاں ۴۴۸ ہجری میں اس طرح شروع ہوئی کہ نابلس سے ہمارے یہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت المقدس میں ''ابن ابی الحمراء'' نام کا ایک شخص آیا۔ وہ شخص ''حسن تلاوت'' کا مالک تھا اور اس نے نصف شعبان کی رات مسجد اقصیٰ میں نماز شروع کر دی۔ پھر ایک اور آدمی تکبیر تحریمہ کر کے اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا، پھر تیسرا اور چوتھا اس طرح جب اس نے نماز ختم کی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی ایک اچھی خاصی جماعت بن چکی تھی، پھر وہی شخص آئندہ سال بھی بیت المقدس آیا اور اس کی امامت میں ایک بڑی خلقت نے یہ نماز ادا کی، اس طرح یہ نماز لوگوں میں مشہور ہو گئی اور وہ مسجد اقصیٰ اور دوسروں مسجدوں نیز گھروں میں ادا کی جانے لگی اور اس دن سے آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے اور لوگ اس کو اس طرح ادا کر رہے ہیں گویا وہ کوئی سنت نماز ہو۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس نماز کو مکروہ بتایا ہے اور لکھا ہے:

''یہ نماز نہ تو نبی ﷺ نے پڑھی ہے، نہ صحابہ کرام نے، نہ تابعین نے آئمہ المسلمین میں سے کسی امام نے اور نہ کسی نے اس کی ترغیب ہی دلائی ہے چاہے وہ نبی ﷺ ہوں یا سلف صالحین اور ائمہ المسلمین میں سے کوئی ہوں، اس نماز کی فضیلت بھی اسلاف میں سے کسی نے نہیں بیان کی ہے رہی اس کے بارے میں مروی حدیث تو وہ علم حدیث سے واقفیت رکھنے والوں کے نزدیک بالاتفاق جھوٹی اور موضوع ہے۔'' [ص: ۲۸۷، ۲۸۸]

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ ''صلاۃ الرغائب'' یا ۱۵ شعبان کی رات میں نماز یا کوئی اور عبادت کتاب وسنت سے کوئی قابلِ اعتماد دلیل نہیں رکھتی بلکہ ان کی بنیاد موضوع، منکر اور ضعیف حدیثیں ہیں جو کسی عبادت کی صحت کی دلیل نہیں بن سکتیں اور اس باب میں اُمت کے کسی فرد یا افراد کا عمل ہمارے لیے حجت نہیں ہے، اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ''جب اُمت کسی ضعیف حدیث کو قبول کر لیتی ہے تو صحیح قول کے مطابق اس ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ عملی ''متواتر'' کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور اس سے قطعی حکم کو بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔'' [فتح المغیث: ۱۲۰، بحوالہ ماہنامہ ''زندگی نو'' شمارہ نومبر ۲۰۰۰ء]

تو یہ دعویٰ بڑا سنگین اور دین کی بنیادیں منہدم کر دینے کی ناکام کوشش کے مترادف ہے اور اس کی بنیاد پر وہ تمام عبادات اور وہ تمام اعمال غیر مشروع قرار پاتے ہیں جو قطعی الثبوت مصوص سے ثابت ہیں اور ان کے بالمقابل وہ عبادتیں، وہ اذکار و اوراد اور وہ اعمال مشروع ہو جاتے ہیں جن کو اُمت کی ایک بہت بڑی تعداد نے موضوع، منکر اور ضعیف حدیثوں کی بنیاد پر اپنا رکھا ہے اور جن کے فضائل سے صوفیا کی کتابیں بھری پڑی ہیں؟؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

سیرت پاک اور شمائل مطہرہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں متعدد مقامات پر ''النور'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے:

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾

''اے اہل کتاب! ہمارے رسول تمہارے پاس آ گیا ہے جو اللہ کی کتاب کی بہت سی اُن باتوں کو تمہارے لیے بیان کر رہا ہے جن کو تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کر جاتا ہے، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن اور ایک بیان کرنے والی کتاب آ گئی ہے۔''

اس آیت مبارک میں مذکور لفظ ''نور'' کے بارے میں مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے مراد قرآن ہی ہے اور نور اور کتاب مبین، دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اور عربی زبان میں حرف عطف ''و'' کے ذریعہ مترادفات کو جمع کرنے کا اسلوب عام ہے اور خود قرآن پاک میں اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً سورۂ یوسف میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴿86﴾ ﴾

[الایہ: ۸۶]

''(یعقوب نے) کہا: میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے جو علم حاصل ہے وہ تمہیں حاصل نہیں ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں بَثّی اور حُزنی کو ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے کے ''مغایر'' کے طور پر نہیں۔

اس کے علاوہ قرآن پاک ہی میں لفظ ''نور'' سے بصراحت قرآنِ پاک کو مراد لیا گیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ ..... فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿157﴾ ﴾ [الاية: ١٥٧]

''پس جولوگ اس پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت ونصرت کی اور اُس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اسی طرح سورۃ النساء میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿174﴾ ﴾ [الاية: ١٧٤]

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل و برہان آ گئی ہے اور ہم نے تمہارے پاس کھول کھول کر بیان کر دینے والی روشنی نازل کر دی ہے۔''

اس ایت میں برہان اور نورِ مبین سے یقینی طور پر قرآن پاک مراد ہے۔ اس آیت کے مخاطب کفار ہیں۔ اور ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ نے تمہارے پاس توحید کے ثبوت کے لیے دلیل و برہان بھیج دی ہے اور اپنے نبی کے ساتھ ایسی کتاب نازل فرما دی ہے جو حق کو کھول کھول کر بیان کر دینے والی روشنی ہے۔

مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن پاک میں مزید ایسی آیتیں ہیں جن میں قرآن پاک کو ''نور'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور صرف قرآنِ پاک ہی نہیں، بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں کو بھی ''نور'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب ''تورات'' کو ''نور'' کہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ [الاية: ٩١]

''اے نبی! ان سے پوچھو وہ کون ہے جس نے وہ کتاب نازل فرمائی ہے جسے موسیٰ لے کر آیا تھا، جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت ہے۔''

یہ تمام آیتیں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ سورۃ المائدہ آیت ۱۵ میں مذکور لفظ ''نور'' سے مراد قرآنِ پاک ہی ہے۔

اور مفسرین کے جس گروہ نے مذکورہ آیت میں لفظ ''نور'' سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے، ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل سورۃ الاحزاب کی وہ آیت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو ''روشن چراغ'' قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿45﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿46﴾ ﴾ [الاية: ٤٥، ٤٦]

''اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

تو مفسرین کے اس گروہ کی بات بھی اس اعتبار سے صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک ایک ایسی روشنی تھی جس کے ذریعہ ''حق'' کو روزِ روشن کی طرح دیکھا جا سکتا تھا اور آپ نے اپنے پیچھے قول و عمل کے جو نمونے چھوڑے ہیں وہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

لیکن اس نور سے وہ ''نور'' قطعاً مراد نہیں ہے جو ''بشریتِ رسول'' کے منکرین لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ رسالت کے منافی ہے۔ رسالت اور بشریت لازم و ملزوم ہیں، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیاء اور رسول بشر تھے۔ اور ان کا بشر ہونا ضروری بھی تھا۔ اس لیے کہ ان کی بعثت بشر کی ہدایت کے لیے ہوئی تھی، اس حقیقت کو قرآنِ پاک کی اس آیت میں نہایت واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿95﴾ ﴾ [الاسراء: ٩٥]

''اے نبی! (اپنی بشریت پر اعتراض کرنے والوں سے) کہہ دو: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو یقیناً ہم آسمان سے ان کے لیے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر نازل کرتے۔''

قرآن و حدیث میں ''بشریتِ رسول'' کے دلائل اتنی کثرت سے دیئے گئے ہیں کہ اگر ان کو سامنے رکھ کر اس مسئلے پر بحث کی جائے تو پوری ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہماری اس کتاب کا موضوع یہ نہیں ہے۔ ہم نے تو یہ لمبی تمہید اس زبان زد، جھوٹی اور بے بنیاد روایت کی نکارت کو واضح کرنے کی غرض سے باندھی ہے، جو بعض کتابوں میں ان الفاظ میں ملتی ہے:

١١٩ ..... ((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأُمِّي أَخْبِرْنِي عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى قَبْلَ الْأَشْيَاءِ ، قَالَ: يَا جَابِرُ! إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ ، فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّورَ يَدُورُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا أَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنِّيٌ وَلَا إِنْسِيٌ))

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں: اس پہلی چیز کے بارے میں مجھے بتایئے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے قبل پیدا کیا۔ فرمایا: اے جابر! بیشک اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ اور اس نور کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنی قدرت وطاقت سے جہاں اللہ چاہے چکر لگائے اور اس وقت نہ لوح محفوظ تھا، نہ قلم، نہ جنت تھی اور نہ جہنم، نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان اور نہ زمین اور نہ سورج تھا اور نہ چاند اور نہ جن تھا اور نہ انسان۔''

یہ ایک باطل اور بے بنیاد روایت ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو اتنی شہرت حاصل ہے کہ امت کے ایک بہت بڑے طبقہ میں اس باطل روایت کی بنیاد پر نور محمدی نے ایک عقیدے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ قدیم ائمہ حدیث اور متاخرین علمائے حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ حتی کہ وہ کتابیں جو علمائے حدیث نے خاص موضوع اور منکر روایات کے موضوع پر لکھی ہیں، ان میں بھی یہ روایت نہیں ملتی، صرف علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے '' الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعة ..... '' میں اور شیخ اسماعیل بن محمد العجلونی نے '' كشف الخفاء وَ مزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على السنة الناس ، ص: ۲۶۵، ج: ۱، حديث :۸۲۷'' میں عبدالرزاق بن عمر الدمشقی کی سند سے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے اس عبدالرزاق کو '' تقريب التهذيب، ص: ۲۹۶، ترجمه: ۴۰۶۲ '' میں متروک لکھا ہے۔

پھر اس باطل روایت کا متن منکر بھی ہے، کیونکہ یہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جو یہ صراحت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا کی وہ قلم ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى الْقَلَمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْتُبَ كُلَّ شَيْءٍ يَكُونُ))

''بیشک وہ پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ''قلم'' ہے اور اس کو حکم دیا کہ وہ ہر ہونے والی چیز کو لکھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی روایت ابن ابی عاصم نے "السنة: ۱۰۸" اور "الاوائل: ۳" میں ابویعلی نے "المسند: ۱۲۶/۱" میں اور البیھقی نے "السنن الکبریٰ: ۳/۹" اور "الاسماء والصفات، ص: ۲۷۱" میں اس سند سے کی ہے:

((قَالَ اَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رِبَاحُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ اَبِيْ بَزَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا، کہا: ہم سے رباح بن زید نے عمر بن حبیب سے، انہوں نے القاسم بن ابی بزہ سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور ایک دوسری صحیح حدیث میں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''نور'' سے فرشتوں کی تخلیق ہوتی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

((حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ۔ قَالَ عَبْدٌ: اَخْبَرَنَا ، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔"))

''مجھ سے محمد بن رافع اور عبد بن حمید نے بیان کیا عبد نے کہا: ہم کو خبر دی اور ابن رافع نے کہا: ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا: ہم کو معمر نے الزہری سے، انہوں نے عروہ سے اور انہوں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے، اور جن آگ کی لپٹ سے اور آدم کی تخلیق اس مادے سے ہوئی جو تم سے بیان کیا جا چکا ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ''نور محمدی'' والی روایت باطل اور ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی ہے جو ''بشریت رسول'' کے عقیدے کے منکر ہیں۔

اس سلسلۂ کلام کے ضمن میں اس حقیقت کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کسی مخلوق کی فضیلت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے مادۂ تخلیق میں مضمر نہیں ہے۔ ''مادہ'' کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اس مخلوق کا بھی جو اس مادے سے پیدا کی گئی ہے۔ چاہے وہ انسان ہو، جن ہو یا فرشتہ۔ کوئی بھی مادۂ تخلیق فی نفسہ نہ تو اچھا ہے اور نہ برا، نہ افضل ہے اور نہ غیر افضل، انسان، جن اور فرشتہ ان تینوں مخلوقات میں فرق مراتب ان کی صفات اور ان کے کردار کی بنیاد پر ہے۔ فرشتے ''نور'' سے پیدا کیے گئے ہیں اس کے باوجود وہ انسانوں سے افضل نہیں ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض فرشتے بعض انسانوں سے افضل ہیں، لیکن عمومی طور پر اور علی الاطلاق آدم اور ان کی اولاد فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ وہ اس زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ وہ مجبور محض نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کر سکیں، بلکہ ان کو اس بات کی پوری آزادی بخشی گئی ہے کہ وہ چاہیں تو حق کی راہ پر چلیں اور چاہیں تو شر کی راہ پر، فرشتوں کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بندہ فرشتوں سے افضل ہے کہ دنیا کی تمام تر ترغیبات اور شیطان کے مسلسل بہکاؤں کے باوجود راہِ حق پر گامزن رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

نبی اکرم ﷺ کی ''بشریت'' کا عقیدہ آپ کی رسالت کے عقیدہ کا ایک حصہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾ ﴾ [الاسراء: ٩٤]

''اے نبی! کہہ دو: پاک ہے میرا رب، کیا میں ایک انسان رسول کے سوا اور بھی کچھ ہوں۔''

اور:

((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ .....)) ❶

''میں بشر ہی ہوں۔''

مگر آپ کی یہ بشریت آپ کی عظمت کی دلیل ہے کہ اس بشریت کے باوجود آپ اپنے اعلیٰ اخلاق، اپنے بے مثال کردار، اپنی سیرت کی بے نظیر پاکیزگی اور اپنی طہارت قلب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب بندے، افضل الخلائق اور سید البشر قرار پائے اور خود آپ کے خالق و رب نے آپ کو یہ سند عطا کر دی کہ:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ ﴾ [القلم: ٤]

''اے نبی! بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہو۔''

---

❶ مسلم: ٤٤٧٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت کسی مادۂ تخلیق کا کسی دوسرے مادۂ تخلیق سے افضل ہونے کا فلسفہ یا عقیدہ ابلیسی فلسفہ یا عقیدہ ہے۔

﴿ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿12﴾ ﴾ [الاعراف: ۱۲]

''ابلیس نے کہا: میں اس بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو (آدم کو) مٹی سے پیدا کیا۔''

اور جو لوگ بشریت رسول کے انکار اور ''نور محمدی'' کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ دراصل اس ابلیسی عقیدہ کو زندہ کر رہے ہیں اور اپنے زعم باطل میں وہ نبی اکرم ﷺ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کر رہے ہیں ان کو شاید یہ معلوم نہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے اس عظیم مقام و مرتبے کو گھٹا رہے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اسی طرح ''نور محمدی'' کا عقیدہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کو ماننے والے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت میں نبی اکرم ﷺ کو کسی نہ کسی شکل میں شریک تصور کرتے ہیں اسی مقصد کے لیے انہوں نے ''بشریت رسول'' سے انکار کیا ہے۔

۱۲۰ ..... ((لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ))

''اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔''

یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے جیسا کہ حسن بن محمد رضی الدین الصنعانی نے " الأحاديث الموضوعه ص: ۷ " میں صراحت کی ہے۔ رہا ملا علی القاریؒ کا قول " الاسرار المرفوعة ، ص: ۶۷، ۶۸" کہ یہ حدیث معناً صحیح ہے۔ چنانچہ الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

((أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ ، وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ ، وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَسَاكِر: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا))

''میرے پاس جبریل آئے اور کہا: اے محمد! اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو نہ پیدا کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں جہنم کو نہ پیدا کرتا۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے: اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔''

تو اس کے معنی کی صحت کا اعلان اس وقت تک صحیح نہیں ہے، جب تک کہ الدیلمی سے اس کی روایت ثابت نہ ہو جائے اور میں نے کسی بھی ایسے شخص کو نہیں دیکھا ہے جس نے اس کے بیان سے تعرض کیا ہو اور میں اگرچہ اس حدیث کی سند سے واقف نہیں تھا، پھر بھی مجھے اس کے ضعیف ہونے میں کوئی تردد نہیں ہوا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی دلیل کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اس کی روایت میں الدیلمی منفرد ہیں۔

پھر جب مجھے " مسند الفردوس: ۱/ ۱۴ " میں اس کی سند معلوم ہوگئی تو مجھے اس کے ضعیف ہونے بلکہ بیحد ضعیف اور نا قابل اعتبار ہونے کا یقین ہوگیا۔ اور اس موضوع حدیث کی سند یہ ہے:

((عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسَى الْقُرَشِي: حَدَّثَنَا الْفُضَيلُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَلِي بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ بِهِ))

''عبیداللہ بن موسیٰ القرشی سے روایت ہے، کہا: ہم سے الفضیل بن جعفر بن سلیمان نے عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہوئے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی آفت یہی عبدالصمد ہے، العقیلی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی روایت کردہ احادیث ''غیر محفوظ'' ہیں اور اس کی شہرت صرف اسی حدیث کی روایت سے ہے۔

اور اس سے نیچے کے دونوں راوی میرے نزدیک غیر معروف ہیں۔

رہی ابن عساکر کی روایت تو اس کی تخریج ابن الجوزی نے " الموضوعات : ۱/ ۲۸۸، ۲۸۹" میں کی ہے اور لکھا ہے کہ: ''یہ موضوع ہے'' [الضعيفة: ۱/ ۴۵۰، ۴۵۱]

حافظ جلال الدین السیوطی جو تضعیف حدیث میں سہل انگاری سے کام لینے میں مشہور ہیں۔ اور ''صوفی المشرب'' ہونے کی وجہ سے سیرت اور مناقب وغیرہ سے متعلق موضوع احادیث کو بڑی مشکل سے ''موضوع'' تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی " اللآلی المصنوعة: ۱/ ۲۴۹ " میں اس زیر بحث حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ ملا علی القاریؒ جیسا فقیہہ اور محدث اس موضوع حدیث کو معنًا کس طرح صحیح قرار دے بیٹھا جبکہ اس حدیث کا متن اس کی سند سے زیادہ نکارت آمیز ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں جن دو باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ دونوں غلط اور بے بنیاد ہیں۔

۱۔ پہلی جو بات اس موضوع حدیث سے متبادر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق تمام مخلوقات سے قبل ہو چکی تھی، جو صحیح نہیں ہے جیسا کہ ''نور محمدی'' والی حدیث کی بحث کے ضمن میں واضح کیا جا چکا ہے کہ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔

۲۔ اس موضوع حدیث میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پوری کائنات اور جن وانس کو نبی اکرم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کی خاطر پیدا کیا ہے، جبکہ قرآن یہ صراحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''جن وانس'' کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿56﴾ ﴾ [الذاریات: ٥٦]

''میں نے جن اور انس کو اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اور قرآن میں جہاں بھی تخلیق آدم کا قصہ بیان ہوا ہے ہر جگہ اندازِ بیان ایسا اختیار کیا گیا ہے جس سے صاف یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی پہلے انسان ہیں اور سورۃ البقرہ آیت نمبر: ۳۰ میں فرشتوں کی طرف سے یہ استفہام:

﴿ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ط ﴾ [البقرة: ٣٠]

''کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنے والے ہیں جو فساد برپا کرے گی اور خون ریزی مچائے گی۔''

اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ ابھی کسی بشر کی تخلیق نہیں ہوئی ہے، ورنہ فرشتے ایسا سوال نہ کرتے۔

۱۲۱ ..... ((كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ))

''میں اس وقت نبی تھا جب آدم ابھی پانی اور مٹی کے ''گارے'' کے درمیان تھے۔''

۱۲۲ ..... ((كُنْتُ نَبِيًّا وَلَا آدَمَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِيْنَ))

''میں اس وقت نبی تھا جب نہ آدم تھے، نہ پانی تھا اور نہ گارا تھا۔''

یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں، ان کا ذکر حافظ السیوطی نے "ذيل الاحاديث الموضوعه، ص: ۲۰۳" میں امام ابن تیمیہ کے حوالہ سے کیا ہے اور ان کے موضوع ہونے کے بارے میں ان کی رائے کی توثیق کی ہے، اور امام ابن تیمیہ نے "الرد على البكرى، ص: ۹" میں لکھا ہے:

''اس حدیث کی نہ تو کوئی نقلی بنیاد اور اصل ہے اور نہ عقلی، اور نہ محدثین میں سے کسی نے ان میں سے کسی کا ذکر کیا ہے اور ''معناً'' بھی یہ باطل ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کبھی بھی پانی اور مٹی کے درمیانی حالت میں نہیں تھے اور ''الطین'' گارا، پانی اور مٹی ہی کے مجموعے سے عبارت ہے بلکہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کی درمیانی حالت میں تھے۔

پھر یہ گمراہ لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ نبی ﷺ اُس وقت موجود تھے اور آپ کی ذات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارک تمام مخلوقات سے قبل تخلیق پا چکی تھی اور اپنے دعویٰ پر جھوٹی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں مثلاً وہ حدیث جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''عرش کے گرد ایک نور تھا'' اور آپ نے فرمایا: اے جبرائیل میں ہی وہ نور تھا۔'' اور ان گمراہ لوگوں میں سے بعض کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ جبرائیل کے وحی لانے سے قبل ہی قرآن کے حافظ تھے۔''

امام ابن تیمیہ نے ((وَإِنَّمَا كَانَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالجَسَدِ)) سے اس صحیح حدیث کی جانب اشارہ کیا ہے جو ان الفاظ میں مروی ہے:

((كُنتُ نَبِيًّا ، وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ)) [مسند احمد: ۵/ ۵۹]

''میں نبی تھا، حالانکہ آدم ابھی روح اور بدن کی درمیانی حالت میں تھے۔''

اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ مَيْسَرَةَ الْفَجْرِ ، قَالَ :

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَتَى كُنتَ نَبِيًّا؟ قَالَ : وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ))

''ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، کہا: ہم سے منصور بن سعد نے بدیل سے، انہوں نے عبداللہ بن شقیق سے اور انہوں نے میسرہ الفجر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کب نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: ''جب آدم روح اور بدن کے درمیان تھے۔''

اس حدیث کی بہترین تفسیر وہ صحیح حدیث ہے جو امام الترمذی نے ''سنن'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

((حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ الْبَغْدَادِي: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ :قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ : وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ)) [1]

[1] حدیث: ۳۶۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم سے ابو ہمام الولید بن شجاع بن الولید البغدادی نے بیان کیا، کہا: ہم سے الولید بن مسلم نے الاوزاعی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہو چکی تھی؟ فرمایا: جب ابھی آدم روح اور بدن کے درمیان تھے۔''

اسی مفہوم کی حامل ایک دوسری صحیح حدیث ''شرح السنة'' میں حضرت العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((إِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ : خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ)) ❶

''میں اس وقت اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب ابھی آدم اپنے (مادۂ تخلیق) مٹی کے گارے میں پڑے ہوئے تھے۔''

اس حدیث کا مطلب ہے کہ میں آپے آپ سے خاتم النبیین کا دعویٰ نہیں کرنے لگا ہوں۔ بلکہ آدم کی تخلیق سے قبل ہی اللہ نے میری یہ حیثیت متعین فرما دی تھی۔

امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے ''شرح المواهب اللدنيه : ۱/۳۳'' میں ان دونوں زیرِ بحث موضوع حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''حافظ السیوطی نے ''الدرر'' میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ ان میں سے دوسری حدیث عوام کا اضافہ ہے اور ان سے قبل حافظ ابن تیمیہ نے ان کو بے اصل قرار دے چکے ہیں اور یہ فتویٰ دے چکے ہیں کہ یہ دونوں الفاظ باطل اور جھوٹ ہیں۔''

[الضعيفه : ۱/ ٤٧٤]

۱۲۳ ..... ((كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ))

''میں پیدائش کے اعتبار سے پہلا نبی ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخری۔''

یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ موضوع نہیں لیکن بے حد ضعیف اور ناقابل اعتبار اور منکر ہے۔ اس کی سند میں بقیہ بن الولید شامل ہے۔ جس کے بارے میں عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں:

''سچا ہے، لیکن ہر آنے جانے والے سے حدیثیں لکھ لیتا ہے۔ امام ابو حاتم نے اس کے بارے

❶ المشكوٰة، حديث: ٥٧٥٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا ہے: ''وہ قابل استدلال اور قابل استشہاد نہیں ہے۔'' امام ابو مسہر..... عبدالاعلی بن مسہر الغسانی..... نے اس کی روایت کردہ حدیثوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:

((أحادِيثُ بَقِيَّةَ لَيْسَتْ نَقِيَّةً فَكُنْ مِنْهَا عَلَى تَقِيَّةٍ))

''بقیہ کی روایت کردہ حدیثیں ملاوٹ سے پاک نہیں ہیں لہٰذا ان سے ہوشیار رہو۔''

حافظ ابن حجر نے '' تقریب التهذيب: ٦٥ ، ترجمه: ٧٣٤ '' میں لکھا ہے:

'' سچا تھا، لیکن ضعیف راویوں سے بکثرت تدلیس سے کام لیتا تھا۔ ''میزا ن الاعتدال : ١/ ٣٣١ '' میں اس کی جرح وتعدیل پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سند کا دوسرا راوی سعید بن بشیر ہے، جس کو امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

[ميزان الاعتدال: ١٢٨/٢ ، المقاصد الحسنة ، ص: ٣٢٧ ، الاسرار المرفوعه: ٣٥٢ اور كشف الخفاء: ١٢٩/٢]

رہا اس حدیث کا متن تو اس کی نکارت بالکل واضح ہے اور اس موضوع سے متعلق گذشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ کافی ہے۔

١٢٤ ..... ((أَنَا عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ))

''میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک نہیں ہے۔ اس کی تخریج حافظ الطبرانی نے '' المعجم الاوسط: ٢٨٥/٢ ، ح: ٩٣٠١ '' میں اس سند سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا مُسْعَدَةُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عِمْرَانَ: حَدَّثَنَا شِبْلُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا))

''ہم سے مسعدۃ بن سعد نے بیان کیا، ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالعزیز بن عمران نے بیان کیا، کہا: ہم سے شبل بن العلاء نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

یہ سند نقل کرنے کے بعد حافظ الطبرانی نے لکھا ہے:

''اس حدیث کی روایت شبل سے عبدالعزیز بن عمران کے سوا کسی اور نے نہیں کی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ السیوطی نے یہ حدیث " اللآلی المصنوعة: ۱/ ۴۴۲ " میں نقل کرنے کے بعد اس کی تعقیب ان لفظوں میں کی ہے:

''الذہبی نے ''المغنی'' میں شبل بن العلاء کے بارے میں امام ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

'' حافظ الہیثمی نے " المجمع: ۱۰/ ۵۲، ۵۳ " میں اس حدیث کی علت شبل بن العلاء سے روایت کرنے والے کو قرار دیا ہے اور لکھا ہے: ''اس کی سند میں عبدالعزیز بن عمران ہے جو متروک ہے۔''

البانی اس پر تعقیب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام یحییٰ بن معین نے عبدالعزیز بن عمران کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے: ((لَیْسَ بِثِقَة)) وہ ثقہ نہیں ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کو وضع کرنے کی ذمہ داری اس پر محمول کرنا بہتر ہے۔ اسی وجہ سے حافظ زین الدین العراقی نے ''المحجۃ: ۱/ ۵۶'' میں تصریح کی ہے:

لیکن عبدالعزیز بن عمران الزہری متروک ہے، یہ بات نسائی وغیرہ نے اس کے بارے میں کہی ہے۔ اور امام بخاری نے فرمایا ہے: اس کی حدیثیں نہ لکھی جائیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔''

[الضعیفہ: ۱/ ۲۹۸، ۲۹۹]

۱۲۵ ..... ((أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ ، لِأَنِّیْ عَرَبِیٌّ ، وَالْقُرْآنَ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ))

''تین باتوں کی وجہ سے عربوں سے محبت کرو، اس لیے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہل جنت عربی میں بات کریں گے۔''

یہ موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام الحاکم نے " المستدرک: ۴/ ۸۷ " اور " معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۱، ۱۶۲ " میں، حافظ العقیلی نے " الضعفاء، ترجمہ: ۳۲۷ " میں، الطبرانی نے " المعجم الکبیر: ۳/ ۱۲۲ " میں اور انہی کے واسطہ سے الضیاء المقدسی نے " صفة الجنة: ۳/ ۲۹، ح: ۱ " میں، امام البیہقی نے شعب الایمان میں، الواحدی نے اپنی تفسیر " ۱/ ۸۱ " میں اور حافظ ابن عساکر نے " تاریخ: ۶/ ۲۳۰ " میں العلاء بن عمرو الحنفی کی سند سے کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((حدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَزِيْدَ الأُشْعَرِيُّ : أَنْبَأَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا))

''ہم سے یحییٰ بن یزید الاشعری نے بیان کیا، کہا: ابن جریج نے عطاء سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے خبر دی۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ سند موضوع ہے، جس کی تین علتیں ہیں:

۱ العلاء بن عمرو: الذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''متروک ہے، ابن حبان کہتے ہیں کہ کسی بھی حال میں بھی قابل استدلال نہیں ہے۔'' پھر العقیلی کے واسطہ سے مثال میں یہی حدیث پیش کی ہے اور لکھا ہے: ''یہ موضوع ہے۔ امام ابو حاتم نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔''

اور حافظ ابن حجر نے ''لسان المیزان'' میں اس کے تذکرے میں امام الازدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''اس کی حدیثیں لکھی جانے کے قابل نہیں ہیں۔''

۲ یحییٰ بن یزید: امام الذہبی نے یزید کو کاتب کی غلط قرار دیا ہے اور صحیح نام ''برید'' بتایا ہے۔

یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن نمیر کا قول ہے: ''یحییٰ بن برید ایک کھجور کے دانے کے برابر بھی نہیں۔''

امام ابو زرعہ فرماتے ہیں: ''منکر الحدیث'' ہے۔ وہ اس یحییٰ کے باپ ''برید'' کے بارے میں کہتے ہیں: ''ضعیف ہے، متروک نہیں ہے۔ اس کی حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں۔''

۳ اس سند کا تیسرا سقم ابن جریج کا عنعنہ ہے، جبکہ وہ ''مدلس'' تھے۔ امام احمد نے اس کی روایت کردہ حدیثوں کے بارے میں فرمایا ہے:

''ابن جریج جن حدیثوں کو ''مرسل'' روایت کرتا تھا، ان میں سے بعض موضوع ہیں۔ ابن جریج کو اس کی پروا نہیں ہوتی تھی کہ وہ کہاں سے حدیثیں اخذ کرتا ہے۔ ان کی مراد اس کے اس قول سے ہے: ((أُخْبِرْتُ وَحُدِّثْتُ عَنْ فُلَانٍ)) مجھے فلاں کے واسطہ سے خبر دی گئی، یا فلاں کے واسطہ سے حدیث بیان کی گئی۔'' [الضعیفہ: ۱/ ۲۹۳، ۲۹۸]

مذکورہ دونوں حدیثوں کی نکارت ان کی سند سے زیادہ ان کے مضمون اور متن میں مضمر ہے۔ کیونکہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نبی اکرم ﷺ کی جانب عربیت پر فخر کرنے کو منسوب کیا گیا ہے۔ جو اسلام کی روح اور مزاج کے خلاف ہے۔ اسلام میں انسان کی فضیلت و برتری اور اس کی عظمت و بزرگی کا معیار ذات و برادری، رنگ و نسل اور زبان و وطن اور قومیت نہیں ہے، بلکہ اسلام میں انسان کی حقیقی عظمت اور بزرگی کا معیار ایمان اور عمل صالح کو قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿13﴾ ﴾

[الحجرات: ۱۳]

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور برادریاں بنادی ہیں۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔''

اس حقیقت کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ أَلَا وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ ، أَلَا لَا فَضْلَ لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى ، أَلَا قَدْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ۔ قَالَ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) [1]

''لوگو! خبردار رہو بیشک تمہارا رب عزوجل ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار رہو کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں حاصل ہے اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ سوائے تقویٰ کے اعتبار سے، خوب غور سے سن کر جواب دو، کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: یہاں جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو ان باتوں سے آگاہ کردیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔''

یہی حدیث امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی نے '' شعب الایمان: ۸۸/۲ '' میں اور ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء: ۱۰۰/۳ '' میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں روایت کی ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ ، عَلَى

[1] مسند احمد بحواله اقتضاء الصراط المستقيم ، ص: ۱۷۸ ، امام ابن تیمیہ نے اس کو صحیح الاسناد بتایا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى ﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) ❶

''لوگو! خبردار رہو، تم سب کا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر صرف تقوی کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ بتاؤ کیا میں نے تمہیں بات پہنچادی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں۔ اے اللہ کے رسول! فرمایا: اچھا جو موجود ہیں وہ اُن لوگوں تک یہ بات پہنچادیں جو موجود نہیں ہیں۔''

اس کے علاوہ حسب ونسب پر فخر کی مذمت میں متعدد صحابۂ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ سنن ابوداؤد، سنن الترمذی اور الترغیب والترہیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ ، مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ ، إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتَنَ)) ❷

''بیشک اللہ عزوجل نے تم سے جاہلیت کے فخر ونخوت اور آباء واجداد پر افتخار کے عیب کو دور کردیا ہے۔ اب یا تو خداترس مومن ہے یا معصیت کار شقی، تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، یا تو لوگ ان قوموں پر فخر کرنا ترک کردیں، جو جہنم کے کوئلے میں سے کوئلہ بن چکے ہیں، یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس گندے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے جو اپنی ناک پاک گندگی کو دور کرتا ہے۔''

۱۲۶ ..... ((لَيْلَةَ الْغَارِ أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ شَجَرَةً فَخَرَجَتْ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ تَسْتُرُهُ ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ الْعَنْكَبُوتَ ، فَنَسَجَتْ مَا بَيْنَهُمَا ، فَسَتَرَتْ

❶ الصحيحة: ٦/٤٤٩، ح: ٢٧٠٠ ❷ ٥١١٦، ٣٩٥٥، ٢٩٦٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَجْهَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَمَرَ اللّٰهُ حَمَامَتَيْنِ وَحْشِيَّتَيْنِ ، فَأَقْبَلَتَا تَدِفَّانِ (وَفِي نُسْخَةٍ: تَرِفَّانِ) حَتَّى وَقَعَابَيْنَ الْعَنْكَبُوتِ وَبَيْنَ الشَّجَرَةِ ، فَأَقْبَلَ فِتْيَانُ قُرَيْشٍ مِنْ كُلِّ بَطْنٍ رَجُلٌ مَعَهُمْ عِصِيُّهُمْ وَقِسِيُّهُمْ وَهَرَاوَاتُهُمْ حَتَّى إِذَا كَانُوا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَدْرِ مِائَتَيْ ذِرَاعٍ ، قَالَ الدَّلِيلُ سَرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِ: أَنْظُرُوا هٰذَا الْحَجَرَ ثُمَّ لَا أَدْرِي أَيْنَ وَضَعَ رِجْلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ الْفِتْيَانِ: إِنَّكَ لَمْ تُخْطِئْ مُنْذُ اللَّيْلَةِ أَثَرَهُ حَتَّى إِذَا أَصْبَحْنَا قَالَ: أَنْظُرُوا فِي الْغَارِ! فَسَبَقَهُ الْقَوْمُ حَتَّى إِذَا كَانُوا عَلَى خَمْسِينَ ذِرَاعًا نَظَرَ أَوَّلُهُمْ فَإِذَا الْحَمَامَاتُ فَرَجَعَ ، قَالُوا: مَارَدَّكَ أَنْ تَنْظُرَ فِي الْغَارِ ، قَالَ: رَأَيْتُ حَمَامَتَيْنِ وَحْشِيَّتَيْنِ بِفَمِ الْغَارِ ، فَعَرَفْتُ أَنْ لَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ ، فَسَمِعَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَعَرَفَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ دَرَأَ عَنْهُمَا بِهِمَا ، فَسَمَّتَ عَلَيْهِمَا فَأَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى بِالْحَرَمِ فَأَفْرَخَا كُلَّ مَا تَرَوْنَ))

''غار کی رات اللہ عزوجل نے ایک درخت کو حکم دیا، جو نبی ﷺ کے سامنے نکل کر آپ کو چھپانے لگا، اور اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی کو بھیجا جس نے نبی ﷺ اور درخت کے درمیان جال بن دیا، اس طرح اس نے نبی ﷺ کے چہرے کو چھپا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا جو آئے اور اپنے دونوں پر پھڑ پھڑانے لگے..... ایک دوسری روایت میں ترفان کا لفظ ہے اس کے بھی وہی معنی ہیں..... یہ دونوں کبوتر مکڑی اور درخت کے درمیان بیٹھ گئے۔ اسی وقت قریش کے نوجوان اس شکل میں ادھر متوجہ ہوئے کہ ہر قبیلہ سے ایک آدمی ان میں شامل ہوا، سب کے ساتھ لاٹھیاں، تلواریں اور ڈنڈے تھے۔ اور جب وہ نبی ﷺ سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر رہ گئے، تو راہنما سراقہ بن مالک المدلجی نے کہا: یہ پتھر دیکھو، پھر مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا پاؤں کہاں رکھا۔ قریش کے جوانوں نے کہا: تم نے رات سے ان کے اثر کو جاننے میں غلطی نہیں کی ہے۔ پھر جب ہم نے صبح کی تو سراقہ نے کہا: غار میں جھانکو۔ اس پر لوگ اس سے آگے بڑھ گئے اور جب وہ غار سے پچاس ہاتھ کے فاصلے پر پہنچ گئے تو ان میں سے پہلے شخص نے نظر دوڑائی تو کبوتر دیکھا اور پلٹ پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا: تم کو غار میں جھانکنے سے کس چیز نے باز رکھا؟ اس نے جواب دیا: میں نے غار کے دہانے پر دو جنگلی کبوتر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھے تو سمجھ گیا کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ ان کی یہ باتیں نبی ﷺ نے سنیں تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ اللہ عزوجل نے ان کبوتروں کے ذریعہ آپ سے اور حضرت ابوبکر سے خطرہ دور فرما دیا ہے۔ آپ نے ان کبوتروں پر اللہ کا نام لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حرم میں محفوظ کر دیا اور انہی دونوں نے ان کبوتروں کو جنم دیا ہے، جن کو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔''

یہ حدیث منکر ہے، اس کی روایت محمد بن سعد نے '' الطبقات: ۱/۲۲۸، ۲۲۹ '' میں، حافظ ابوبکر احمد بن عمرو البزار نے '' المسند: ۲/۲۲۹، ح: ۱۷۴۱ '' میں، حافظ الطبرانی نے '' المعجم الکبیر: ۲۰/۴۴۳ '' میں حافظ العقیلی نے '' الضعفاء، ترجمہ: ۳۴۶ '' میں اور خیثمۃ الاطرابلسی نے '' فضائل الصدیق: ۱۶/۲/۵ '' میں، ابونعیم نے '' دلائل النبوۃ: ۲/۱۱۱ '' میں اور امام البیہقی نے '' سنن: ۲/۷۸۱، ۷۸۲ '' میں '' عون بن عمرو ابی عمرو القیسی الملقب به عوین '' سے کی ہے:

((قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ المَكِّيُّ ، قَالَ: أَدْرَكْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَالْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ وَأَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ الغَارِ.....))

''عوف بن عمرو ابی عمرو القیسی سے روایت ہے، کہا: ہم سے ابومصعب المکی نے بیان کیا، کہا: میں نے زید بن ارقم، المغیرۃ بن شعبہ اور انس بن مالک کو یہ ذکر کرتے ہوئے پایا کہ نبی ﷺ غار کی رات میں.....''

الشریف ابوعلی الہاشمی نے '' الفوائد المنتقاۃ: ۱/۱۰۸ '' میں لکھا ہے:

''اس کی روایت میں انس اور جن کا ان کے ساتھ ذکر آیا ہے، منفرد ہیں اور اس کو ہم صرف '' مسلم بن ابراہیم عن عون بن عمرو القیسی عن ابی مصعب '' کی حدیث کے طور پر جانتے ہیں۔''

العقیلی نے لکھا ہے:

''اس حدیث کی روایت میں عون کا کوئی '' متابع '' نہیں ہے اور ابومصعب '' مجہول آدمی '' ہے۔ اور البزار نے اس کے مجہول ہونے کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: '' ہمیں نہیں معلوم کہ یہ حدیث عون بن عُمیر کے سوا کسی اور نے روایت کی ہے۔'' اور ابومصعب کے بارے میں ہماری معلومات صرف اتنی ہے کہ اس سے عوین کے علاوہ کسی اور نے یہ حدیث نہیں روایت کی ہے۔''

امام یحییٰ بن معین نے '' عون '' کے بارے میں کہا ہے کہ: '' وہ کچھ بھی نہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث اور مجہول قرار دیا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایۃ: ۱۸۱/۳" میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے یحییٰ بن محمد بن صاعد کی سند سے روایت کیا ہے:

((حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عَمْرٍو أَبُو عَمْرٍو والقَيسِيُّ ..... وَيُلَقَّبُ عُوَيْنٍ ..... حَدَّثَنِي أَبُو مُصْعَبٍ المَكِّي قَالَ.....))

''ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عون بن عمرو ابوعمرو نے .....جس کا لقب عوین تھا..... بیان کیا، کہا: مجھ سے ابومصعب نے بیان کیا، کہا:.....''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''اس سند سے یہ بیحد ہی ضعیف حدیث ہے۔''

[الضعيفه: ۲۵۹/۳ ، ۲٦۰ ، البداية والنهاية: ۱۸۱/۳ ، ۱۸۲]

۱۲۷..... ((إِنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ إِلَى الغَارِ ، فَدَخَلَا فِيهِ ، فَجَاءَ تِ العَنْكَبُوتُ فَنَسَجَتْ عَلَى بَابِ الغَارِ ، وَجَائَتْ قُرَيْشٌ يَطْلُبُونَ النَّبِيَّ ﷺ ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوا عَلَى بَابِ الغَارِ نَسجَ العَنْكَبُوتِ ، قَالُوْا : لَمْ يَدْخُلْهُ اَحَدٌ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَائِمًا يُصَلِّي وَأَبُوْ بَكْرٍ يَرْتَقِبُ ، فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ رضی اللہ عنہ لِلنَّبِيِّ ﷺ : فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ هٰؤُلَاءِ قَوْمُكَ يَطْلُبُونَكَ! أَمَا وَاللّٰهِ مَا عَلَى نَفْسِيْ اَبْكِيْ وَلٰكِنْ مَخَافَةَ أَنْ أَرَى فِيكَ مَا اَكْرَهُ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا))

''نبی ﷺ اور ابوبکر غار کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے اندر داخل ہو گئے۔ پس مکڑی آئی اور اس نے غار کے دہانے پر جالا بن دیا اور قریش کے لوگ نبی ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور جب غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا دیکھا تو بولے: اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوا ہے۔ اس وقت نبی ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوشیاری سے نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں اپنے آپ پر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ اس اندیشے سے غم زدہ ہوں کہ آپ کے حق میں کوئی ایسی بات دیکھوں جو مجھے ناپسند ہے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث ضعیف ہے۔اس کی تخریج حافظ ابوبکر القاضی نے " مسند ابی بکر ، قلمی نسخہ : ۹۱/ ۱ ۔ ۲ " میں کی ہے:

((حَدَّثَنَا بَشَّارُ الخَفَّافُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الجَوْنِيُ قَالَ: حَدَّثَنَا المُعَلَّى بْنُ زِيَادٍ عَنِ الحَسَنِ قَالَ: فَذَكَرَهُ))

''ہم سے جعفر بن سلیمان نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوعمران الجونی نے بیان کیا، کہا: ہم سے المعلی بن زیاد نے الحسن سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: پس اس حدیث کا ذکر کیا۔''

محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ سند ضعیف ہے اور اس کی دو علتیں ہیں:

☆ یہ مرسل ہے۔اور اس کے راوی الحسن البصری ہیں جو بکثرت مرسل روایت کرنے والے اور تدلیس سے کام لینے والے تابعی ہیں۔

☆ بشار الخفاف ضعیف ہے۔اس کا پورا نام: بشار بن موسیٰ الخفاف ہے۔ حافظ الذہبی نے اس کا '' الضعفاء'' میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے: ''ابوزرعہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔اور ابن عدی کا قول ہے: مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔''

اور حافظ ابن حجر نے " تقریب التھذیب: ۶۱ ، ترجمہ: ۶۷۴ " میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''ضعیف، کثیر الغلط ، کثیر الحدیث ،ضعیف ، بہت غلطیاں کرنے والا اور کثرت سے حدیثیں روایت کرنا والا ہے۔''

اس بیحد ضعیف اور مرسل روایت کا آخری فقرہ صحیح ہے، کیونکہ وہ قرآن پاک کی اس آیتِ مبارکہ میں مذکور ہے:

﴿ إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُوْدٍ لَمْ تَرَوْهَا ط ﴾ [التوبة: ٤٠]

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے.....تو کوئی پروا نہیں.....کیونکہ اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے، جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور وہ دو کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا، غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اس پر اپنی سکینت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل فرمائی اور اس کی مدد اور حمایت ایسے لشکروں سے کی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔''

حافظ ابن کثیر نے '' البداية والنهاية: ۱۸۰/۳ ، ۱۸۱ '' میں الحسن سے مروی اس مرسل روایت کو اس کی شاہد حدیث کے ساتھ ''حسن'' قرار دیا ہے اور شاہد سے ان کی مراد وہ حدیث ہے جو امام احمد نے '' المسند ، ح: ۳۲۵۱ '' میں عبدالرزاق سے روایت کی ہے:

((قَالَ الْإِمَامُ اَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مِقْسَمًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : وَإِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوكَ قَالَ: تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا أَصْبَحَ فَأَثْبِتُوهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيْدُونَ النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اُقْتُلُوهُ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ اَخْرِجُوهُ ، فَأَطْلَعَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيَّهُ عَلَى ذٰلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ ﷺ تِلْكَ اللَّيْلَةَ ، وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى لَحِقَ بِالْغَارِ ، وَبَاتَ الْمُشْرِكُوْنَ يَحْرِسُونَ عَلِيًّا يَحْسِبُونَهُ النَّبِيَّ ﷺ ، فَلَمَّا أَصْبَحُوا ثَارُوا اِلَيْهِ ، فَلَمَّا رَأَوا عَلِيًّا رَدَّ اللّٰهُ مَكْرَهُمْ ، فَقَالُوْا : اَيْنَ صَاحِبُكَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا اَدْرِيْ ، فَاقْتَصُّوا اَثَرَهُ ، فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ خَلَطَ ..... اخْتَلَطَ ..... عَلَيْهِمْ ، فَصَعَدُوا الْجَبَلَ ، فَمَرُّوا بِالْغَارِ ، فَرَأَوا عَلَى بَابِهِ نَسْجَ الْعَنْكَبُوتِ ، فَقَالُوا: لَوْ دَخَلَ هٰهُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوتِ عَلَى بَابِهِ ، فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ))

''امام احمد نے کہا: ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا: ہم کو معمر نے خبر دی کہا: مجھ کو عثمان الجزری نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام مقسم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ ط ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: قریش نے مکہ میں ایک رات آپس میں صلاح ومشورہ کیا، چنانچہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ جب صبح ہو تو اس کو بیڑیاں پہنا کر قید کر دو، ان کی مراد نبی ﷺ سے تھی، دوسرے کچھ لوگوں نے کہا: اس کو قتل کر دو۔ اور تیسرے فریق نے یہ رائے دی: بلکہ اس کو نکال دو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے درمیان ہونے والی اس گفتگو سے آگاہ فرما دیا۔ اس طرح علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بستر پر سو گئے اور نبی ﷺ وہاں سے نکل کر غار پہنچ گئے اور مشرکین یہ سمجھ کر علی کی نگرانی کرتے رہے کہ وہ نبی ﷺ ہیں۔ اور جب صبح ہوئی تو وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پر ٹوٹ پڑے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو علی ہیں تو اللہ نے ان کی مکاری کو خود انہی پر لوٹا دیا، انہوں نے علی سے پوچھا: یہ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں۔ اس پر وہ آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور جب وہ پہاڑ پر پہنچے تو آثار قدم گڈمڈ ہو گئے۔ پھر وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور غار کے پاس سے گزرے تو اس کے دہانے پر مکڑی کا جالا دیکھا اس پر انہوں نے آپس میں کہا: اگر کوئی یہاں اندر گیا ہوتا، تو غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا اور آپ تین راتیں غار میں رہے۔''

حافظ ابن کثیر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ''یہ سند حسن ہے اور غار کے دہانے پر مکڑی کے جالے سے متعلق جتنے قصے بیان کیے جاتے ہیں ان میں یہ قصہ سب سے بہتر ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''لیکن میری تنقید کی رو سے یہ روایت حسن نہیں ہے، کیونکہ اگر عثمان الجزری، عثمان بن عمرو بن ساج الجزری ہے تو اس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے '' **الجرح و تعدیل**: ۳/۱۶۲ '' میں اپنے والد کے حوالہ سے لکھا ہے: وہ نا قابل استدلال ہے۔''

اور حافظ الذہبی نے اس کے بارے میں یہ کہہ کر اس کو '' **الضعفاء** '' میں شمار کیا ہے کہ محدثین نے اس کی ''ثقاہت'' پر کلام کیا ہے۔

اور اگر وہ عثمان بن ساج الجزری ہے، جن کے مابین ''عمرو'' نہیں ہے تو اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے '' **التھذیب** '' میں یہ عندیہ دیا ہے کہ یہ پہلا عثمان نہیں ہے (یعنی عثمان بن عمرو بن ساج الجزری اور عثمان بن ساج الجزری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں) اور غیر معروف ہے، لیکن '' **تقریب التھذیب** : ۳۲۶ ، **ترجمہ**: ۴۵۰۶ '' میں ان دونوں کے درمیان کوئی تفریق کیے بغیر اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

رہا عثمان بن عمرو تو ابن حبان کے علاوہ کسی اور نے اس کو ثقہ نہیں کہا ہے۔ اور توثیق کے باب میں ابن حبان کی سہل انگاری معروف ہے۔ اور اس کا ضعیف اور نا قابل استدلال ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے۔

اور الہیثمی نے '' **المجمع**: ۷/۲۷ '' میں لکھا ہے:

''اس حدیث کی روایت احمد اور الطبرانی نے کی ہے اور اس کی سند میں عثمان بن عمرو الجزری ہے، جس کی توثیق ابن حبان نے کی ہے اور دوسروں نے اس کی تضعیف کی ہے۔ بقیہ راوی صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے راوی ہیں۔''

اسی وجہ سے محقق احمد شاکر نے مسند احمد پر اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند محل نظر ہے۔

رہا اس حدیث کا متن تو آیت مبارکہ کا یہ فقرہ ﴿ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ ''اور اللہ نے ان کی مدد اور حمایت ایسے لشکروں سے کی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔'' اس کی تضعیف کر رہا ہے اور یہ فقرہ اس امر کی صراحت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی حفاظت نظر نہ آنے والے لشکر سے کی ہے، جبکہ اس حدیث کا متن یہ ثابت کر رہا ہے کہ آپ کی نصرت وحمایت مکڑی کے ذریعہ کی گئی، جو ایک نظر آنے والی شے ہے۔ اور آیت میں جن لشکروں کا ذکر آیا ہے بلاشبہ وہ فرشتے ہیں نہ کہ مکڑی اور دو کبوتر ہیں۔ جیسا کہ سابقہ منکر حدیث میں مذکور ہے۔ اسی وجہ سے امام ابو محمد الحسین بن سعود البغوی نے اپنی تفسیر "**معالم التنزیل**: ۴/ ۱۷۴" میں مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ''جنود'' کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ فرشتے تھے جو اس لیے نازل ہوئے تھے تاکہ کفار کے چہروں اور نگاہوں کو نبی ﷺ کو دیکھنے سے باز رکھیں۔''

اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابو نعیم نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

((إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رضي الله عنه رَأَى رَجُلاً مُوَاجِهَ الغَارِ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَرَائِنَا ، قَالَ: كَلاَّ إِنَّ الْمَلاَئِكَةَ تَسْتُرُهُ الآنَ بِأَجْنِحَتِهَا ، فَلَمْ يَنْشَبِ الرَّجُلُ أَنْ قَعَدَ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَهُمَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَبَا بَكْرٍ لَوْكَانَ يَرَاكَ مَا فَعَلَ هٰذَا))

''ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار کے بالمقابل ایک آدمی کو دیکھا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں اس وقت فرشتے اپنے پروں سے اس پر پردہ کیے ہوئے ہیں، پھر کچھ دیر نہیں گزری کہ وہ آدمی ان دونوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر اگر وہ تم کو دیکھ رہا ہوتا تو یہ حرکت نہ کرتا۔''

الطبرانی نے اس حدیث کی طویل شکل میں ہجرت کے ضمن میں تخریج کی ہے۔ اور الہیثمی نے "**مجمع الزوائد**: ۶/ ۵۴" میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس کی روایت الطبرانی نے کی ہے، اس کی سند میں یعقوب بن حُمید بن کاسیب ہے، جس کی ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور ابو حاتم وغیرہ نے تضعیف کی ہے، سند کے بقیہ راوی ''صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کے راوی ہیں۔''

محدّث محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''یعقوب اصول حدیث کے مقررہ قواعد کی رو سے ''حسن الحدیث'' ہے، حافظ ابن حجر نے'' تقریب التھذیب :۵۳۷ ، ترجمہ: ۷۸۱۵ '' میں لکھا ہے: وہ سچا تھا، کبھی کبھار شک و وہم میں مبتلا ہو جاتا تھا۔'' اس طرح یہ حدیث مکڑی اور کبوتروں والی حدیثوں کی نکارت کی دلیل اور قرآن پاک کی مذکورہ آیت کے فقرہ: ﴿ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ کی تفسیر بن سکتی ہے۔'' [الضعیفہ: ۳/ ۲۶۰ ـ ۲۶۴]

۱۲۸..... ((حَدَّثَنَا الفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو العَبَّاسِ الأَعْرَجُ البَغْدَادِيُّ! حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ غَزْوَانَ أَبُو نُوحٍ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى ، عَنْ اَبِيهِ ، قَالَ: خَرَجَ أَبُوْ طَالِبٍ إِلَى الشَّامِ ، وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَشْيَاخٍ مِنْ قُرَيْشٍ ، فَلَمَّا اَشْرَفُوا عَلَى الرَّاهِبِ ؛ هَبَطُوا فَحَلُّوا رِحَالَهُمْ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ ، وَكَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ يَمُرُّوْنَ بِهِ ، فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ ، قَالَ: فَهُمْ يَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ ، فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ ، حَتَّى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: هٰذَا سَيِّدُ العَالَمِيْنَ ، هٰذَا رَسُولُ رَبِّ العَالَمِيْنَ ؛ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ ، فَقَالَ لَهُ اَشْيَاخٌ مِنْ قُرَيْشٍ: مَا عِلْمُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّكُمْ حِيْنَ اَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ ؛ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا يَسْجُدَانِ إِلَّا لِنَبِيٍّ ، وَإِنِّي أَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوفِ كَتِفِهِ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ، ثُمَّ رَجَعَ ، فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَتَاهُمْ بِهِ ..... وَكَانَ هُوَ فِي رِعْيَةِ الْاِبِلِ ..... قَالَ: أَرْسِلُوا إِلَيْهِ ، فَأَقْبَلَ ؛ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهُ ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ ؛ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوهُ إِلَى فَيْءِ الشَّجَرَةِ ، فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْءُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ ، فَقَالَ: اُنْظُرُوا إِلَى فَيْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ عَلَيْهِمْ ، وَهُوَيُنَاشِدُهُمْ اَنْ لَا يَذْهَبُوا بِهِ إِلَى الرُّومِ فَإِنَّ الرُّومَ إِذَا رَأَوْهُ ، عَرَفُوهُ بِالصِّفَةِ ، فَيَقْتُلُونَهُ ، فَالْتَفَتَ ؛ فَإِذَا بِسَبْعَةٍ قَدْ اَقْبَلُوا مِنَ الرُّومِ ، فَاسْتَقْبَلَهُمْ ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكُمْ؟ قَالُوْا: جِئْنَا ؛ أَنَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا النَّبِيَّ خَارِجٌ فِيْ هٰذَا الشَّهْرِ ، فَلَمْ يَبْقَ طَرِيْقٌ إِلَّا بُعِثَ إِلَيْهِ بِأُنَاسٍ وَإِنَّا قَدْ أُخْبِرْنَا خَبَرَهُ ، بُعِثْنَا إِلَى طَرِيْقِكَ هٰذَا ، فَقَالَ: هَلْ خَلَّفَكُمْ أَحَدٌ هُوَ خَيْرٌ مِنْكُمْ؟ قَالُوْا: إِنَّمَا أُخْبِرْنَا خَبَرَهُ بِطَرِيْقِكَ هٰذَا۔ قَالَ: أَفَرَأَيْتُمْ أَمْرًا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَقْضِيَهُ ، هَلْ يَسْتَطِيْعُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ رَدَّهُ؟ قَالُوْا: لَا قَالَ: فَبَايَعُوْهُ وَأَقَامُوْا مَعَهُ ، قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ ؛ أَيُّكُمْ وَلِيُّهُ؟ قَالُوْا: أَبُوطَالِبٍ ، فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ حَتّٰى رَدَّهُ أَبُوطَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ بِلَالًا ، وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ)) [الترمذی ، ح: ۳۶۲۰]

''ہم سے الفضل بن سہل ابوالعباس الاعرج البغدادی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالرحمٰن بن غزوان.....قُراد.....ابونوح نے بیان کیا، کہا: ہم کو یونس بن ابی اسحاق نے ابوبکر بن ابی موسیٰ سے اورانہوں نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، کہا: ابوطالب شام کے سفر پر نکلے تو ان کے ساتھ نبی ﷺ بھی نکلے، ان کے ساتھ اکابر قریش کی ایک جماعت تھی، جب یہ لوگ راہب .....بحیرا..... کے پاس پہنچے تو سواری سے اتر گئے۔ اور اپنا کجاوا کھول لیا۔ اور راہب ان کے پاس آیا۔ اس سے قبل جب یہ لوگ اس کے پاس سے گزرتے تھے، تو وہ نہ تو ان کی خاطر باہر نکلتا تھا اور نہ ان کی جانب کوئی توجہ دیتا تھا..... راوی کہتا ہے..... وہ لوگ اپنے کجاوے کھول رہے تھے اور وہ ان کے درمیان چل پھر رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے آ کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: یہ سارے جہان کے سردار ہیں، یہ اللہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ ان کو دنیا کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کرے گا۔ اکابر قریش نے اس سے کہا: تمہیں ان باتوں کا علم کیسے ہوا؟ تو اس نے جواب دیا: جب تم لوگ گھاٹی سے نمودار ہوئے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ ریز نہ ہو گیا ہو اور یہ شجر و حجر صرف کسی نبی کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور میں آپ کو آپ کے مہر نبوت کے ذریعہ پہچانتا ہوں جو سیب کے مانند آپ کے کندھے کی نرم ہڈی .....کری..... کے نیچے ہے۔ پھر راہب واپس چلا گیا اور ان کے لیے کھانا تیار کیا اور جب وہ کھانا لے کر ان کے پاس آیا تو..... نبی ﷺ اونٹوں کی نگہبانی پر مامور تھے..... اس نے قریش کے لوگوں سے کہا: ان کو بلا بھیجو۔ اس پر آپ متوجہ ہوئے درانحالیکہ ایک بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور جب آپ قوم کے قریب آئے تو وہ لوگ درخت کے سایہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا چکے تھے۔ اور جب آپ درخت کے نیچے بیٹھے تو اس کا سایہ آپ کی طرف مائل ہو گیا۔ تو اس نے کہا: ذرا درخت کے سائے کو دیکھو وہ آپ پر جھک گیا ہے..... راوی کہتا ہے..... اور جبکہ راہب ان کی دیکھ بھال میں مشغول تھا اور ان سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ وہ آپ کو لے کر رومیوں کے پاس نہ جائیں، کیونکہ اگر رومیوں نے آپ کو دیکھا تو آپ کے اوصاف کے ذریعہ آپ کو پہچان لیں گے اور آپ کو قتل کر دیں گے، ابھی وہ یہ درخواست کر ہی رہا تھا کہ مڑ کر دیکھا تو رومیوں کے سات آدمی وہاں پہنچ گئے، جن کا اس نے خیر مقدم کیا اور ان کے آنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ: ''ہم اس لیے آئے ہیں کہ یہ نبی اسی ماہ نکلنے والا ہے اور کوئی بھی راستہ ایسا نہیں ہے جہاں لوگوں کو بھیج نہ دیا گیا ہو اور ہمیں اس کی خبر مل چکی ہے۔ اس لیے ہمیں تمہاری طرف آنے والے راستے پر بھیجا گیا ہے۔ راہب نے کہا: کیا تمہارے پیچھے کوئی ایسا رہ گیا ہے جو تم سے بہتر ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہمیں تو تمہارے اس راستے کی خبر دی گئی ہے تو اس نے کہا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ اگر اللہ نے کسی کام کا فیصلہ کر لیا ہو تو کیا تم اسے ٹال سکتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں..... راوی کہتا ہے..... اس پر ان ساتوں نے راہب کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے ساتھ رہ گئے۔ اور راہب نے اکابر قریش سے کہا: میں تم لوگوں سے اللہ کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ ان کا ''ولی امر'' کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ابو طالب۔ تو وہ ان سے مسلسل درخواست کرتا رہا، یہاں تک کہ ابو طالب نے نبی ﷺ کو واپس کر دیا اور آپ کے ساتھ ابو بکر نے بلال کو کر دیا اور راہب نے آپ کے ساتھ زادِ راہ کے طور پر کچھ کیک اور تیل کر دیا۔''

یہ عجیب و غریب روایت نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا ہے:

''یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کو میں صرف اسی سند سے جانتا ہوں۔''

اس روایت کے قبول اور عدم قبول کے بارے میں محدثین اور اہل سیر میں شدید اختلاف ہے۔ ایک فریق نے اس روایت کو جہاں یہ کہہ کر قبول کر لیا ہے کہ اس کی سند قابل اعتماد ہے تو دوسرے فریق نے اس روایت کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اس کا متن منکر ہے۔

اس روایت کو صحیح کہہ کر قبول کرنے والوں میں امام الحاکم، حافظ ابن حجر اور البانی وغیرہ ہیں اور ان کے تائیدی موقف کا تمام تر مدار اس روایت کی سند پر ہے ان لوگوں نے اس کے متن اور مضمون سے کوئی بحث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کی ہے۔

رہا مخالف فریق جس میں سرفہرست امام الذہبی اور حافظ ابن کثیر ہیں، تو اس نے اس روایت کے متن میں نکارت اور غرابت کی وجہ سے اس کو رد کیا ہے اور امام الذہبی نے تو اس کو "المستدرك" کی تلخیص" ۶۱۵/۲" میں موضوع اور باطل کہہ دیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "السیرة، ص: ۵۷" میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"یہ حدیث حد درجہ منکر ہے۔ اس وقت ابوبکر کہاں تھے، تو وہ دس سال کے رہے ہوں گے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ اور بلال کہاں تھے، ابوبکر نے تو ان کو بعثت کے بعد خرید کر آزاد کیا تھا، اس وقت تک تو شاید وہ پیدا بھی نہ ہوئے ہوں۔ اور اگر بادل نبی ﷺ پر سایہ کیے ہوئے تھا، تو پھر یہ تصور کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ درخت کا سایہ آپ کی طرف مائل ہوگیا تھا، کیونکہ بادل کے سائے میں تو درخت کے سائے کو معدوم ہو جانا چاہیے تھا۔ پھر ہم نے نبی ﷺ کو ابوطالب سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کبھی نہیں پایا اور نہ تو قریش ہی نے آپس میں ایک دوسرے سے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جو اکابر قریش ابوطالب کے ساتھ تھے، انہوں نے بھی کبھی اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا، جبکہ اس کو ایک دوسرے سے بیان کرنے کے عوامل اور محرکات بہت تھے اور اگر یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو لوگوں میں اس کو خوب مشہور ہونا چاہیے تھا اور خود نبی ﷺ کو نبوت کے معاملے کا احساس ہوتا اور غار حراء میں پہلی وحی نازل ہونے کے موقع پر آپ کی وہ کیفیت نہ ہوتی جو ہوئی اور آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حالت میں واپس نہ ہوتے کہ آپ کو اپنی عقل میں فتور کا اندیشہ ہوتا..... یا آپ کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوتا..... اور اگر راہب کے کہنے پر ابوطالب اس قدر خوف زدہ ہوگئے تھے کہ راستے سے آپ کو واپس کر دیا، تو اُن کے دل نے ..... بعد میں ..... یہ کیسے گوارا کر لیا کہ آپ کو حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر شام جانے کی اجازت دے دی۔"

امام الذہبی نے اس روایت کے بعض الفاظ کو بھی منکر کہا ہے۔ یوں تو انہوں نے اس روایت کے ناقابلِ قبول ہونے کے تقریباً تمام اسباب بیان کر دیئے ہیں۔ البتہ اس بات کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ خود قرآن سے بھی بصراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو نبوت کے منصب پر سرفراز کیے جانے سے قبل کبھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں اور اگر ۱۲ سال کی عمر میں بعض روایات کے مطابق ۲۵ سال کی عمر میں بحیرا راہب کا واقعہ پیش آیا تھا اور اس نے اس قدر وثوق سے آپ کی نبوت کی پیشین گوئی کی تھی تو اس کا کوئی نہ کوئی اثر تو باقی رہنا چاہیے تھا اور جو لوگ اس واقعہ کے شاہد تھے، وہ اکابر قریش تھے، کم از کم ان کو آپ کی زبانِ مبارک سے اسلام کی دعوت سن کر یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ تو وہی بات ہے، جس کی پیشین گوئی بحیرا کر چکا ہے، مگر عجیب بات ہے کہ مشرکین مکہ میں سے کسی نے بھی آپ کی دعوت سن کر اس واقعہ کو یاد نہیں کیا اور جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے بھی اُس اہم واقعہ کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ تو نبی ﷺ ہی نے نزول وحی کے بعد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی دعوت دینے کا حکم ملنے پر قوم کو اس واقعہ کی یاد دلائی اور نہ دورِ مکی سے لے کر دورِ مدنی کے آخر تک کسی بھی صحابی کی زبان ہی سے وہ واقعہ سنا گیا۔ اس کے علاوہ جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اس بات کی بصراحت نفی کرتا ہے کہ آپ کو کتابِ الٰہی کے نزول کی کوئی امید تھی، جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی وحی نازل ہونے تک وحی و کتاب کا خیال بھی آپ کے دل میں نہیں پیدا ہوا تھا۔ سورۃ القصص میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴿86﴾ ﴾

[الاية: ٨٦]

''تم اس بات کے امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی، یہ تو محض تمہارے رب کی مہربانی سے تم پر نازل ہوئی ہے۔''

امام محمد بن علی الشوکانی '' فتح القدیر: ۴/ ۲۳۳ '' میں اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تم یہ امید نہیں کر رہے تھے کہ ہم تم کو بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجیں گے اور تمہارے اوپر قرآن نازل کریں گے۔''

اس بات کو حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر '' ۳/ ۲۷ '' میں یوں کہتے ہیں:

''اے نبی! اپنے اوپر نزول وحی سے قبل تم کو یہ گمان تک نہیں تھا کہ تمہارے اوپر وحی نازل ہوگی۔ اور اللہ کی طرف سے تم پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ تو تمہارے اوپر اور تمہاری وجہ سے بندوں پر اللہ کی رحمت کے طور پر نازل ہوئی ہے۔''

اور سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۲ تو اس باب میں اور زیادہ صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ط ﴿52﴾ ﴾

[الاية: ٥٢]

''اے نبی! اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف ایک روح وحی کی ہے تم کو کچھ بھی پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کسے کہتے ہیں، لیکن اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں صحیح راہ دکھاتے ہیں۔''

ان وضاحتوں کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل صاف ہوگئی کہ بحیرا راہب کا قصہ بے بنیاد ہے اور امام الذہبی نے جو علم الاسناد کی طرح احادیث کے متن اور مضمون پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، بالکل سچ فرمایا ہے کہ یہ روایت بیحد منکر ہے۔

۱۲۹ ..... ((أَنَا بْنُ الذَّبِيْحَيْنِ))

''میں ذبیحین کا بیٹا ہوں۔''

یہ ایک بے بنیاد اور بے اصل حدیث ہے۔ اسی وجہ سے حافظ الزیلعی نے تخریج ''احادیث الکشاف: ۳/ ۱۷۷'' میں اس کو ''غریب'' لکھا ہے۔ حافظ الزیلعی جب کسی حدیث کو ''غریب'' کہتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اور امام الترمذی جب کسی حدیث کو غریب کہتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی تخریج '' احادیث الکشاف: ۴/ ۱۴۱ ، ح: ۲۹۴ '' میں حافظ الزیلعی کی پیروی میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔ اور حافظ السخاوی نے بھی '' مقاصد الحسنة ، ص: ۱۴ '' میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر کی پیروی کی ہے۔

اس بے بنیاد حدیث سے متعلق اہل سیر وہ واقعہ بیان کرتے ہیں جو امام الطبری نے اپنی تفسیر '' ۲۳/ ۵۴ '' میں اور الحاکم نے '' المستدرك :۲/ ۵۵۴ '' میں اس سند سے نقل کیا ہے:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخَطَابِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ العُتْبِيِّ ..... مِنْ وَلَدِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِيْهِ : حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ .....))

''عمر بن عبدالرحیم الخطابی سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن محمد العتبی۔ عتبہ بن ابی سفیان کی اولاد سے تعلق رکھنے والے، سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے کہا: مجھ سے عبداللہ بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید نے الصنابحی ابوعبداللہ، سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا:

ہم لوگ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر ہوئے، جہاں قوم نے ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں، اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کا آپس میں ایک دوسرے سے ذکر کیا، ایک فریق نے کہا: ذبیح اسماعیل تھے اور دوسرے فریق کی رائے تھی کہ ذبیح اسحاق تھے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ واقف کار اور خبیر کے پاس آئے ہو؟ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے پیچھے صحرا کو خشک چھوڑ کر آیا ہوں اور پانی خشک ہو چکا ہے۔ اے ابن الذبیحین! مجھ پر اُن نعمتوں میں سے جن سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے، کچھ فضل فرمائیے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور اس کی نکیر نہیں فرمائی۔ ہم لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! ذبیحین کون تھے؟ کہا:

جب عبدالمطلب نے ''بئر زمزم'' کھودنے کا حکم دیا تو انہوں نے اللہ کے لیے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ نے زمزم کھودنے کو آسان فرمایا تو وہ اپنے ایک بیٹے کو قربان کر دیں گے۔ پھر انہوں نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور قرعہ میں عبداللہ کا نام نکلا۔ لہٰذا انہوں نے عبداللہ کو قربان کرنے کا ارادہ کیا لیکن بنومخزوم کے ان ماموؤں نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے اپنے بیٹے کے لیے فدیہ ادا کرو اس پر وہ راضی ہو گئے اور سو (۱۰۰) اونٹوں کا فدیہ دیا، اس طرح عبداللہ ذبیح قرار پائے اور دوسرے ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے۔''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام الحاکم نے اسکی صحت وسقم کے بارے میں خاموشی سے کام لیا ہے، لیکن امام الذہبی نے المستدرک کی تلخیص میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کی سند بے حد کمزور ہے۔''

اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۱۸/۴) میں یہ کہہ کر اس حدیث کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے:

''((هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ جِدًّا)) ''یہ حدیث بے حد ضعیف ہے۔''

حافظ السیوطی نے "الفتاوی: ۳۵/۲" میں اس کی علت ان لفظوں میں بیان کی ہے:

''یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں ایسا راوی شامل ہے جو غیر معروف ہے۔''

[الضعیفه: ۱۷۲/٤، ۱۷۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۰ ..... ((لَمَّا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحيُ بـ (حِرَاءٍ) مَكَثَ أيَّامًا لَا يَرَى جِبْرِيْلَ وَحَزِنَ حُزْنًا شَدِيْدًا ، حَتَّى كَانَ يَغْدُوا إلىٰ ثَبِيْرٍ مَرَّةً وَإِلَى حِرَاءٍ مَرَّةً ، يُرِيْدُ أنْ يُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْهُ ، فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذٰلِكَ عَامِدًا لِبَعْضِ تِلْكَ الْجِبَالِ ، إلَى أنْ سَمِعَ صَوتًا ، فَوَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَعِقًا لِلصَّوتِ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأسَهُ فَإِذَا جِبْرِيْلُ عَلَى كُرسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مُتَرَبِّعًا عَلَيْهِ يَقُوْلُ : يَا مُحَمَّدُ! أنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَقًّا ، وَأنَا جبْرِيْلُ ، قال : فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، وَقَدْ أقَرَّاللّٰهُ عَيْنَهُ وَرَبَطَ جَأشَهُ ، ثُمَّ تَتَابَعَ الوَحْيُ بَعْدُ وَحَمِيَ))

''جب حراء میں آپ پر وحی نازل ہوئی، تو کچھ دن آپ اس حالت میں رہے کہ جبریل کو نہیں دیکھتے تھے اس پر سخت رنجیدہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کبھی ثبیر (ایک پہاڑ) کی طرف جاتے اور کبھی حراء کی طرف اس سے اپنے آپ کو گرا دیں اور ایسی حالت میں جبکہ رسول اللہ ﷺ اُن پہاڑوں کی طرف جا رہے تھے کہ آپ نے آسمان سے ایک آواز سُنی تو رسول اللہ ﷺ اس آواز پر حیران ہو کر ٹھہر گئے۔ پھر اپنا سر اوپر اٹھایا تو جبریل علیہ السلام آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر چہار زانو بیٹھے ہوئے تھے کہہ رہے تھے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول (ﷺ) برحق ہیں۔ اور میں جبریل ہیں۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے گئے، اللہ نے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور آپ کے دل کو قرار عطا کر دیا۔ پھر وحی پوری گرمی اور تسلسل سے نازل ہونے لگی۔''

اس حدیث کو محدث محمد ناصر الدین البانی نے "سلسلة الاحاديث الضعيفه:۳/۱۶۰، حدیث:۱۰۵۲" میں ضعیف قرار دیا تھا اور پھر مسلسل تحقیق و بحث کے بعد مذکورہ کتاب کی جلد ۱۰ ص:۴۵۰ اور حدیث نمبر:۴۸۵۸ میں اس کو باطل قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''اس حدیث کی تخریج ابن سعد نے "الطبقات:۱/۹۶" میں اس سند سے کی ہے:

((أخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ ، قَالَ : حَدَّثَنِيْ إبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أبِيْ مُوسَى عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أبِيْ غَطْفَانَ بْنِ طُرَيْفٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ))

''ہم کو محمد بن عمر نے خبر دی، کہا: مجھ سے ابراہیم بن محمد بن ابی موسیٰ نے داؤد بن الحصین سے، انہوں نے ابوغطفان بن طریف سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا.....''

یہ سند موضوع ہے اور اس کی مصیبت یا تو محمد بن عمر الواقدی ہے جس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ حافظ ابن حجر نے "التقریب التهذیب ، ص:۴۳۳، ترجمه:۶۱۷۵ " میں اس کے بارے میں لکھا ہے: ''اپنی وسعت علم کے باوجود متروک ہے۔''

یا ابراہیم بن محمد بن ابوموسیٰ ہے۔ ابن ابی یحییٰ۔ اس کا نام سمعان الاسلمی ہے یہ بھی الواقدی کی طرح متروک ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔'' حافظ ابن حجر نے "تقریب التهذیب، ص:۳۳، ترجمه: ۲۴۱ " میں اس کو متروک لکھا ہے۔ اور "تهذیب التهذیب" میں اس پر طعن کرنے والے ائمہ حدیث کے اقوال نقل کیے ہیں جو تقریباً سب کے سب اس کی تکذیب پر متفق ہیں۔ انہی اقوال میں سے ایک ''الحرابی'' کا یہ قول بھی ہے:

''محدثین نے اس کی روایت کردہ حدیثوں سے اعراض برتا ہے اور ''الواقدی'' نے اس سے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جو موضوع لگتی ہیں، لیکن الواقدی زیادہ برا، تالیف، ہے۔''

سند میں اس کا نام ''ابن ابی موسیٰ'' مذکور ہے جو ''ابن ابی یحییٰ کی تحریف شدہ شکل ہے اور اس کا بھی امکان ہے کہ ''الواقدی'' نے یہ ''تدلیس'' کی ہو، کیونکہ وہ اُس کے علاوہ دوسروں کے ناموں کے بارے میں بھی ''تدلیس'' کا ارتکاب کر چکا ہے۔ چنانچہ عبدالغنی بن سعید المصری نے اس کی ''تدلیس'' کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے:

''وہ ابراہیم بن محمد بن ابی عطاء ہے جس سے ابن جریج نے حدیث روایت کی یہ، وہ عبدالوہاب ہے جس سے مروان بن معاویہ حدیث روایت کیا کرتے تھے، اور وہ ''ابوالذئب'' ہے جس سے ابن جریج حدیث روایت کرتے تھے۔''

البانی آگے چل کر لکھتے ہیں:

''جان لو کہ یہ واقعہ باطل ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث میں شامل ہو گیا ہے جس میں انہوں نے نبی ﷺ پر نزولِ وحی کے آغاز کی کیفیت بیان کی ہے اور اس حدیث کی تخریج کرنے والے بعض محدثین کی روایتوں میں اس کا اضافہ، مدرج' ہو گیا ہے اور صحیح بخاری میں امام الزہری سے جو حدیث (كتاب التعبير ، باب اوّل ما بُدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى ، الرؤيا الصالحه) مروی ہے۔ اس میں بھی ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ''بلاغات'' کے طور پر یہ واقعہ شامل ہے اور جو ''عقیل و معمر عن ابن شہاب الزہری عن عروۃ عن عائشہ'' کی سند سے مروی ہے، اور حدیث کا آخری فرقہ ان الفاظ میں ہے:

((وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ ﷺ ، فِيمَا بَلَغَنَا ، حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُؤُسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ ، فَكُلَّمَا اَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيْلُ ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ! انَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا ، فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَاشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ ، فَيَرْجِعُ ، فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَإِذَا اَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيْلُ ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ))

''اور نزولِ وحی کا سلسلہ ایک عرصہ کے لیے رُک گیا یہاں تک کہ نبی ﷺ غمگین ہو گئے، اور اس واقعہ کے بارے میں ہمیں جو خبر ملی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو اس قدر غم لاحق ہو گیا کہ اس کی وجہ سے آپ نے کئی بار یہ ارادہ کیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں، اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تا کہ اس سے اپنے آپ کو گرا دیں تو جبریل نمودار ہو جاتے اور کہتے: یا محمد! آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، اس طرح آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور دل کو قرار آ جاتا اور آپ واپس چلے جاتے اور جب آپ پر نزولِ وحی کا وقفہ طول پکڑ لیتا تو آپ دوبارہ پہلے کی طرح نکل کھڑے ہوتے اور جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو جبریل دوبارہ نمودار ہو کر وہی کہتے جو پہلے کہہ چکے تھے۔''

''بخاری میں مروی حدیث کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ ''اضافہ'' (فِيمَا بَلَغَنَا '' اور اس کے بعد کا حصہ) عُقیل اور معمر دونوں کی روایتوں میں ہے جبکہ حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ صرف ''معمر'' کی روایت میں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث عقیل کی روایت سے صحیح بخاری کے شروع میں بیان کی ہے اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔'' [كتاب بدء الوحي / باب : ٣، حديث : ٣]

اور اس سے زیادہ مضبوط دلیل تو یہ ہے کہ ابو نعیم نے اپنی ''المستخرج'' میں عقیل کی سند سے اس حدیث کی تخریج شیخ البخاری، یحییٰ بن بکیر کے طریقے سے کی ہے اور اس میں یہ ''اضافہ'' نہیں ہے اور جب معمر کے اشتراک سے یہ حدیث عقیل سے روایت کی ہے تو یہ واضح کر دیا ہے کہ الفاظ معمر کے ہیں اسی طرح الاسماعیلی نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے۔

---

❶ ٦٩٨٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس حدیث کی تخریج امام احمد، امام مسلم، امام الاسماعیلی اور حافظ ابونعیم نے اصحاب اللیث کے متعدد لوگوں کے ''طرق'' سے کی ہے اور جن میں سے کسی میں بھی یہ ٹکڑا نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر ''فتح الباری: ۳/۳۱۱۴'' میں لکھتے ہیں:

''پھر یہ کہ ((فِیما بَلَغَنَا)) کے قائل الزہری ہیں، اور ان کے اس قول کا مطلب ہے کہ اس قصہ سے متعلق نبی ﷺ کے بارے میں ہمیں جتنی خبریں ملی ہیں وہ الزہری کے ''بلاغات'' میں شمار ہوتی ہیں اور وہ ''موصول'' (اس حدیث کا حصہ) نہیں ہیں اور ابن مردویہ کی تفسیر میں ''محمد بن کثیر عن معمر'' کی سند سے جو روایت مذکور ہے اس میں ((فیما بَلَغَنَا)) والا فقرہ نہیں ہے۔ اور اس روایت کے الفاظ ہیں: ((فَتَرَةً حَزَنَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْهَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ .....)) آخر تک اس طرح یہ پورا فقرہ ''عروۃ عن عائشہ'' سے الزہری کی روایت پر اضافہ (مدرج) ہے اور اس فقرہ کے بغیر پہلی روایت ہی مستند ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف اور متن کے اعتبار سے منکر ہے اور ایمان سے معمور دل اُن ضعیف راویوں کی تصدیق پر مطمئن نہیں ہو سکتا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ منسوب کر دیا ہے، جبکہ نبی ﷺ کے ارشادِ مبارک ہے:

((مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيْهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَسُمُّهُ فِیْ يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا ،وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهُ فِیْ يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِیْ بَطْنِهِ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا)) [1]

''جس نے اپنے آپ کو کسی پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دیا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ اپنے آپ کو گراتا رہے گا، اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو مار ڈالا تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ ہمیشہ ہمیش وہ زہر گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو کسی لوہے کے آلہ سے قتل کر ڈالا تو اس کا وہ آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اس آلے سے ہمیشہ ہمیش اپنے پیٹ کو زخمی کرتا رہے گا۔''

اس متفق علیہ حدیث کی روشنی میں کیا اس بات کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ نبی معصوم ﷺ نے یہ ارادہ

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۵۷۷۸۔ صحیح مسلم: ۳۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہوگا کہ اپنے آپ کو کسی پہاڑ سے گرا کر جان دے دیں، حاشا وکلا۔

۱۳۱..... ((لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ﴾ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ : عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَأَبْنَاهُمَا))

''جب آیت: ﴿ قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ﴾ نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ آپ کے کون قرابت دار ہیں جن سے محبت اور دوستی کرنا ہمارے اوپر فرض ہے؟ فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔''

یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی تخریج حافظ الطبرانی نے ''المعجم: ۱/۱۲۴'' میں اور القطیعی نے ''الزیادات علی الفضائل: ۲/۶۶۹'' میں حرب بن حسن الطحان سے روایت کرتے ہوئے کی ہے:

((أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْأَشْقَرُ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قال.....))

''ہم کو حسین الاشقر نے قیس بن الربیع سے، انہوں نے الاعمش سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا.....''

یہ سند تاریک اور متعدد علتوں سے پر ہے:

۱ قیس بن الربیع اپنے بُرے حافظہ کے باعث ضعیف ہے۔

۲ حسین الأشقر: اس کے بارے میں حافظ ابن حجر ''تقریب التہذیب: ۱۰۶، ترجمہ: ۱۳۱۸'' میں لکھتے ہیں:

((صُدُوقٌ يَهِمُ وَيَغْلُوْ فِي التَّشَيُّعِ)) سچا تھا مگر وہم کا مریض تھا اور تشیع میں غلو سے کام لیتا تھا۔''

۳ حرب بن حسن الطحان: اس کے بارے میں امام الذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں امام الازدی کا یہ قول نقل کیا ہے: ''اس کی حدیثیں قوی نہیں ہیں۔''

رہے امام ابن حبان تو انہوں نے اس کو ''ثقات'' میں شمار کیا ہے جیسا کہ لسان المیزان میں مذکور ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی حدیث کی سند میں موجود یہ تینوں علتیں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان تینوں راویوں میں سے کوئی ایک اس حدیث کی اصل علت ہے کیونکہ یہ حدیث اپنے متن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اعتبار سے منکر ہے جس کی نکارت واضح ہے۔ بلکہ دو وجہ سے باطل ہے:

☆ پہلی وجہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں جو قول ثابت ہے وہ اس باطل حدیث کے خلاف ہے اور ان سے صحیح سند سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے ''المودۃ فی القربیٰ'' کی یہ تفسیر سننے پر کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے ''قرابت دار'' ہیں۔'' ناپسند فرمایا تھا اور اس تفسیر سے انکار کیا تھا، چنانچہ امام شعبہ نے روایت کیا ہے:

''مجھ کو عبدالملک نے خبر دی، کہا: میں نے طاؤس کو کہتے ہوئے سنا ہے:

ایک آدمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ﴾ کی تفسیر دریافت کی تو سعید بن جبیر نے کہا: محمد ﷺ کے قرابت دار ''اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے جلد بازی کر دی، درحقیقت قبیلۂ قریش کی کوئی بھی شاخ ایسی نہ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری نہ رہی ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ:

''میں دعوتِ حق کے کام پر تم سے کوئی اجر تو نہیں چاہتا الا یہ کہ تم میرے اور اپنے درمیان قرابت داری اور رشتہ داری کا لحاظ کر کے ''صلۂ رحمی'' سے کام لو۔''

صحیح بخاری میں یہ واقعہ ان الفاظ میں مروی ہے:

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ طَاوُسًا ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ : ﴿ إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ﴾ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : قُرْبَى آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ "فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : عَجِلْتَ ،إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ ، فَقَالَ : إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ)) [1]

''ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے عبدالملک بن میسرہ روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: میں نے طاؤس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ﴾

[1] حدیث: ٤٨١٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں سوال کیا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا: اس سے آلِ محمد ﷺ کے قرابت دار مراد ہیں۔'' اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم جلد بازی کر بیٹھے۔ دراصل قبیلۂ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہیں تھی جس میں نبی ﷺ کی قرابت داری نہ رہی ہو تو فرمایا: الا یہ کہ تم لوگ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ اور قرابت ہے اس کا لحاظ کرو۔''

☆ دوسری وجہ اس کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے جیسا کہ ایک سے زیادہ حفاظ حدیث کا قول ہے، مثلاً حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر وغیرہ۔

تو اللہ تعالیٰ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد سے محبت کا حکم کیوں کر دے سکتا تھا جبکہ ابھی ان کی شادی تک نہیں ہوئی تھی، اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے "فتح الباری: ۲/۲۱۱۰" میں لکھا ہے:

''اس کی سند نہایت کمزور ہے اور اس میں ایک راوی ضعیف اور رافضی ہے جو اس صحیح حدیث کی مخالفت کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے..... اور پھر یہ کہ یہ سورت مکی ہے۔''

لہٰذا اس آیت کی وہی تفسیر صحیح ہے جو اس اُمت کے ترجمان القرآن سے صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں مذکور ہے، بلا شبہ اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک اور ان کا احترام و تعظیم مطلوب ہے کیونکہ ان کا تعلق نہایت پاکباز ذریت سے ہے اور ان کی نسبت اس زمین پر پائے جانے والے اشرف ترین گھرانے سے ہے۔'' [الضعیفہ: ۱۰/۷۲۳، ۷۲۶]

صحیح احادیث میں حضرت علی حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب بیان ہوئے جن کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے خالی ہو، مگر اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آلِ بیت کے مناقب میں جھوٹی حدیثیں وضع کی جائیں یا موضوع اور منکر حدیثوں کو لوگوں میں پھیلایا جائے۔

دوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا کفار سے یہ مطالبہ کہ ''دعوتِ حق کی راہ میں میری کوششوں کا یہ صلہ مجھے دو کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو، عقل و نقل اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے خلاف ہے اور نبی اکرم ﷺ تو سید المرسلین تھے، پھر آپ ان سے یہ مطالبہ کیونکر کر سکتے تھے؟

رہا نبی اکرم ﷺ کا کفار سے یہ مطالبہ کہ ''اگر تم میری دعوت کو سُن اور قبول نہیں کر رہے ہو تو کم از کم یہ ستم تو نہ کرو کہ عربوں میں تم ہی میری عداوت اور دشمنی میں سب سے آگے نکل جاؤ، تم لوگوں سے میرا خونی رشتہ ہے، بعثت سے قبل تم میری تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے آخر میرے اندر وہ کونسی تبدیلی آ گئی ہے کہ تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ میری عداوت اور دشمنی پر تُل گئے ہو، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اور جس چیز کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں اس میں تو تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے، مزید یہ کہ میں یہ کام خالص لوجہ اللہ کر رہا ہوں، مجھے تمہارا کوئی صلہ نہیں چاہیے اس لیے کہ کم از کم میری قرابت کا اعتبار کرتے ہوئے میری دعوت سنو تو سہی'' تو آپ کا یہ مطالبہ عین قرین عقل ہے۔

۱۳۲ ..... ((كَانَ إِذَا نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ قَالَ : اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَبِرًّا وَمَهَابَةً))

''جب نبی ﷺ بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے: اے اللہ! تو اپنے اس گھر کی عزت، عظمت، احترام اور بزرگی اور ہیبت میں اضافہ کر۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت طبرانی نے "المعجم الکبیر :۱/۳۱۲، ۳۱۳" اور "المعجم الاوسط: ۱/۱۱۷" میں اور انہی سے عبدالغنی المقدسی نے "السنن :۲/۳۱۴" میں عمر بن یحییٰ الایلی کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْكُوزِيُّ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ مَرْفُوعًا))

''ہم سے عاصم بن سلیمان الکوزی نے، زید بن اسلم سے، انہوں نے ابوالطفیل اور انہوں نے حذیفہ بن اسید سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

حافظ الطبرانی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یہ حدیث ابی سریحہ سے صرف اسی سند سے روایت کی جاتی ہے جس کی روایت میں عمر منفرد ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''عمر بن یحییٰ الایلی کے بارے میں امام عبداللہ بن عدی کا قول ہے کہ وہ حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا۔''

اور عاصم بن سلیمان الکوزی عمر بن یحییٰ سے بھی زیادہ برا تھا، وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ الفلاس، ابن عدی اور الساجی نے تصریح کی ہے اور الہیثمی نے اس حدیث کی یہی علت بیان کی ہے مگر عاصم کو ''مجمع الزوائد: ۳/۲۳۸'' میں متروک لکھا ہے۔'' [الضعیفہ: ۹/۲۲۷-۲۲۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۳ ..... ((كَانَ إِذَا وَطِئَ أَثَّرَ قَدَمُهُ فِي الْحَجَرِ وَإِذَا وَطِئَ فِي الرَّمْلِ لَمْ يَكُنْ يُؤَثِّرُ))

''جب نبی ﷺ پتھر کو روندتے تھے تو پتھر پر آپ کے قدم مبارک کا نشان پڑ جاتا تھا اور جب آپ ریت پر زور سے پاؤں رکھتے تھے تو اس پر کوئی نشان نہیں پڑتا تھا۔''

یہ روایت باطل ہے۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ: ''نبی ﷺ کی سیرت پاک سے واقف کسی عالم نے یہ روایت نقل نہیں کی ہے۔'' [الفوائد الموضوعه فی الاحادیث الموضوعه، ص: ۷۲، حدیث: ۲]

۱۳۴ ..... ((أَخَذْتُ مِنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ لَا يُصِيبُكَ الشَّرُّ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے چند بال لے لیے تو فرمایا: تمہیں کوئی مصیبت اور برائی لاحق نہیں ہوگی۔''

یہ موضوع ہے۔ اس کی سند میں ابوعمر البجلی ہے جو موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔

[معرفة التذكرة فی الاحادیث الموضوعه ، ص: ۸۷، حدیث: ۳۱]

۱۳۵ ..... ((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ اخْرَجْتَنِي مِنْ أَحَبِّ الْبِقَاعِ إِلَيَّ فَأَسْكِنِّي فِي أَحَبِّ الْبِقَاعِ إِلَيْكَ " فَأَسْكَنَهُ اللّٰهُ الْمَدِينَةَ))

''نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اے اللہ! تو نے مجھے اس خطۂ زمین سے نکال دیا جو مجھے بے حد پسند تھا تو اب مجھے اس خطۂ زمین میں آباد کر دے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ میں آباد کر دیا۔''

امام ابن تیمیہ نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور امام الذہبی کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین جگہ مکہ ہے۔'' [الفوائد الموضوعه، حدیث: ۱۳۶]

۱۳۶ ..... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ !أَيْنَ كُنْتَ وَآدَمُ فِي الْجَنَّةِ؟ قَالَ : كُنْتُ فِي صُلْبِهِ ،وَأُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ وَأَنَا فِي صُلْبِهِ ، وَرَكِبْتُ السَّفِينَةَ فِي صُلْبِ أَبِي ، نُوحٍ ، وَقُذِفَ بِي فِي النَّارِ فِي صُلْبِ أَبِي : إِبْرَاهِيمَ ، لَمْ يَلْتَقِ لِي أَبَوَانِ قَطُّ عَلَى سِفَاحٍ ، لَمْ يَزَلْ يَنْقُلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ النَّقِيَّةِ مُهَذَّبًا ، لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ إِلَّا كُنْتُ فِي خَيْرِهِمَا فَأَخَذَ اللّٰهُ لِي بِالنُّبُوَّةِ مِيثَاقِي ، وَفِي التَّوْرَاةِ بَشَّرَ بِي ، وَفِي الْإِنْجِيلِ شَهَّرَ إِسْمِي تُشْرِقُ الْأَرْضُ لِوَجْهِي وَالسَّمَاءُ لِرُؤْيَتِي وَرُقِّيَّ بِي فِي سَمَائِهِ وَشَقَّ لِي إِسْمًا مِنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِسْمَائِهِ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَأَنَا مُحَمَّدٌ))

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس وقت کہاں تھے جب آدم جنت میں تھے؟ فرمایا: میں اُن کے صلب (ریڑھ کی ہڈی) میں تھا اور جب اُن کو زمین پر اُتارا گیا تو اس وقت بھی میں ان کے صلب میں تھا اور میں اپنے باپ نوح علیہ السلام کے صلب میں سفینۂ نوح میں سوار ہوا اور مجھے میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کے صلب میں رکھ کر آگ میں پھینکا گیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے والدین آپس میں بدکاری کی حالت میں ایک دوسرے سے ملے ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے برابر پاک ریڑھ کی ہڈیوں (اصلاب) سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا درانحالیکہ میں ہر وقت تہذیب یافتہ تھا اور جب بھی لوگوں کی دو شاخیں بنیں تو میں ان میں سے سب سے بہتر شاخ میں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کا لوگوں سے عہد لیا، تورات میں میری بشارت دی اور انجیل میں میرے نام کو شہرت سے نوازا۔ زمین میرے چہرے کی وجہ سے روشن ہے اور آسمان میرے دیدار کے باعث منور ہے اور مجھے اللہ کے آسمانوں کی بلندیوں میں لیجایا گیا اور اللہ نے اپنے نام سے میرا نام نکالا اس طرح عرش والا محمود اور میں محمد ہوں۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی سند میں شامل تین راوی ہناد النسفی اور علی بن محمد بن بکران اور ابو صالح خلف بن محمد بن اسماعیل ہیں:

- ہناد بن ابراہیم ابو المظفر النسفی موضوع روایات کا راوی تھا۔
- اس کا شیخ علی بن محمد بن بکران وضاع حدیث تھا۔
- اور علی بن محمد کا شیخ خلف بن محمد بن اسماعیل ابو صالح پر امام ابن الجوزی نے حدیثیں وضع کرنے کا الزام لگایا ہے۔'' [تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة: ۱/ ۳۲۱]

۱۳۷..... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى فَضَّلَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَى الْمُقَرَّبِيْنَ ، لَمَّا بَلَغْتُ السَّمَاءَ السَّابِعَةَ لَقِيَنِيْ مَلَكٌ مِنْ نُوْرٍ عَلَى سَرِيْرٍ مِنْ نُوْرٍ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَاوحى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَيُسَلِّمُ عَلَيْكَ صَفِيِّيْ وَنَبِيِّيْ فَلَمْ تَقُمْ لَهُ ، وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَتَقُوْمَنَّ فَلَا تَقْعُدُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ نے مرسلین کو مقربین پر فضیلت دی ہے، جب میں ساتویں آسمان پر، معراج کی رات پہنچا تو مجھ سے نور کا ایک فرشتہ ملا جو نور کی ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی کی کہ میرا صفی اور میرا نبی سلام کرے اور تو اس کے لیے کھڑا نہ ہو، میری عزت و جلال کی قسم تو ضرور کھڑا ہو گا اور تجھے قیامت تک بیٹھنا نصیب نہ ہو گا۔''

حافظ الخطیب البغدادی نے اس کی روایت کی ہے اور اس کو موضوع اور باطل قرار دیا ہے، اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن مسلمہ الواسطی کے، میں نے ہبۃ اللہ الطبری کو ''ابن مسلمہ'' کی تضعیف کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس طرح میں نے ابو محمد الخلال کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ بے حد ضعیف ہے۔ [تنزیہ الشریعۃ: ۱/ ۳۲۶]

۱۳۸ ..... ((أَدَّبَنِيْ رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبِي))

''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہترین ادب سکھایا یا میرے رب نے مجھے ادب و اخلاق کی تعلیم دی پس بہترین تعلیم دی''

امام ابن تیمیہ نے '' احادیث القصاص: ۹۴ ، ح: ۷۸ '' میں اس کو معناً صحیح بتایا ہے، مگر سند کے اعتبار سے اس کو بے بنیاد قرار دیا ہے، یعنی یہ عبارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک نہیں ہے۔

اور حافظ اسماعیل بن محمد العجلونی '' کشف الخفاء و مزیل الالباس: ۱/ ۷۰ ، ح: ۱۶۴'' میں لکھتے ہیں: ''اس کی روایت العسکری نے ..... علی بن سعید ..... علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے، ہنو نہد بن زید نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم لوگ تہامہ کی لڑائیوں سے آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ کہا: اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خطبہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا ذکر کیا ہے، پھر کہا: ''ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم لوگ ایک باپ کے بیٹے ہیں اور ہماری نشو و نما بنی سعد بن بکر میں ہوئی ہے۔'' اس کی سند بیحد ضعیف ہے، اگرچہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر نے اپنے بعض فتووں میں اس پر صرف ''غریب'' ہونے کا حکم لگانے پر اکتفا کیا ہے۔''

حافظ العجلونی نے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افصح العرب ہونے کے موضوع پر متعدد روایات کا ذکر کیا ہے، جن میں سے کسی کی سند بھی صحیح نہیں اور ساری روایتوں کی سند السدی عن علی پر گھومتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس حدیث کو ابو الفضل بن ناصر کے علاوہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے بھی ''صحیح الاسناد'' نہیں قرار دیا ہے۔ [الضعیفه: ۱/ ۱۷۳، احادیث القصاص ، ح: ۷۸ ، المقاصد الحسنة : ۲۹ ، کشف الخفاء : ۱/ ۷۰ ، ح: ۱٦٤، تذکرة الموضوعات: ۸۷ اور الفوائد الموضوعة ، ح: ٤۹]

یہاں پر یہ واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا عربوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہونا ایک مسلمہ امر ہے اور آپ کی اس صفت کو ثابت کرنے کے لیے ہم بے بنیاد اور باطل روایات کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی صحیح احادیث اس کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔

۱۳۹ ..... ((وَلِدْتُ فِيْ زَمَنِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : بُعِثْتُ فِيْ زَمَنِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ))

''میں منصف بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے میں عادل بادشاہ کے زمانے میں مبعوث ہوا۔''

یہ حدیث موضوع، بے اصل اور نبی ﷺ کی طرف منسوب جھوٹ ہے۔ اس بے بنیاد روایت میں عادل بادشاہ سے مراد کسریٰ نوشروی کو لیا گیا ہے۔

حافظ العجلونی ''کشف الخفاء: ۲/ ۳۴۰ ، ۳۴۱'' میں لکھتے ہیں:

''الصنعانی نے اس روایت کو '' **ملكٍ عادلٍ** ''یعنی نکرہ نقل کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ یہ موضوع ہے۔ اور حافظ السخاوی نے '' **المقاصد الحسنة** ، ح: ۴۵۴ '' میں اس کو بے اصل اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔ اور ابو سعید الحافظ السمعانی نے لکھا ہے کہ ابو بکر القاضی الجبری نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ صالحین میں سے ایک شیخ نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا اور آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ایک عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور جب میں نے ابو عبداللہ الحافظ الحاکم سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ خبر جھوٹ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابو عبداللہ نے سچ کہا۔''

۱٤۰ ..... ((مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ ، فَكَأَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ))

''جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔''

یہ حدیث باطل ہے، اس کی روایت الدارقطنی نے "السنن: ۲۷۹، ۲۸۰" میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ هَارُوْنَ أَبِیْ قَزَعَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ حَاطِبٍ عَنْ حَاطِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:))

''ہارون ابوقزعہ سے روایت ہے، انہوں نے آل حاطب کے ایک آدمی سے روایت کیا۔ اور اس نے حاطب سے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:''

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''یہ سند ضعیف ہے، جس میں دو علتیں ہیں:

① آل حاطب کا آدمی مجہول ہے، اس لیے کہ اس کا نام مذکور نہیں ہے۔''

② ہارون ابوقزعہ ضعیف ہے، یعقوب بن شیبہ نے اس کی تضعیف کی ہے اور العقیلی، الساجی اور ابن الجارود نے اس کو ''الضعفاء'' میں شمار کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور مثال میں یہی حدیث پیش کی ہے، لیکن حاطب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا ہے، اس طرح یہ حدیث ''مرسل'' ہے۔ موصول نہیں ہے۔ اور اس کی طرف امام محمد بن الحسین الازدی نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے: ''ہارون ابوقزعہ آلِ حاطب کے ایک آدمی سے ''مرسل'' احادیث روایت کرتا تھا۔''

گویا اس طرح اس حدیث میں تین علتیں جمع ہوگئیں۔ یعنی تیسری علت ہارون کی سند میں اختلاف اور اضطراب ہے، چنانچہ بعض لوگوں نے اس کی روایت ''موصولا'' کی ہے اور بعض نے ''مرسلا''

یہی حدیث ایک دوسری سند سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو اس سے زیادہ کمزور ہے۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ حَجَّ ، فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ ، كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ))

''جس نے حج کیا، پس میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی طرح ہوگیا، جس نے میری زندگی میں زیارت کی۔''

امام ابن عدی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے: ((وَصَحِبَنِیْ)) اور جس کو میری صحبت کا شرف حاصل رہا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی تخریج الطبرانی نے " المعجم الکبیر: ۲۰۳/۳ " اور " المعجم الاوسط: ۱۲۶/۱ " میں، ابن عدی نے " الکامل " میں۔ الدارقطنی نے " السنن، ص: ۲۷۹ " میں، البیہقی نے " السنن: ۲۴۶/۵ " اور السلفی نے " الثانی عشر مِنَ المشیخة البغدادیه: ۵۴/۲ " میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ حَفْصِ بْنِ سُلَيْمَانَ أَبِيْ عُمَرَ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا بِهِ))

''حفص بن سلیمان ابی عمر سے روایت ہے، انہوں نے اللیث بن ابی سلیم سے روایت کیا، انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا۔''

یہ سند بیحد ضعیف ہے، جس کی دو علتیں ہیں:

☆ اللیث بن ابی سلیم ذہنی توازن کھو بیٹھنے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ حفص بن سلیمان: القاریٔ اس کو الغاضری بھی کہتے ہیں۔ بیحد ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے " تقریب التهذیب ، ص: ۱۱۱ ، ترجمه: ۱۴۰۵ " میں لکھا ہے کہ: ''وہ متروک الحدیث ہے۔''

اور امام یحییٰ بن معین نے اس کو ''کذاب'' بتایا ہے جیسا کہ امام ابن عدی نے ''الکامل'' میں لکھا ہے۔ اور حافظ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''کذاب تھا اور حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔'' [تنزیه الشریعة ، ترجمه: ۳۵]

حافظ العلامہ محمد بن عبدالہادی نے " الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ، ص: ۶۳ " میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی بھی سند قابل اعتماد نہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ " القاعدة الجلیلة ، ص: ۵۷ " میں تحریر فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت سے متعلق تمام احادیث ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں، اسی وجہ سے صحیحین اور سنن میں اس طرح کی حدیثیں مروی نہیں ہیں، بلکہ ان کی روایت اُن علمائے حدیث نے کی ہے، جو ضعیف احادیث روایت کیا کرتے تھے، جیسے الدارقطنی اور البزار وغیرہ۔''

اس کے بعد امام تیمیہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس حدیث کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ اس کا متن دین اسلام کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ جس شخص کو نبی ﷺ کی زیارت آپ کی زندگی میں نصیب ہوگئی اس کا شمار آپ کے اصحاب میں ہوتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کے پاس ہجرت کرنے والوں اور آپ کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ ، فَلَوْ أَنَّ اَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ)) ❶

''میرے اصحاب کو برا مت کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا..... اللہ کی راہ میں..... خرچ کرے تب بھی وہ اُن کے ایک ''مُد'' بلکہ آدھے ''مُد'' کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔''

اور صحابہ کے بعد ایک آدمی اُن اعمال کے ذریعہ بھی ان کے مثل نہیں ہوسکتا جو فرض ہیں، جیسے حج، جہاد اور پنج وقتہ نمازیں میں نیز آپ ﷺ پر دُرود، تو پھر ایک ایسے عمل کے ذریعہ ان کے برابر کس طرح ہوسکتا ہے، جو مسلمانوں کے اتفاق سے واجب نہیں ہے۔

محدث محمد ناصر الدین البانی امام ابن تیمیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے ہم مسلک سلفی علماء نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت سے روکتے ہیں، تو ان کا یہ خیال کذب وافتراء ہے، جو پہلی بار ان پر نہیں لگایا گیا ہے کیونکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابوں کا جس نے مطالعہ کیا ہوگا اس کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ نہ صرف یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی مشروعیت کے قائل تھے بلکہ اس کو مستحب مانتے تھے، بشرطیکہ اس موقع پر شریعت کے خلاف کسی عمل یا بدعت کا ارتکاب نہ کیا جائے۔'' [الضعيفه : ۱/ ۱۲۰، ۱۲٤ اور ۳/ ۸۹، ۹۱، تنزيه الشريعة : ۱/ ٥٤]

۱٤۱ ..... ((حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا أَحْسِبُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ بِمَكَّةَ ، فَقَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى ﴾ " فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ: تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَى وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجَى" الشَّفَاعَةُ مِنْهَا تُرْتَجَى ، قَالَ : فَسَمِعَ ذَلِكَ مُشْرِكُو

❶ البخاري ، ح: ۳٦۷۳ ، مسلم ، ح: ۲٥٤۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَكَّةَ فَسُرُّوا بِذَلِكَ فَاشْتَدَّ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَّلاَ نَبِيٍّ إِلاَّ إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ آيَاتِهِ ﴾))

[رواه البزار في المسند ، ح: ٢٢٦٣]

''ہم سے یوسف بن حماد نے بیان کیا، کہا: ہم سے امیہ بن خالد نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے ابی بشر سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابن عباس نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ نبی ﷺ مکہ میں تھے اور آپ نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی اور جب آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى ﴾ پر پہنچے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوگئے: ((تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَى وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجَى)) اور ایک دوسری روایت میں ہے: ((الشفاعة منها تُرتجى)) ابن عباس فرماتے ہیں: مشرکین مکہ نے یہ عبارت سنی تو اُن کو بڑی خوشی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ پر یہ بات بڑی شاق گزری، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَّلاَ نَبِيٍّ إِلاَّ إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ آيَاتِهِ ﴾''

یہ قصہ اپنی سند اور متن کے اعتبار سے بے بنیاد ہے اس قصہ کو ابن جریر الطبری، الزمخشری اور الواحدی نے اپنی تفسیروں میں، موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں، ابن اسحاق نے الطبقات میں، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، بزار، ابن مردویہ اور الطبرانی نے اپنے احادیث کے مجموعوں میں نقل کیا ہے۔ اور ابن کثیر، البیہقی، قاضی عیاض، ابن خزیمہ، قاضی ابوبکر ابن العربی، امام رازی، القرطبی، بدرالدین العینی اور الشوکانی نے اس قصہ کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر '' ۳/۲۳۹ '' میں لکھا ہے:

''بہت سے مفسرین نے ''الغرانیق'' کا قصہ بیان کا ہے اور جن سندوں سے بیان کیا ہے وہ سب'' مرسل'' ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صحیح اور قابل اعتماد طریقے سے رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عیاض نے اس قصہ پر متعدد پہلوؤں سے گرفت کی ہے۔ کہتے ہیں:

''اس قصہ کے بے بنیاد ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس کو صحیح احادیث روایت کرنے والے ائمہ میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے اور نہ تو کسی ثقہ راوی ہی نے علتوں سے پاک اور متصل سند سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور یہ قصہ اپنے ناقلین کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ، اپنی روایتوں میں اضطراب.....اختلاف.....سند میں انقطاع اور الفاظ میں اختلاف کے عیوب بھی لیے ہوئے ہے، دراصل اس کہانی کو نقل کرنے میں انہی مفسرین اور مؤرخین نے دلچسپی لی ہے، جو ہر انوکھی اور عجیب وغریب چیزوں کے دلدادہ ہوتے ہیں اور کتابوں سے ہر رطب ویابس اور صحیح اور غلط باتوں کو آنکھیں بند کر کے نقل کر لیتے ہیں۔'' [الشفاء: ۲/ ۷۵۰]

اور شیخ محمد ناصر الدین البانی نے شیخ غزالی کی کتاب '' فقه السيرة ، ص: ۱۱۳ '' کے حاشیہ پر لکھا ہے:

''مشرکین نے خود یہ بے بنیاد اور جھوٹی کہانی گھڑ کر پھیلائی ہے اور اس کا بھی امکان ہے کہ یہ قصہ بعد میں گھڑا گیا ہو۔ انہوں نے اس قصہ کو باطل اور بے بنیاد ثابت کرنے کے لیے ''نصب المجانيق لنسف قصه الغرانيق '' کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔''

اس من گھڑت قصہ سے نبی ﷺ کی عصمت پر براہِ راست زد پڑتی ہے۔ امام ابن ابی حاتم '' الجرح والتعديل '' کے مقدمہ '' ص: ۳۵۱ '' میں لکھتے ہیں:

''کسی حدیث کی صحت اس کی روایت کرنے والوں کی عدالت سے معلوم کی جاتی ہے، نیز یہ کہ اس کا متن اور مضمون ایسا ہو، جو ''کلام نبوت'' ہونے کی صفت رکھتا ہو۔''

ان جلیل القدر علماء کے ان اقوال سے قطع نظر کیا کوئی معمولی ذہن ودماغ رکھنے والا بھی اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو پوری زندگی ''توحید خالص'' کی دعوت دیتے رہے اور ''عقیدے'' کے معاملے میں کبھی اونی سی نرمی اور ''مداہنت'' (بددیانتی) سے کام نہیں لیا، اچانک آپ پر ایک ایسا وقت آ گیا کہ مشرکین کو خوش کرنے کے لیے نعوذ باللہ ان کے معبودان باطل کی بڑائی کرنے لگے اور اپنی اس بات اللہ کے کلام میں شامل کر دیا۔

اور اگر یہ بات آپ کی زبان مبارک سے سہواً نکل گئی تھی یا یہ کہ شیطان نے درمیان میں اپنی مشرکانہ عبارت شامل کر دی تو پھر ''عصمتِ رسول'' کے عقیدے کے کیا بنے گا؟

مزید یہ کہ مشرکین اہل زبان تھے۔ وہ سلسلۂ کلام کو سن رہے تھے ارشاد ہو رہا تھا: ''اے بت پرستو! کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم نے لات اور عزیٰ پر غور کیا۔ اور تیسری دیوی منات پر۔'' یہاں پہنچ کر آپ کی زبان مبارک سے نعوذ باللہ یہ الفاظ جاری ہو گئے اور یہ بلند مرتبہ غرانیق بیشک ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔ پھر سابقہ سلسلۂ کلام بحال ہو گیا اور فرمایا: جانے لگا،'' کیا بیٹے تمہارے لیے ہیں اور بیٹیاں اللہ کے لیے یہ تو بڑی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ یہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے تو ان کے لیے سند نازل نہیں فرمائی ہے، تم لوگ تو صرف گمان اور خواہشات نفس کی اتباع کر رہے ہو۔''

کیا اس تضاد بیانی کو وہ قبول کر سکتے تھے؟ خوش ہونا اور نبی ﷺ کے ساتھ سجدہ کرنا تو دور کی بات ہے۔

اور اگر اُن لوگوں کی بات مان لی جائے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ کلمات رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلے تھے بلکہ شیطان آپ کی تلاوت میں دراندازہ ہو گیا تھا اور آپ کی آواز میں آواز ملا کر اس نے یہ کلمات کہلائے تھے۔''

تو اس سے دو باتیں لازم آتی ہیں:

☆ پہلی بات یہ کہ "وصنوة الثالثه الاخرى "کہہ کر نبی ﷺ اتنی دیر خاموش رہے تھے کہ شیطان یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرے۔

☆ دوم یہ کہ شیطان کی آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اس قدر مشابہ تھی کہ مشرکین تمیز نہ کر سکے اور دھوکا کھا گئے۔

تو یہ دونوں باتیں باطل اور رسول اکرم ﷺ کی عصمت کے منافی ہیں۔ شیطان کو اگر یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ کے محبوب بندوں کو گمراہ کر سکے تو وہ الصادق المصدوق ﷺ کی تلاوت میں در انداز کس طرح ہو سکتا تھا؟

رہا شیطان کا اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے اس طرح مشابہ بنا لینا کہ جو لوگ بچپن سے آپ کی منفرد آواز سنتے آ رہے تھے، وہ دھوکا کھا گئے اور اس کی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سمجھ بیٹھے تو شیطان کے لیے ایسا کرنا محال ہے کیونکہ اگر شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ نبی ﷺ کی شکل کی مشابہت اور مماثلت اختیار کر سکے تو اس کو بدرجۂ اولیٰ یہ قدرت حاصل نہیں ہونی چاہیے کہ وہ آپ کی آواز میں اپنی آواز ملا دے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وَمَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ ، فِيْ صُوْرَتِيْ)) ❶

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا ، کیونکہ شیطان میری مماثلت یا مشابہت اختیار نہیں کر سکتا۔''

کاش لوگوں نے اسی پر اکتفا کیا ہوتا لیکن انہوں نے تو یہ ستم کر ڈالا کہ سورۃ الحج کی آیت :۵۲ کو اس افترا اور جھوٹے قصے سے جوڑ دیا اور آیت میں مذکور ''تَمَنّٰی کو قَرَأَ یَتْلُوْ کے معنی میں کر دیا اس طرح اس آیت مبارکہ سے یہ دلیل اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ ''اگر نبی ﷺ کی قرأت یا تلاوت میں شیطان اثر انداز ہو گیا تھا اور اس نے ''وحی الٰہی'' میں اپنی طرف سے کچھ باتیں شامل کر دی تھیں تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شیطان تو ہر نبی اور رسول کے ساتھ ایسا کرتا آ رہا ہے اور ان کی تلاوتوں میں اپنی طرف سے کفر و شرک کی باتیں ملاتا رہا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ اپنی وحیوں یا رسولوں پر نازل کردہ اپنی کتابوں کو کفر و شرک کی باتوں سے پاک کر کے ان کو واضح و محکم کر دیتا تھا۔

اور عجیب تو یہ ہے کہ سورۃ الحج کی مذکورہ آیت جس میں لوگوں کے زعم باطل کے مطابق قرآن میں شیطانی ملاوٹ کی وجہ جواز بیان کی گئی ہے ۔ ۱۰ ھجری میں نازل ہوئی اور سورۃ النجم جس میں شیطانی آمیزش کا دعویٰ کیا گیا ہے بعثت کے پانچویں سال نازل ہوئی گویا اس واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ۷ یا ۸ سال خاموش رہا پھر یہ اعلان فرمایا کہ نبی ﷺ کی تلاوت میں یہ شیطانی ملاوٹ تو قدیم سنت ہے جس سے تمام رسول اور نبی دوچار ہوتے رہے ہیں؟

درحقیقت سورۃ الحج کی آیت نمبر:۵۲ میں فعل '' تَمَنّٰی '' کے یہ شاذ معنی: پڑھا اور تلاوت کی'' بیان ہی اس لیے کیے گئے ہیں تا کہ مذکورہ بے بنیاد اور باطل روایت صحیح ثابت کی جا سکے ۔ ورنہ خود اس آیت کی اندرونی شہادت اس کے خلاف ہے، پوری آیت مبارکہ یہ ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ أُمْنِيَّتِهِ ﴾ [الحج: ۵۲]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کے ساتھ نبی کا ذکر بھی فرمایا ہے جو یقیناً رسول کا مترادف اور ہم معنی نہیں ہے کیونکہ مترادفات کو اس طرح جمع نہیں کیا جاتا اور یہ بات معلوم و معروف ہے کہ رسول صاحب رسالت و شریعت کو کہتے ہیں جبکہ نبی سابق رسول اور اس کی شریعت کے تابع ہوتا ہے اس پر کوئی نئی شریعت

❶ بخاری ، حدیث: ۶۱۹۷۔ مسلم، حدیث: ۲۱۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل نہیں ہوتی اگر نبی رسول کے زمانے میں اس کے ساتھ ہی مبعوث ہوا ہے تو اس کی حیثیت مستقل بالذات کی نہیں بلکہ رسول کے تابع کی ہوتی ہے مثلاً جو نسبت حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی یا حضرت لوط علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔

رہا وہ نبی جو رسول کی وفات کے بعد آتا ہے تو وہ سابق رسول کی شریعت کا مبلغ ہوتا ہے اس کی حیثیت مستقل بالذات مشرع کی نہیں ہوتی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو دراصل شریعت موسوی ہی کے داعی تھے کوئی نئی شریعت دے کر مبعوث نہیں ہوئے تھے۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ شریعت کی تکمیل تو رسول کے ذریعہ کر دی جاتی ہے اور اللہ کے نازل کردہ کتاب کی تبلیغ اور تلاوت کا مجاز وہی ہوتا ہے نبی اس کے تابع ہوتا ہے۔ اس تناظر میں "تمنی" کے معنی "قرأ" پڑھا، یا تلا، تلاوت کی۔ رسول پر تو صادق آتے ہیں مگر نبی پر صادق نہیں آتے کیونکہ یہ اس کے فرائض منصبی میں داخل نہیں جبکہ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے "تمنی" فعل کی نسبت رسول اور نبی دونوں کی طرف کی ہے۔ لہٰذا اگر شیطان نے رسول کی تلاوت میں کوئی آمیزش کر دی تو بلا شبہ وہ مشکوک ہو گئی اور اس سے اس کو پاک کرنا ضروری ہے، رہا نبی تو اس کی تلاوت میں شیطانی ملاوٹ کوئی اثر نہیں ڈالے گی، کیونکہ وہ جس کتاب کی تلاوت کر رہا ہے وہ تو "محکم" ہو چکی ہے۔

اس طرح سورۃ الحج کی آیت: ۵۲ خود اس افترا اور من گھڑت قصے کے باطل ہونے کی شہادت دے رہی ہے۔ اس طرح اس آیت مبارکہ کے فعل "تمنی" کا ترجمہ "قرأ" یا "تلا" کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ مذکورہ آیت سے پہلے اور بعد میں قرآن کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا اگر "تمنی" کے بجائے فعل صریح "قرأ" یا "تلا" آیا ہوتا تو قرآن کو اس کا مفعول بہ قرار دینا جائز اور عام عربی اسلوب کے مطابق تھا مگر ایک ایسے فعل کا اس کو مفعول بہ قرار دینا جو اس کا مفہوم صریح نہیں ہے بلکہ "پڑھنا اور تلاوت کرنا" اس کے شاذ معنی ہیں، کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

لہٰذا اس آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے:

"اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی مگر جب اس نے تمنا کی تو شیطان اس کی تمنا، اور خواہش میں خلل انداز ہو گیا۔"

مطلب یہ ہے کہ رسول اور نبی کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دعوت پھیلے اور لوگ اس پر ایمان لائیں مگر شیطان پوری کوشش کر کے اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتا رہتا ہے، مگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالآخر اللہ تعالیٰ شیطان کی چال کو ناکام بنا دیتا ہے، اپنی آیات کو محکم بنا دیتا ہے اور حق کو فتح یاب کرتا ہے۔

وہ اصل واقعہ جس کی بنیاد پر شیطان نے اتنا بڑا جھوٹ تصنیف کر کے لوگوں میں پھیلا دیا اور بعض مفسرین، مؤرخین اور سیرت نگار اس کو لے اُڑے صرف اتنا تھا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حرم پاک میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی اور سورت کے ختم کرنے کے بعد جب آپ نے سجدہ کیا تو حرم میں موجود مسلم اور مشرک سب سجدے میں گر گئے۔ قرآن پاک کے مؤثر اندازِ بیان اور رسول اللہ ﷺ کی پرسوز آواز سے سب لوگ مسحور ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ اہل شرک بھی بے خودی میں سجدے میں گر گئے، صحیح حدیث میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

((حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ : أَخْبَرَنِي أَبُو مُحَمَّدٍ الزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ (وَالنجم) فَسَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلًا رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ ،فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ)) [1]

''ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا، کہا: مجھ کو ابو محمد الزبیری نے خبر دی، کہا: ہم سے اسرائیل نے ابو اسحاق سے، انہوں نے الاسود بن یزید سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: وہ پہلی سورت جو نازل ہوئی اور جس میں سجدہ ہے (والنجم) ہے، کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور جو آپ کے پیچھے تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک آدمی کے، میں نے اس کو دیکھا اس نے ایک مٹھی مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا، اور اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ حالتِ کفر میں قتل کیا گیا، اور وہ اُمیہ بن خلف ہے۔''

اور صحیح مسلم میں ہے کہ: نبی ﷺ نے ''والنجم'' پڑھی اور اس میں موجود آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا۔

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں، مذکورہ حدیث کے بعد اتنا اضافہ بھی ہے کہ: نبی ﷺ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس سب نے سجدہ کیا۔

ممکن ہے کہ بعد میں جب مشرکین کو اپنے اس فعل پر پشیمانی ہوئی ہو تو انہوں نے وجہ جواز کے طور پر یہ

[1] بخاری، حدیث: ٤٨٦٣۔ مسلم، حدیث: ١٢٩٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہانی گھڑلی ہو کہ محمد ﷺ کی زبان سے اپنے بتوں کی تعریف سُن کر انہوں نے سجدہ کیا تھا، اور اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ عصرِ صحابہ کے بعد زنادقہ نے جب صحیح حدیث میں یہ واقعہ پڑھا ہو تو ان کے ابلیسی دماغ نے یہ جھوٹا قصہ گھڑ کر لوگوں میں پھیلا دیا ہو۔

۱۴۲ ..... ((كَانَ يَرَى فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَى فِي الضَّوْءِ))

''نبی ﷺ تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے ہیں۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی روایت تمام بن محمد الدمشقی نے "الفوائد: ۱.۲/۲۰۷" میں ابن عدی نے "الکامل: ۲/۲۲۱" میں، اور انہی سے البیہقی نے "دلائل النبوۃ: ۶/۷۵" میں، الخطیب البغدادی نے "تاریخ بغداد: ۴/۲۷۲" میں اور الضیاء المقدسی نے "المنتقی من حدیث ابی علی الاوفی: ۱/۲" میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ هِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوعًا))

''عبداللہ بن المغیرہ سے روایت ہے، انہوں نے المعلی بن ہلال سے روایت کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا.....''

امام البیہقی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس سند میں ضعیف راوی شامل ہے۔''

محدث محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''بلکہ بے حد ضعیف راوی شامل ہے اور اس سند کی آفت یہی عبداللہ بن المغیرہ ہے، اس کو عبداللہ بن محمد بن المغیرہ کہا جاتا تھا، اس کے بارے میں العقیلی کا قول ہے کہ:

''وہ ایسی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔''

حافظ احمد بن عبداللہ بن یونس کہتے ہیں:

''وہ منکر الحدیث تھا۔''

امام الذہبی نے اس کی جو بے بنیاد حدیثیں نقل کی ہیں، ان میں سے ایک یہی موضوع حدیث ہے، اور اس کی روایت کردہ حدیثوں کے بارے میں لکھا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ سب موضوع ہیں۔''

البانی آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ابن المغیرہ کے شیخ المعلی بن ھلال پر اس موضوع روایت کو محمول کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کے کذاب ہونے پر نقادِ حدیث کا اتفاق ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "التقریب، ص: ۴۷۳، ترجمہ: ۶۸۰۷" میں لکھا ہے:

یہ موضوع حدیث دوسرے ''طرق'' سے بھی مروی ہے، مگر ان میں سے کوئی قابلِ اعتبار نہیں ہے۔'' [الضعیفہ: ۱/ ۵۱۵، ۵۱۶]

البتہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نماز میں اپنے پیچھے کے لوگوں کو رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھتے تھے، یہ ایک معجزہ تھا جو حالتِ نماز کے لیے خاص تھا جیسا کہ احادیث کے اندازِ بیان سے ظاہر ہے:

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : أَتِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ، فَوَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي۔ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ)) [1]

''ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: ہم سے غُندر نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا: میں نے قتادہ کو انس بن مالک سے اور ان کو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''لوگو! رکوع اور سجود پورے کیا کرو کیونکہ اللہ کی قسم بے شک میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے، اور ممکن ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنی پیٹھ کے پیچھے سے، رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔''

نبی ﷺ کا نمازیوں کو اپنے پیچھے سے دیکھنا ایک معجزہ تھا جو اسلام میں نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ کو عطا کیا گیا تھا تاکہ آپ صحابہ کے قیام و قعود اور رکوع و سجود سے مطلع رہیں اور کسی کوتاہی پر ان کی اصلاح کر سکیں جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

((حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنِ

[1] بخاری، حدیث: ۷۴۲۔ مسلم، حدیث: ۹۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْوَلِيْدِ ، يَعْنِيْ ابْنَ كَثِيْرٍ ، حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ : صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَقَالَ : يَا فُلَانُ! أَلَا تُحْسِنُ صَلَاتَكَ؟ أَلَا يَنْظُرُ الْمُصَلِّيْ إِذَا صَلَّى كَيْفَ يُصَلِّيْ؟ فَإِنَّمَا يُصَلِّيْ لِنَفْسِهِ ، إِنِّيْ وَاللّٰهِ! لَأُبْصِرُ مِنْ وَرَائِيْ ، كَمَا أُبْصِرُ مِنْ بَيْنَ يَدَيَّ))

''ہم سے ابوکریب محمد بن العلاء الہمدانی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابواسامہ نے الولید، یعنی ابن کثیر، سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: مجھ سے سعید بن ابی سعید المقبری نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی اور اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور فرمایا: یا فلان! تم اپنی نماز درست کیوں نہیں کرتے؟ نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو یہ کیوں نہیں دیکھتا کہ وہ کس طرح نماز پڑھتا ہے؟ درحقیقت وہ صرف اپنے لیے نماز پڑھتا ہے، بے شک میں اللہ کی قسم اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔''

نبی اکرم ﷺ کا یہ معجزہ فعلی اور حقیقی تھا اور بعض لوگوں کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گردن کے پچھلے حصے میں ''حاسۂ بصر'' پیدا کر دیا تھا جس سے آپ لوگوں کو اپنے پیچھے سے دیکھتے تھے، معجزات کو ہم اپنی عقلوں سے نہیں سمجھ سکتے ورنہ وہ معجزہ نہ ہوں گے اور نہ ان کی کوئی تاویل ہی کرنا صحیح ہے بلکہ آپ کا جو معجزہ جس شکل میں ثابت ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ مزید یہ کہ معجزہ متعدی نہیں ہوتا بایں معنی کہ جو معجزہ جس موقع ومحل اور جس شکل میں ثابت ہے وہ اس موقع ومحل اور اس شکل کے لیے خاص ہے لہٰذا نماز میں نبی اکرم ﷺ کا اپنے پیچھے نمازیوں کو دیکھنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ آپ عام حالات میں بھی لوگوں کو اپنے پیچھے سے دیکھتے تھے، ورنہ جس طرح حالتِ نماز میں صحابۂ کرام نے آپ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے دوسری حالتوں میں بھی اس صفت کو بیان فرماتے اور حدیث کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی یہ حالت خاص تھی۔

لہٰذا ان صحیح حدیثوں سے زیرِ بحث حدیث: ((كَانَ يَرَى فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَى فِي الضَّوْءِ)) کے متن سے نکارت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اسلامی غزوات میں غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق کو اس اعتبار سے سب سے زیادہ سنگین اور تباہ کن قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس میں عربوں کے بہت سے قبیلے قریش مکہ کے ساتھ، مسلمانوں کا قلع قمع کر دینے پر متحد ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے تھے، دراصل ان عربوں کو مدینہ پر لشکر کشی کرنے پر جن لوگوں نے آمادہ کیا تھا، وہ ''یہود بنونضیر'' تھے ۔ان یہودیوں نے مکہ مکرمہ میں جا کر جہاں مسلمانوں کے خلاف قریش کو آمادۂ جنگ کیا تھا وہیں عربوں کے دوسرے بڑے بڑے قبیلوں میں جا جا کر اُن کو ورغلایا کہ وہ سب ایک ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کر دیں تاکہ مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے، انہوں نے عرب قبیلوں سے یہ وعدے بھی کیے کہ وہ جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دیں گے، یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ بنونضیر اور بنوقینقاع خیبر اور وادی القریٰ میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے، لیکن یہودیوں کا تیسرا قبیلہ ''بنوقریظہ'' مسلمانوں کے ساتھ مدینہ ہی میں سکونت پذیر تھا اور اس سے مسلمانوں کا باقاعدہ حلیفانہ معاہدہ تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی بیرونی حملہ ہوا تو وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس کا دفاع کریں گے لیکن بنونضیر کے یہودی سردار حيي بن اخطب نے مسلسل کوشش کر کے اس کو مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے حلیفانہ معاہدہ کو توڑ کر، اُن کے خلاف جنگ میں شامل ہونے پر راضی کر لیا تھا۔ اس طرح قریش اور ان کے ساتھ دوسرے عرب قبائل دس (۱۰) ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کو جوں ہی اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اہل مدینہ کو یہ حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ کے شمال مغربی رُخ پر ایک خندق کھودیں آپ نے خود ان کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیا اور نہایت مختصر مدت میں یعنی کوئی چھ روز میں مسلمانوں نے رات ودن کی مسلسل محنت سے یہ خندق مکمل کر لی۔

سیرت اور مغازی کی قدیم اور جدید کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کو عرب قبائل کی چڑھائی کا علم ہوا تو آپ نے ایک مجلس حرب یا ''وار کونسل'' بلائی اور صحابۂ کرام سے یہ مشورہ طلب کیا کہ اس نازک موقع پر کیا کیا جائے؟ تو حضرت سلمان فارسی نے خندق کا مشورہ دیا۔ فتح الباری: ۲/۱۸۱۳ میں ہے:

۱۴۳ ..... ((وَكَانَ الَّذِيْ أَشَارَ بِذَلِكَ سَلْمَانُ فِيْمَا ذَكَرَ أَصْحَابُ الْمَغَازِي مِنْهُمْ أَبُو مَعْشَر ، قَالَ : قَالَ سَلْمَانُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّا كُنَّا بِفَارَسٍ إِذَا حُوصِرْنَا خَنْدَقْنَا عَلَيْنَا))

''اور جس نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا وہ مسلمان تھے جیسا کہ اصحاب مغازی نے ذکر کیا ہے اور جن میں سے ایک ابومعشر ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: ہم لوگ فارس میں جب محصور ہو جاتے تھے تو اپنے گرد خندق کھود لیا کرتے تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ کا صحابۂ کرام سے مشورہ طلب کرنے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے خندق کھودنے کا مشورہ دینے کا یہ واقعہ بالکل بے بنیاد ہے جس سے پہلے ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی نے اپنی مغازی میں بیان کیا ہے، اور پھر وہیں سے ہر سیرت نگار نے یہ واقعہ لے کر اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے اور ابومعشر سمیت کسی نے بھی اس کی کوئی سند نہیں بیان کی ہے۔

سیرت کی مشہور کتاب ''ابن ہشام: ۲۲۴/۳'' میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

((قَالَ ابْنُ هَشَّامٍ : يُقَالُ : إِنَّ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ أَشَارَ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ))

''ابن ہشام کہتے ہیں: بیان کیا جاتا ہے کہ سلمان فارسی نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا مشورہ دیا تھا۔''

ابومعشر السندی محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف تھے۔ یحییٰ بن سعید نے ان کو بے حد ضعیف بتایا ہے۔ اور امام بخاری نے ان کو ''منکر الحدیث'' قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے: قوی نہیں تھے، امام احمد فرماتے ہیں: سچے تھے لیکن بلا سند کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔'' [طبقات علماء الحدیث: ۳۴۶/۱]

ائمہ حدیث کے ان اقوال کے بعد ان کے بیان کردہ اس واقعہ کو اور وہ بھی بلا کسی سند کے کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے، ایسا راوی تو اگر کوئی واقعہ سند کے ساتھ بیان کرے تب بھی قابل قبول نہیں ہے، پھر بلا سند کے کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔

دراصل خندق کھودنے کا فیصلہ خالص نبوی فیصلہ تھا جو وحی الٰہی پر مبنی تھا اور نبی اکرم ﷺ نے اس مسئلے میں نہ تو کوئی ''وار کونسل'' بلائی اور نہ صحابۂ کرام میں سے کسی سے کوئی مشورہ کیا ورنہ جس طرح غزوۂ بدر کے موقع پر مہاجرین اور انصار سے مشورہ کرنے، بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنے اور غزوۂ اُحد کے موقع پر شہر سے باہر نکل کر حملہ آور کفار کے لشکر کا مقابلہ کرنے یا شہر کے اندر رہ کر دفاع کرنے کے بارے میں آپ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا اور جن کی تفصیلات صحیح روایات میں موجود ہیں اسی طرح خندق کھودنے کے بارے میں بھی صحابۂ کرام سے آپ کے مشورہ کرنے کی تفصیلات موجود ہوتیں۔

درحقیقت خندق کھودنے کے مشورے کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نسبت اتنی شہرت صرف اس وجہ سے حاصل ہوگئی کہ عربوں میں خندق کھود کر اور شہر بند ہو کر لڑنے کا کوئی رواج نہ تھا لہٰذا یہ فرض کر لیا گیا کہ لامحالہ نبی ﷺ نے یہ خیال کہیں باہر سے اخذ کیا ہوگا اور چونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارسی النسل تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے لامحالہ انہی نے یہ مشورہ دیا ہوگا۔ حالانکہ اسلامی غزوات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے بہت سے جنگی طریقے اختیار کیے ہیں جن سے عرب واقف نہیں تھے۔ مثال کے طور پر آپ نے سب سے پہلے جنگی سراغ رسانی کا طریقہ ایجاد کیا اور غزوۂ بدر سے پہلے سریہ عبداللہ بن جحش اس کا زندہ ثبوت ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ نے مسلمانوں کی پشت پر واقع ''درہ'' پر پچاس ماہر تیراندازوں کا جو دستہ متعین فرمایا اور جس کو یہ تاکید فرمادی تھی کہ فتح وشکست کسی حال میں بھی وہ اپنے ''مورچہ'' سے نہ ہٹے اس سے جہاں نبی ﷺ کی جنگی عبقریت اور حکمت عملی کا پتہ چلتا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرب اپنی تمام تر جنگی مہارت کے باجود اس سے واقف نہ تھے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کے نتیجے میں جیتی ہوئی جنگ کے شکست میں تبدیل ہو جانے سے اس ''حکمتِ عملی'' کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے اور اس طرح غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے تنہا ایک شخص حضرت نعیم بن مسعود کے ذریعہ کفار کے لشکر میں پھوٹ ڈال کر ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ یہ تمام واقعات نبی ﷺ کی جنگی بصیرت پر دلالت کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو سرفراز فرمایا تھا۔

یہ تو تصویر کا ایک رُخ تھا، تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل فارس محصور ہو جانے کی صورت میں خندقیں کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے تھے۔ حضرت سلمان کی زبانی جو واقعات حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ''دہقانی'' باپ کے بیٹے ہیں اور عین جوانی ہی میں وہ فارس سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

دوم یہ کہ قبل از اسلام ایران کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کبھی ایسا کوئی بیرونی حملہ ہوا ہی نہیں کہ اس کو شہر بند ہو کر اور خندق کھود کر اپنا دفاع کرنا پڑا ہو، بلکہ اس کے برعکس سورۃ الروم کی ابتدائی آیات یہ صراحت کرتی ہیں کہ اہل فارس نے رومیوں کو زبردست شکست سے دوچار کر دیا تھا۔ سورۃ الروم کی شان نزول کے بارے میں اگرچہ مفسرین نے کوئی حتمی بات نہیں لکھی ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت ہجرت حبشہ سے قریب ہی کسی وقت نازل ہوئی تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ جب اہل فارس آندھی اور طوفان کی طرح رومیوں کے تمام علاقوں پر قبضہ کرتے جا رہے تھے اور سورۃ الروم میں ان کی جس مغلوبیت اور شکست کی پیشین گوئی کی گئی ہے اس سے وہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں دوچار ہوئے۔

۱۴۴ ..... ((إِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ، فَمَنْزِلِيْ وَمَنْزِلُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِبْرَاهِيمَ فِي الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُجَاهَيْنِ ، وَالْعَبَّاسُ بَيْنَنَا مُؤْمِنٌ بَيْنَ خَلِيلَيْنِ))

[سنن ابن ماجه ، حديث : ١٤٠]

''بے شک اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم کو خلیل بنایا ہے اور قیامت کے دن جنت میں میری منزل اور ابراہیم کی منزل آمنے سامنے ہوگی اور ہمارے درمیان عباس دو دوستوں کے درمیان مؤمن کی حیثیت سے ہوں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابن ماجہ نے اس سند سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الضَّحَّاكِ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَرْفُوعًا))

''ہم سے عبدالوہاب بن الضحاک نے بیان کیا، کہا: ہم سے اسماعیل بن عیاش نے صفوان بن عمرو سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے، انہوں نے کثیر بن مرہ الحضرمی سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

اسی سند سے الخطیب البغدادی نے بھی اس کی تخریج ''تاریخ بغداد : ۲۲۷/۵'' میں کی ہے۔

یہ سند موضوع ہے، جس کی مصیبت عبدالوہاب بن الضحاک ہے، امام ابوحاتم نے اس کو ''کذاب'' بتایا ہے۔ الحاکم کا قول ہے: اس نے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

اس حدیث کی روایت امام شیرویہ بن شہردار الدیلمی نے ''مسند الفردوس : ۲۲۴/۱'' میں اس سند سے کی ہے:

((عَنْ أَبِي مِعْقَلٍ يَزِيدَ بْنِ مِعْقَلٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوعًا))

''ابومعقل یزید بن معقل سے روایت ہے، انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا، انہوں نے سالم سے اور انہوں نے حذیفہ سے مرفوعاً روایت کیا۔''

مگر اس روایت میں ''العباس'' کی جگہ ''علی'' ہے۔

اس سند کے راوی ابومعقل کے ذکر سے ''کتب رجال'' خالی ہیں۔

اس موضوع حدیث کا پہلا جملہ صحیح ہے، جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ میں مروی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَوْ كُنْتَ مُتَّخِذًا خَلِيلاً لَاتَّخَذْتُ ابَا بَكْرٍ خَلِيلاً ، وَلٰكِنَّهُ أَخِيْ وَصَاحِبِي ، وَقَدْ اتَّخَذَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلاً)) [مسلم ، ح: ٦١٧٢ ، ابن ماجه: ٩٢ ، الترمذی: ٣٦٥٦] [الضعيفه: ٣٣/٧ ، ٣٤]

''اگر میں کسی کو دوست ..... خلیل ..... بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا، لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں اور اللہ عزوجل نے تمہارے صاحب کو دوست ..... خلیل ..... بنایا ہے۔''

١٤٥ ..... ((أَنْبَأَنَا عَبْدُ الأول ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِي ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْأَزْهَرِي ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّعْدِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْجُنَيْدِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمَرَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً ، وَمُوسٰى نَجِيًّا ، وَاتَّخَذَنِي حَبِيبًا ، ثُمَّ قَالَ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَأُوثِرَنَّ حَبِيبِي عَلٰى خَلِيلِي وَنَجِيِّي))

''ہم کو عبدالاول نے خبر دی، کہا: ہم کو ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری نے خبر دی، کہا: ہم سے عمر بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن احمد الازہری نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن اسحاق السعدی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابراہیم بن الجنید نے بیان کیا، کہا: معمر سے ابن ابی مریم نے بیان کیا کہا: ہم سے سلمہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے زید بن واقد نے القاسم بن مخیمرہ سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ نے ابراہیم کو خلیل ..... دوست ..... اور موسیٰ کو نجی ..... ہم کلام ..... اور مجھ کو حبیب بنایا۔ پھر فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر فضیلت دوں گا۔''

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ زید بن واقد سے اس کی روایت میں مسلمہ منفرد ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے: مسلمہ کچھ بھی نہیں۔ اور النسائی، الازدی اور الدارقطنی نے اس کو ''متروک'' قرار دیا ہے۔'' [الموضوعات: ٢٠/٢ ، ح: ٥٥٠]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث محمد ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو موضوع بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''القاسم بن الجنید..... نجید..... کا مجھے کوئی ترجمہ نہیں ملا اور مسلمہ جو ابن علی الخشنی ہے محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے اور اس کو محدثین کی ایک جماعت متروک قرار دے چکی ہے۔ امام الحاکم نے اس کے بارے میں لکھا ہے: اس نے الاوزاعی اور الزبیدی سے منکر اور موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔''

لیکن ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی نے لکھا ہے:

''مسلمہ بن علی الخشنی اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس کو کذب بیانی سے موصوف نہیں کیا گیا ہے اور اس کا شمار ابن ماجہ کے راویوں میں ہوتا ہے۔'' [تنزیہ الشریعة: ۱/ ۳۳۳، ح: ۱۷]

گویا ابن عراق کے نزدیک یہ حدیث صرف ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے۔ لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمہ ضعیف ہے اور اس حدیث کی روایت میں وہ منفرد ہے اس طرح ان کے نزدیک بھی کم از کم یہ حدیث منکر ہے۔ اس لیے کہ اس کا متن اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جو اوپر گزر چکی اور جس میں یہ صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنا ''خلیل'' بنایا ہے، جبکہ یہ روایت آپ کی اس صفت کی نفی کرتی ہے۔

۱۴۶..... ((أَنْبَأَنَا عَبْدُ الوَهَابُ بْنُ الْمُبَارَكِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ الحَافِظَانِ ، وَمَوْهُوبُ بْنُ أَحْمَدَ اللُّغَوِيُّ وَعُمَرُ بْنُ ظَفَرٍ المَغَازِلِي ، وَعَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ أَحْمَدَ اليُوسُفِي ، قَالُوا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ المُظَفَّرِ بْنُ سُوسَنَ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو القَاسِمِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ الحُرْفِيُّ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو اَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الدِّهْقَانُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَىٰ بْنِ حَيَّانَ الْمَدَائِنِي الْمَعْرُوفُ بِأَبِي السُّكَّيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ الحَسَنِ الكُوفِيُّ ، عَنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اليَسَعِ ، عَنْ أَبِي العَبَّاسِ الضَّرِيرِ ، عَنِ الخَلِيلِ بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ يَحْيَى البَصْرِيِّ ،عَنْ زَاذَانَ ، عَنْ سَلْمَانَ ، قَالَ: حَضَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ، فَإِذَا بِأَعْرَابِيٍّ حَافٍ رَاجِلٍ بَدَوِيٍّ قَدْ وَقَفَ عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ ، فَقَالَ: يَا قَوْمُ! أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَقَالَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأَعْرَابِيُّ: لَقَدْ آمَنْتُ بِكَ قَبْلَ أَنْ أَرَاكَ وَأَجَبْتُكَ قَبْلَ أَنْ أَلْقَاكَ وَصَدَّقْتُكَ قَبْلَ أَنْ أَرَى وَجْهَكَ ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ خِصَالٍ ، قَالَ: سَلْ عَمَّا بَدَالَكَ فَقَالَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي أَلَيْسَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كَلَّمَ مُوسَى؟ قَالَ: بَلَى۔ قَالَ : وَخَلَقَ عِيسَى مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ؟ قَالَ: بَلَى۔ قَالَ وَاتَّخَذَ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَاصْطَفَى آدَمَ؟ قَالَ: بَلَى۔ قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَيُّ شَيْءٍ أُعْطِيتَ مِنَ الْفَضْلِ؟ فَأَطْرَقَ النَّبِيُّ ﷺ۔ وَهَبَطَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ ، فَقَالَ: اللّٰهُ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَهُوَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْكَ يَقُولُ: يَا حَبِيبِي! لِمَ أُطْرِقْتَ؟ إِرْفَعْ رَأْسَكَ وَرُدَّ عَلَى الأَعْرَابِيِّ جَوَابَهُ ، قَالَ: أَقُولُ مَاذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: اللّٰهُ يَقُولُ: إِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ مِنْ قَبْلُ حَبِيبًا ، وَإِنْ كَلَّمْتُ مُوسَى فِي الأَرْضِ فَقَدْ كَلَّمْتُكَ وَأَنْتَ مَعِي فِي السَّمَاءِ ، وَالسَّمَاءُ أَفْضَلُ مِنَ الأَرْضِ ، وَإِنْ كُنْتُ خَلَقْتُ عِيسَى مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ ، فَقَدْ خَلَقْتُ إِسْمَكَ قَبْلَ أَنْ أَخْلُقَ الْخَلْقَ بِأَلْفَي سَنَةٍ ، وَلَقَدْ وَطِئْتَ فِي السَّمَاءِ مَوْطِئًا لَمْ يَطَأْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ وَلَا يَطَأُوهُ أَحَدٌ بَعْدَكَ وَإِنْ كُنْتُ قَدِ اصْطَفَيْتُ آدَمَ ، فَقَدْ خَتَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ بِكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ مِائَةَ أَلْفِ نَبِيٍّ وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ أَلْفَ نَبِيٍّ، مَاخَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ ، وَمَنْ يَكُونُ أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ ، وَلَقَدْ أَعْطَيْتُكَ الْحَوْضَ وَالشَّفَاعَةَ ، وَالنَّاقَةَ ، وَالْقَضِيبَ وَالْمِيزَانَ ، وَالْوَجْهَ الأَقْمَرَ ، وَالْجَمَلَ الأَحْمَرَ ، وَالتَّاجَ ، وَالْهِرَاوَةَ ، وَالْحِجَّةَ ، وَالْعُمْرَةَ ، وَالْقُرْآنَ ، وَفَضْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ ، وَالشَّفَاعَةُ كُلُّهَا لَكَ حَتَّى ظِلَّ عَرْشِي فِي الْقِيَامَةِ عَلَ رَأْسِكَ مَمْدُودٌ ، وَتَاجُ الْمُلْكِ عَلَى رَأْسِكَ مَعْقُودٌ ، وَلَقَدْ قَرَنْتُ إِسْمَكَ مَعَ إِسْمِي ، وَلَا أُذْكَرُ فِي مَوْضِعٍ حَتَّى تُذْكَرَ مَعِي ، وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ عَلَيَّ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِي ، وَلَوْلَاكَ يَا مُحَمَّدُ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا))

''ہم کو عبدالوہاب بن المبارک اور محمد بن ناصر الحافظان، اور موہوب بن احمد اللغوی، اور عمر بن ظفر المغازلی اور عبدالخالق بن احمد الیوسفی نے خبر دی، ان لوگوں نے کہا: ہم کو ابوبکر احمد بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المظفر بن سوسن نے خبر دی، کہا: ہم کو ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ الحرفی نے خبر دی، کہا: ہم کو ابواحمد حمزۃ بن محمد بن العباس الدھقان نے خبر دی، کہا: ہم سے محمد بن عیسیٰ بن حیان المدائنی المعروف بابی السکین نے بیان کیا، کہا: ہم کو علی بن الحسن الکوفی نے، ابراہیم بن البیع سے انہوں نے ابوالعباس الضریر سے، انہوں نے الخلیل بن مرہ سے، انہوں نے یحییٰ البصری سے انہوں نے زاذان سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، سلمان نے کہا: میں ایک دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اچانک ایک اعرابی ننگے پاؤں یا پیادہ بدوی ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور سلام کیا اور ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر اس نے پوچھا: اے قوم! تم میں محمد رسول اللہ ﷺ کون ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: میں محمد رسول اللہ ہوں۔ اس پر اعرابی نے عرض کیا: میں آپ کو دیکھنے سے پہلے آپ پر ایمان لایا، آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے سے قبل آپ کی دعوت قبول کی اور آپ کا وجہ مبارک دیکھنے سے پیشتر آپ کی تصدیق کی، لیکن میں آپ سے چند باتوں کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو جی میں آئے پوچھو۔ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا اللہ عزوجل نے موسیٰ سے بات نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: اور کیا اس نے عیسیٰ کو روح القدس سے پیدا نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: اور ابراہیم کو خلیل..... دوست..... بنایا اور آدم کو منتخب فرمایا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کونسی فضیلت عطا کی گئی؟ یہ سن کر نبی ﷺ نے اپنا سر جھکا لیا، اسی وقت جبریل آپ کے پاس آئے اور کہا: اللہ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور وہ آپ سے اس بات کے بارے میں سوال کر رہا ہے جس کا علم اس کو آپ سے زیادہ ہے، وہ کہہ رہا ہے: اے میرے حبیب! تم نے اپنا سر کیوں جھکا لیا؟ تم اپنا سر اٹھاؤ اور اعرابی کے سوال کا جواب دو۔ آپ نے فرمایا: جبریل! میں کیا جواب دوں؟ جبریل نے کہا: اللہ کہہ رہا ہے: اگر میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا تو اس سے پہلے تم کو اپنا حبیب بنایا۔ اور اگر میں نے موسیٰ کو زمین میں شرفِ کلام بخشا تو میں نے تم کو اس وقت اپنے کلام سے نوازا جب تم آسمان میں میرے ساتھ تھے اور آسمان زمین سے افضل ہے۔ اور اگر میں نے عیسیٰ کو روح القدس سے پیدا کیا تو تمہارے نام کو ''تمام مخلوقات'' کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا، اور تم نے آسمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس جگہ قدم رکھا جہاں تم سے پہلے کسی نے قدم نہیں رکھا اور نہ تمہارے بعد قدم رکھے گا۔ اور اگر میں نے آدم کو چن لیا، تو میں نے تمہارے ذریعہ انبیاء کے سلسلے کو ختم کیا۔ اور میں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پیدا کیے۔ لیکن اپنے نزدیک تم سے زیادہ معزز کسی کو نہیں پیدا کیا۔ اور تم سے زیادہ میرے نزدیک معزز کوئی ہو کیسے سکتا ہے؟ جبکہ میں نے تم کو حوض کوثر، ناقہ، درخت کی شاخ، میزان، خوبصورت چہرہ، سرخ اونٹ، تاج، بڑی لاٹھی، حج وعمرہ، قرآن اور ماہ رمضان کی فضیلت عطا کی اور شفاعت تو مکمل طور پر تمہارے حصے میں دے دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ قیامت میں میرا عرش تمہارے سر پر پھیلا دیا جائے گا اور ملک واقتدار کا تاج تمہارے سر پر رکھ دیا جائے گا۔ اور میں نے تمہارے نام کو اپنے نام سے جوڑ دیا ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارے ذکر بھی کیا جائے گا۔ میں نے درحقیقت دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان کو اپنے نزدیک تمہاری بزرگی سے باخبر کروں اور ان کو یہ بتاؤں کہ میرے نزدیک تمہارا درجہ کتنا بلند ہے اور اے محمد! اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ امام ابن الجوزی فرماتے ہیں اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں مجہول الحال اور ضعیف راوی جمع ہو گئے ہیں۔ ابوالسکین اور ابراہیم بن المبیع ضعیف ہیں۔ الدارقطنی کہتے ہیں: ابوالسکین ضعیف اور ابراہیم بن المبیع اور یحییٰ البصری متروک ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ میں نے یحییٰ البصری کی روایت کردہ حدیثیں پھاڑ کر پھینک دیں۔ اور الفلاس نے کہا ہے: یحییٰ جھوٹا تھا اور موضوع حدیثیں بیان کیا کرتا تھا اور امام الدارقطنی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔

[الموضوعات: ۱/۱۸، ۱۹، ح: ۵۴۹]

اور حافظ جلال الدین السیوطی نے '' اللآلی المصنوعہ: ۱/۲۴۹ '' میں اور ابن عراق نے ''تنزیة الشریعه: ۱/۳۲۴، ۳۲۵، ح: ۶ '' میں امام ابن الجوزی سے اس کے موضوع ہونے پر اتفاق کیا ہے، اور اگر حافظ السیوطی کسی حدیث کو موضوع کہہ دیں تو پھر اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا، کیونکہ '' صوفی المشرب ''ہونے کی وجہ سے مناقب وفضائل کے باب میں وہ مشکل سے کسی حدیث کو موضوع مانتے ہیں۔

۱۴۷ ..... ((أَنْبَأَنَا عَبْدُ الأَوَّلِ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأَنْصَارِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ النِّيسَابُورِيُّ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْقَطِيعِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ سَعِيدٍ الرَّاسِبِيُّ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ قَيْسٍ الْيَشْكُرِيُّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ أَعْطَى مُوسَى الْكَلَامَ وَأَعْطَانِيَ الرُّؤْيَةَ ، وَفَضَّلَنِي بِالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُودِ))

''ہم کو عبدالاول نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری نے خبر دی، کہا: ہم سے محمد بن ابراہیم النیسابوری نے بیان کیا، کہا: ہم کو احمد بن جعفر القطیعی نے خبر دی، کہا: ہم سے محمد بن یونس نے بیان کیا، کہا: ہم سے بشر بن عُبید نے بیان کیا، کہا: ہم سے موسیٰ بن سعید الراسبی نے، قتادہ سے، انہوں نے سلیمان بن قیس الیشکری اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ نے موسیٰ کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور مجھے اپنی رؤیت سے سرفراز فرمایا۔ اور مجھے مقام محمود اور اُس حوض سے فضیلت بخشی، جس پر اہل ایمان آئیں گے۔''

یہ حدیث موضوع اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے، اس کو وضع کرنے کا مجرم محمد بن یونس الکدیمی ہے، جو ''وضاع حدیث'' تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں وضع کی ہیں۔ [الموضوعات: ۲/ ۲۱، ح: ۵۵۱]

امام ابن الجوزی نے صرف محمد بن یونس الکدیمی کو وضاع حدیث قرار دیا ہے، لیکن اس سند کے دوسرے راوی بشر بن عُبید پر بھی کذب بیانی اور وضع حدیث کا الزام ہے۔

اس حدیث کو حافظ السیوطی نے بھی " اللآلی المصنوعه : ۱/ ۲۵۰ " میں اور ابن عراق نے "تنزیة الشریعة: ۱/ ۳۲۵ " میں نقل کیا ہے اور اس کو موضوع ہونے میں امام ابن الجوزی سے اتفاق کیا ہے۔

اس موضوع حدیث میں جس رؤیت کا دعویٰ کیا گیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی وہ روایت مراد ہے جس سے بعض لوگوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا تھا، لیکن یہ محض ایک دعویٰ ہی ہے جو اپنے پیچھے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں رکھتا، بلکہ یہ قرآن پاک کی تصریحات اور صحیح احادیث کے خلاف ہے یہ صحیح ہے کہ صحابۂ کرام میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محدثین میں متعدد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات اس کے قائل تھے، لیکن ابن عباس سے اس سلسلے میں جو اقوال منقول ہیں اولاً تو ان میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے۔ دوم یہ اقوال ان کی اپنی رائے پر مبنی ہیں ان میں سے کسی میں بھی انہوں نے نبی ﷺ کے کسی ارشاد کا حوالہ نہیں دیا ہے، مگر ان کے برعکس صحابۂ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود، ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے خود نبی اکرم ﷺ کے ارشادات نقل کیے ہیں، جن میں آپ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ آپ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو نہیں، بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اس اصل صورت میں، جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، دیکھا تھا۔

چونکہ ''صوفی المشرب'' علماء قدیم زمانے سے نہ صرف یہ کہ اس بات کے قائل رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا، بلکہ وہ اس کے علاوہ اور بہت سی گمراہ کن باتوں کے قائل رہے ہیں اور اب تک ہیں، اس لیے کتاب وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کو قدرے تفصیل سے بیان کر دینے کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلے قرآن پاک سے رجوع کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴾

[الانعام: ۱۰۳]

''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بیں اور ہر چیز سے باخبر ہے۔''

اوپر یہ فرمایا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشا ہے بلکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے، لہٰذا عبادت اور بندگی کا سزاوار تنہا اللہ ہی ہے اور پھر اس آیت مبارکہ میں اس کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ نگاہیں نہ تو اس کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ اس کی حقیقت کا احاطہ کر سکتی ہیں، مگر نگاہیں اس کے احاطۂ علم میں ہیں۔ اور آیت کا اختتام اس کی دو مزید صفتوں پر ہوا ہے: ''اللطیف اور الخبیر یعنی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے اس لیے کہ وہ بڑا باریک بیں ہے اور ہر شئے کی خبر رکھتا ہے۔

اس آیت کی بہترین تفسیر سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۴۳ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۙ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٣﴾ ﴾ [الاعراف: ۱۴۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جب موسیٰ ہماری مقررہ مدت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا، تو اس نے درخواست کی کہ اے میرے رب! مجھے اپنے آپ کو دکھا تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں اللہ نے فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ ٹکا رہ گیا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا، تو جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو بولا: پاک ہے تیری ذات میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خواہش ابھری کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے دیدار کی درخواست کریں اور پھر انہوں نے نہایت ادب سے یہ درخواست کر ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر اس درخواست کی وجہ سے کوئی عتاب تو نہ کیا، البتہ یہ فرمایا کہ تو اپنی ان دنیاوی آنکھوں سے مجھے نہیں دیکھ سکتا اور ان کے اطمینان کے لیے یہ بھی فرمایا کہ تم سامنے پہاڑ کی طرف دیکھو میں اپنی تجلی اس پر ڈالتا ہوں اگر وہ اپنی جگہ پر ٹکا رہ جائے تو سمجھ لینا کہ تم بھی مجھے دیکھ سکتے ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ڈھیر ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اگر خود ان پر یہ تجلی ہوئی ہوتی تو نہ جانے ان کا کیا حال ہوا ہوتا۔ اس لیے ہوش میں آنے پر پکار اٹھے کہ اے میرے رب! تو اس سے بہت بلند و برتر اور پاک ہے کہ کوئی دنیاوی آنکھ تجھے دیکھ سکے اس لیے میں تجھے دیکھنے کی جس خواہش کے اظہار کی جسارت کر بیٹھا تھا، اس سے توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ تیری ذات ہماری ان دنیاوی آنکھوں کے مشاہدے سے بہت بلند و برتر ہے۔

یہ آیت مبارکہ اس امر میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنے دیتی کہ اس دنیا میں کوئی بھی آنکھ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور اگر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی رؤیت سے سرفراز فرمایا ہوتا تو وہ آپ کی ایسی عظیم اور غیر معمولی انفرادیت ہوتی جس کا ذکر وہ ضرور کرتا جس طرح اس نے یہ ذکر کر دیا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا ہے اور یہ تصریح ضرور کرتا کہ موسیٰ تو میرا مشاہدہ نہیں کر سکے گا، مگر محمد ﷺ کو میرا مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کسی بھی آنکھ کو اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور مشاہدے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے۔ اور وہ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر: ۵۱ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿51﴾ [الشوریٰ: ۵۱]

''اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں رہا ہے کہ اللہ اس سے بات سے کرے، سوائے بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی فرشتہ بھیجتا رہا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا تھا وحی کرتا رہا ہے اور وہ بہت بلند اور صاحبِ حکمت ہے۔''

یہ آیت بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی فرد بشر سے روبرو بات نہیں کی ہے اس نے یا تو وحی یعنی خفیہ اشارے کو ذریعہ بنایا ہے یا پردے کے پیچھے سے بات کی ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کی تھی یا فرشتہ بھیج کر اپنے نبیوں اور رسولوں کو اپنا پیغام دیتا رہا ہے۔

قرآنِ پاک کی مذکورہ بالا آیتوں سے تو یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہوگئی کہ کسی بھی آنکھ کو ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا شرف حاصل ہوا ہے اور نہ قیامت تک حاصل ہوگا، البتہ آخرت میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی سعادت حاصل کریں گے، جس کا ذکر قرآن اور حدیث دونوں میں وارد ہے اور جو ہمارے عقیدے کا ایک حصہ ہے۔

بلاشبہ اسراء اور معراج کا معجزہ ایک ایسا منفرد اور عظیم معجزہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے سوا اپنے کسی اور رسول یا نبی کو سرفراز نہیں فرمایا۔ قرآنِ پاک میں اسراء اور معراج کی تفصیلات نہیں بیان ہوئی ہیں، بلکہ مجملاً اس کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے، چنانچہ سورۃ الاسرا کی صرف پہلی آیت میں اس واقعہ کا ذکر ایا ہے اور وہ بھی صرف ''اسراء'' کی حد تک اور سورۃ النجم کی آیات ۱۳ تا ۱۸ میں ''معراج'' سے تعرض کیا گیا ہے، مگر اجمال کے ساتھ البتہ صحیح احادیث میں اس معجزے کی پوری تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ اور جن صحابیوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن کر یہ واقعہ اور اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ان کی کم از کم تعداد ۱۷ ہے۔

سورۃ الاسراء کی پہلی آیت میں اس معجزے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو یہ سفر اس غرض سے کرایا تھا تاکہ وہ آپ کو اپنی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائے اور سورۃ النجم کی آیات میں یہ تصریح کردی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی چند بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ اللہ کی آیات اور نشانیاں اس کی ذات کے علاوہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں نبی اکرم ﷺ نے اسراء اور معراج میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کا نہیں۔

اسراء اور معراج کی غیر معمولی عظمت اور انفرادیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کا ذکر ''سبحان'' کے لفظ سے شروع کیا ہے جو ہر طرح کے عیوب، نقائص اور کمزوریوں سے اس کے پاک اور منزہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾ ﴾

[اسراء: ۱]

''پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے گرد و پیش میں ہم نے برکتیں پھیلا رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، بیشک وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

سورۃ الاسراء میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا گیا۔ رہی سورۃ النجم تو اس کی ابتدائی ۱۲ آیتوں میں کفار مکہ کو مخاطب کر کے نبی اکرم ﷺ کی صفات بیان کی گئی ہیں اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ بھٹکے ہوئے نہیں ہیں اور وہ جن باتوں کی دعوت دے رہے ہیں وہ آپ کے ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ وحی الٰہی پر مبنی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت رکھنے والے اور عاقل و دانا فرشتے کو مقرر کر رکھا ہے، جس کو آپ نے اپنی آنکھوں سے نہایت قریب سے دیکھا ہے اور آپ کی آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی ہے، یعنی یہ آپ کے تخیلات کی کرشمہ سازی نہیں تھی، بلکہ عین حقیقت تھی۔

سورۃ النجم کی یہ ۱۲ آیتیں ایک نہایت مضبوط نظم میں جکڑی ہوئی ہیں۔ اور ان کا باہمی ربط اس قدر محکم اور ان کا مفہوم اس قدر واضح ہے کہ ان میں مذکور جس ذات کی رؤیت کا ذکر ہے، وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے سوا کوئی اور ذات ہو ہی نہیں سکتی۔ ان وضاحتوں کو سامنے رکھیے اور ان ۱۲ آیتوں پر غور کیجیے:

﴿ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ﴿۲﴾ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴿۹﴾ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ﴿۱۲﴾ ﴾

''قسم ہے تارے کی جب وہ غرب ہوا..... گرا..... تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے وہ اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو بس ایک وحی ہے جو اس کو کی جاتی ہے۔ اس کو زبردست قوت والے دانا نے تعلیم دی ہے۔ پس وہ کھڑا ہو گیا، جبکہ وہ بالائی افق پر تھا۔ پھر قریب آیا اور معلق ہو گیا، پس دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی کی جو وحی کرنی تھی (تب اللہ نے اس کے ذریعہ اپنے بندے کو وحی کی جو وحی کرنی تھی) اس کی آنکھ نے جو دیکھا اس کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا، تو کیا تم اس سے اُس چیز پر جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔''

ان آیتوں کا معراج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ بلا کسی ادنیٰ شک وشبہ کے اسلامی دعوت کے بالکل ابتدائی مرحلے سے تعلق رکھتی ہیں جو غار حراء میں پہلی وحی نازل ہونے کے بعد کا مرحلہ ہے اور جس میں جبریل علیہ السلام آسمان کے بالائی مشرقی افق پر نمودار ہوئے تھے، یہ افق بیحد واضح ہوئے تھے اسی وجہ سے سورۃ التکویر میں اس کو ﴿ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک ہی چیز کو اس کی متعدد صفات کے لحاظ سے مختلف الفاظ سے تعبیر کرنا قرآن میں عام ہے۔

اور اگر ہم '' القرآن یفسر بعضه بعضًا '' کے اصول پر سورۃ التکویر کی آیات ۱۹ تا ۲۳ کو سورۃ النجم کی مذکورہ آیتوں کے بالمقابل رکھ کر ان پر غور کریں تو روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں جس عظیم ہستی کا ذکر کیا گیا ہے اور جو عظیم ہستی رسول اللہ ﷺ تک ان کے رب کا پیغام پہنچانے کی مکلف بنائی گئی تھی وہ ہستی حضرت جبریل علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہ تھی اور رسول اللہ ﷺ نے انہی کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (19) ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (20) مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (21) وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (22) وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ (23) ﴾

''بیشک یہ..... قرآن..... ایک باعزت رسول کا لایا ہوا کلام ہے جو بڑا زور آور اور عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے اور وہ بڑا با اعتماد ہے۔ اور تمہارا ساتھی کوئی خبطی نہیں ہے۔ اور اس نے اس کو روشن افق پر دیکھا ہے۔''

یہ آیات کسی تفسیر اور توضیح کی محتاج نہیں ہیں۔ سورۃ النجم میں جن حقائق کو تفصیل سے بیان کیا گیا تھا، سورۃ التکویر میں ان کو اختصار سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کا طرز بیان قرآنِ پاک میں عام ہے، جو موقع ومحل کی مناسب سے اختیار کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سورۃ النجم کی آیات ۱۳ تا ۱۸ کا تعلق معراج سے ہے۔ اور آیت ۱۳ اور ۱۴ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دوسری بار (معراج کے موقع پر) ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس دیکھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ﴿13﴾ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ ﴿14﴾ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ﴿15﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ﴿16﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ﴿17﴾ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ﴿18﴾ ﴾

''اور اس نے ایک بار اور اس کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اترتے دیکھا۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا نہ اس کی نگاہ کج ہوئی اور نہ حد سے متجاوز اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

تو یہ آیتیں اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہیں کہ ان کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ آیت نمبر ۱۳ یہ صراحت کر رہی ہے کہ نبی ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس ہستی کو دیکھا تھا وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی ذات تھی، کیونکہ اگر اس سے ذات باری تعالیٰ کو مراد لیا جائے گا تو یہ لازم آئے گا کہ آپ نے پہلی بار زمین پر بھی اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھا تھا، کیونکہ ''دوسری بار'' کا فقرہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ''پہلی بار'' یہ واقعہ کہیں پیش آ چکا ہے۔

جبکہ دو رؤیتوں کے قائل تو وہ لوگ بھی نہیں ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا تھا، وہ صرف معراج میں اس رؤیت کے قائل ہیں۔ اس طرح قرآنی آیتوں کی ان صراحتوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اور پھر عالم بالا میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ایک ہی ہستی کو دیکھا تھا اور وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی ہستی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس نہیں تھی اور جبریل علیہ السلام ان دونوں جگہوں پر نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی اُس اصل صورت میں ظاہر ہوئے تھے، جس پر اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔

رہی آیت نمبر ۱۸ تو وہ یہ صراحت کر رہی ہے کہ معراج میں نبی ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اس موقع پر آپ اگر باری تعالیٰ کی رؤیت سے سرفراز کیے گئے ہوتے تو اس کو خصوصیت کے ساتھ اور نمایاں شکل میں بیان کیا جاتا اور اتنے اہم اور عظیم واقعہ کو لوگوں کے استنباطات اور قیاس آرائیوں پر نہ چھوڑا جاتا اور نہ یہ کہہ کر سلسلۂ کلام کو ختم کر دیا جاتا کہ ''اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشانیاں دیکھیں۔''

رہیں وہ احادیث جن میں اسراء اور معراج کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں اور جو سنداً اور متناً صحیح ہیں اور مرفوع ہیں تو ان میں بھی یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو نہیں، بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ چنانچہ صحیحین میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو حدیث مروی ہے اس کے راوی جلیل القدر تابعی حضرت مسروق بن الأجدع ہیں، کہتے ہیں:

((قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا : يَا أُمَّتَاهُ! هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعْرِي مِمَّا قُلْتَ ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ: مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ ، فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ، وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ﴾

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط الآية ﴾ وَلَكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ عليه السلام فِي صُوْرَتِهِ مَرَّتَيْنِ)) [1]

''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: امی جان! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: تمہاری اس بات سے میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے، تم تین باتوں سے متعلق کہاں ہو، جن کو اگر کوئی بیان کرے تو وہ جھوٹا ہے؛ جو شخص تم سے یہ بیان کرے محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا، وہ جھوٹ کہتا ہے، پھر انہوں نے یہ آیتیں پڑھیں: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ اور وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ﴾ اور جس نے تم سے یہ بیان کیا کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا تو جھوٹ کہتا ہے، پھر انہوں نے پڑھا: ﴿ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ ''کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا؟'' اور جس نے تم سے یہ بیان کیا کہ محمد ﷺ نے کچھ باتیں چھپا دیں تو وہ جھوٹا ہے، پھر انہوں نے پڑھا: ﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ) ﴾ ''اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے

[1] بخاری، ح: ٤٨٥٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ (اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا۔)''

لیکن نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا تھا۔

اور ''صحیح بخاری کتاب بدء الخلق، ح: ۳۲۳۵'' میں مسروق کہتے ہیں:

((قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: فَأَيْنَ قَوْلُهُ: '' ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى '' قَالَتْ ذَاكَ جِبْرِيلُ ، كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ ، وَإِنَّهُ أَتَى هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ ، فَسَدَّ الأُفُقَ))

''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کیا مراد ہے؟: '' ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى '' تو فرمایا کہ وہ تو جبریل تھے وہ ہمیشہ نبی ﷺ کی خدمت میں کسی آدمی کی شکل میں حاضر ہوا کرتے تھے، مگر اس بار وہ اپنی اُس شکل میں حاضر ہوئے جو ان کی اصلی شکل ہے اور سارا افق ان سے بھر گیا۔''

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث کس قدر واضح اور تکلف سے پاک ہے اور ان کے لب و لہجہ میں کس قدر اعتماد ہے۔ یہ لب ولہجہ اور بیان میں یہ وضوح اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہنے والے کو اپنی بات کی سچائی کا یقین ہو۔ چنانچہ اُم المؤمنین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر مبنی ہے جیسا کہ انہوں نے تصریح کی ہے۔ صحیح مسلم میں ام المؤمنین سے مسروق کی روایت زیادہ مفصل ہے اور جب مسروق نے ان سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا:

((أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالَى : وَلَقَدْ رَءَاهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ '' وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى ''؟ فَقَالَتْ : أَنَا أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عليه السلام لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَهَا تَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ ، سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ)) [1]

''کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَءَاهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴾ اور ﴿ وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى ﴾ اس کے جواب میں اُم المؤمنین نے فرمایا: اس امت میں سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: وہ تو جبریل

[1] حدیث: ۴۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،علیہ السلام، تھے میں نے ان کو اُن کی اُس اصلی صورت میں جس پر اللہ نے اُن کو پیدا کیا ان دو موقعوں کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو اس حال میں آسمان سے اترتے دیکھا کہ ان کی عظیم ہستی زمین و آسمان کے درمیان ساری فضا پر چھائی ہوئی تھی۔''

کیا اس مفصل صحیح حدیث کے بعد بھی اس امر میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اور عالم بالا میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کو دیکھا تھا وہ جبریل علیہ السلام تھے اور قرآن پاک کی آیتوں: ﴿ وَلَقَدْ رَءَاهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴾ اور ﴿ وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ﴾ میں ضمیر ''ہ'' کا مرجع بھی یقیناً جبریل علیہ السلام ہیں۔

اسی طرح صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اس صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے، حدیث کے الفاظ ہیں:

((حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو اسْحاقَ الشَّيْبَانِيُّ ، قَالَ : سَأَلْتُ زِرّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ، فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى " قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيْلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ ")) [1]

''ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابواسحاق الشیبانی نے بیان کیا، کہا: میں نے زر بن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے قول: ''**فكان قاب قوسين او ادنى**'' اور ''**فأوحى إلى عبده ما أوحى**'' کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا: ابن مسعود نے فرمایا ہے: نبی ﷺ نے جبریل کو اس صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر کہی ہے جیسا کہ ابونعیم نے ''المستخرج'' میں سلیمان بن داؤد الہاشمی کے طریق سے روایت کیا ہے:

((عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ : سَأَلْتُ ذِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ : فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ، فَقَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .....)) [فتح الباری: ۲/ ۲۱۳۰]

[1] بخاری، حدیث: ۳۲۳۲۔ مسلم، حدیث: ۴۳۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سلیمان بن داؤد الہاشمی سے روایت ہے، انہوں نے عبدالواحد بن زیاد سے روایت کیا، اور انہوں نے الشیبانی سے، کہا: میں نے زر بن حبیش سے اللہ کے قول ''فکان قاب قوسین او ادنی'' کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: عبداللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث امام ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر (۲۷/۴۹) میں حماد بن سلمہ عن عاصم ابن بہدلہ عن زر عن ابن مسعود کی سند سے اور امام احمد نے مسند (۱/۴۰۷) میں حسین بن واقد، عن عاصم ابن بہدلہ، عن شقیق بن سلمہ، عن ابن مسعود کی سند سے روایت کی ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس کے الفاظ ہیں:

((حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ : نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ)) [1]

''ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے وکیع نے یزید بن ابراہیم سے، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے عبداللہ بن شقیق سے اور انہوں نے ابوذر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ فرمایا: وہ تو نور ہے میں اس کو کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے: ((رأيتُ نُورًا)) میں نے ایک نور دیکھا۔ [حدیث: ٤٤٤] مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ اور اللہ کے درمیان نور کا ایک پردہ حائل تھا جو اللہ تعالیٰ کی رؤیت سے مانع تھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کی ان مرفوع حدیثوں کے بالمقابل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایتیں منسوب ہیں اولاً تو ان میں بڑا اضطراب ہے۔ دوم ان میں سے کوئی بھی روایت مرفوع نہیں ہے۔

چنانچہ کسی روایت میں تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دوبار دیکھا، کسی میں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ رؤیت قلبی تھی، کسی میں ایک رؤیت کو عینی اور دوسری کو قلبی بتایا ہے اور کسی میں عین رؤیت کی صاف صاف نفی کر دی ہے۔

---

[1] حدیث: ٤٤٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن ترمذی میں مروی حدیث کے الفاظ ہیں:

((عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ ، قُلْتُ : أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ : لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ "؟ قَالَ : وَيْحَكَ : ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُوْرِهِ الَّذِيْ هُوَ نُوْرُهُ ، وَقَالَ : أُرِيَهُ مَرَّتَيْنِ)) ❶

''عکرمہ سے روایت ہے، انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے'' میں نے عرض کیا: کیا اللہ یہ نہیں فرماتا ہے کہ: آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ آنکھوں کو پالیتا ہے۔'' تو فرمایا: تم پر افسوس! اس سے تو یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے، جو اس کا نور ہے، تجلی فرمائی، اور کہا: ان کو اللہ کا دو بار مشاہدہ کرایا گیا۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس سند میں یہ حدیث حسن ضعیف ہے۔ اور اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو بھی موقوف ہونے کی وجہ سے یہ صحیح اور مرفوع حدیث کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی تھی۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ، وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ﴾ کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

((حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ ، جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ ، قَالَ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ أَبِيْ جَهْمَةَ ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ، وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى ، قَالَ : رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ)) ❷

''ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوسعید الاشج دونوں نے وکیع سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ،الاشج نے کہا: ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا: ہم سے الاعمش نے زیاد بن الحصین ابی جھمہ سے، انہوں نے ابوالعالیہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: اس نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔'' اور اس نے اس کو دوسری بار اترتے ہوئے

❶ حدیث: ۳۲۷۹ ❷ حدیث: ۴۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا، ابن عباس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو اپنے دل سے دوبار دیکھا۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جتنی روایتیں تفسیر اور احادیث کی بعض کتابوں میں منقول ہیں اُن سب میں رؤیت عینی اور رؤیت قلبی میں یہ خلط ملط موجود ہے مزید یہ کہ کوئی بھی راویت مرفوع نہیں ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ تابعین اور ان کے بعد کے جن علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے جب ان کو اپنے اس دعویٰ کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہیں ملی تو اس مسئلے میں انہوں نے فلسفیانہ موشگافیاں شروع کر دیں اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ نبی ﷺ کا اپنے رب کو دیکھنا عقلاً محال نہیں تھا، حالانکہ قران پاک میں موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "لَنْ تَرَانِیْ" تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، اور پھر کوئی استثنا نہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیاوی آنکھوں سے دیکھنا محال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے پیارے نبی کے جو فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں یا صحیح اور مرفوع احادیث میں آپ کے جو شمائل اور آپ کی سیرت کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں، ہمیں انہی پر اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے مناقب اور شمائل کا باب ایسا ہے کہ اگر پیروان نبی کو اس میں آزاد چھوڑ دیا جائے اور ان کو یہ آزادی دے دی جائے کہ وہ اس باب میں اپنے ذہن ودماغ سے جو واقعہ چاہیں گھڑ کر سیرت پاک میں شامل کر دیں یا آپ کی جو فضیلت ومنقبت چاہیں بیان کریں تو پھر ان کا انجام اہل کتاب سے کچھ زیادہ بہتر نہ ہوگا۔ جو اپنے انبیاء کی عقیدت میں افراط وتفریط کے شکار ہو کر گمراہ ہو گئے۔ یہودیوں نے اپنے نبی کے مرتبے کو اتنا گھٹایا کہ وہ عام انسانوں کے درجے سے بھی نیچے اُتر گیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا۔ اور اُمت مسلمہ میں بھی علماء اور عوام کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہر ملک اور ہر دیار میں موجود چلی آ رہی ہے جو ایک طرف تو توحید کا دم بھرتی ہے مگر دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے متعلق بعض ایسے اُمور کا عقیدہ رکھتی ہے جو سراسر مشرکانہ ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

فضائل ومناقب

حضرت خضر علیہ السلام:

حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت، ان کے نام، ان کے نسب، ان کی زندگی اور موت، ان کی نبوت و ولایت اور لوگوں سے ان کی ملاقاتوں کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں، وہ سب من گھڑت، موضوع اور باطل ہیں۔ اسی طرح جن روایات میں نبی ﷺ اور آپ کے بعد صحابۂ کرام سے ان کی ملاقاتوں کا ذکر ملتا ہے وہ سب جھوٹ اور ان لوگوں کے ذہنوں کی پیداوار ہیں جو اولیاء اللہ کے لیے غیر معمولی اور خارق العادۃ صفات اور صلاحیتوں کے قائل ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ الکہف میں ان کا ذکر مجملا آیا ہے اور صحیحین میں مروی احادیث میں ان کے بارے میں جو تفصیلات ملتی ہیں، ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا لقب خضر تھا اور ان کو بعض غیبی یا تکوینی علم حاصل تھا۔ ان صحیح احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شرعی امور کا علم حاصل نہیں تھا، کیونکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بصراحت فرمایا کہ مجھے جو علم اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے وہ تم کو معلوم نہیں اور تم کو اس نے جو علم دیا ہے اس سے میں واقف نہیں، بلکہ انہوں نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ جو علم تمہیں حاصل ہے اس کا جاننا میرے لیے مناسب نہیں اور جو علم مجھے حاصل ہے اس کا جاننا تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔

۱۴۸ ..... ((أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَالِكِ بْنِ خَيْرُوْنَ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ مَسْعَدَةَ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا حَمْزَةُ بْنُ يُوْسُفَ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُوا أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ عَاصِمٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْقُرَشِيُّ ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعَ كَلَامًا مِنْ وَّرَائِهِ فَإِذَا هُوَ بِقَائِلٍ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى مَا يُنْجِيْنِي مِمَّا خَوَّفْتَنِي ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ: أَلَا تَضُمُّ إِلَيْهَا أُخْتَهَا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَوْقَ الصَّالِحِيْنَ إِلَى مَا شَوَّقْتَهُمْ إِلَيْهِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: إِذْهَبْ يَا أَنَسُ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَسْتَغْفِرُلِي ، فَجَاءَ هُ أَنَسٌ ، فَبَلَّغَهُ ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا أَنَسُ! أَنْتَ رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: قُلْ لَهُ نَعَمْ۔ فَقَالَ لَهُ: إِذْهَبْ فَقُلْ لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَكَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ مِثْلَ مَا فَضَّلَ بِهِ رَمَضَانَ عَلَى الشُّهُورِ وَفَضَّلَ أُمَّتَكَ عَلَى الْأُمَمِ مِثْلَ مَا فَضَّلَ يَومَ الْجُمُعَةِ عَلَى سَائِرِ الْأَيَّامِ ، فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ فَإِذَا هُوَ الخِضْرُ))

''ہم کو محمد بن عبدالملک بن خیرون نے خبر دی، کہا: ہم کو اسماعیل بن مسعدۃ نے خبر دی، کہ: ہم کو حمزہ بن یوسف نے خبر دی، کہا: ہم کو ابواحمد بن عدی نے خبر دی، کہا: ہم سے محمد بن یوسف بن عاصم نے بیان کیا، کہا: ہم سے احمد بن اسماعیل القرشی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبداللہ بن نافع نے کثیر بن عبداللہ سے اس نے اس کے باپ سے اور اس نے اس کے دادا..... عمرو بن عوف المزنی..... سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے سے ایک بات سنی جس کو کہنے والا کہہ رہا تھا: ''اے اللہ! مجھے ایسے کام کی توفیق عطا فرما جو اس چیز سے مجھے نجات دے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا: کیا اس میں اس کا ہم مثل کلام شامل نہیں کرو گے؟ تو اس آدمی نے کہا: ''اے اللہ! تو نے صالحین کو جس چیز کا شوق بخشا ہے، ان کا وہ شوق مجھے عطا کر۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے انس بن مالک سے فرمایا: ''اے انس! اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: رسول اللہ ﷺ تم سے فرما رہے ہیں میرے لیے استغفار کرو۔'' پس انس اس کے پاس گئے اور اس کو آپ کا پیغام پہنچایا۔ پیغام سن کر اس آدمی نے کہا: اے انس! کیا تم، جیسے کچھ ہو، میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کر آئے ہو؟ یہ سن کر انس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس گئے اور آپ سے اس کی توثیق چاہی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو: ''ہاں! میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔'' تو اس آدمی نے انس سے کہا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر ان سے یہ عرض کرو بے شک اللہ نے آپ کو تمام انبیاء پر اسی طرح کی فضیلت بخشی ہے جس طرح کی فضیلت رمضان کو تمام مہینوں پر بخشی ہے اور آپ کی امت کو دوسری اُمتوں پر وہی فضیلت بخشی ہے جو فضیلت جمعہ کے دن کو دوسرے تمام دنوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخشی ہے۔اس کے بعد صحابہ وہاں گئے،تو دیکھا کہ وہ خضر ہیں۔''

امام ابن الجوزی'' الموضوعات : ۱/۳۰۹ '' میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث دوسرے طرق اور دوسرے الفاظ میں بھی مروی ہے اور پھر لکھا ہے:

''یہ حدیث باطل ہے،اس کے راوی عبداللہ بن نافع کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے: وہ کچھ بھی نہیں ہے یعنی نا قابل اعتبار ہے۔علی بن المدینی فرماتے ہیں: وہ منکر حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔النسائی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔اور اس باطل حدیث کی سند میں ایک دوسرا راوی کثیر بن عبداللہ ہے،جس کا پورا نام: کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المُزنی ہے۔اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا قول ہے: اس سے روایت حدیث صحیح نہیں ہے۔ایک اور موقع پر فرمایا: کثیر بن عبداللہ دو کوڑی کے برابر بھی نہیں۔یحییٰ بن معین کہتے ہیں: اس کی روایت کردہ حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔وہ لکھی جانے کے قابل نہیں ہے۔النسائی اور الدارقطنی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں: وہ جھوٹ کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔اور امام ابو حاتم بن حبان نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ کثیر بن عبداللہ نے '' عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ '' کی سند سے موضوع حدیثوں کا ایک نسخہ روایت کیا ہے،جس کا حدیث کی کتابوں کے ضمن میں ذکر کرنا جائز نہیں ہے اور نہ تو اس سے حدیثوں کی روایت ہی جائز ہے، الا یہ کہ بطور حیرت واستعجاب کے اس سے حدیثیں روایت کی جائیں۔''

تعجب ہے کہ حافظ السیوطی کو اس موضوع اور باطل حدیث کے راویوں کے بارے میں فن حدیث و رجال کے ان ائمہ کے اقوال نظر نہیں آئے۔البتہ امام البیہقی کا وہ قول نظر آ گیا جو انہوں نے '' دلائل النبوۃ '' میں ذکر کیا ہے اور جس میں انہوں نے اس روایت کو ضعیف الاسناد کہنے پر اکتفا کیا ہے۔

[اللآلی : ۱/۱۵۳]

اسی طرح علی بن محمد بن عراق نے بھی'' تنزیعه الشریعة: ۱/۲۳۳ '' میں اس کو السیوطی کی تقلید میں صرف ''ضعیف'' لکھا ہے۔

اس باطل اور موضوع روایت کی سند کا تو حال معلوم ہو گیا۔رہا اس کا متن تو اس میں جو نکارت ہے، وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں رہ سکتی جس کو نبی ﷺ کے مقام و مرتبے اور قدر و منزلت کا ادنیٰ سا بھی احساس ہوگا۔آخر وہ کون مسلمان ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہو کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کا مقدس زمانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملے اور وہ آپ سے چند قدم کے فاصلے پر ہو، پھر آپ کی خدمت میں حاضری دینے اور آپ کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے کی بجائے بالواسطہ آپ سے ہم کلام ہو۔ اس کے علاوہ اس باطل روایت کی زبان میں جو تکلف اور تصنع ہے وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی ''وضاع'' کی گھڑی ہوئی ہے۔ یہ اسلوب بیان دراصل صوفیا کا ہے۔ وہی اس طرح کے مبہم اور پر تکلف طرز بیان میں معروف ہیں۔

۱۴۹ ..... ((أَنْبَأَنَا هِبَةُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُصَيْنِ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو طَالِبِ بْنُ غَيْلَانَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْمُزَكِّيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ زَيْدَاءَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ رَزِينٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: يَلْتَقِي الْخِضْرُ وَإِلْيَاسُ عليهما السلام كُلَّ عَامٍ فَيَحْلِقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا رَأْسَ صَاحِبِهِ ، وَيَتَفَرَّقَانِ عَنْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ: بِسْمِ اللّٰهِ ، مَاشَاءَ اللّٰهُ ، لَا يَسُوقُ الْخَيْرَ إِلَّا اللّٰهُ ، مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوءَ إِلَّا اللّٰهُ ، مَا شَاءَ اللّٰهُ مَا يَكُونُ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ، مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عُوفِيَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالسَّرَقِ ، وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَمِنَ الشَّيْطَانِ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ ، حَتَّى يُصْبِحَ وَيُمْسِيَ))

''ہم کو ھبۃ اللہ بن محمد بن الحصین نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو طالب بن غیلان نے خبر دی، کہا! ہم سے ابراہیم المزکی نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن احمد بن زیداء نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمرو بن عاصم نے الحسن بن رزین سے، انہوں نے ابن جُریج سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور کہا کہ میں اس کو صرف نبی ﷺ سے مرفوع حدیث کے طور پر ہی جانتا ہوں، فرمایا: خضر اور الیاس علیہما السلام ہر سال ملاقات کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے سر کے بال مونڈتا ہے اور دونوں ان کلمات پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں: بسم اللہ، ماشاء اللہ، خیر و بھلائی صرف اللہ لاتا ہے۔ ماشاء اللہ، برائی کو صرف اللہ ہی دور کرتا ہے۔ ماشاء اللہ، جو نعمت بھی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی طرف سے ہے، ماشاء اللہ طاقت وقدرت صرف اللہ ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔
ابن عباس فرماتے ہیں: جوشخص یہ کلمات ہر دن صبح وشام تین بار کہے گا، وہ ڈوبنے، جلنے اور حلق میں کسی چیز کے اٹک جانے سے محفوظ رہے گا اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا: شیطان سے، سانپ سے اور بچھو سے صبح وشام عافیت میں رہے گا۔''

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں: '' الموضوعات: ۱/ ۳۱۴ '' اس حدیث کی سند میں الحسن بن رزین ہے، جس کے بارے میں الدارقطنی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابن جریج سے اس کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیا ہے۔ حافظ العقیلی کہتے ہیں: مسند اور موقوف کسی بھی روایت میں الحسن بن رزین کا کوئی متابع نہیں ہے اور وہ نقلِ حدیث میں مجہول ہے اور اس کی حدیث ''محفوظ'' نہیں ہے (یعنی شاذ ہے) اور حافظ احمد بن جعفر بن المنادی کا قول ہے: یہ حدیث الحسن بن رزین کی وجہ سے بیحد ضعیف ہے اور الخضر اور الیاس دونوں گزر چکے ہیں۔ امام الذہبی نے ''میزان الاعتدال: ۱/ ۴۹۰، ترجمہ: ۸۴۵ '' میں اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اور حافظ سخاوی نے '' المقاصد الحسنة، ح: ۲۱ '' میں لکھا ہے کہ خضر اور الیاس کی ہر سال ملاقات کے بارے میں کوئی مرفوع اور غیر مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔

۱۵۰ ..... ((أنبأنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالمَلِكِ ، قَالَ: أنبأنا احْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، قَالَ: أخْبَرَنِيْ عَبْدُ العزيز بن على الأرْجِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَطِيَّةَ الحَارِثِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الحُسَيْنِ الجَهْضَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ حَبِيْبٍ المَقْدِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلاَءُ بْنُ زِيَادٍ القُشَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الحَسَنِ، عَنْ أبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَجْتَمِعُ كُلَّ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ جِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيلُ وَإِسْرَافِيْلُ وَالخِضْرُ ، فَيَقُولُ جِبْرِيْلُ: مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إلَّا بِاللّٰهِ، فَيَرُدُّ عَلَيْهِ مِيْكَائِيْلُ: مَاشَاءَ اللّٰهُ، كُلُّ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ إسْرَافِيْلُ: مَاشَاءَ اللّٰهُ ، الخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدِاللّٰهِ، فَيَرُدُّ عَلَيْهِ الخِضْرُ مَاشَاءَ اللّٰهُ ، لَايَصْرِفُ السُّوْءَ إلَّا اللّٰهُ ، ثُمَّ يَتَفَرَّقُوْنَ عَنْ هٰذِهِ الكَلِمَاتِ فَلَا يَجْتَمِعُوْنَ إلَى قَابِلٍ فِيْ ذٰلِكَ اليَوْمِ ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَمَا مِنْ اَحَدٍ يَقُولُ هٰؤُلَاءِ الأرْبَعَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَقَالَاتٍ حِيْنَ يَسْتَيْقِظُ مِنْ نَوْمِهِ إِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ أَرْبَعَةً مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُحَفِّظُونَهُ مَقَالَةَ جِبْرِيْلَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمَقَالَةَ مِيْكَائِيلَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَمَقَالَةَ إِسْرَافِيْلَ عَنْ يَسَارِهِ ، وَمَقَالَةَ الخِضْرِ مِنْ خَلْفِهِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، مِنْ كُلِّ آفَةٍ ، وَعَاهَةٍ وَعُدُوٍّ ، وَظَالِمٍ ، وَحَاسِدٍ۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : وَمَا مِنْ اَحَدٍ يَقُولُهَا فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ مِائَةَ مَرَّةً مِنْ قَبْلِ غُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَّا نَادَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ أَى عَبْدِى! قَدْ أَرْضَيْتَنِيْ وَقَدْ رَضِيْتُ عَنْكَ ، فَسَلْنِي مَاشِئْتَ ، فَبِعِزَّتِيْ حَلَفْتُ لَأُعْطِيَنَّكَ))

''ہم کو محمد بن عبدالملک نے خبر دی، کہا: ہم کو احمد بن علی بن ثابت نے خبر دی، کہا: مجھ کو عبدالعزیز بن علی الازجی نے خبر دی، کہا: ہم سے محمد بن علی بن عطیہ الحارثی نے بیان کیا، کہا: ہم سے علی بن الحسین الجھضمی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ضمرہ بن حبیب المقدسی نے بیان کیا، کہا: ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا: ہم سے العلاء بن زیاد القشیری نے عبداللہ بن الحسن سے انہوں نے اُن کے باپ سے، انہوں نے ان کے دادا سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عرفات میں ہر یوم عرفہ کے موقع پر جبریل میکائیل، اسرافیل اور الخضر اکٹھے ہوتے ہیں۔ پس جبریل کہتے ہیں جو اللہ چاہے طاقت اور قدرت صرف اللہ سے ملتی ہے۔ اس کا جواب میکائیل یہ کہہ کر دیتے ہیں: ماشاء اللہ ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے۔ اسرافیل اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: ماشاء اللہ! ہر خیر اور بھلائی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے جواب میں الخضر کہتے ہیں: ما شاء اللہ، برائی کو دور کرنے والا صرف اللہ ہے۔ پھر انہی کلمات پر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور آئندہ سال تک اس دن میں اکٹھے نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ چاروں کلمات کہے تو اللہ اس کے ذمہ چار فرشتوں کو لگا دے گا جو اس کو جبریل کا کلمہ سامنے سے، میکائیل کا کلمہ دائیں سے، اسرافیل کا کلمہ بائیں سے اور الخضر کا کلمہ اس کے پیچھے سے اس کو یاد کرائیں گے۔ اور سورج غروب ہونے تک اس کو ہر مصیبت، ہر جسمانی معذوری، ہر دشمن، ہر ظالم اور ہر حاسد سے محفوظ رکھیں گے۔ اور جو کوئی یہ کلمات عرفہ کے دن سورج غروب ہونے سے پہلے سو ۱۰۰ بار کہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو عرش پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پکار کر کہے گا: اے میرے بندے! تو نے مجھے خوش کر دیا اور میں تجھ سے راضی اور خوش ہو گیا، پس جو چاہتا ہے مجھ سے مانگ، میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں تجھے ضرور عطا کروں گا۔''

یہ حدیث باطل ہے۔ امام ابن الجوزی اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جبریل کے ساتھ خضر کے اجتماع کی حدیث کی سند میں کئی مجہول راوی شامل ہیں جو غیر معروف ہیں۔'' [الموضوعات: ۱/ ۳۱٤]

۱۵۱ ..... ((رُوِیَ عَنْ كُرْزِ بْنِ وَبَرَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَكَانَ مِنَ الْأَبدَالِ، قَالَ: اَتَانِی اَخٌ لِیْ مِنَ اَهْلِ الشَّامِ فَاَهْدَی لِیْ هَدِیَّةً وَقَالَ: یَا كُرْزُ! إقْبَلْ مِنِّیْ هٰذِهِ الْهَدِیَّةَ ، فإنَّهَا نِعْمَتِ الْهَدِیَّةُ۔ فَقُلْتُ: یَا أخِی! وَمَنْ اَهْدَی لَكَ هٰذِهِ الْهَدِیَّةَ؟ قَالَ: أعطَانِیْهَا إبْرَاهِیْمُ التَّیمِیُّ۔ قُلْتُ: اَفَلَمْ تَسْأَلْ إبْرَاهِیْمَ مَنْ أعْطَاهُ إیَّاهَا؟ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِیْ فِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَأنَا فِیْ التَّهْلِیْلِ وَالتَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّمْجِیْدِ ، فَجَاءَ نِیْ رَجُلٌ ، فَسَلَّمَ عَلَیَّ وَجَلَسَ عَنْ یَمِیْنِی ، فَلَمْ أرَفِیْ زَمَانِی أحْسَنَ مِنْهُ وَجْهًا وَلَا أحْسَنَ مِنْهُ ثِیَابًا وَلَا اَشَدَّ بَیَاضًا وَلَا اَطْیَبَ رِیْحًا مِنْهُ ، فَقُلْتُ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ! مَنْ أنْتَ وَمِنْ أیْنَ جِئْتَ؟ فَقَالَ: أنَا الخِضرُ ، فَقُلْتُ: فِیْ أیِّ شَیْءٍ جِئْتَنِی؟ فَقَالَ: جِئْتُكَ لِلسَّلَامِ عَلَیْكَ وَحُبًّالَكَ فِی اللّٰهِ وَعِنْدِیْ هَدِیَّةٌ أُرِیْدُ أنْ أُهْدِیَهَالَكَ۔ فَقُلْتُ: مَاهِیَ؟ قَالَ: أن تَقُولَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمسِ وَقَبلَ إنْبِسَاطِهَا عَلَی الأرْضِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا: سُورَةَ الحَمْدِ ، وَقُلْ أعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ، وَقُلْ أعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، وَقُلْ هُوَاللّٰهُ احَدٌ ، وَقُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ ، وَآیَةَ الكُرسِیِّ ، وَكُلَّ وَاحِدَةٍ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، وَتَقُولُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أكْبَرُ سَبْعًا ، وَتُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ سَبْعًا وَتَسْتَغْفِرُ لِنَفْسِكَ وَلِوَالِدَیْكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سَبْعًا۔ وَتَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! افْعَلْ بِیْ وَبِهِمْ عَاجِلاً وَاَجِلاً فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ مَا أنْتَ لَهُ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَایَا مَولَانَا مَا نَحْنُ لَهُ أهْلٌ إنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَّادٌ كَرِیْمٌ رَؤُوفٌ رَحِیْمٌ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، وَانْظُرْ أنْ لَا تَدَعَ ذٰلِكَ غُدْوَةً وَعَشِیَّةً۔ فَقُلْتُ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُحِبُّ أَنْ تُخْبِرَنِيْ مَنْ أَعْطَاكَ هٰذِهِ الْعَطِيَّةَ الْعَظِيْمَةَ؟ فَقَالَ: اَعْطَانِيهَا مُحَمَّدٌ ﷺ۔ فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِيْ بِثَوَابِ ذٰلِكَ ، فَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ مُحَمَّدًا ﷺ فَاسْأَلْهُ عَنْ ثَوَابِهِ فَإِنَّهُ يُخْبِرُ بِذٰلِكَ)) [احياء العلوم: ۱/ ۴۷۱ ، ۴۷۲]

''کرز بن وبرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے جو ابدال میں شمار ہوتے تھے، کہا: میرے پاس اہل شام میں سے میرے ایک بھائی آئے اور مجھے ایک تحفہ دیا اور کہا: اے کرز! مجھ سے یہ تحفہ قبول کرو، کیونکہ یہ بڑا ہی اچھا تحفہ ہے۔ میں نے عرض کیا: میرے بھائی! یہ تحفہ آپ کو کس نے دیا؟ فرمایا: یہ تحفہ مجھے ابراہیم التیمی نے دیا ہے۔ میں نے کہا: کیا آپ نے ابراہیم سے یہ دریافت کیا کہ یہ اُن کو کس نے دیا؟ فرمایا: میں صحنِ کعبہ میں بیٹھا تحلیل وتسبیح اور حمد وثنا میں مشغول تھا کہ میرے پاس ایک صاحب آئے، مجھے سلام کیا اور میری دائیں جانب بیٹھ گئے، میں نے اپنے زمانے میں اُن سے زیادہ خوبصورت، اُن سے زیادہ خوش پوشاک، ان سے زیادہ گورا، اور ان سے زیادہ خوشبودار کسی کو نہیں دیکھا ہے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: میں الخضر ہوں۔ میں نے عرض کیا: کس غرض سے میرے پاس تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: تمہیں سلام کرنے اور اللہ کیے لیے تم سے محبت کرنے کے جذبے سے آیا ہوں۔ اور میرے پاس ایک تحفہ ہے، جو میں تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا: وہ تحفہ یہ ہے کہ تم سورج طلوع ہونے، زمین میں اس کی روشنی پھیل جانے اور اس کے ڈوب جانے سے قبل، سورۃ الفاتحہ، سورۃ الناس، سورۃ الفلق، سورۃ الکافرون اور آیۃ الکرسی میں سے ہر ایک کا سات بار ورد کرو۔ اور سات بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہو۔ اور نبی ﷺ پر سات مرتبہ دُرود بھیجو۔ اور اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے، مومنوں کے لیے اور مومنات کے لیے سات مرتبہ استغفار کرو اور کہو: اے اللہ! تو میرے ساتھ اور ان کے ساتھ دین، دنیا اور آخرت میں جلد یا بدیر وہ معاملہ فرما جس کا تو اہل ہے اور اے ہمارے مولا! ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہ کر جس کے ہم اہل ہیں۔ بیشک تو بڑا بخشش کرنے والا، درگزر کرنے والا، داتا، بزرگ، مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ یہ بھی سات بار پڑھو اور دیکھو اس ورد کو صبح وشام ترک مت کرنا۔ میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ بتا دیں کہ یہ عظیم عطیہ آپ کو کس نے عطا کیا ہے؟ کہا: یہ مجھے محمد ﷺ نے مرحمت فرمایا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا: مجھے اس کے ثواب سے باخبر کر دیجئے۔ کہا: جب تمہیں محمد ﷺ سے شرف ملاقات حاصل ہوگا، اس وقت آپ سے اس کے ثواب کے بارے میں دریافت کر لینا۔ آپ ﷺ تم کو اس کے ثواب سے آگاہ فرما دیں گے۔''

حافظ ابو الفضل زین الدین العراقی احیاء العلوم کے حاشیہ پر مطبوع اپنی مشہور کتاب '' المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الإحیاء من الأخبار ''میں'' حاشیہ نمبر: ۱ '' میں تحریر فرماتے ہیں:

'' عن رجل من اهل الشام عن ابراهيم التيمي '' کی سند سے کرز بن وبرہ کی روایت کردہ حدیث کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ سے خضر کی ملاقات اور عدم ملاقات اور ان کی زندگی اور موت کے بارے میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔''

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ محدثین جب کسی مسئلے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس مسئلے میں کوئی بھی ایسی حدیث نہیں ہے، جس پر اعتماد کرنا صحیح ہو۔

اس باطل اور بے اصل حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام غزالی نے حضرت خضر علیہ السلام سے منسوب دعا کے فوری ثواب کا جو واقعہ لکھا ہے، اس کا ذکر فائدے سے خالی نہیں، کیونکہ اس واقعہ سے اہل تصوف کی ذہنیت کو بڑی اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ابراہیم التیمی نے ذکر کیا ہے: ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا فرشتے ان کے پاس آئے اور ان کو اٹھا کر لے گئے اور ان کو جنت میں داخل کر دیا جس میں انہوں نے نہایت عظیم الشان اشیا کا مشاہدہ کیا، کہتے ہیں: میں نے فرشتوں سے دریافت کیا: یہ سب کس لیے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے لیے جو تمہاری طرح عمل کرے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے جنت کے پھل کھائے اور فرشتوں نے ان کو جنت کی شراب بھی پلائی۔ آگے کہتے ہیں: پس نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے، آپ کے ساتھ ستر نبی تھے اور فرشتوں کی ستر صفیں جن میں سے ہر صف مشرق سے مغرب تک لمبی تھی، نبی ﷺ نے مجھے سلام کیا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! خضر نے مجھے خبر دی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث آپ سے سنی ہے۔ فرمایا: خضر نے سچ کہا اور وہ جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں وہ حق ہے وہ اہل زمین کے سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑا علم اور ''ابدال'' کے سردار ہیں۔ وہ زمین میں اللہ کے سپاہیوں میں سے ایک سپاہی ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جس نے یہی عمل انجام دیا، لیکن وہ چیزیں یا ان کی ہم مثل چیزیں نہیں دیکھیں جو میں نے خواب میں دیکھی ہیں تو کیا اس کو ان میں سے کچھ ملے گا جو مجھے عطا کیا گیا؟ فرمایا: ''اس ہستی کی قسم! جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، اس پر عمل کرنے والے کو وہ سب کچھ عطا کیا جائے گا، اگرچہ اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہو اور نہ جنت کو اور اس کے تمام کبائر گناہ بخش دیئے جائیں گے، جن کا اس نے ارتکاب کیا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے غضب اور ناراضگی کو اٹھالے گا اور بائیں طرف کے فرشتے کو یہ حکم دے گا کہ ایک سال تک اس کی برائیوں اور خطاؤں کو نہ لکھے اور اس ذات کی قسم! جس نے مجھے نبی برحق بنا کر مبعوث کیا ہے، اس حدیث پر وہی عمل کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک بخت پیدا کیا ہے اور اس پر عمل کرنا وہی ترک کرے گا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بد بخت پیدا کیا ہے۔''

امام غزالی یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ابراہیم التیمی کا یہ حال تھا کہ وہ چار ماہ تک بلا کچھ کھائے پیے رہ جاتے تھے اور شاید ان کا یہ حال اس خواب کے بعد ہو گیا تھا۔'' [۱/۴۷۲]

مبالغہ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ کتاب وسنت میں بے شمار دعائیں منقول ہیں، مگر ان میں سے کسی بھی دعا کا وہ مبالغہ آمیز ثواب نہیں بتایا گیا ہے، جو اس بے اصل حدیث میں مذکور دعا کا بتایا گیا ہے، صرف یہی نہیں، بلکہ اس کو سعادت وشقاوت کا یقینی معیار بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

چار ماہ تک کسی شخص کا کچھ کھائے پیے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔ ایک تو جھوٹی روایت اور پھر اس روایت پر عمل کے یہ انتہائی مبالغہ آمیز اور خیالی ثمرات بیان کرنا کوئی اہل تصوف سے سیکھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصے میں اس کا ذکر البتہ آیا ہے کہ وہ مسجد حرام میں ایک ماہ تک کچھ کھائے بغیر صرف زمزم کے پانی پر گذارا کرتے رہے۔ ❶

صحیح بخاری میں بھی یہ قصہ مذکور ہے، لیکن اس میں زمزم کے پانی پر گذارا کرنے کا تو ذکر ہے، مگر تیس ۳۰ دن کا تعین نہیں ہے۔

۱۵۲..... ((لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَحْدَقَ بِهِ اصْحَابُهُ ، فَبَكَوْا حَوْلَهُ

❶ مسلم، ح: ۲۴۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاجْتَمَعُوْا ، فَدَخَلَ رَجُلٌ أَصْهَبُ اللِّحْيَةِ ، جَسِيْمٌ ، صبيحٌ ، فَتَخَطَّأَ رِقَابَهُمْ ، فَبَكَى ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أصحابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَعِوَضًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ ، وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ ، فَإِلَى اللّٰهِ فَأَنِيْبُوا ، وَإِلَيْهِ فَارْغَبُوا ، وَنَظْرَةٌ إِلَيْكُمْ فِي الْبَلَاءِ ، فَانْظُرُوا فَإِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ لَمْ يُجْبَرْ ـ وَانْصَرَفَ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَتَعْرِفُوْنَ الرَّجُلَ؟ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ وَعَلِيٌّ: نَعَمْ ـ هٰذَا أَخُو رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: الخِضْرُ عليه السلام))

''جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو آپ کے اصحاب نے آپ کو گھیر لیا اور آپ کے گرد و پیش جمع ہو کر رونے لگے، پس ایک آدمی ان کے پاس آیا، جس کی داڑھی زرد، جسم بھاری اور چہرہ روشن اور خوبصورت تھا۔ وہ ان کی گردنیں پھاندتا ہوا ان کے درمیان آیا اور رونے لگا، پھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی جانب متوجہ ہوا اور کہا: اللہ کی ذات میں ہر مصیبت سے ڈھارس، ہر ضائع ہو جانے والی چیز کا بدلہ اور ہر ہلاک ہونے والے کا جانشین موجود ہے۔ پس اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اور اسی کی طرف توجہ کرو۔ اور مصیبت و آزمائش میں تمہاری طرف چشم عنایت اسی کی ذات میں ہے۔ لہٰذا اسی کی طرف دیکھو۔ کیونکہ مصیبت زدہ وہ ہے جس کی خاطر جمع نہ ہو سکے۔ (یہ کہہ کر) وہ چلا گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم لوگ اس آدمی کو جانتے ہو؟ تو ابوبکر اور علی نے جواب دیا: ہاں! یہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی الخضر علیہ السلام تھے۔''

حافظ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن کثیر نے '' البداية والنهاية: ۱/ ۳۳۱ '' میں امام احمد بن الحسین البیہقی کے حوالہ سے اس منکر حدیث کی جو سند نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے:

((أَخْبَرَنَا أبو عَبْدِ اللّٰهِ الحَافِظُ ، أَخْبَرَنَا أبوبَكْرِ بْنُ بَالَوَيْهِ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَطَرٍ ، حَدَّثَنَا كَامِلُ بْنُ طَلْحَةَ ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ))

''ہم کو ابو عبداللہ الحافظ (الحاکم) نے خبر دی، کہا: ہم کو ابوبکر بن بالویہ نے خبر دی کہا: ہم سے محمد بن بشر بن مطر نے بیان کیا، کہا: ہم سے کامل بن طلحہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے عباد بن عبدالصمد نے انس بن مالک سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: البیہقی نے کہا ہے کہ عباد بن عبدالصمد ضعیف ہے اور یہ روایت بیحد منکر ہے۔

''میں کہتا ہوں کہ عباد بن عبدالصمد معمر البصری کا بیٹا ہے۔ اس نے حضرت انس سے حدیثوں کا ایک نسخہ روایت کیا ہے جس کے بارے میں ابن حبان اور العقیلی کا قول ہے کہ اس کی بیشتر روایات موضوع ہیں۔ امام بخاری نے اس کو ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔ امام ابوحاتم نے اس کو حد درجہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث قرار دیا ہے۔'' [۳۳۲/۱]

امام البیہقی کی اپنی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((أَنَّ الخِضْرَ وَقَفَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ ، فَبَكَى وَعَزَّاهُمْ وَغَابَ بَعْدَ ذَلِكَ ، وَأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّهُ أَخُو الرَّسُولِ ﷺ: الخِضْرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ))

''خضر علیہ السلام صحابہ کے درمیان آ کر کھڑے ہو گئے اور روئے اور ان کی تعزیت کی اس کے بعد غائب ہو گئے۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی خضر علیہ السلام ہیں۔''

۱۵۳ ..... ((لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَرْسَلَنِي اللهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْكَ تَكْرِيمًا لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ ، وَخَاصَّةً لَكَ ، أَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْكَ ، يَقُولُ: كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَ: أَجِدُنِي..... يَاجِبْرِيلُ!..... مَغْمُومًا، وَأَجِدُنِي..... يَا جِبْرِيلُ!..... مَكْرُوبًا۔ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيَ ، فَقَالَ ذَلِكَ لَهُ ، فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ أَوَّلَ يَوْمٍ۔ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ ، فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ ، وَرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ۔ وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ: إِسْمَاعِيلُ ، عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ ، كُلُّ مَلَكٍ مِنْهُمْ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ ؛ فَاسْتَأْذَنَ فَسَأَلَ عَنْهُ ، ثُمَّ قَالَ جِبْرِيلُ: هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ ، يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ ، مَااسْتَأْذَنَ عَلَى آدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَى آدَمِيٍّ بَعْدَكَ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِئْذَنْ لَهُ ، فَأَذِنَ لَهُ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبَضْتُهُ ، وَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَتْرُكَهُ تَرَكْتُهُ۔ قَالَ: أَوَ تَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ! قَالَ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَعَمْ۔ بِذَلِكَ أُمِرْتُ ، وَأُمِرْتُ أَنْ أُطِيعَكَ! قَالَ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جِبْرِيلَ عليه السلام فَقَالَ جِبْرِيلُ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِشْتَاقَ إِلَى لِقَاءِ كَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ۔ وَجَاءَ تِ التَّعْزِيَةُ ، سَمِعُوا صَوْتًا مِنْ نَّاحِيَةِ الْبَيْتِ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ إِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ ، وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا مِنْ كُلِّ مَا فَاتَ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوا ، وَإِيَّاهُ فَارْجُوا ، فَإِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ! فَقَالَ عَلِيٌّ عليه السلام: أَتَدْرُونَ مَنْ هٰذَا؟ هٰذَا الْخِضْرُ عليه السلام))

''جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ کی خدمت میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! اللہ عزوجل نے مجھے آپ کے پاس آپ کی اعزاز واکرام اور خصوصیت کے پیش نظر بھیجا ہے، تاکہ میں آپ سے وہ بات معلوم کروں جس کے بارے میں اللہ کو آپ سے زیادہ علم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: آپ اپنے آپ کو کس طرح پارہے ہیں؟ فرمایا: جبریل میں اپنے آپ کو مغموم اور کرب زدہ پارہا ہوں۔ پھر جبریل آپ کی خدمت میں دوسرے دن بھی حاضر ہوئے اور وہی بات آپ سے کہی اور نبی ﷺ نے ان کو وہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا۔ پھر تیسرے دن بھی وہ آپ کے پاس آئے اور آپ سے وہی سوال کیا، جو پہلے دن کیا تھا اور آپ نے وہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا۔ اس دن ان کے ساتھ ایک فرشتہ بھی آیا جس کا نام اسماعیل تھا اور جس کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے جن میں سے ہر ایک کے ماتحت ایک ایک لاکھ فرشتے تھے۔ اس فرشتہ نے اذن باریابی چاہا تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا، تو جبریل نے کہا: یہ موت کا فرشتہ ہے اور آپ سے اذن باریابی کا طالب ہے، آپ سے قبل اس نے کسی بھی آدمی سے اجازت نہیں طلب کی ہے اور نہ آپ کے بعد وہ کسی سے اجازت طلب کرے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو۔ تو جبریل نے اس کو اجازت دے دی تو اس نے آپ کو سلام کیا، پھر عرض گزار ہوا: اے محمد! اللہ عزوجل نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، پس اگر آپ مجھے یہ حکم فرمائیں کہ میں آپ کی روح قبض کروں، تو میں اسے قبض کروں اور اگر آپ مجھے حکم دیں کہ اس کو چھوڑ دوں تو چھوڑ دوں۔ آپ نے فرمایا: اے موت کے فرشتے! کیا تم یہ کام کرو گے؟ اس نے جواب دیا: ہاں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں۔ کہا: اس وقت نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، تو جبریل نے کہا: اے محمد! اللہ عزوجل آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔ اس پر نبی ﷺ نے موت کے فرشتے سے فرمایا: تجھے جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اسے کر گزر! تب اس نے آپ کی روح مبارک قبض کر لی اور جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور لوگ تعزیت کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے گھر کے ایک کونے سے یہ آواز سُنی: اے اہل بیت تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر نازل ہوں۔ بے شک اللہ کی ذات میں ہر مصیبت سے ڈھارس، ہر ہلاک ہونے والے کا جانشین اور ہر گزری ہوئی چیز کی تلافی مضمر ہے، لہٰذا اللہ پر اعتماد کرو، اسی سے اُمید رکھو کیونکہ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے۔ اس وقت علی علیہ السلام نے کہا: کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ خضر علیہ السلام ہیں۔''

یہ روایت موضوع اور باطل ہے۔ اس کی تخریج امام شافعی نے اپنی مسند، ص:۳۶۱'' میں اس سند سے کی ہے:

((عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ دَخَلُوْا عَلَى أَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، فقال : أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : قَالُوْا : بَلَى ، فَحَدِّثْنَا عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ : قَالَ..... فَذَكَرَ))

''القاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص سے روایت ہے، انہوں نے جعفر بن محمد سے روایت کیا، انہوں نے اپنے باپ سے کہ قریش کے کچھ لوگ ان کے باپ علی بن الحسین کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: کیا میں رسول اللہ ﷺ کی تم سے حدیث نہ بیان کروں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں؟ ہم سے ابوالقاسم ﷺ کی حدیث بیان کیجئے! راوی کہتا ہے..... اس وقت انہوں نے یہ حدیث بیان کی۔''

محدث عصر محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

''یہ سند مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد ضعیف ہے جس کی مصیبت یہ ابوالقاسم ہے جس کا لقب العُمَیر ی المدنی ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: ''وہ کچھ بھی نہیں، وہ جھوٹا تھا اور حدیثیں وضع کرتا تھا۔'' امام یحییٰ بن معین نے بھی اس کی تکذیب کی ہے اسی وجہ سے حافظ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حجر نے "تقریب التهذیب، ص:۳۸۶، ترجمہ:۵۴۶۸" میں اس کو متروک قرار دیا ہے۔"

علامہ البانی مزید لکھتے ہیں:

"اس روایت میں القاسم بن عبداللہ کی "متابعت" جس نے کی ہے وہ بھی کذب بیانی میں اسی کی طرح ہے، چنانچہ الطبرانی نے "المعجم الکبیر :۲۸۹۰" میں اس کی تخریج عبدالجبار بن العلاء کے طریقے سے کی ہے:

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنَ الْقَدَّاحُ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بِهِ ؛ إِلَّا أَنَّهُ اَسْنَدَهُ فَقَالَ : عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ :.....))

"ہم سے عبداللہ بن میمون القداح نے بیان کیا، کہا: ہم سے جعفر بن محمد نے اس کو بیان کیا لیکن اس کی سند بیان کرتے ہوئے کہا: ان کے باپ سے روایت ہے، انہوں نے علی بن حسین سے روایت کیا، کہا: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سُنا ہے....."

میں کہتا ہوں کہ اس قداح کو امام ابو حاتم نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ امام بخاری کا قول ہے:

"وہ ذاہب الحدیث، روایت حدیث میں نا قابلِ اعتبار ہے۔"

ابن حبان کہتے ہیں: "اس کو حجت بنانا جائز نہیں ہے۔"

اور حافظ ابن حجر نے "تقریب التهذیب، ص:۲۶۸، ترجمہ:۳۶۵۳" میں اس کو متروک اور منکر الحدیث لکھا ہے۔

پھر ایک دوسرے کذاب، ابوالولید المخزومی نے اس کا سرقہ کر لیا اور اس کی سند بدل دی، کہتا ہے:

((حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ ، عَنْ جُعْفَرِبْنِ مُحَمَّدٍ ،عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَزَّتْ هُمُ الْمَلَائِكَةُ؛ يَسْمَعُوْنَ الْحِسَّ وَلَا يَرَوْنَ الشَّخْصَ ،فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، إِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ وَدَرَكًا مِنْ هَالِكٍ فَبِا للّٰهِ فَثِقُوْا وَإِيَّاهُ فَارْجُوا ، فَإِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ))

"ہم سے انس بن عیاض نے جعفر بن محمد اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، کہا: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو ملائکہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ آواز تو سن رہے تھے لیکن کوئی جسم نہیں دیکھ رہے تھے، کہنے والے نے کہا: اہل بیت تم کو سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر نازل ہوں، اللہ کی ذات میں ہر مصیبت سے ڈھارس، ہر گزرنے والے کا جانشین اور ہر ہلاک ہونے کی تلافی موجود ہے تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو اور اسی سے اُمید رکھو، کیونکہ محروم وہ ہے جو ثواب سے محروم ہو۔''

تو اس کا راوی ابو الولید المخزومی جس کا نام خالد بن اسماعیل ہے۔ اس کو ذہبی نے میزان الاعتدال کے باب ''الکنی'' میں کذاب لکھا ہے اور باب ''الأسماء'' میں اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''ابن عدی کا قول ہے: وہ ثقہ راویوں کے نام سے حدیثیں وضع کرتا تھا۔ الدارقطنی نے اس کو متروک قرار دیا ہے، اور ابن حبان کہتے ہیں: کسی بھی حال میں اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔'' [الضعیفہ: ۱۱/ ۶۴۱-۶۴۴]

اوپر نبی اکرم ﷺ سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات اور آپ کی وفات کے موقع پر ان کے اہل بیت اور صحابۂ کرام کی تعزیت کرنے اور ان کو صبر وتحمل کی تلقین کرنے سے متعلق جتنی روایات نقل کی گئی ہیں وہ سب موضوع اور منکر ہیں۔ ان کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی وفات پر اُن کی حاضری اور اہل بیت اور صحابۂ کرام سے ان کی تعزیت سے متعلق جتنی اور روایات ملتی ہیں ان سب سے وضع اور نکارت کی بو آتی ہے اور ان میں سے کوئی بھی روایت ایسی نہیں ہے جس کی سند کذاب، حدیث وضع کرنے والے اور منکر الحدیث راوی سے پاک ہو اس سلسلے میں ''احیاء العلوم: ۱/ ۴۷۱، ۴۷۲، اور ۵/ ۷۲'' اور اس کے حاشیہ پر مطبوع ''المغنی عن حمل الاسفار'' فتح الباری: ۲/ ۱۵۶۵ اور ''البدایہ والنہایہ: ۱/ ۳۳۲، ۳۳۳ اور ۵/ ۲۷۷'' سے رجوع کر کے ان روایات اور ان کے راویوں کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ روایات دراصل ایک خاص ذہنیت کی ترجمان ہیں۔

صحابۂ کرام سے خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں سے متعلق روایات:

نبی اکرم ﷺ سے خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں کے بارے میں روایات کی حقیقت تو معلوم ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر اہل بیت سے تعزیت کرنے کی غرض سے ان کی آمد کے بارے میں بھی جو روایات کتابوں میں ملتی ہیں ان میں سے کوئی روایت بھی صحیح اور قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں چند ایسی روایات نقل کی جا رہی ہیں جن میں صحابۂ کرام سے ان کی ملاقاتوں کا دعویٰ کیا گیا ہے:

۱۵٤..... ((بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُصَلِّيْ عَلَى جَنَازَةٍ ، إِذَا بِهَاتِفٍ يَهْتِفُ مِنْ خَلْفِهِ: لَا تَسْبِقُنَا بِالصَّلَاةِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ تَعَالَى ، فَانْتَظَرَهُ حَتّٰى لَحِقَ بِالصَّفِّ الأَوَّلِ ، فَكَبَّرَ عُمَرُ وَكَبَّرَ النَّاسُ مَعَهُ ، فَقَالَ الْهَاتِفُ : إِنْ تُعَذِّبْهُ فَكَثِيْراً عَصَاكَ وَإِنْ تَغْفِرْلَهُ فَفَقِيْرٌ إِلَى رَحْمَتِكَ ، فَنَظَرَ عُمَرُ وَأَصْحَابُهُ إِلَى الرَّجُلِ ، فَلَمَّا دُفِنَ الْمَيِّتُ وَسُوِّيَ التُّرَابُ ، قَالَ طُوبَى لَكَ يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ! إِنْ لَمْ تَكُنْ عِرِّيْفًا ، أَوْ جَابِيًا ، أَوْ خَازِنًا ، أَوْ كَاتِبًا أَوْ شُرْطِيًّا ، فَقَالَ عُمَرُ: خُذُوْا الرَّجُلَ نَسْأَلُهُ عَنْ صَلَاتِهِ وَكَلَامِهِ عَمَّنْ هُوَ؟ فَتَوَارَى عَنْهُمْ ، فَإِذَا أَثَرُ قَدَمِهِ ذِرَاعٌ ، فَقَالَ عُمَرُ : هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَدَّثَنَا عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ أَيْ : الْخِضْرُ))

''ایک دن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک جنازے کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے کہ ان کے پیچھے سے ایک غیبی آواز آئی جو کہہ رہی تھی: ہم سے نماز میں سبقت مت کیجئے! آپ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یہ سُن کر عمر رضی اللہ عنہ اس کے انتظار میں رُک گئے یہاں تک کہ وہ آ کر پہلی صف میں شامل ہو گیا۔ پس عمر اور ان کے ساتھ لوگوں نے تکبیر کہی تو وہ آواز گویا ہوئی: اگر تو اس کو عذاب دے تو اس نے تیری بڑی نافرمانی کی ہے اور اگر تو اس کو بخش دے تو وہ تیری رحمت کا محتاج ہے۔ یہ سُن کر عمر اور ان کے اصحاب نے اس آدمی کو غور سے دیکھا اور جب میت کو دفن کر دیا گیا اور اس کی مٹی برابر کر دی گئی، تو وہ بولا: اے صاحبِ قبر! خوش خبری ہو تمہارے لیے اگر تم کسی کام کے نگراں، تحصیل دار، خزانچی، منشی اور پولیس مین نہیں تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آدمی کو پکڑو ہم اس سے اس کی نماز کے بارے میں دریافت کریں اور اس سے یہ بھی پوچھیں کہ وہ کس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ لیکن وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پاؤں کا نشان نصف گز کے برابر ہے اس پر عمر نے فرمایا: یہ اللہ کی قسم وہی ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے ہم سے بیان کیا ہے، یعنی خضر۔''

حافظ ابن کثیر ''البدایہ والنہایہ: ۱/۳۳۲'' میں لکھتے ہیں:

''اس کی روایت عبداللہ بن وہب نے اس شخص سے کی ہے جس نے اُن سے محمد بن عجلان اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے محمد بن المنکدر سے روایت کرتے ہوئے اسے بیان کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور سند منقطع بھی ہے۔ اس طرح کی روایت صحیح نہیں ہے۔''

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''اس کی سند میں ایک مجہول راوی شامل ہے اور محمد بن المنکدر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان سند منقطع بھی ہے۔'' [الاصابة : ۱/ ٤٤٤، اور فتح الباری : ۲/ ۱۵٦٥]

اور علامہ آلوسی ''روح المعانی :۱۵/ ۳۲۳'' میں لکھتے ہیں:

''ہم اس کی صحت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔''

۱۵۵ ..... ((رَوَى الحافظُ ابْنُ عَسَاكِرٍ ، عَنِ الثَّوْرِيِّ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَرَّرٍ ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الأَصَمِّ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : بَيْنَا أَنَا أَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِذَا رَجُلٌ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ : يَا مَنْ لَا يَشْغَلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ ، وَيَا مَنْ لَا تُغَلِّطُهُ الْمَسَائِلُ ، وَيَا مَنْ لَا يَتَبَرَّمُ بِإِلْحَاحِ الْمُلِحِّيْنِ ، أَذِقْنِيْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ ، قُلْتُ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اَعِدِ الْكَلَامَ ، قَالَ : أَسَمِعْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ ، قَالَ : وَالَّذِيْ نَفْسُ الْخِضْرِ بِيَدِهِ..... وَكَانَ هُوَ الْخِضْرُ ، لَا يَقُوْلُهُنَّ عَبْدٌ دُبُرَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ إِلَّا غُفِرَتْ ذُنُوْبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ وَعَدَدِ الْمَطَرِ وَوَرَقِ الشَّجَرِ))

''حافظ ابن عساکر نے ثوری سے، انہوں نے عبداللہ بن محرر سے اور انہوں نے یزید بن الاصم سے اور انہوں نے علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جس وقت میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا کہہ رہا ہے۔ اے وہ جس کو ایک سماعت دوسری سماعت سے غافل نہیں کرتی اے وہ جس کو کثرت سوال کسی غلطی میں مبتلا نہیں کرتی، اور اے وہ جو اصرار کرنے والوں کے اصرار سے کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا، مجھے اپنے عفو و درگزر کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی مٹھاس چکھا دے، میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! ذرا یہ بات دوبارہ کہو! تو اس نے کہا: تم نے اس کو سنا؟ میں نے کہا: ہاں! اس پر اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے، اور وہ خضر ہی تھے۔ کوئی بھی بندہ یہ کلمات فرض نماز کے بعد کہے تو اس کے سارے گناہوں کی بخشش کر دی جائے گی چاہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ''عالج'' کی ریت، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔''

یہ روایت باطل اور جھوٹ ہے۔ حافظ ابن کثیر ''البدایہ والنہایہ : ۱/۳۳۲'' میں اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ عبداللہ بن محرر ''متروک'' ہے اور یزید بن الاصم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجر ''فتح الباری: ۲/۱۵۶۵'' میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن عساکر نے اس کو دو سندوں سے نقل کیا ہے اور دونوں ضعیف ہیں۔''

اور حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ : ۱/۳۳۳'' میں اس روایت کو دوسری سندوں سے کچھ مختلف الفاظ میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''ان میں سے کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے، کسی سند میں انقطاع ہے تو کسی میں مجہول راوی شامل ہیں۔''

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اسی طرح صحابۂ کرام سے بھی ان کی ملاقاتوں سے متعلق کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں کے بارے میں جو روایات نقل کی گئی ہیں، سند کے اعتبار سے ان کی نکارت اور پھر ان کے باطل ہونا واضح کیا جا چکا ہے۔ البتہ ان کے متن میں جو نکارت مضمر ہے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی جبکہ ان کا یہ پہلو ان کی سند سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ بیشتر روایات میں حضرت خضر علیہ السلام کو اس شکل میں پیش کیا گیا ہے کہ ''لوگوں نے ان کی آواز تو سُنی مگر ان کی شخصیت کا مشاہدہ نہیں کیا۔'' یا ''وہ لوگوں کے درمیان اچانک نمودار ہوئے، ان کو چند نصیحتیں کیں اور پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔'' گویا ان کو جنوں یا فرشتوں کی طرح انسانی شکل اختیار کرنے اور پھر نگاہوں سے اوجھل اور غائب ہو جانے پر قدرت حاصل ہے۔ جبکہ ایک بشر ہونے کی وجہ سے ان کا ایسا کرنا ان کی قدرت سے باہر ہے اور جو لوگ ان کو رسول یا نبی مانتے ہیں اور جن کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ رسول یا نبی نہیں ہیں بلکہ ''ولی'' تھے یا ہیں اُن دونوں کے نزدیک وہ بشر ہیں۔ اور کسی بشر سے اس طرح کے ''خارق العادۃ'' حالات کا ظہور صرف دو صورتوں میں ممکن ہے، اگر وہ رسول یا نبی ہے تو بطورِ معجزہ ایسا کرے اور اگر ''ولی'' ہے تو بطور ''کرامت''

تو جہاں تک معجزہ کا تعلق ہے تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی رسول یا نبی کا کوئی معجزہ دکھانا اس کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیاری فعل نہیں ہے بلکہ وہ ایسا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حکم سے کرتا ہے۔ اس مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں نہایت واشگاف طریقے سے بیان کر دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ. لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ ، جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوْا أَيْدِيَهُمْ فِيْٓ أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿9﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ، قَالُوْٓا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَآؤُنَا فَأْتُوْنَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿10﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ ، وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿11﴾ ﴾ [سورۂ ابراھیم : ۹۔ ۱۱]

''کیا تمہیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، قوم نوح، عاد اور ثمود کی خبر اور ان کی خبر جو ان کے بعد آئے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے منہ پر اپنے ہاتھ رکھ لیے اور بولے جو پیغام دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس کے بارے میں سخت اُلجھن میں ڈال دینے والے شک میں ہیں، ان کے رسولوں نے کہا: کیا تمہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اللہ کے بارے میں شک ہے؟ وہ تو تمہیں اس لیے بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تمہیں ایک وقت معین تک مہلت دے، وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے روک دو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں، اچھا لاؤ ہمارے پاس کوئی کھلا معجزہ۔ ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم ہیں تو تمہارے ہی جیسے آدمی لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم تمہارے پاس کوئی معجزہ لا دیں مگر صرف اللہ کے حکم سے اور ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔''

دیکھا آپ نے! کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کی زبانوں سے یہ اعلان کرا دیا کہ ''یہ صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے ہم کو منصب رسالت پر سرفراز فرمایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم تمہارے مطالبوں پر تمہیں معجزے دکھانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو ہمارے ہاتھوں معجزے ظاہر کر دیتا ہے۔

اور سورۃ الاسراء آیت نمبر ۹۰ سے ۹۳ تک میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان عجیب وغریب مطالبات کو بیان فرمایا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے معجزات دکھانے سے متعلق کرتے تھے۔ پھر ان مطالبوں کا ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان کو یہ جواب دیجئے:

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴾

''اے نبی ان سے کہدو! پاک ہے میرا رب، کیا میں ایک ایسے رسول کے سوا کچھ اور ہوں جو انسان ہے۔''

اور عملی زندگی میں رسول اللہ ﷺ ''دعوتِ حق'' کی راہ میں قدم قدم پر ستائے گئے۔ طائف میں آپ کو پتھروں سے مارا گیا اور حرم پاک میں عین سجدے کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی گئی اور آپ نے یہ سب کچھ برداشت کر لیا۔ ہجرت کے موقع پر آپ نے دشمنوں سے بچنے کے لیے وہ تمام احتیاطی تدابیر اختیار کیں جو اس طرح کے موقع پر اختیار کی جاتی ہیں۔ مگر نبی ﷺ کی سیرت پاک میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ لوگوں کے حملوں کے موقعوں پر ان کی نگاہوں سے غائب ہو گئے ہوں، کفار یا صحابۂ کرام سے گفتگو کرتے ہوئے لوگوں نے آپ کی آواز تو سُنی ہو لیکن آپ کی شخصیت اُن کی نگاہوں سے اوجھل رہی ہو۔ حالانکہ آپ سید المرسلین اور افضل الخلائق تھے اور خضر علیہ السلام کے مقابلے میں آپ سے اس طرح کے ''خارق العادۃ'' افعال کا صدور زیادہ ''قرین عقل'' تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خضر علیہ السلام سے متعلق جتنی بھی روایات ملتی ہیں ان میں سے کوئی بھی روایت ''خارق العادۃ'' فعل سے خالی نہیں ہے۔

اور جو لوگ خضر علیہ السلام کو نبی نہیں بلکہ ''ولی'' مانتے ہیں اور ان کی طرف منسوب عجیب وغریب افعال کو ان کی کرامتوں کے قبیل سے مانتے ہیں تو یہ دعویٰ مردود ہے، کیونکہ کوئی بھی ولی کسی کرامت کے اظہار پر قادر نہیں ہے۔ کرامت دراصل اللہ تعالیٰ کی وہ ''تکریم'' ہے جس سے وہ اپنے صالح اور محبوب بندوں کو کبھی کبھی نوازتا رہتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ کا ذاتی اور اختیاری فعل ہرگز نہیں ہے۔

معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ معجزہ نبی کی نبوت کی طرح ایک یقینی امر ہے جبکہ کسی ولی کی کرامت کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ عمومی طور پر اگرچہ اولیاء اللہ کا وجود ثابت ہے، لیکن کسی شخص کے لیے یہ جائز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ وہ کسی خاص شخص یا بزرگ کے ولی ہونے کا دعویٰ کرے۔ بلکہ خود ولی کو بھی یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ ولی ہے اور نہ اس کے لیے وہ اپنے ولی ہونے کا دعویٰ کرنا جائز ہے، اس کے برعکس نبی کی نبوت پر ایمان اور اس کی تصدیق جزو ایمان ہے بلکہ خود نبی پر دوسروں سے قبل اپنے نبی ہونے پر ایمان لانا واجب ہے۔

خضر علیہ السلام سے متعلق اب تک کی نقل کردہ موضوع اور منکر روایتوں کے ضمن میں یہ وضاحت ضروری تھی، رہا ان کی نبوت اور ولایت کا مسئلہ تو اس پر مکمل بحث ان شاء اللہ اس باب کے آخر میں کی جائے گی۔

ائمہ سے خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں سے متعلقہ روایات:

فضائل ومناقب کی کتابوں میں جن ائمہ اسلام سے خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں ان میں سرِ فہرست امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں اور ان سے خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں کا واقعہ بڑا دلچسپ بھی ہے، مشہور حنفی عالمِ حدیث علامہ نور الدین ملا علی القاری نے یہ واقعہ اپنی کتاب ''المشرب الوردی فی مذہب المہدی'' میں نقل کیا ہے اور پھر اس کا رد کیا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے:

''جان لو کہ اللہ نے ابوحنیفہ کو شریعت اور کرامت سے خصوصی طور پر نوازا تھا۔ اور ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے شریعت کے احکام سیکھتے۔ یہ سلسلہ پانچ سال تک جاری رہا۔ اور جب ابوحنیفہ کی وفات ہوگئی تو خضر علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے التجا کی: الٰہی! اگر تیرے نزدیک میرا کوئی درجہ اور مقام ہے تو ابوحنیفہ کو یہ اجازت دے کہ وہ مجھے قبر سے حسبِ معمول علم سکھاتے رہیں۔ تاکہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل شریعت کی معرفت حاصل ہو جائے اور میں طریقت اور حقیقت سے واقف ہو جاؤں، اس مناجات کے بعد خضر علیہ السلام کے پاس یہ ندا آئی کہ ان کی قبر کے پاس جا کر ان سے جو کچھ چاہتے ہو سیکھو۔ اس طرح وہ ان کی قبر کے پاس حاضری دینے اور ان سے علم سیکھنے لگے، یہ سلسلہ پچیس سال تک جاری رہا یہاں تک کہ انہوں نے تمام دلائل اور اقوال کی تحصیل مکمل کر لی۔''

عقیدت میں غلو کے ترجمان اس جھوٹے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ملا علی القاری لکھتے ہیں:

''یہ بات مخفی نہیں کہ یہ عبارت اپنے لچر پن اور ابتذال کے ساتھ کسی ایسے ملحد کا کلام ہے جو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱.....وہ خضر جن کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ ''(موسیٰ اور اس کے خادم نے) ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اس کو اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔''

اور جن سے موسیٰ علیہ السلام نے علم حاصل کیا تھا، وہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں شامل ہو گئے؟!

۲.....کس قدر عجیب بات ہے کہ خضر گو نبی ﷺ کا مبارک زمانہ ملا مگر انہوں نے آپ ﷺ سے اسلام کی تعلیم حاصل نہیں کی، اور نہ علی بن ابی طالب، زید بن ثابت، اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل جیسے صحابۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور نہ سعید بن المسیب، عطاء بن رباح، الحسن البصری اور مکحول جیسے تابعین عظام کی خدمت میں حاضری دی بلکہ ان سب کو چھوڑ کر کسی اور کے علم پر راضی ہو گئے۔ اس طرح اس واقعہ کا باطل ہونا کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا حتی کہ کم عقلوں پر بھی نہیں۔''

''الاشاعه لأشراط الساعة'' کے مصنف الشریف محمد بن رسول الحسینی البرزنجی نے مذکورہ واقعہ اور اس پر ملا علی القاری کا تبصرہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''۱.....خضر جو اپنے رب سے مخاطب ہوتے ہیں، اس سے مناجات کرتے ہیں اور ان کا رب ان کی مناجات کا ان کو جواب دیتا ہے اور ان کو پکارتا ہے، انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیوں نہ کیا کہ وہ ان کو کسی واسطہ کے بغیر اسلام کی تعلیم دیدے، یہاں تک کہ ان کو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قبر پر جا کر علم شریعت حاصل کرنا پڑا۔

۲.....خضر یا تو نبی ﷺ کی شریعت کا علم حاصل کرنے پر مامور تھے یا نہیں تھے۔ اگر مامور تھے تو پھر انہوں نے ابوحنیفہ کے زمانے تک اس کو چھوڑے کیوں رکھا؟ کیا اُن کا ایسا کرنا ترکِ فرض پر دلالت نہیں کرتا اور ایک معصوم کے لیے یہ کیونکر روا ہو سکتا ہے کہ وہ ۱۵۰ سال تک شریعت کی تعلیم کو پسِ پشت ڈالے رکھے؟

اور اگر خضر اس شریعت کا علم حاصل کرنے پر مامور نہیں تھے بلکہ انہوں نے محض حصول ''کمال'' کے جذبے سے ایسا کیا، تو پھر انہوں نے یہ علم شریعت نبی ﷺ سے ''تر و تازہ'' کیوں نہ حاصل کیا؟

۳.....امام ابوحنیفہ مجتہد تھے اور مجتہد خطأ و صواب دونوں سے متصف ہوتا ہے تو پھر خضر جو خطأ و صواب سے معصوم ہیں، انہوں نے ایک ایسے شخص کی تقلید کس طرح کی جو خطأ و صواب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفت سے معصوم نہیں تھا؟

ملا علی قاری اور الشریف ابوزنجی نے امام ابوحنیفہ سے خضر علیہ السلام کے علم شریعت حاصل کرنے کے واقعہ کی جو تکذیب کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ خضر علیہ السلام کو نبی بھی مانتے تھے اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ وہ بقید حیات ہیں، ان کے اس عقیدے میں اُمت کا ایک بہت بڑا طبقہ ان کے ساتھ شریک ہے۔ مگر ان دونوں بزرگوں نے مذکورہ من گھڑت واقعہ کی تکذیب کرتے ہوئے دانستہ یا نادانستہ جس پہلو کو نظر انداز کر دیا وہ خضر علیہ السلام کا پچیس سال تک امام ابوحنیفہ کی قبر پر حاضری دینا اور ان سے احکام شریعت کا علم حاصل کرنا ہے۔ حالانکہ مذکورہ واقعہ کا یہ پہلو سب سے زیادہ گمراہ کن ہے کیونکہ یہ مسلمہ اسلامی عقیدہ ہے کہ مردے اپنی قبروں میں نہ تو باہر کی کوئی بات سُنتے ہیں اور نہ باہر کے لوگوں کو اپنی باتیں سُنا سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کر سکتے تو پھر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمانے کی ضرورت نہ پڑتی:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا مَسَكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ))

[المؤطا / كتاب القدر، حديث: ٣]

''میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سُنت۔''

بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ یہ فرماتے کہ دیکھو میری وفات کے بعد جب بھی تمہیں دین کا کوئی حکم معلوم نہ ہو، یا تمہیں کسی شرعی مسئلے میں کوئی اشتباہ ہو جائے یا کسی معاملے میں آپس میں اختلاف کر بیٹھو تو میری قبر پر حاضر ہو کر اپنا اشکال بیان کر دینا میں تمہیں صحیح حکم بتا کر تمہاری اُلجھن دور کر دوں گا۔

درحقیقت یہ کہانی جس شخص نے گھڑی ہے اس سے اس کا مقصد اہل تصوف کے اس عقیدے کی ترویج ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اپنے فیوض و برکات سے اہل دنیا کو مستفید کر رہے ہیں، وہ صرف نظروں سے اوجھل ہیں ورنہ حقیقت میں ان کے تصرفات کائنات میں جاری وساری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں صوفیا اور اولیاء اللہ کے قبریں مرجع خلائق بنی رہتی ہیں۔ ان قبروں پر اُمت محمد سے نسبت کے جھوٹے دعویدار ہر اس مشرکانہ عمل کا ارتکاب کرتے ہیں جس کا ارتکاب مشرکین بتوں کے آگے کرتے تھے بلکہ توحید کا دم بھرنے والے ان سے بھی دو قدم آگے نکل گئے ہیں اور وہ اس طرح کہ مشرکین ''الوہیت'' میں تو شرک کا ارتکاب کرتے تھے مگر ربوبیت میں مؤحد تھے جبکہ نام نہاد مسلمان الوہیت اور ربوبیت دونوں میں شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ للہ کی طرح دوسرے ائمہ حدیث و فقہ سے بھی خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں کے تذکروں سے فضائل ومناقب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔لیکن ان میں سے کوئی بھی واقعہ ایسا نہیں ہے جو قابلِ اعتماد سند سے منقول ہو اور اس کا متن اسلامی روح کے منافی نہ ہو اور ان ائمہ اسلام کے علاوہ اُمت کے دوسرے علماء اور مشائخ بھی ان سے ملاقاتوں کے دعوے کرتے رہے ہیں اور آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے بلکہ ان میں بکثرت ایسے لوگوں کے نام بھی ملتے ہیں جن کی ''خدمت عالیہ'' میں خضر علیہ السلام خود حاضر ہوتے ہیں اور بعض تو ایسے ''خدا رسیدہ'' بھی گزرے ہیں جن کی خدمت میں خضر علیہ السلام ''استفادہ'' کی غرض سے حاضر ہوئے لیکن انہوں نے ان کو ''اذن باریابی'' دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اس سے ان کی عبادت وریاضت اور خلوت مع اللہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ تھا۔

ظاہر ہے کہ خضر علیہ السلام سے لوگوں کی ملاقاتوں کے یہ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ اوّل تو یہ واقعات اپنے پیچھے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں رکھتے، دوسری بات یہ کہ ان سے خضر علیہ السلام کی زندگی ثابت ہوتی ہے جو قرآن پاک اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔سوم یہ کہ ان ملاقاتوں کا دعویٰ کرنے والے سو فیصد صوفیا یا صوفیانہ افکار وعقائد سے متاثر لوگ ہیں جو ہر دور میں بے بنیاد اور جھوٹے واقعات بیان کرنے میں شہرت رکھتے ہیں۔

خضر علیہ السلام کی زندگی اور موت اور نبوت وولایت تو ایک مختلف فیہ امر ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سید البشر اور خاتم الانبیاء ہیں اور جو قیامت سے پہلے اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف نہیں لائیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی متعدد صوفیا نے یہ دعوے کیے ہیں کہ انہوں نے آپ کو قبر مبارک سے باہر دیکھا ہے اور یہ خواب میں نہیں بلکہ حالتِ بیداری میں جبکہ یہ ناممکنات میں سے ہے، کیونکہ اگر یہ ممکن ہوتا تو اس شرفِ عظیم سے وہ محدثین عظام اور فقہائے اُمت نوازے جاتے جو اس دین کے پاسبان، عالم وفاضل، صالح، متقی اور عابد وزاہد تھے۔لیکن ایسا نہیں ہوا، اس کے برعکس قبر سے باہر بیداری کی حالت میں ملاقات اور نبی برحق کے دیدار کے دعویدار ایسے لوگ ہیں جو ان کے عشر عشیر بھی نہیں تھے۔ذیل میں بلا کسی تبصرے کے اس طرح کے چند واقعات نقل کر رہا ہوں۔

تاریخ دعوت وعزیمت، جلد پنجم، صفحہ: ۳۹۳ پر یہ عبارت درج ہے:

''سید شاہ ابو سعید رحمہ اللہ ایک باوقار، کریم النفس، کثیر الاحسان، مہمان نواز اور غریب پرور بزرگ تھے۔رفقاء کے ساتھ اپنے حجاز کا سفر کیا اور ۲۸ ربیع الاوّل ۱۱۸۷ھ کو مکہ مکرمہ پہنچے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج سے مشرف ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہاں چھ ماہ مقیم رہے اور ''مصابیح'' کی شیخ ابو الحسن سندھی صغیر سے سماعت کی، ایک بار مرقد نبوی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھا کہ حجرۂ مبارکہ سے باہر جلوہ افروز ہیں، پہلے آپ کے دوش مبارک ظاہر ہوئے، پھر جسد مطہر ظاہر ہوا اور آنحضرت ﷺ سامنے تشریف فرما کر متبسم ہوئے، آپ کے مرید و مجاز شیخ امین بن حمید علوی کاکوروی اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ:

''شیخ ابوسعید فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ میں بچشم سر دیکھا ہے۔''

'' فضائل اعمال ، جلد اول ، ص: ۷۷۹۰ '' پر یہ عبارت درج ہے:

''سید احمد رفاعی رحمہ اللہ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔''؟!

فضائل اعمال کے مصنف نے یہ قصہ حافظ سیوطی کی کتاب ''الحاوی'' سے نقل کیا ہے۔ اور حافظ سیوطی نے خود یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو حالت بیداری اور نیند دونوں میں دیکھا جاسکتا ہے اور انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ستر سے زیادہ بار حالتِ بیداری میں دیکھا ہے۔''[مقدمة "الانفان" بقلم فواز احمد الزمولی ، ص: ٢٤]

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

''امام نووی فرماتے ہیں: خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں اختلاف ہے، بیشتر علماء کا قول ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں، صوفیہ کے نزدیک یہ امر متفق علیہ ہے اور یہی رائے اہل صلاح ومعرفت کی بھی ہے، ان کی رؤیت، ان سے ملنے، ان سے سوال و جواب، خیر و بھلائی کے مقامات پر ان کے وجود کے بارے میں لوگوں کی حکایتیں شمار سے باہر ہیں، جن پر پردہ ڈالنا مشکل ہے۔''

[تهذيب الاسماء واللغات: ١/ ١٧٧ ، ١٧٧۔ شرح صحيح مسلم: ١٥/ ١٣٥ ١٣٦]

امام نووی کی یہ تصریح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ خضر علیہ السلام کی زندگی کے قائل یا تو صوفیا ہیں یا وہ جن پر تصوف کا رنگ غالب ہے۔ چنانچہ شیخ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

''لوگوں کی اکثریت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خضر علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اور صوفیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک یہ متفق علیہ امر ہے، کیونکہ مختلف مقامات پر ان کو دیکھنے اور ان سے بات کرنے کی حکایتیں، شمار سے باہر ہیں۔ اس بات کو اس بات کو شیخ اکبر..... محی الدین بن عربی..... نے ''الفتوحات المکیہ'' میں، ابوطالب المکی نے اپنی کتابوں میں اور حکیم ترمذی..... محمد بن علی بن الحسن..... نے النوادر میں نیز امت کے محققین نے نقل کیا ہے، جن کا جھوٹ اور افتراء پر اتفاق نا قابلِ تصور ہے۔ اس طرح ان کا وجود تو ثابت ہو گیا اور عدم وجود دلیل کا محتاج ہے اور ان کی موت پر کوئی دلیل، کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت نہیں ہے اور کسی نے بھی یہ خبر نہیں نقل کی ہے کہ وہ فلاں جگہ، فلاں وقت اور فلاں بادشاہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔''

[روح البیان فی تفسیر القرآن: ۲/۴۹۸]

اسماعیل حقی نے خضر علیہ السلام کے وجود پر جن لوگوں کی کتابوں سے استدلال کیا ہے اور جن کو انہوں نے ''محققین امت'' کے القاب سے نوازا ہے وہ ان کے نزدیک اہل تحقیق اور ثقہ ہوں تو ہوں ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ ان کی کتابیں رطب ویابس اور حق وباطل کا مجموعہ ہیں اور انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ دین صحیح کی تشریح وتوضیح سے زیادہ کفر وزندقہ پھیلایا ہے۔

دوم یہ کہ اگر کسی رسول یا نبی کے عدم وجود کے لیے یہ ضروری ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع سے اس کے بارے میں نص صریح ہو تو پھر اللہ کے بھیجے ہوئے بیشتر رسولوں اور نبیوں کو اس وقت دنیا میں موجود ہونا چاہیے کیونکہ صحیح نصوص میں ان کی وفات کے تذکرے نہیں ملتے۔

سوم یہ کہ قدیم زمانے کے کسی شخص کا بقید حیات رہنا دلیل کا محتاج ہے نہ کہ اس کی موت، کیونکہ موت تو ایک حتمی اور یقینی امر ہے۔ ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے مستثنیٰ ہے اور زندہ ہے تو کتاب وسنت سے اس کے لیے دلیل درکار ہے۔

اہل تصوف نے حضرت خضر علیہ السلام کی بقاء اور وجود کے جو اسباب گنوائے ہیں ان میں سے دو درج ذیل ہیں:

☆ محمد بن اسحاق ''کتاب المبتدأ'' میں لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہم سے بیان کیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب نازل کرنے والا ہے۔ لہٰذا میری لاش غار میں تمہارے ساتھ رہنی چاہیے، یہاں تک کہ تم مجھے لے جا کر ارض شام میں دفن کر دینا، پس جب طوفانِ نوح آیا، تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدم نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ اس شخص کی عمر قیامت تک دراز کردے، جو ان کو دفن کرے اور خضر ہی نے ان کو دفن کیا اور اللہ نے آدم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا، اس طرح وہ اس وقت تک زندہ رہیں گے، جب تک اللہ انہیں زندہ رکھنا چاہے گا۔

[الإصابه: ۱/ ۴۳۱، فتح الباری: ۲/ ۱۵۶۶]

یہ روایت نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ اس کے راوی محمد بن اسحاق بن یسار ہیں، جو اگرچہ سچے تھے مگر ''مدلس'' تھے اور ان پر تشیع اور قدری ہونے کا الزام بھی تھا۔ '' تقریب التهذیب ، ترجمه: ۵۷۲۵ '' انہوں نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ ان سے یہ واقعہ کس نے بیان کیا۔ اگر ابن اسحاق سے زیادہ ثقہ راوی نے اس طرح کی مبہم اور غیر مکمل سند سے اس طرح کے '' خارق العادة '' واقعہ کو بیان کیا ہوتا تب بھی وہ قابل قبول نہ ہوتا تو پھر ابن اسحاق کی روایت کیونکر قبول کی جاسکتی ہے۔

☆ خضر علیہ السلام نے آبِ حیات پی لیا تھا، اس لیے ان کو دنیا میں حیات جاوداں مل گئی۔ چنانچہ تفسیر النسفی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ذوالقرنین'' کی سیاحت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: سیاحت شروع کرنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے کتابوں میں یہ پڑھا تھا کہ ''اولادسام'' میں سے ایک شخص ''چشمۂ حیواں'' کا پانی پی کر ''حیاتِ دوام'' حاصل کرلے گا، اس لیے وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ خضر، ذوالقرنین کے وزیر اور خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ تو خضر کو چشمۂ حیواں مل گیا اور انہوں نے اس کا پانی پی لیا، لیکن ''ذوالقرنین'' کو نہیں ملا۔ اور حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری: ۱۵۶۶/۲'' میں لکھا ہے کہ خیثمہ بن سلیمان نے جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے باپ محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ذوالقرنین کا دوست تھا جس سے انہوں نے یہ درخواست کی کہ وہ ان کو ایسی کوئی چیز بتادے جس سے ان کی عمر دراز ہو جائے تو اس نے ان کو ''چشمۂ حیواں'' کے بارے میں بتایا جو تاریکی (ظلمت) میں ہے یہ سُن کر ذوالقرنین اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ ایک فوج تھی جس کے ہراول دستہ کی قیادت خضر کررہے تھے اس طرح وہ ان سے آگے نکل گئے اور ان کو ''چشمۂ حیواں'' مل گیا۔ لیکن ذوالقرنین کو نہ ملا۔

[۱۴۴/۳]

حافظ ابن حجر نے '' الاصابه : ۱/ ۴۳۱ ، ۴۳۲ '' میں اس واقعہ کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوالقرنین کے دوست فرشتے کا نام ''رفائیل'' لکھا ہے۔ اور شاید اسی من گھڑت کہانی کی بنیاد پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ''آبِ حیات'' کا چشمہ بحرِ ظلمات میں پایا جاتا ہے، جس کو اگر کوئی پی لے تو اس کو دوام حاصل ہو جائے گا۔

لیکن اس قصہ کی نکارت اس قدر واضح ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ کب سے فرشتے انسانوں سے اس طرح کی دوستی کرنے لگے؟ قرآن وحدیث کے صریح الفاظ کی روشنی میں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر جنبش نہیں کرتے، پھر اس من گھڑت قصہ سے خضر علیہ السلام کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ قرآنِ پاک اور صحیح احادیث میں مذکور ان کی تصویر سے مطابقت نہیں رکھتی کہاں وہ صالح و پاکباز اور صاحب علم لدنی جس سے علم حاصل کرنے کا موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور اولوالعزم رسول کو حکم دیا گیا اور کہاں ذوالقرنین کی فوج کا ایک سپاہی یا بروایت کعب الاحبار ذوالقرنین کا وزیر جو عمر کی درازی کے لیے آبِ حیات کا چشمہ تلاش کرتا پھر رہا تھا؟

خضر علیہ السلام کا ''چشمۂ حیات'' کو پانا اور پھر اس کا پانی پی کر ''حیاتِ جاوداں'' حاصل کر لینا اسرائیلیات یا عوامی کہانیوں کے قبیل سے ہے۔ صحیح احادیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

البتہ یہ درست ہے کہ امام بخاری نے تفسیر سورۃ الکہف میں جو حدیث روایت کی ہے اس کے ضمن میں انہوں نے سفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''عمرو بن دینار کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے راوی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ چٹان کے نیچے ایک چشمہ ہے جس کو چشمۂ حیات کہا جاتا ہے، اس کا پانی جس کو لگ جاتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ناشتہ کی جو مچھلی تھی اس کو اس چشمہ کا پانی لگ گیا، جس کے نتیجے میں وہ حرکت میں آئی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی۔ ❶

حافظ ابن حجر ''فتح الباری: ۲/۲۰۴۵'' میں لکھتے ہیں:

''وہ اضافہ جس کے بارے میں سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی کی روایت میں موجود ہے، اس کی تخریج ابن مردویہ نے ''ابراہیم بن یسار عن سفیان'' کی روایت سے کی ہے۔ اور وہ عمرو بن دینار کی حدیث میں ''مدرج'' ہے۔ اس کے الفاظ ہیں: یہاں تک کہ ہم چٹان کے پاس پہنچ گئے، جہاں موسیٰ علیہ السلام نے قیلولہ کیا اور اس چٹان کے پاس پانی کا ایک چشمہ تھا، جس کو ''چشمۂ حیات'' کہا جاتا ہے۔ جس مردے کو اس کا پانی

❶ حدیث: ۴۷۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگ جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے اور اس چشمہ کے پانی کا ایک قطرہ مچھلی کو لگ گیا تو وہ زندہ ہو گئی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں گر گئی۔ اور میرا خیال ہے کہ ابن عیینہ نے یہ اضافہ قتادہ سے اخذ کیا ہے۔ اس کے بعد ابن حجر نے ابن التین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ الداؤدی نے اس اضافہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور خود بھی ((اِنْ ثَبت النقل فیھا)) '' اگر اس چشمہ کے بارے میں روایت ثابت ہے۔'' کہہ کر اس کے ثبوت میں شک کا اظہار کیا ہے۔

اور اگر صحیح حدیث میں اس اضافہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ مذکورہ چشمہ کا پانی لگ جانے سے مردہ مچھلی زندہ ہو گئی۔ مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے اس کا پانی پی لیا تھا، اس لیے، ان کو ''حیاتِ دوام'' حاصل ہو گئی اور اس روایت میں اس کی یہ خاصیت بیان بھی نہیں ہوئی ہے۔''

اوپر حضرت خضر علیہ السلام کے خلود یا دنیا میں ''حیاتِ دوام'' کے جو اسباب بیان کیے گئے ہیں ان کی حقیقت تو معلوم ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر چہ ان کی زندگی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، مگر ان کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے، جو خیالی گھوڑے زیادہ دوڑاتے ہیں اور اپنے ذوق و خیال سے بہت سی باتیں گھڑ لیتے ہیں اور پھر ان کو لوگوں میں ''مسلمہ حقائق'' کے طور پر پھیلانے لگتے ہیں۔ مثلاً یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

''خضر علیہ السلام کی زندگی قیامت تک کے لیے اس وجہ سے دراز کر دی گئی تا کہ وہ دجال کی تکذیب کریں۔ [فتح الباری: ۲/ ۱۵۶۶] اور پھر اس دعوے کی بنیاد پر اس ''مرد مومن'' کو خضر قرار دے دیا گیا، جو دجال کی تکذیب کرے گا اور جس کا ذکر صحیح مسلم میں مروی ایک حدیث '' ۷۳۷۵ '' میں آیا ہے، جبکہ اس حدیث میں اس بات کا ادنیٰ سا اشارہ نہیں ہے کہ دجال کی تکذیب کرنے والے صالح اور نیک بندے سے مراد خضر علیہ السلام ہیں، کیونکہ اگر اس مرد صالح سے مراد خضر علیہ السلام ہوتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے، جس طرح آپ نے ایک سے زیادہ موقع پر یہ واضح فرما دیا ہے کہ دجال کو قتل کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دراصل امام مسلم کے شاگرد اور ان سے صحیح مسلم کی روایت کرنے والے ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان کا یہ قول ہے کہ مدینہ کے جو بزرگ اور صالح بندے دجال کی تکذیب کریں گے وہ خضر ہیں۔ اور اس کا ذکر انہوں نے ''کہا جاتا ہے صیغہ تمریض'' سے کیا ہے اور اس قول کا کوئی ماٰخذ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بتایا ہے۔''

''مکحول سے روایت ہے اور وہ کعب الأحبار سے روایت کرتے ہیں کہ اہل زمین کی حفاظت کے لیے چار انبیاء زندہ ہیں۔ دو زمین میں، یعنی خضر اور الیاس علیہما السلام اور دو آسمان پر یعنی ادریس اور عیسیٰ علیہم السلام۔'' [فتح الباری: ۲/ ۱۵۶۶]

دراصل یہ روایت ان لوگوں کی گھڑی ہوئی لگتی ہے، جو صوفیا کے ''نظریہ ابدال'' کے قائل ہیں اور جن کے نزدیک ابدال، اقطاب، اغواث اور اوتاد وغیرہ کائنات کے انتظام وانصرام میں تصرف کے مالک ہیں۔ یہ نظریہ اسلام کے عقیدۂ توحید کے صریحاً منافی ہے۔ قرآنی آیات اور صحیح احادیث اس امر میں صریح ہیں کہ تنہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی صفت ربوبیت سے متصف ہے اور کائنات کے انتظام وانصرام میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کونسا نبی ہے، جس کی زندگی کا کتاب وسنت سے ثبوت ملتا ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی احادیث میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں، وہ صرف دجال اور اس کے قتل سے متعلق ہیں، کس حدیث میں یہ آیا ہے کہ وہ زمین پر اترتے ہیں، لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں، ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور امور کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔

''جو لوگ خضر علیہ السلام کے دیدار وملاقات کے دعوے کرتے ہیں وہ ان کی یہ پہچان بتاتے ہیں کہ ان کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے میں ہڈی نہیں ہے۔ اور ان کی آنکھوں کی پتلیاں پارے کی مانند حرکت کرتی رہتی ہیں۔'' [روح المعانی: ۱۵/ ۳۲۲]

اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ لوگوں نے ان علامتوں کے حامل کسی شخص کو دیکھا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں؟ کیا کسی صحیح نص سے ان کی یہ علامتیں ثابت ہیں؟

''بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے کپڑے سبز اور ان کا عمامہ زرد رنگ کا ہے۔ اور ان کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوتے، کیونکہ وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور نہ حرام کھاتے ہیں۔''

[جامع کرامات الاولیاء: ۱/ ۳۹۰، الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۷۹]

یہاں بھی یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کسی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ خضر علیہ السلام سبز رنگ کے کپڑے زیب تن کرتے ہیں اور زرد رنگ کا عمامہ باندھتے ہیں؟ رہی یہ بات کہ چونکہ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور حرام نہیں کھاتے، اس لیے ان کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوتے، تو اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید الاولین والآخرین اور افضل الخلائق محمد ﷺ کے کپڑے تو پرانے ہوتے تھے اور پھٹتے تھے اور آپ ﷺ ان میں رفو کرتے اور ان کی مرمت کرتے تھے، حالانکہ آپ نے نہ کبھی اللہ کی نافرمانی کی اور نہ حرام کھایا، بلکہ آپ کے بارے میں اس طرح کا خیال بھی حرام اور ایمان کے منافی ہے۔

معلوم ہوا کہ خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں ہے جو عقل ونقل کی کسوٹی پر پوری اترتی ہو۔

رہی خضر علیہ السلام کی وفات تو اس کی سب سے بڑی دلیل قرآنِ پاک ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿34﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ [الانبياء: ٣٤، ٣٥]

''اور ہم نے تم سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی ہے، تو کیا اگر تم مرجانے والے ہو تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ہر جان کو موت کا مزا لازما چکھنا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات کے ذریعہ تم لوگوں کی آزمائش کر رہے ہیں۔ اور آخر کار تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔''

یہ آیات مبارکہ صراحت کر رہی ہیں کہ نبی اکرم سے پہلے کے تمام انسان چاہے وہ نبی ہوں یا غیر نبی وفات پا چکے ہیں اور نبی ﷺ بھی اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے اور جو لوگ آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں وہ بھی موت کی آغوش میں جائیں گے، کیونکہ موت ہر انسان کو لازما آئے گی۔

اب اگر کوئی اس سنت الٰہی سے مستثنیٰ ہے تو اس کے ثبوت کے لیے اللہ کی کتاب یا رسول اللہ ﷺ کے صحیح ارشادات سے واضح اور صریح دلیل چاہیے۔ جبکہ خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس باب میں جتنی بھی روایات کتابوں میں ملتی ہیں وہ سب جھوٹ اور لوگوں کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں یا اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔

سورۃ الانبیاء کی مذکورہ آیات کے عموم میں لازما خضر علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ کیونکہ کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حالانکہ اگر وہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں زندہ ہوتے تو ان پر یہ فرض ہوتا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اعلانیہ آپ پر ایمان لائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيْثَاقَ لَئِنْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ حَيٌّ لَيُؤْمِنَنَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِهِ وَلَيَنْصُرُنَّهُ))

''اللہ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہوگئی تو وہ آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی مدد کرے گا۔''

جبکہ کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ کفار سے جنگ کی۔ اور بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا:

((اللّٰهُمَّ! إِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَا تُعبد فِي الْأَرْضِ)) [1]

''اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ تو اگر خضر بقید حیات ہوتے تو اللہ کی عبادت کی یہ نفی صحیح نہ ہوتی۔''

اوپر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول نقل ہوا ہے وہ انہوں نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر:۸۱ کی تفسیر میں فرمایا ہے جس میں اس عہد کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ ہر نبی سے لیتا رہا ہے کہ اگر اس کی زندگی میں کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوگیا تو اس کو اور اس کی قوم کو اس پر ایمان لانا اور باطل کے مقابلے میں اس کا ساتھ دینا ہوگا اور آخر خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا سب کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔ اسی بات کو نبی ﷺ نے اپنی اس حدیث میں واضح فرمایا ہے جو امام احمد نے مسند میں اور امام البیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے:

((عَنْ جَابِرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ اَتَاهُ عُمَرُ ، فَقَالَ: إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيْثَ مِنْ يَهُودَ تُعْجِبنَا ، أَفَتَرى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا؟ فَقَالَ: أَمُتَهَوِّكُونَ أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً ، وَلَوْ كَانَ مُوسى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِيْ))

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے اس وقت کی بات روایت کرتے ہیں، جب عمر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم یہودیوں سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہمیں پسند آتی ہیں، آپ کا خیال ہے کہ ہم ان میں سے بعض باتیں لکھ لیں؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہود و نصاریٰ کی طرح تم بھی اپنے دین کے معاملہ میں حیرت وتذبذب

[1] فتح الباری: ۲/۱۵۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مبتلا ہو گئے ہو، حالانکہ میں یہ شریعت نہایت صاف و شفاف شکل میں تمہارے پاس لایا ہوں اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔'' ❶

ان وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ خضر علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی وفات پا چکے ہیں اور ان کی زندگی کا دعویٰ محض دعویٰ ہے جو اپنے پیچھے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں رکھتا۔

حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟

حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی اور موت کی طرح ان کی نبوت اور ولایت کا مسئلہ بھی علمائے اسلام کا پسندیدہ موضوع رہا ہے اور اب تک ہے اور جن لوگوں نے سب سے زیادہ اس موضوع میں دلچسپی لی ہے ان کی اکثریت صوفیا پر مشتمل ہے۔ ان میں سے جو لوگ ان کو نبی کہتے ہیں، اور جن کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی نہیں بلکہ ولی تھے یا ہیں دونوں اپنے ان دعوؤں کے لیے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں رکھتے، بلکہ ان کے پاس کسی صحابی تک کا کوئی ایسا قول نہیں مل سکتا، جو قابل اعتبار ہو اور جس سے ان دونوں گروہوں میں سے کسی گروہ کے دعوے کی تائید ہوتی ہو۔ اس سلسلے میں ان کے تمام تر اقوال بلکہ دعاوی ان کے ذہنوں کی اختراع یا قرآن پاک کے بعض الفاظ سے اُن کے دور از کار ''استنباطات'' سے عبارت ہیں۔

خضر علیہ السلام کی نبوت اور ولایت کے قائلین کے دلائل کا جائزہ لینے سے قبل یہ واضح کر دینا بیحد ضروری ہے کہ اسلام میں نبوت کا معاملہ اس کے بنیادی عقائد میں داخل ہے جن کے ماننے پر آدمی کے ایمان اور کفر کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور کوئی اس کو نبی نہ مانے تو کافر اور وہ نبی نہ ہو اور کوئی اس کو نبی مان لے تو کافر۔ جبکہ خضر علیہ السلام کا حال یہ ہے کہ قرآن میں ان کا نام تک نہیں لیا گیا ہے اور پورے قرآن میں صرف ایک بار ان کا ذکر آیا ہے اور ان کو اللہ کا ایک ایسا بندہ کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص اور علم خاص سے نوازا تھا۔

رہیں احادیث تو ان میں اگرچہ ان کے نام کا ذکر آیا ہے، لیکن ان کی کوئی ایسی صفت نہیں بیان ہوئی ہے، جو ان کے نبی ہونے پر دلالت کرتی ہو، بلکہ اس کے برعکس خود ان کی زبان سے ایسے کلمات ادا ہوئے ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس علم سے نوازا تھا، وہ شرعی علم نہیں تھا، اگرچہ ان کو بعض شرعی علوم حاصل رہے ہوں۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو ''علم ہدایت'' ان کو بخشا ہے اس میں سے کچھ ان کو بھی سکھا دیں تو انہوں نے ان کو جو جواب دیا وہ صحیح

❶ بحوالہ مشکوٰۃ، ح: ۱۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث میں معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ ان الفاظ میں نقل ہوا ہے:

((يَا مُوسَى! إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ لَا أَعْلَمُهُ)) ❶

''اے موسیٰ! مجھے اللہ کے علم میں سے ایسا علم حاصل ہے، جو اس نے مجھے سکھایا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو ایسا علم حاصل ہے، جو اس نے تم کو سکھایا ہے، وہ مجھے نہیں معلوم۔''

صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں:

((إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لا أَعْلَمُهُ ، وَأَنَا عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ))

''تمہیں اللہ کے علم میں سے ایسا علم حاصل ہے، جسے اس نے تم کو سکھایا ہے، میں اسے نہیں جانتا اور مجھے اللہ کے علم سے ایسا علم حاصل ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے وہ تم کو نہیں معلوم ہے۔''

((أَمَا يَكْفِيكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ وَأَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيكَ يَا مُوسَى! إِنَّ لِي عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَعْلَمَهُ)) ❷

''کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تورات تمہارے ہاتھوں میں ہے اور وحی تمہارے پاس آتی ہے؟ اے موسیٰ! مجھے ایسے علم حاصل ہے جس کا جاننا تمہارے لیے مناسب نہیں ہے اور تمہیں ایسا علم حاصل ہے، جس کا جاننا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے کہا:

((شَيْءٌ أُمِرْتُ بِهِ أَنْ أَفْعَلَهُ إِذَا رَأَيْتَهُ لَمْ تَصْبِرْ)) ❸

''مجھے ایک ایسا کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کو جب تم دیکھو گے تو صبر نہ کر سکو گے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں خضر علیہ السلام کے نام کی وجہ تسمیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے:

((إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ)) ❹

---

❶ صحیح بخاری، ح: ۱۲۲، صحیح مسلم، ح: ۶۱۶۳
❷ صحیح بخاری، ح: ۴۷۲۶
❸ ح: ۶۱۶۵
❹ صحیح بخاری، ح: ۳۴۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان کا نام خضر یا خضر اس لیے پڑا کہ ایک بار وہ خشک گھاس پر بیٹھے تو وہ گھاس سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگی۔''

صحیح احادیث میں خضر علیہ السلام کی شخصیت اور ان کے علم کے بارے میں اس سے زیادہ کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

تو کیا اس کی بنیاد پر ان کو نبی قرار دینا صحیح ہے؟ چنانچہ ان کو نبی قرار دینے والوں کے دلائل سے کوئی بھی دلیل ایسی نہیں ہے جو قابلِ قبول ہو۔ چنانچہ خضر علیہ السلام کی نبوت کی دلیل میں کہتے ہیں کہ خضر اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام کے معلم تھے اور کوئی نبی غیر نبی کے آگے زانوئے تلمذ نہیں کرتا۔

خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ ﴾

[سورة الكهف: ٦٦]

''کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے اس علم ہدایت میں سے کچھ سکھائیں جو آپ کو عطا کیا گیا ہے۔''

لہٰذا خضر علیہ السلام نبی تھے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے ساتھ رہ کر ان سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن یہ توجیہہ خضر علیہ السلام کے لیے نبوت کے ثبوت میں کوئی وزن نہیں رکھتی، اس لیے کہ پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ نبی صرف نبی ہی سے تعلیم حاصل کرتا ہے، جبکہ قرآن وحدیث سے ایک بھی ایسی دلیل نہیں دی جاسکتی کہ کسی نبی کا معلم کوئی بشر رہا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ نبی تھا یا غیر نبی کیونکہ نبی کا ماٰخذ علم صرف وحی ہے، چاہے یہ وحی اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فرشتوں کے ذریعہ نازل کرتا رہا ہو یا کسی اور ذریعہ سے مثلاً خواب کے ذریعہ یا دل میں کوئی بات ڈال کر جس کو ہم الہام کہتے ہیں۔

خضر علیہ السلام کی نبوت کی دوسری دلیل سورۃ الکہف کی آیت: ﴿ ءَاتَيْنَٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا ﴾ ''ہم نے اس کو اپنی رحمت سے نوازا تھا۔'' [آیت: ٦٥] میں لفظ ''رحمت'' کو قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ قرآن پاک میں نبوت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ﴾ [الزخرف: ٣٢]

''کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں۔''

یہ صحیح ہے کہ جمہور مفسرین نے مذکورہ آیت میں لفظ ''رحمت'' سے نبوت مراد لیا ہے، لیکن یہ لفظ نبوت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترادف بہر حال نہیں ہے۔ نبوت بلاشبہ رحمت ہے، لیکن ہر رحمت نبوت نہیں ہے، لہٰذا ایک مبہم لفظ سے کسی ایسے شخص کے لیے نبوت کے ثبوت کا دعویٰ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، جس کا ذکر اللہ کی کتاب میں صرف ایک بار آیا ہے اور وہ بھی نام کے بغیر؟

ان دو مثالوں سے یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ جو لوگ خضر علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں ان کے پاس اپنے اس دعویٰ کی کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو دوٹوک ہو اور جس سے یقین کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہو۔

رہے وہ لوگ جن کا دعویٰ ہے کہ خضر علیہ السلام نبی نہیں، بلکہ ولی تھے، تو ان کا حال پہلے گروہ سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے اور اگر ان کے اس دعوے کے اصل محرک کو نگاہ میں رکھا جائے تو اس کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کی ولایت کے قائلین نے ان تین اعمال سے جو خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انجام دیئے تھے، یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''ولی نبی سے افضل ہوتا ہے۔'' اور پھر اس نہایت سنگین دعوے کی بنیاد پر ایک دوسرا دعویٰ یہ کر ڈالا ہے کہ اولیاء اللہ کائنات میں تصرف واختیار کے مالک ہیں۔((أَلَا سَاءَ مَا يَقُولُونَ)) میں نے حضرت خضر علیہ السلام کے مسئلے میں اتنی تفصیلی بحث صرف اس لیے کی ہے تاکہ یہ واضح کرسکوں کہ انسان جب اپنے ذوق وخیال کو اپنے لیے دلیل راہ بنالیتا ہے اور کتاب وسنت کے نصوص کا مطالعہ ان کے سیاق وسباق سے دور رکھ کر کرتا ہے تو قرآنی قصوں کو افسانوں اور خیالی کہانیوں کا رنگ دے دیتا ہے، جس کی ایک جھلک آپ نے موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے قصے میں دیکھی اور جس کے بعض نمونے یوسف علیہ السلام کے قصے اور ذوالقرنین کے قصے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

درحقیقت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اسرارِ کون کے بعض مخفی گوشوں کو بے نقاب کرکے اہل ایمان کو یہ درس دیا ہے کہ اگر اس دنیا میں بعض امور ان کی مرضی اور خواہش کے خلاف وقوع پذیر ہوتے ہیں، تو ان میں ان کا مفاد ہی مضمر ہوتا ہے۔ اس قصے میں خضر علیہ السلام کی شخصیت، ان کی نبوت وولایت اور ان کی زندگی اور موت کا مسئلہ پیش نظر ہے ہی نہیں۔

اوپر کی تفصیلی بحث اور قرآن پاک اور صحیح احادیث میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصے سے حاصل ہونے والے نتائج مختصراً درج ذیل ہیں:

- خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے نوازا تھا اور ان کو بعض تکوینی علوم سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ تین اعمال انجام دیئے، جن کا ذکر قرآنِ پاک اور صحیح احادیث میں آیا ہے؛ یعنی ایک کشتی کو غاصبوں سے بچانے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے عیب دار کر دینا، ایک نابالغ لڑکے کو اس اندیشے میں قتل کر دینا کہ بڑا ہو کر وہ کافر ہوگا۔ اور بداخلاقوں کی بستی میں ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کر دینا کہ اس کے نیچے دو نابالغ یتیم بچوں کا خزانہ مدفون تھا، جو دیوار کے گر جانے سے کھل جاتا۔

☆ خضر علیہ السلام نے یہ تینوں کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے انجام دیئے تھے چاہے یہ حکم ان کو بذریعہ وحی دیا گیا ہو یا بذریعہ الہام دونوں میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

☆ یہ تینوں اعمال شرعی نوعیت کے نہیں تھے اور نہ ان کے بیان سے کوئی شرعی حکم بیان کرنا مقصود تھا۔

☆ خضر علیہ السلام کو مذکورہ تینوں اعمال انجام دینے کا حکم اُسی ذریعہ سے دیا گیا ہوگا، جس ذریعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ بچے کو دریا میں ڈال دیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ''وحی'' سے تعبیر کیا ہے:

﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴾

[القصص: ۷]

''ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اس کو دودھ پلا اور جب تجھے اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر، ہم اسے تیرے ہی پاس واپس لائیں گے اور اس کو رسولوں میں شامل کریں گے۔''

☆ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بذریعہ وحی دیا جانے والا یہ حکم شرعی حکم نہیں تھا اسی طرح خضر علیہ السلام کو دیا جانے والا حکم بھی شرعی حکم نہیں تھا۔ بایں معنی کہ قیامت تک جس طرح کسی ماں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بچے کو کسی ممکنہ خطرے سے بچانے کے لیے دریا میں ڈال دے اسی طرح کسی بزرگ یا ولی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ الہام کا دعویٰ کر کے کسی کی املاک کو تباہ یا خراب کرے اور کسی بے قصور انسان کو ہلاک کرے۔

☆ حضرت خضر علیہ السلام اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی تھی ٹھیک اسی طرح وفات پا گئے جس طرح آدم علیہ السلام اور ان کے بعد پیدا ہونے والے تمام انبیاء، اولیاء حتی کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے کیونکہ موت اور فنا لازمۂ بشریت ہے۔

☆ اگر خضر علیہ السلام اس سنت الٰہی سے مستثنیٰ ہوتے اور ان کو کسی خاص مقصد کے لیے زندہ رکھا گیا ہوتا تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت میں اس کو واضح طور پر بیان کر دیا جاتا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی قرآن پاک میں اشارۃً اور احادیث میں صراحۃً بیان کر دی گئی ہے۔

۸ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان پر یہ فرض ہوتا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں علی الاعلان حاضری دیتے، آپ پر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے جبکہ کسی بھی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ان کی حاضری، آپ پر ایمان لانے اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کا ذکر نہیں آیا ہے۔

۹ صحابۂ کرام، اجلۂ تابعین اور ائمہ حدیث وفقہ سے بھی ان کی ملاقاتوں کا کوئی ذکر صحیح سند سے منقول نہیں ہے۔

۱۰ بعد کے ادوار میں لوگوں سے ان کی ملاقاتوں کے تذکرے اپنی کثرت کے باوجود ناقابلِ تصدیق ہیں، اس لیے نہیں کہ جن لوگوں نے ان سے اپنی ملاقاتوں کے تذکرے کیے ہیں اور کر رہے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے کہ یہ لوگ جس شخص سے اپنی ملاقاتوں کے تذکرے کر رہے ہیں اس کے بارے میں ان کو یہ کس طرح معلوم ہوا یا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی کوئی خاص پہچان بھی منقول نہیں ہے۔

۱۱ خضر علیہ السلام کے قصے کی بنیاد پر کسی صالح یا بزرگ بلکہ ولی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ الہام کا دعویٰ کرے اور اس الہام پر خود عمل کرے یا اس کے بموجب کسی شخص کو کسی کام کا حکم دے یا اس کو کسی کام سے روکے اور نہ اس شخص کو اس حکم کی تعمیل ہی جائز ہے الا یہ کہ وہ کام حدود شرع کے اندر ہو، کیونکہ ولی یا صالح افراد کے الہامات انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی یا ان کے کیے جانے والے الہام کی طرح شرعی ماٰخذ نہیں ہیں۔

احیاء العلوم اور تصوف کی دوسری کتابوں میں خضر علیہ السلام کی طرف منسوب جو دعائیں یا پند ونصائح ملتے ہیں وہ صوفیا کے ذہنوں کی پیداوار ہیں اور دعا سراسر عبادت ہے اور اس کے فضائل توقیفی ہیں اس لیے صرف انہی دعاؤں کا ورد کرنا چاہیے جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات میں جہاں بار بار توحید پر زور دیا گیا ہے اور شرک کی سنگینی سے خبردار کیا گیا ہے، وہیں ان تمام رخنوں کو بند بھی کر دیا گیا ہے جن سے عقائد میں شرک کے جراثیم داخل ہوتے ہیں اور امم سابقہ کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کی گمراہیوں کا بنیادی سبب عقیدت میں غلو تھا۔ پہلے وہ اپنے انبیاء اور اولیاء کی عقیدت میں غلو کی بیمار میں مبتلا ہوئے اور پھر آہستہ آہستہ ان کو بشریت کے دائرے سے نکال کر الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا۔

امت مسلمہ جس کا طرۂ امتیاز عقیدۂ توحید تھا، جب اس کے افراد پر غیر اسلامی افکار وخیالات کی یلغار ہوئی تو ان کا بھی ایک بہت بڑا طبقہ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی بے جا اور مبالغہ آمیز عقیدت کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اس عقیدت میں اس قدر بے لگام ہو گیا کہ سابقہ قوموں سے دو قدم آگے نکل گیا اور ان کی شان میں ایسے دعوے کرنے لگا جو اسلام کے توحیدی مزاج کے منافی ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عمومی طور پر اور خلفائے راشدین کو خصوصی طور پر اُمت میں جو مقام ومرتبہ حاصل ہے، اس کے بارے میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد یہ مقدس ترین جماعت تھی جس نے ہی آخر الزمان اور خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی، آپ کی دعوت پر لبیک کہا، اپنی جان ومال سے آپ کا دفاع کیا، راہِ حق میں بے مثال قربانیاں دیں، نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی بے چون وچراں پیروی کی اور آپ کی رحلت کے بعد اپنے عقیدہ وعمل کے ذریعہ اس آخری دین اور اس کی تعلیمات کی حفاظت کی۔

صحیح احادیث میں خلفائے راشدین کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ ہمارے لیے کافی ہیں۔ اس لیے کہ جہاں ہم ان کے ذریعہ ان کے حقیقی مقام ومرتبہ کو جان سکتے ہیں وہیں ان کی عقیدت میں غلو کے مفاسد سے محفوظ بھی رہ سکتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے ''وضاعین'' نے دین کے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبے کو بھی محفوظ نہیں رہنے دیا اور خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب میں بے شمار حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دیں اور اُن کو وہ درجہ اور مقام دے ڈالا جو انبیاء علیہم السلام کے لیے خاص ہے، بلکہ بعض کو تو مقامِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوہیت پر بٹھا دیا۔

ذیل میں بعض ایسی موضوع اور منکر روایات پیش کی جائیں گی جو خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب کے بارے میں ''سیر الصحابہ'' یا تصوف کی کتابوں میں ملتی ہیں یا لوگوں میں زبانِ زد ہیں۔

پہلے میں خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض موضوع روایتوں کا ذکر کروں گا، پھر کچھ صحیح احادیث پیش کر کے ان کے حقیقی مقام و مرتبے کو واضح کروں گا۔ اسی طرح ترتیب وار بقیہ خلفاء کے بارے میں پہلے موضوع اور منکر روایتیں اور بعد میں صحیح احادیث کا ذکر کروں گا تاکہ ہر خلیفۂ راشد کی تصویر کے دونوں رُخ سامنے آ جائیں۔

۱۵۶ ..... ((أَنْبَأَنَا أَبُوْ مَنْصُوْرٍ الْقَزَّازُ ، قَالَ : أَنْبَأَنَا أَبُوْ بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَحْمَدَ بْنِ رِزْقٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ حَمْدَانِ الْهَمْدَانِيُّ قال عَبْدِ بْنِ عَامِرٍ ، قَالَ : أَنْبَأَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرزَّاقِ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُعَمَّرٌ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ : لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْغَارِ أَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِغَرْزِهِ ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى وَجْهِهِ ، فَقَالَ يَا اَبَابَكْرٍ ! أَلَا أُبَشِّرُكَ؟ قَالَ : بَلىٰ ! فِدَاكَ أَبِيْ وَ أُمِّي قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ يَتَجَلَّى لِلخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَامَّةً ، وَيَتَجَلَّى لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ خَاصَّةً))

''ہم کو ابو منصور القزاز نے خبر دی، کہا: ہم کو ابوبکر احمد بن علی بن ثابت نے خبر دی، کہا: ہم کو محمد بن احمد بن رزق نے خبر دی، کہا! ہم سے محمد بن یوسف بن حمدان الہمدانی نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن عبد بن عامر نے بیان کیا، کہا: ہم کو عبد بن حُمید نے خبر دی، کہا: ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا: ہم سے معمر نے قتادہ سے اور انہوں نے انس سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غار سے نکلے تو ابوبکر نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ پس نبی ﷺ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے ابوبکر! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیوں نہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ قیامت کے دن تمام خلائق کے لیے عمومی طور پر تجلی فرمائے گا اور اے ابو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث موضوع ہے۔ یہ حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ صرف حضرت انس سے تین طرق سے مروی ہے جن میں سے پہلی سند میں محمد بن عبد شامل ہے جس کے بارے میں حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی کا قول ہے: روایات کا علم رکھنے والوں کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کی سند اور متن کو محمد بن عبد نے وضع کیا ہے۔ امام الدارقطنی فرماتے ہیں: محمد بن عبد کذب بیانی اور وضع حدیث کا مرتکب تھا۔

دوسری سند کا راوی ''بنوس'' ہے جو مجہول ہے۔ اور تیسری سند میں کئی مجہول راوی شامل ہیں جن میں سے ایک نے محمد بن عبد سے اس کا سرقہ کیا ہے۔

اسی طرح حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی اس حدیث کی تمام سندوں میں جھوٹے اور وضع حدیث کا ارتکاب کرنے والے راوی شامل ہیں۔

[الموضوعات: ۲/ ۴۰-۴۶]

حافظ السیوطی نے بھی "اللآلی المصنوعہ: ۱/ ۲۶۲، ۲۶۳" میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے:

((أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْبَنَّاءِ ، قَالَ : أَنْبَأَنَا أَبُونَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّيْنَبِيُّ ، قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْوَرَّاقُ ، قَالَ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السِّرِّيُّ ، وَأَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْآرمَوِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُوالْحُسَيْنِ بْنُ الْمُهْتَدِي قَالَ : أَنْبَأَنَا أَبُوْ حَنِيفَةَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الصُّوفِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخُلْدِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَطَّانُ ، قَالَا : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ دَاوُد الدِّمَشْقِيُّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ مَيْمُوْن ، وَهُوَ ابْنُ مِهْرَانَ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ، قَالَ : صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ ، فَلَمَّا الْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ : أَيْنَ الصِّدِّيْقُ أَبُوْ بَكْرٍ ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ، فَقَامَ قَائِمًا عَلَى قَدَمَيْهِ ، فَقَالَ: أَيْنَ الصِّدِّيْقُ أَبُوبَكْرٍ؟ فَأَجَابَهُ مِنْ آخِرِ الصُّفُوفِ بِلَبَّيْكَ بِلَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ : اِفْرِجُوْا لِأَبِيْ بَكْرٍ ، اُدْنُ مِنِّيْ يَا أَبَا بَكْرٍ ، فَدَنَا أَبُوْ بَكْرٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ ! لَحِقْتَ مَعِي الرَّكْعَةَ الأُولَى؟ قَالَ : يَا رَسُوْلَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ! كُنْتُ مَعَكَ فِي الصَّفِّ الأَوَّلِ وَكَبَّرْتُ وَاسْتَفْتَحْتُ الْحَمْدَ وَقَرَأْتُهَا ، فَوَسْوَسَ إِلَيَّ شَيْءٌ مِنَ الطُّهُورِ فَخَرَجْتُ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَإِذَا أَنَا بِهَاتِفٍ يَهْتِفُ وَيَقُوْلُ : وَرَائَكَ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا بِقُدَسٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ مَاءً أَبْيَضَ مِنَ اللَّبَنِ ، وَاَعْذَبَ مِنَ الشَّهَدِ ، وَأَلْيَنَ مِنَ الزُّبَدِ عَلَيْهِ مِنْدِيْلٌ أَخْضَرَ مَكْتُوبٌ عَلَيْهِ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ ، فَأَخَذْتُ الْمِنْدِيْلَ ، فَوَضَعْتُهُ عَلَى مَنْكِبِي ، فَتَوَضَّأْتُ لِلصَّلَاةِ وَأَسْبَغْتُ الْوُضُوءَ وَرَدَدْتُ الْمِنْدِيْلَ عَلَى الْقُدُسِ فَلَحِقْتُكَ وَأَنْتَ رَاكِعٌ الرَّكْعَةَ الأُولَى ، فَتَمَّمْتُ صَلَاتِي مَعَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَبْشِرْ إِنَّ الَّذِي وَضَّاكَ لِلصَّلَاةِ جِبْرِيْلُ وَالَّذِي مَنْدَلَكَ مِيْكَائِيْلُ وَالَّذِي أَمْسَكَ رُكْبَتِيَ حَتَّى لَحِقْتَ الرُّكُوعَ

''ہم کو سعید بن احمد بن البناء نے خبر دی، کہا: ہم کو ابونصر محمد بن الزینبی نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو بکر محمد بن عمر بن علی الوراق نے خبر دی، کہا: ہم کو محمد بن السمری نے خبر دی، کہا: ہم کو محمد بن عمر الارموی نے خبر دی، کہا: ہم سے ابوالحسین بن المہتدی نے بیان کیا، کہا: ہم کو ابوحنیفہ علی بن الحسین الصوفی نے خبر دی، کہا: ہم سے جعفر بن محمد الخلدی نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن القطان نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا: ہم سے جعفر بن محمد الطیالسی نے بیان کیا، کہا: ہم سے علی بن داؤد الدمشقی نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے میمون سے، جو ابن مہران ہے۔ انہوں نے المسیب بن عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: الصدیق ابوبکر کہاں ہیں؟ اس کے جواب میں کوئی نہیں بولا تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے اور دوبارہ فرمایا: الصدیق ابوبکر کہاں ہیں؟ تو آخری صف سے انہوں نے لبیک لبیک یارسول اللہ کہتے ہوئے جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر کے لیے راستہ دو اور فرمایا: اے ابوبکر! مجھ سے قریب آؤ، تو ابوبکر نبی ﷺ سے قریب ہو گئے، آپ نے فرمایا: ابوبکر! کیا تمہیں میرے ساتھ پہلی رکعت ملی؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ پہلی صف میں تھا اور میں نے تکبیر کہی اور الحمد اللہ شروع کی اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قرأت مکمل کر لی۔ بعد میں میرے دل میں طہارت کے بارے میں وسوسہ پیدا ہو گیا اور میں مسجد کے دروازہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک پکارنے والے کو کہتے ہوئے سُنا: اپنے پیچھے دیکھو، یہ سُن کر میں نے مُڑ کر دیکھا تو سونے کی ایک بالٹی دیکھی جو ایسے پانی سے بھری ہوئی تھی جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم تھا۔ بالٹی پر ایک سبز رومال رکھا تھا، جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق لکھا ہوا تھا۔ میں نے وہ رومال اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور خوب عمدہ طریقے سے وضو کیا اور رومال کو بالٹی پر دوبارہ رکھ دیا اور آپ کے ساتھ اس حال میں شامل ہو گیا کہ آپ پہلی رکعت کے رکوع میں تھے، اے اللہ کے رسول! اس طرح میں نے آپ کے ساتھ اپنی نماز پوری کی، یہ سُن کر نبی ﷺ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ جس نے تمہیں وضو کرایا وہ جبریل تھے اور جس نے تمہارے لیے رومال رکھا وہ میکائیل تھے اور جس نے میرا گھٹنہ پکڑے رکھا کہ میں رکوع سے کھڑا نہ ہو سکوں یہاں تک کہ تم رکوع میں شامل ہو گئے، اسرافیل تھے۔''

یہ حدیث موضوع اور نبی اکرم ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے اس کے الفاظ اور عبارت سے وضع اور نکارت کی بو آتی ہے۔ امام ابن الجوزی نے ''الموضوعات: ۲/۴۷'' میں اور حافظ السیوطی نے ''اللآلی المصنوعہ: ۱/۲۶۵'' میں لکھا ہے کہ اس کو وضع کرنے والا محمد بن زیاد ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں وہ جھوٹا اور خبیث حدیث وضع کرتا تھا'' السعدی اور الدار قطنی نے اس کو کذاب لکھا ہے، اور بخاری، نسائی، الفلاس اور ابو حاتم الرازی نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

۱۵۸ ..... ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : كَانَتْ لَيْلَتِي مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمَّا ضَمَّنِي وَإِيَّاهُ الْفِرَاشُ قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَسْتُ أَكْرَمَ أَزْوَاجِكَ عَلَيْكَ؟ قَالَ : بَلٰى يَا عَائِشَةُ ، قُلْتُ : فَحَدِّثْنِي عَنْ أَبِي بِفَضْلِهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي جِبْرِيْلُ : أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَمَّا خَلَقَ الْأَرْوَاحَ إِخْتَارَ رُوحَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ مِنْ بَيْنَ الْأَرْوَاحِ ، وَجَعَلَ تُرَابَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَمَاءَ هَا مِنَ الْحَيَوَانِ ، وَجَعَلَ لَهُ ، قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءَ مَقَاصِيْرُ هَا فِيْهَا مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ الْبَيْضَاءِ ، وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى آلَى عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لَا يَسْلُبَهُ حَسَنَةً وَ لَا يَسْأَلَهُ عَنْ سَيِّئَةٍ ، وَإِنِّي ضَمِنْتُ كَمَا ضَمِنَ اللّٰهُ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لَا يَكُوْنَ لِي ضَجِيْعًا فِي حُفْرَتِي ، وَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنِيسًا فِي وَحْدَتِي ، وَلَا خَلِيفَةً عَلَى أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي إِلَّا أَبُوكِ يَا عَائِشَةُ ، بَايَعَ عَلَى ذَلِكَ جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ ، وَعُقِدَتْ خِلَافَتُهُ بِرَايَةٍ بَيْضَاءَ ، وَعُقِدَلِوَاؤُهُ تَحْتَ الْعَرْشِ ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ رَضِيتُمْ بِمَا رَضِيتُ لِعَبْدِي ، فَكَفَى بِأَبِيكِ فَخْرًا أَنْ بَايَعَ لَهُ جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَمَلَائِكَةُ السَّمَاءِ ، وَطَائِفَةٌ مِنَ الشَّيَاطِينِ يَسْكُنُونَ الْبَحْرِ ، فَمَنْ لَمْ يَقْبَلْ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ ، قَالَتْ عَائِشَةُ ، فَقَبَّلْتُ أَنْفَهُ وَمَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ : حَسْبُكِ يَا عَائِشَةُ! فَمَنْ لَسْتِ بِأُمِّهِ ، فَوَاللّٰهِ مَا أَنَا بِنَبِيِّهِ ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَبَرَّأَ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَرَّأْ يَا عَائِشَةُ!))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی باری کی رات میں، جب میں اور وہ بستر میں اکٹھے ہوئے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کی بیویوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت نہیں ہوں؟ فرمایا: عائشہ کیوں نہیں! میں نے عرض کیا: مجھے میرے باپ کے کچھ فضائل کے بارے میں بتائیے۔ فرمایا: جبریل نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب روحیں پیدا کیں تو ان روحوں میں سے ابوبکر الصدیق کی روح کا انتخاب فرمایا، اس کی مٹی جنت سے لی اور اس کا پانی زندگی سے، اور ان کے لیے جنت میں ایک محل سفید موتیوں سے بنایا جس کے کمرے سونے اور سفید چاندی سے بنائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا کہ ان کو کسی نیکی سے محروم نہیں کرے گا اور کسی برائی کے بارے میں ان سے سوال نہیں کرے گا اور میں نے یہ ضمانت لی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے یہ ضمانت لی کہ میری قبر میں میرا ساتھی، میری تنہائی میں میرا انیس وہم نشین اور میرے بعد میری اُمت پر میرا جانشین تیرے باپ کے علاوہ کوئی اور نہ ہوگا۔ اس پر جبریل اور میکائیل نے بیعت کیا وران کی خلافت کا عہد سفید پرچم کے ذریعہ لیا گیا اور ان کا علم عرش کے نیچے گاڑا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب اس چیز پر راضی ہوئے جس پر میں اپنے بندے کے لیے راضی ہوا۔ تمہارے باپ کے فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ان کی خلافت کے لیے جبریل، میکائیل آسمان کے فرشتوں اور سمندر میں بسنے والے شیطانوں کی ایک جماعت نے بیعت کی۔ لہٰذا جو شخص ان کے اس حق کو نہ مانے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔حضرت عائشہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی ناک اور دونوں آنکھوں کے درمیانی حصے پر بوسہ دیا، آپ نے فرمایا: عائشہ! تمہارے لیے یہ کافی ہے۔ پس جس کی تم ماں نہیں ہو، اللہ کی قسم! میں اس کا نبی نہیں، اور جو یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے اپنا تعلق منقطع کر لے،

یہ ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے، جس کی تخریج حافظ الخطیب البغدادی " تاریخ بغداد: ۱۴/ ۳۵، ۳۶" میں اس کے راوی ہارون بن احمد القطان کے ترجمہ کے ضمن میں کی ہے، اور امام الذہبی نے " میزان الاعتدال: ۴/ ۲۸۲، ترجمہ: ۹۱۴۹ " میں اس ہارون بن احمد القطان کے بارے میں لکھا ہے: ''اس نے ایک باطل حدیث روایت کی ہے، گویا اس بیچارے کی حدیثوں میں یہ حدیث اس طرح داخل کر دی گئی کہ اس کو اس کا احساس نہیں ہوا'' امام الذہبی نے لکھا ہے: ''اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے مگر وہ بھی باطل ہے اور یہ روایت نہایت گندے جھوٹ کی مثال ہے۔''

امام ابن الجوزی نے یہ موضوع حدیث تاریخ بغداد سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یہ حدیث ہارون بن احمد القطان پر اس کی غفلت اور عدم احتیاط کے نتیجے میں داخل کر دی گئی، بہت سے ایسے دیندار ہیں جن پر غفلت طاری رہتی ہے۔'' [الموضوعات: ۲/ ۵۰]

امام الشوکانی نے بھی "الفوائد المجموعة، حدیث: ۳۳۱" میں اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

اس جھوٹی روایت کی سند سے قطع نظر اس کے متن اور اسلوب بیان خود اس کے باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ صحیح احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے حسن بیان اور آپ کے منفرد طرز بیان کے جو دل موہ لینے والے نمونے ملتے ہیں کہاں وہ اور کہاں اس روایت کی رکیک اور مبتذل زبان اور طرز ادا؟

۱۵۹ ..... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَمَّا وُلِدَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ أَقْبَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى جَنَّةِ عَدْنٍ ، فَقَالَ : وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا دَخَلَكِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ هٰذَا الْمَوْلُوْدَ يَعْنِيْ أَبَابَكْرٍ))

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابو بکر الصدیق پیدا ہوئے تو اللہ عزوجل جنت عدن، ہمیشہ رہنے والے جنت، کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم! تیرے اندر صرف وہی داخل ہوگا جو اس بچے یعنی ابو بکر سے محبت کرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت باطل ہے اس کی تخریج حافظ الخطیب البغدادی نے ''تاریخ بغداد: ۳/۳۰۹'' میں اس کے راوی محمد بن محفوظ الحربی کے ترجمہ کے ضمن میں کی ہے، اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن محفوظ کے علاوہ احمد بن محمد الہروی اور دوسرے مجہول راوی شامل ہیں، اور یہ حدیث باطل ہے۔

ابوالحسن علی بن محمد العراق ''تنزیہہ الشریعہ: ۱/۳۴۳، ۳۴۴'' میں لکھتے ہیں: یہ حدیث ابن عمر سے احمد بن محمد الہروی کے طریق سے بھی مروی ہے، مگر اس میں مجہول راوی شامل ہیں۔ احمد بن عصمہ نے اس حدیث کی روایت میں احمد بن محمد الہروی کی متابعت کی ہے اور اس سے محمد بن السری التمار اور میسرہ بن عبداللہ الخادم نے یہ حدیث روایت کی ہے، لیکن یہ دونوں ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ الذہبی نے ''المیزان'' میں اور حافظ ابن حجر نے ''لسان المیزان'' میں ''احمد بن عصمہ النیسا پوری عن اسحاق بن راہویہ'' کے بارے میں لکھا ہے کہ اس پر ''وضع'' کا الزام ہے اور وہ قابلِ ہلاکت ہے اس نے موضوع حدیث روایت کی ہے جس کو اسی نے وضع کیا ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور بھی موضوع اور باطل روایات ملتی ہیں اور ان سب کا انداز یہی ہے۔

اب میں خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے بارے میں چند صحیح احادیث کا ذکر کر دینا چاہتا ہوں تاکہ جہاں ان کے صحیح مقام ومرتبہ کا اندازہ ہو جائے وہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ فضائل ومناقب کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ بیان کیا تھا۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ : خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ ، وَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ ، فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ، قَالَ : فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ : أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الْمُخَيَّرُ ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ أَعْلَمَنَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ ، وَلٰكِنَّ أُخُوَّةَ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتَهُ ، لَا يُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ)) ❶

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور

صحیح بخاری، حدیث: ٣٦٥٤۔ صحیح مسلم: ٦١٧٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: بیشک اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور اپنے پاس موجود خیر و بھلائی کے درمیان اختیار دیا ہے کہ ان میں سے جو چاہے لے لے تو اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے' ابوسعید خدری کہتے ہیں: یہ سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، تو ہم کو ان کے اس رونے پر تعجب ہوا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو ایک ایسے بندے کے بارے میں خبر دی ہے جس کو اختیار دیا گیا ہے، لیکن معلوم ہوا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی اور ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے اوپر لوگوں میں اپنی رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن ان کے ساتھ اسلامی اخوت و محبت کا تعلق ہے، مسجد میں ہر دروازہ بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔''

((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ فَلَمْ أَجِدْكَ قَالَ أَبِي : كَأَنَّهَا تَعْنِي الموتَ ، قَالَ : فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ)) ❶

''محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ آپ کی خدمت میں دوبارہ آئے، تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے، اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں۔ محمد بن جبیر کہتے ہیں: میرے والد نے بتایا۔ گویا اس کی مراد آپ کی وفات سے تھی۔ آپ نے فرمایا: اگر مجھے نہ پانا تو ابوبکر کے پاس آ جانا۔'' ❷

یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بصراحت دلالت کرتی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ صَائِمًا ؟" قَالَ أَبُو بَكْرٍ ، أَنَا ، قَالَ : فَمَنِ اتَّبَعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟ قَالَ بَكْرٍ ،: أَنَا قَالَ : فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟ " قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا

❶ صحيح بخاری، حدیث: ۷۳۶۰۔ صحیح مسلم، حدیث: ۶۱۷۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضاً؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: آج تم میں سے کون روزے سے ہے؟ ابوبکر نے جواب دیا: میں، رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا: آج تم میں سے کس نے جنازے کا ساتھ دیا؟ ابوبکر نے کہا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابوبکر نے عرض کیا: میں نے۔ نبی ﷺ نے پھر دریافت فرمایا: آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی عیادت کی؟ ابوبکر نے جواب دیا: میں نے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس انسان کے اندر یہ خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اوپر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو موضوع حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان کے اور ان صحیح حدیثوں کے مابین موازنہ کر کے دیکھیے تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا ہونے والی حدیثوں میں ایک خاص مہک ہوتی ہے جو ان کو موضوع اور منکر روایتوں سے ممیز کر دیتی ہے لیکن اس کے لیے خاص ذوق کی ضرورت ہے۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل:

۱۶۰..... ((عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَوَّلُ مَنْ يُعْطَى كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ مِنْ هٰذِهِ الأُمَّةِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، وَلَهُ شُعَاعٌ كَشُعَاعِ الشَّمْسِ ، قِيلَ: فَأَيْنَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقِ؟ قَالَ: تَزِفُّهُ الْمَلَائِكَةُ إِلَى الْجِنَانِ))

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں جس کے داہنے ہاتھ میں سب سے پہلے نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ عمر بن خطاب ہوں گے اور اُن سے سورج کی کرنوں کی طرح روشنی پھوٹ رہی ہوگی۔ عرض کیا گیا: ابوبکر کہاں ہوں گے؟ فرمایا: فرشتے ان کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہوں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے اس کی تخریج حافظ الخطیب البغدادی نے '' تاریخ بغداد: ۱۱/۲۰۲ '' میں، عمر بن ابراہیم کے ترجمہ کے ضمن میں اس سند سے کی ہے:

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۶۱۸۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم کو عبدالرحمٰن بن محمد نے خبر دی، کہا: ہم کو احمد بن علی نے خبر دی، کہا: ہم کو محمد بن احمد بن رزق نے خبر دی، کہا: ہم کو عثمان بن احمد الدقاق نے خبر دی، کہا: ہم سے اسحاق بن سُنین النُّسَّلی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عمر بن ابراہیم بن خالد نے بیان کیا، کہا: ہم سے مرحوم بن ارطبان نے بیان کیا، کہا: ہم سے عاصم الأحول نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔''

امام ابن الجوزی نے یہ حدیث ''تاریخ بغداد'' سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یہ صحیح نہیں ہے، اس کو وضع کرنے کا الزام عمر بن ابراہیم پر ہے جو ''الکردی'' کے لقب سے معروف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں: کذاب تھا اور حدیثیں وضع کرتا تھا۔''

حافظ الخطیب البغدادی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''وہ ثقہ نہیں تھا، بلکہ ثقہ راویوں حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔''

حافظ السیوطی نے ''اللآلی المصنوعہ: ۲۷۶/۱'' میں اور ابوالحسن علی بن محمد بن العراق نے ''تنزیہ الشریعۃ: ۳۴۶/۱'' میں اس حدیث کے موضوع ہونے میں امام ابن الجوزی سے اتفاق کیا ہے۔

۱۶۱..... ((عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ! حَدِّثْنِيْ بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِي السَّمَاءِ ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَوْ حَدَّثْتُكَ بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِي السَّمَا مِثْلَ مَا لَبِثَ نُوْحٌ فِيْ قَوْمِهِ أَلْفَ سَنَةٍ خَمْسِيْنَ عَامًا مَانَفِدَتْ فَضَائِلُ عُمَرَ ، وَإِنَّ عُمَرَ حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ بَكْرٍ))

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ابھی جبریل آئے تھے تو میں نے کہا: جبریل ذرا آسمان میں عمر کے فضائل کے بارے میں کچھ بتاؤ، تو انہوں نے کہا: اے محمد! اگر میں آسمان میں موجود عمر کے فضائل آپ سے، اپنی قوم میں نوح کی مدتِ قیام، یعنی ساڑھے نو سو سال ۹۵۰ تک بیان کرتا رہوں، تب بھی ختم نہ ہوں، عمر درحقیقت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث باطل اور موضوع ہے، اس کی تخریج امام ابن الجوزی نے "الموضوعات: ۲/۶۶" میں اس سند سے کی ہے:

''ہم کو علی بن عبید اللہ نے خبر دی، کہا: ہم کو علی بن احمد البند ار نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو عبد اللہ بن بطہ نے خبر دی، کہا: ہم سے ابو علی اسماعیل بن محمد الصفّار نے بیان کیا، کہا: ہم سے الحسن بن عرفہ نے بیان کیا، کہا: مجھ سے الولید بن الفضل العنزی نے بیان کیا، کہا: مجھ سے اسماعیل بن عبید اللہ بن نافع البصری نے حماد بن ابی سلیمان سے، انہوں نے ابراہیم النخعی سے، انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

امام ابن الجوزی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ میں اسماعیل کو نہیں جانتا، حافظ ابن حجر نے "لسان المیزان: ۱/۴۲۰، ترجمہ: ۱۳۱۱" میں اس کو باطل لکھا ہے۔ حافظ السیوطی نے بھی "اللآلی المصنوعہ: ۱/۲۷۷" میں امام ابن الجوزی کے قول سے اتفاق کرتے ہوئے، حدیث کے راوی اسماعیل بن عبید کے بارے میں امام ابن حبان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''وہ ایسی منکر حدیثیں روایت کیا کرتا تھا، جن کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔''

امام الشوکانی نے بھی "الفوائد: ۳۳۷" میں اس کو موضوع لکھا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ: تَفَاخَرَتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ ، تَمَالَتِ النَّارُ لِلْجَنَّةِ: أَنَا أَعْظَمُ مِنْكِ قَدْرًا ، قَالَتْ : وَلِمَ؟ قَالَتْ: لِأَنَّ فِيَّ الْفَرَاعِنَةُ وَالْجَبَابِرَةُ وَالْمُلُوكُ وَأَبْنَاؤُهَا ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى الْجَنَّةِ: قُولِي : بَلْ لِي الْفَضْلُ ، إِذْ زَيَّنَنِي اللّٰهُ بِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنت اور جہنم نے ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتائی؛ جہنم نے جنت سے کہا: میں تم سے بڑے مقام و مرتبے کی مالک ہوں، کیونکہ میرے اندر فراعنہ، اہل جبروت اور بادشاہ اور ان کے بیٹے ہیں! اس پر اللہ عزوجل نے جنت کو وحی فرمائی کہ تو جواب دے کہ ''مجھے تیرے اوپر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو بکر اور عمر کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔''

یہ حدیث موضوع اور نبی اکرم ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے۔ حافظ السیوطی نے "اللآلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المصنوعه: ۱/۲۷۹، ۲۸۰" میں اس کو اس سند سے نقل کیا ہے:

''ہم کو محمد بن عبدالباقی بن احمد نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو محمد الحسن بن عبدالملک بن محمد بن یوسف نے خبر دی، کہا: ہم کو ابو محمد الحسن بن محمد الخلال نے خبر دی، کہا: ہم سے علی بن الحسن الانصاری نے بیان کیا، کہا: ہم سے مہدی بن الہلال الراسبی نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابان بن ابی عیاش نے ،الحسن سے، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

اس سند سے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد حافظ السیوطی نے لکھا ہے: ''یہ موضوع ہے۔ ابان متروک اور قہدی کذاب اور وضع حدیث کا مجرم ہے۔''

ابوالحسن علی بن عراق الکنانی نے بھی " تنزیه الشریعة: ۱/۳۴۶ " میں اس کو موضوع لکھا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ: ''حضرت ابو ہریرہ سے الحسن البصری کا سماع بھی ثابت نہیں ہے۔''

امام ابن الجوزی لکھتے ہیں:

''ابان متروک تھا۔ امام شعبہ نے اس کی جرح میں بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ رہا مہدی بن الہلال الراسبی تو یحییٰ بن سعید نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کذب بیانی اور وضع حدیث میں معروف لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ امام نسائی اور دار قطنی نے بھی اس کو متروک قرار دیا ہے۔'' [الموضوعات: ۲/۶۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس طرح کی دسیوں موضوع اور جھوٹی روایتیں لوگوں میں زبان زد ہیں، حالانکہ ان کے فضائل میں صحیح احادیث کی کمی نہیں ہے، جو صحیحین اور سنن اربعہ میں موجود ہیں۔ ذیل میں چند احادیث پیش کر کے ان کی عظیم شخصیت کے تابناک پہلو کی ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ ، فَإِنْ يَكُ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے سابقہ قوموں میں صاحب الہام یا صحیح گمان رکھنے والے لوگ ہوا کرتے تھے، پس اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہے تو وہ عمر ہیں۔''

صحیح مسلم میں " ح: ۶۲۰۴ " حدیث یہ معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ اُم المؤمنین حضرت

[1] صحیح بخاری، ح: ۳۶۸۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر امت میں انبیاء کرام کے علاوہ کچھ ایسے افراد پیدا کرتا رہا ہے جو حق گو ہوتے تھے اور جو حقیقت کی تہہ تک رسائی حاصل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت اور خداداد ملکہ رکھتے تھے اور امت مسلمہ میں اس صفت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متصف تھے۔ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان الفاظ

((إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ)) ❶

''بیشک اللہ نے ''حق'' کو عمر کی زبان اور دل پر ثابت کر دیا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کچھ فرماتے تھے، حق فرماتے اور ان کے دل میں جو خیال پیدا ہوتا وہ بھی حق ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب بھی لوگوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا اور لوگ اس کے بارے میں اپنی رائے پیش کرتے اور حضرت عمر بھی اپنی رائے پیش کرتے تو قرآن میں عمر کی رائے کے مطابق آیت نازل ہوتی۔''

((عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ)) ❷

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے..... عمر! ..... جب کسی راستے میں چلتے ہوئے شیطان کی تم سے مُڈ بھیڑ ہو جاتی ہے تو وہ تمہارے راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔''

امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شیطان کے راستے کو ترک کر کے صحیح اور درست راستے پر گامزن تھے اور اُس چیز کے مخالف تھے جسے شیطان پسند کرتا ہے۔ اس حدیث میں ان

❶ الترمذی، ح: ۳۶۸۲ ❷ صحیح بخاری، ح: ۳۶۸۳، صحیح مسلم، ح: ۶۲۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فضیلت اور دین کے معاملے میں ان کی سختی بیان کی گئی ہے اور ان کے راستے سے شیطان کے فرار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ معصوم عن الخطأ تھے، کیونکہ انبیاء کے حق میں تو ''عصمت'' واجب ہے، لیکن انبیاء کے سوا دوسروں میں عصمت ممکن ہے۔'' ❶

اس مفہوم کو اس اعتراف سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جو ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (39) إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (40) ﴾ [الحجر: ۳۹، ۴۰]

''ابلیس بولا: اے میرے رب! بسبب اس کے کہ تو نے مجھے بہکایا، میں زمین میں ان کے لیے ..... اولاد آدم کے لیے..... دلفریبیاں پیدا کروں گا اور ان کو بہکاؤں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہے اور چن لیا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں ان چند صحیح حدیثوں سے اوپر مذکور موضوع روایات کی نکارت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا شمار صحابۂ کرام کے اس مقدس گروہ میں ہوتا ہے جس کو قرآنِ پاک میں ﴿ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ ﴾ کا نام دیا گیا ہے۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اور خلیفۂ اول حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، نعمتِ اسلام سے سرفراز ہونے والوں میں آپ کا نمبر آٹھواں ہے۔ آغازِ ایمان سے اپنی مظلومانہ شہادت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ترین افراد میں شامل رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دو صاحبزادیوں، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کی وجہ سے آپ کو ''ذوالنورین'' کے عظیم اور منفرد لقب سے سرفراز ہونے کا شرف حاصل رہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دولتِ ایمان کے ساتھ دولتِ دنیا سے بھی نہایت وافر مقدار میں نوازا تھا، یہاں تک کہ اسلامی تاریخ میں آپ ''عثمان غنی'' کے لقب سے معروف ہوئے اور آپ کی ذات سے مسلمانوں کو مسلسل فیض حاصل ہوتا رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو مکہ

❶ بحوالہ منة المنعم فی شرح صحیح مسلم: ۴/ ۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کے سرِ فہرست شیریں پانی کا مسئلہ تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان کے ہاتھوں اس طرح حل کر دیا کہ آپ نے مدینہ کے ایک یہودی سے شیریں پانی کا ایک کنواں منہ مانگی قیمت پر خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جبکہ مسلمان نہایت تنگ دستی اور فقر و فاقہ میں مبتلا تھے اور جنگ کی تیاری تو درکنار انفرادی طور پر خود سفر کے اخراجات کے بندوبست کی قدرت نہیں رکھتے تھے، اور غزوے میں شرکت کی سعادت سے محرومی پر خون کے آنسو رو رہے تھے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مال سے مسلمانوں کے لیے ساڑھے نو سو اونٹ اور پچاس گھوڑے فراہم کیے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن مبارک میں ایک ہزار دینار اور سات سو اونس سونا لا کر ڈال دیا اور اس کے بدلے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھیروں دعائیں وصول کیں۔ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات سے مسلمانوں کو جو فائدے پہنچے ان کے بیان کے لیے دفتر درکار ہے، پھر بھی وہ ختم نہ ہوں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان فضائل کے علاوہ ان کی ایک اور فضیلت ایسی تھی جو ان کی شناخت اور پہچان بن گئی تھی۔ اور وہ فضیلت یا صفت ''حیا اور شرم'' کی صفت تھی۔ اور اس صفت میں وہ جس بلند مقام پر فائز تھے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران یا پنڈلی کھلی ہوئی تھی اسی وقت ابوبکر الصدیق نے آپ سے اُذن باریابی چاہا تو آپ نے ایسی حالت میں ان کو اندر بلا لیا۔ پھر حضرت عمر نے اجازت چاہی تو آپ نے ان کو بھی اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنی وضع نہیں بدلی، اتنے میں حضرت عثمان نے اندر آنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً گھبرا کر اپنے کپڑے درست کیے اور ان کو اندر آنے کی اجازت دی اور جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: جب ابوبکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کوئی خاص اہتمام نہیں فرمایا۔ پھر جب عمر آئے تو اس وقت بھی آپ نے کوئی اہمیت نہیں دی، لیکن جب عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ)) ❶

''کیا میں ایسے آدمی سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔''

❶ صحيح مسلم، ح: ٦٢٠٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن وضاعین حدیث نے دوسرے خلفائے راشدین کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے بارے میں صحیح احادیث کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، بلکہ اپنی گندی ذہنیت سے مجبور ہو کر اور امت میں فتنہ و فساد پھیلا اور ان کے عقائد کو بگاڑنے کے لیے دسیوں حدیثیں وضع کر ڈالیں، جن میں سے موضوع حدیثیں پیش کر رہا ہوں:

۱۶۳..... ((عَنْ جَابِرٍ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهَا ، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا رَأَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا هٰذَا؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُبْغِضُ عُثْمَانَ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، اس پر عرض کیا گیا کہ: اے اللہ کے رسول! ہم نے اس کے علاوہ آپ کو کسی اور کی نمازِ جنازہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا، اس لیے اللہ کے بغض کا سزاوار ہوا۔''

یہ حدیث موضوع اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے۔ اس کی تخریج امام ابن عدی نے '' الکامل: ۶/ ۲۱۴۳ '' میں محمد بن زیاد القرشی کے ترجمہ کے ضمن میں اور امام الترمذی نے '' سنن الترمذی، ح: ۳۷۰۹ '' میں درج ذیل سند سے کی ہے:

''ہم سے الفضل بن ابی طالب البغدادی اور ایک سے زیادہ لوگوں نے بیان کیا، کہا: ہم سے عثمان بن زفر نے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن زیاد نے، محمد بن عجلان سے، انہوں نے ابوالزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام الترمذی نے لکھا ہے: ''یہ حدیث ضعیف ہے، جس کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور محمد بن زیاد بیحد ضعیف ہے۔'' اور امام ابن عدی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''وہ غیر معروف ہے اور میں نے اس کے بارے میں قدیم علمائے حدیث کا کوئی قول نہیں دیکھا ہے۔ اور وہ صرف اسی ایک حدیث کی روایت سے معروف ہے۔'' امام الذہبی نے '' میزان الاعتدال: ۳/ ۵۵۲، ترجمہ: ۷۵۴۷ '' میں لکھا ہے کہ: ''اس نے ابن عجلان سے حدیث روایت کی ہے، غیر معروف ہے اور موضوع خبر لایا ہے۔ میرے نزدیک وہ العسکری الطحان المیمونی ہے۔'' امام الشوکانی نے '' الفوائد، ص: ۳۴۰ '' میں امام الذہبی کے اس قول کی توثیق کی ہے۔ محدث محمد ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو موضوع قرار دیا ہے۔ [الضعیفه: ٤/ ٤٨]

یہ موضوع حدیث اسی محمد بن زیاد سے ایک دوسری سند سے، کچھ مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ جس میں صاحب جنازہ کو انصاری کہا گیا ہے۔

دور فتنہ کے بعد بعض صحابۂ کرام میں اختلافات کے واقعات تو ملتے ہیں، لیکن نبی اکرم ﷺ کی حیات پاک میں کسی انصاری کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور یکے از عشرۂ مبشرہ سے بغض رکھنا بعید از تصور ہے۔

١٦٤ ..... ((عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ لِلّٰهِ سَيْفًا مَغْمُودًا فِي غِمْدِهِ مَادَامَ عُثْمَانُ حَيًّا فَإِذَا قُتِلَ جُرِّدَ ذٰلِكَ السَّيْفُ فَلَمْ يُغْمَدْ إِذًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ کی تلوار اس وقت تک میان میں تھی، جب تک عثمان ..... رضی اللہ عنہ ..... زندہ تھے، لیکن جب وہ قتل کر دیے گئے تو وہ تلوار میان سے باہر نکال لی گئی اور قیامت تک میان میں نہیں ڈالی جائے گی۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی تخریج امام ابن عدی نے " الکامل: ٥/ ١٧٩٧ " عمرو بن فائد الاسواری کے ترجمہ کے ضمن میں کی ہے۔ اور لکھا ہے: ''ان الفاظ اور اس متن سے یہ حدیث میں عمرو بن فائد ہی کے واسطہ سے جانتا ہوں اور عمرو بن فائد کی اس کے علاوہ بھی مرویات ہیں، جو منکر ہیں۔''

یہ حدیث امام ابن الجوزی نے " الموضوعات: ٢/ ٨٤ " میں نقل کی ہے اور لکھا ہے: ''یہ رسول اللہ ﷺ کے نام پر جھوٹ ہے، اس کی سند میں عمرو بن فائد نام کا ایک راوی ہے، جس کے بارے میں ابن المدینی کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، الدار قطنی نے اس کو ''متروک'' لکھا ہے اور ابن عدی کہتے ہیں: ''اس سند کا دوسرا راوی محمد بن داود کذب بیانی سے کام لیتا تھا۔''

١٦٥ ..... ((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، قَالَ: وَصَفَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ الْجَنَّةَ ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفِي الْجَنَّةِ بَرْقٌ قَالَ: نَعَمْ۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ عُثْمَانَ لَيَتَحَوَّلُ مِنْ مَنْزِلٍ إِلَى مَنْزِلٍ ، فَتَبْرُقُ لَهُ الْجَنَّةُ))

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن جنت کا وصف بیان فرمایا، تو ایک شخص اٹھا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں برق ہے؟ فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں۔اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! عثمان جب ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوں گے تو جنت سے چمک اور برق نکلے گی۔''

یہ حدیث بھی باطل ہے امام ابن الجوزی نے یہ حدیث '' الموضوعات :۲/۸۵ '' میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ حدیث موضوع ہے۔ جس کا مجرم الحسین بن عبداللہ ہے۔'' امام الدارقطنی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ: '' وہ حدیث وضع کرتا تھا۔'' حافظ السیوطی نے بھی '' اللآلی المصنوعة: ۱/۲۹۰ '' میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔اس حدیث کی نکارت خود اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

آخر میں یہ واضح کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ فضائل اعمال کی کتابوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ وتر کی ایک رکعت میں پورے قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے، وہ صحیح نہیں ہے۔امام ترمذی نے ''سنن، ح:۲۹۴۶'' میں اس واقعہ کا ذکر ''صیغۂ تمریض'' (روایت ہے) میں کر کے اس کی عدم صحت کی جانب اشارہ کر دیا ہے۔مزید یہ کہ جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور خلیفۂ راشد سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات دن سے کم مدت میں قرآن ختم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ❶ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''جو شخص تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کرے گا وہ اس کو سمجھ نہیں سکے گا۔'' ❷ وہیں ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت عملی طور پر ممکن بھی نہیں۔اس لیے کہ اگر قرآن پاک کی تلاوت نہایت تیز رفتاری سے اور بلا توقف بھی کی جائے تو بھی قرآن ختم کرنے میں دس گھنٹے لگیں گے۔اور کسی شخص کا مسلسل دس گھنٹے کھڑے رہنا جہاں ناممکن ہے، وہیں اس سے یہ بھی لازماً آتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ ہر روز فجر کی نماز وقت پر نہیں، بلکہ دن نکلنے کے بعد پڑھتے تھے؟

خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں جو صحیح احادیث حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہیں، اگر ان کو جمع کیا جائے اور ان کی روشنی میں ان کی سیرت مرتب کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔لیکن افسوس ہے کہ دورِ صحابہ کے بعد جب امت میں فتنوں نے سر نکالا اور مسلمان سیاسی اختلافات کے شکار ہوئے اور مسلم معاشرے میں غیر اسلامی افکار ونظریات عام ہوگئے تو مسلمانوں میں ایسے فرقے پیدا ہوگئے،

❶ بخاری: ۵۰۵۲، مسلم: ۲۷۳۲ ❷ ترمذی: ۲۹۴۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو نام کے سوا اسلام سے کوئی اور تعلق نہیں رکھتے تھے اور ان کا مقصد اعلیٰ اسلامی عقائد کو کمزور کرنا اور دلوں سے ان کے اثرات کو مٹا کر ان کو الحاد و زندقہ کا شکار بنا دینا تھا، اس غرض کے لیے انہوں نے وسیوں نہیں، بلکہ ہزاروں حدیثیں وضع کر کے مسلم معاشرے میں پھیلا دیں، اس طرح اس جلیل القدر صحابی اور خلیفۂ راشد کی وہ صحیح تصویر تو صرف کتابوں کی زینت رہ گئی، جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت صحیح احادیث میں متعین کی گئی تھی۔ رہے عامۃ الناس اور نام نہاد علماء اور مؤرخین تو ان کے حلقوں میں ایسی موضوع اور جھوٹی روایات پھیل گئیں، جس میں اسلام کے اس بطل جلیل اور خانوادۂ نبوت کے روشن چراغ کو ایک غیر معمولی اور مافوق الفطرت انسان بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ یا اس کی حیثیت اتنی گھٹا گئی ہے کہ اس کو ایک معمولی انسان تک ماننے میں تأمل ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ افراط وتفریط اور ان کے بارے میں یہ دو متضاد نقطہائے نظر درحقیقت اس بات کا نتیجہ ہیں کہ ان کی شخصیت کے تعین میں اسلام کے چشمۂ صافی کتاب وسنت کے بجائے جھوٹی روایات پر اعتماد کر لیا گیا اور جہاں ان کی عقیدت میں غلو اور مبالغہ آمیزی کو ان کی صحیح قدر دانی تصور کر لیا گیا، وہیں ان کی تنقیص کو مطلوب دین سمجھ لیا گیا۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان جو نقطۂ اعتدال موجود ہے، اس کو واضح کرنے کے لیے میں پہلے چند موضوع روایات کا ذکر کروں گا۔ اس کے بعد ان کے فضائل و مناقب کے بارے میں ایسی کچھ صحیح احادیث نقل کروں گا، جن میں ان کے صحیح مقام و مرتبہ کا تعین کیا گیا ہے۔

۱۶۶ ..... ((عَنْ حَبَّةَ بْنِ جُوَيْنٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عليه السلام يَقُولُ: عَبَدْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَعْبُدَهُ رَجُلٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَمْسَ سِنِينَ أَوْ سَبْعَ سِنِينَ۔))

''حبہ بن جوین سے روایت ہے، کہا: میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، اس امت کے کسی بھی آدمی کی عبادت کے پانچ سال یا سات سال قبل اللہ عزوجل کی عبادت کی ہے۔''

یہ روایت موضوع اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر جھوٹ ہے۔ اس کا راوی حبہ بن جوین ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ جھوٹا تھا۔ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں حبہ غالی شیعہ تھا۔ اور حدیث کے علم میں بیحد کمزور تھا۔ رہا اس کی سند کا دوسرا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی اجلح بن سلمہ تو اس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس نے ایک سے زیادہ منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور امام ابو حاتم کا قول ہے: اس کی روایت کردہ حدیث نا قابل استدلال ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں: اس کو یہ بھی پتہ نہیں رہا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے۔'' [الموضوعات: ۲/ ۹۹]

یہ روایت اپنی موضوع سند سے قطع نظر اپنے متن کے اعتبار سے بھی منکر اور خلاف واقعہ ہے، کیونکہ یہ بات تقریباً تمام اہل سیر کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے اور جب نبی اکرم ﷺ نے ان کو اپنی کفالت میں لیا۔ اس وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور صحیح قول کے مطابق وہ دس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ محمد بن اسحاق نے ''سیرت، ص: ۱۳۷'' حسن سند سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس وضاحت کی روشنی میں جب ان کی عمر پانچ سال، یا سات سال تھی، تو نبی اکرم ﷺ مبعوث بھی نہیں ہوئے تھے۔

اسی طرح یہ بات مسلم ہے کہ سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ان کا دل اسی دن نور سے منور ہو گیا تھا، جس روز نبی اکرم ﷺ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد سرزان وترساں گھر واپسی پہنچے تھے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا تھا: ((لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي)) ''خدیجہ! اپنی جان کا اندیشہ ہے۔'' تو یہ سن کر صدق وفا کی پیکر اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط دل کی مالک خاتون نے فرمایا تھا:

((كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا ، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِي الضَّيفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ)) [1]

''ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلح رحمی کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں، نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں۔''

اس حدیث کی روشنی میں قرین عقل یہی ہے کہ دعوتِ دین کا حکم ملنے پر نبی ﷺ نے سب سے پہلے اپنی پاک طینت زوجہ ہی کو ایمان کی دعوت دی ہوگی، اس لیے کہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد بھی آپ انہی کے پاس پہنچے تھے اور انہوں نے ادنیٰ تأمل کے بغیر آپ کی دعوت قبول کر لی ہوگی، کیونکہ آپ کا دل تو پہلے ہی نبی اکرم ﷺ کی صدق بیانی کی گواہی دے چکا تھا۔

[1] صحیح بخاری بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ح: ۳، صحیح مسلم، ح: ۴۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جو تین خوش نصیب افراد مشرف بہ اسلام ہوئے وہ متفقہ طور پر حضرت علی، حضرت زید اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ سب ایک ہی دن یا ایک دو دن آگے پیچھے ایمان لائے۔ محدثین اور اہل سیر نے اختلافات سے دامن بچاتے ہوئے یہ کہہ کر اس مسئلے کا حل نکالا ہے کہ مردوں میں پہلے حضرت ابوبکر، عورتوں میں حضرت خدیجہ، بچوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب وہ روایت نہایت منکر اور نا قابل قبول ہے۔

۱۶۷ ..... ((عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: خُلِقْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُورٍ ، فَكُنَّا عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ آدَمُ بِأَلْفَي عَامٍ ، ثُمَّ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ ، فَانْقَلَبْنَا فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ ، ثُمَّ جُعِلْنَا فِي صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، ثُمَّ شُقَّ أَسْمَاؤُنَا مِنِ اسْمِهِ فَإِسْمُ اللّٰهِ مَحْمُودٌ وَأَنَا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهُ الأَعْلَى وَعَلِيٌّ عَلِيٌّ))

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور علی دونوں نور سے پیدا کیے گئے ہیں، ہم دونوں عرش کے داہنے جانب آدم کی خلقت سے دو ہزار سال قبل موجود تھے، پھر اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ہم دونوں مردوں کے صلبوں میں منتقل ہو گئے، پھر ہم کو عبدالمطلب کی پیٹھ میں رکھ دیا گیا، پھر ہمارے نام اللہ کے نام سے نکالے گئے، پس اللہ کا نام محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ الاعلیٰ اور علی علی ہیں۔''

یہ حدیث موضوع ہے، اس کی تخریج امام ابن الجوزی نے "الموضوعات: ۲/۲۹۵" میں، حافظ السیوطی نے "اللآلی المصنوعه: ۱/۲۹۴" میں، ابن عراق نے "تنزیه الشریعة: ۱/۳۵۱" میں اور الشوکانی نے "الفوائد الموضوعة، ص: ۳۴۲" میں جعفر بن احمد بن علی بن بیان کے طریق سے کی ہے۔ اور جعفر بن احمد بن بیان تمام ائمہ حدیث کے نزدیک رافضی تھا اور حدیثیں وضع کرتا تھا۔

۱۶۸ ..... ((عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيسٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا عليه السلام فِي حَاجَةٍ ، فَرَجَعَ ، وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ العَصْرَ ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ فَنَامَ ، فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا إِحْتَبَسَ نَفْسَهُ عَلَى نَبِيِّكَ ، فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْ قَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَتِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ))

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے الصہباء میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر علی علیہ السلام کو کسی کام سے کہیں بھیجا۔ اور جب وہ واپس آئے تو نبی ﷺ نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی، پس نبی ﷺ نے اپنا سر مبارک علی کی گود میں رکھا اور سو گئے اور علی نے اس کو کوئی حرکت دینے سے احتراز کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور نبی ﷺ نے بیدار ہونے پر فرمایا: اے اللہ! تیرے بندے علی نے تیرے نبی کی خدمت میں اپنے آپ کو روکے رکھا، تو تو سورج کو دوبارہ طلوع کر دے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: اے اللہ! وہ تیری اطاعت اور تیرے نبی کی اطاعت میں مصروف تھا، پس تو سورج کو واپس لے آ۔ اسماء کہتی ہیں: میں نے سورج کو غروب ہوتے بھی دیکھا تھا، پھر اس کو دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہو گیا۔''

یہ حدیث موضوع ہے، اس کی تخریج امام طحاوی نے ''مشکل الآثار: ۹/۲'' اس سند سے کی ہے:

''احمد بن صالح نے کہا: ہم سے ابن ابی فُدیک نے بیان کیا، کہا: مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے، انہوں نے اپنی ماں اُمّ جعفر سے اور انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا.....''

یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام طحاوی نے لکھا ہے کہ محمد بن موسیٰ جو المدنی ہے اور الفِطری کے لقب سے معروف ہے۔ اپنی روایت میں محمود ہے، اور عون بن محمد، عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہے اور ان کی ماں اُمّ جعفر، محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہیں۔

محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ سند ضعیف ہے اور مجہول ہے اور طحاوی کے قول سے اس کی صحت کا ثبوت نہیں ملتا، بلکہ شاید یہ کہہ کر انہوں نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لیے کہ انہوں نے عون بن محمد اور ان کی ماں کی جرح وتعدیل سے خاموشی اختیار کی ہے۔''

یہ حدیث ایک دوسری سند سے مختلف الفاظ میں بھی مروی ہے جس کا ترجمہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک علی کی گود میں رکھے ہوئے تھے اور اسی حالت میں آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی، لہٰذا علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی اور سورج ڈوب گیا، تو نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: علی! کیا تم نے نماز پڑھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! نہیں۔ اس وقت آپ نے مذکورہ دعا فرمائی۔''

البانی مزید فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بیدار تھے اور آپ پر وحی اُتر رہی تھی جبکہ پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ سو رہے تھے، جبکہ واقعہ ایک ہے اور واقعہ کی راوی بھی ایک ہیں۔

محدث محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے تو ضعیف ہے، مگر اپنے متن کے اعتبار سے موضوع ہے اور امام ابن تیمیہ نے بھی اس کے متن کے اعتبار سے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے اور اس کی سند کو صرف ضعیف کہنے پر اکتفا کیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کے دوبارہ طلوع ہونے کی حدیث کا ذکر طحاوی اور قاضی عیاض وغیرہ نے کیا ہے اور اس کو نبی ﷺ کے معجزات میں شمار کیا ہے لیکن اہل علم اور حدیث کی معرفت رکھنے والے محققین کو یہ معلوم ہے کہ یہ حدیث موضوع اور جھوٹ ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے لکھا ہے۔

امام ابن تیمیہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

''سورج غروب ہو جانے کے بعد عصر کی نماز قضا ہو گئی اب بطور معجزہ سورج کے دوبارہ طلوع ہو جانے سے نمازی کے لیے اس کے شرعی وقت میں ادا نہیں ہو گی۔''

اور غزوۂ خندق کے موقع پر نبی ﷺ کی نمازِ عصر بھی قضا ہو گئی تھی اور آپ نے اور آپ کے صحابہ نے اس کو قضا ادا کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ سے آپ نے یہ دعا نہیں فرمائی کہ وہ سورج کو دوبارہ واپس لے آئے تاکہ آپ نمازِ عصر اس کے شرعی وقت میں ادا کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے افضل نہیں تھے لہٰذا جب نبی ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے اسے غروبِ شمس کے بعد ادا کیا، تو علی کے لیے ایسا کرنا اولیٰ تھا۔''

[الضعیفہ: ۲/ ۳۹۵، ۴۰۱]

۱۶۰ ..... ((عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنْتَ أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي، وَأَنْتَ أَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَأَنْتَ الصِّدِّيْقُ الْأَكْبَرُ وَأَنْتَ الْفَارُوقُ ، تُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ، وَأَنْتَ يَعْسُوبُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَالُ يَعْسُوبُ الْكَافِرِيْنَ))

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علی بن ابی طالب سے فرماتے ہوئے سنا ہے۔ تم وہ پہلے شخص ہو جو میرے اوپر ایمان لایا اور قیامت کے دن مجھ سے جو شخص سب سے پہلے مصافحہ کرے گا وہ تم ہو گے اور تم صدیق اکبر اور فاروق ہو، تم حق اور باطل کے درمیان فرق کرتے ہو، اور تم مؤمنوں کے سردار ہو جبکہ مال کافروں کا سردار ہے۔''

یہ حدیث متروک ہے، اس کی تخریج البزار نے اپنی مسند میں کی ہے، اس کی سند کا ایک راوی عباد بن یعقوب رافضی تھا اور ''مذہب رفضی'' کا داعی تھا۔ حافظ ابن حجر نے ''مختصر الزوائد، حدیث: ۱۸۹۸'' میں لکھا ہے:

''اس کی سند بے حد کمزور ہے اس کے ایک راوی محمد بن عبید اللہ پر وضع حدیث کا الزام ہے اور دوسرا راوی عباد بن یعقوب کا بڑے ''روافض'' میں شمار ہوتا ہے۔ اور علی بن محمد بن عراق نے ''تنزیه الشریعه : ۱/۳۵۳'' میں اس حدیث کی مصیبت محمد بن عبید اللہ کو قرار دیا ہے۔ اور عباد بن یعقوب اگرچہ رافضی تھا لیکن روایت حدیث میں سچا تھا، اور ابن حبان نے عباد پر مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرنے کا الزام لگایا ہے۔''

۱۷۰..... ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ، فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، پس جو علم سے بہرہ ور ہونا چاہیے وہ دروازہ کے پاس آئے۔''

اس حدیث کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے، یہ حضرت علی، حضرت عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے کوئی دس (۱۰) طرق سے مختلف لفظوں میں مروی ہے، اور ہر طرق میں جھوٹے، وضاع اور حدیثوں کا سرقہ کرنے والے راوی شامل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پانچ سندوں سے درج ذیل الفاظ میں مروی ہے:

((أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا)) ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((أَنَا مَدِيْنَةُ الْفِقْهِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا)) ''میں فقہ کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

((أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ، فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ)) ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، پس جو علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازے کے پاس آئے۔''

اس کی تخریج ابونعیم نے ''معرفة الصحابة ، حدیث:۳۴۶'' میں اور امام ترمذی نے ''سنن / مناقب علی، حدیث:۳۷۲۳'' میں کی ہے۔ امام ترمذی نے اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر غرابت اور منکر ہونے کا حکم لگایا ہے۔

یہ حدیث حافظ السیوطی نے ''اللآلی المصنوعة: ۱/۳۰۲، ۳۰۸'' میں اور ابن عراق نے ''تنزیه الشریعه : ۱/۳۷۷، ۳۷۸'' میں نقل کی ہے اور اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور امام ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں ''الترتیب / باب:۲۴'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بعض سادہ لوح محدثین نے روایت کی ہے اور اس کے متعدد طرق ہیں اور حدیث موضوع ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دس (۱۰) طرق سے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چھ طرق سے یہ حدیث مروی ہے اور ان میں سے کوئی طرق بھی جھوٹے، حدیثیں وضع کرنے والے، حدیثوں کا سرقہ کرنے والے راویوں سے خالی نہیں ہے۔ امام ابن الجوزی نے اس جھوٹی اور موضوع روایت کی تمام سندیں اور ان کے راویوں کے حالات ''الموضوعات: ۲/۱۱۰، ۱۱۸'' میں پوری تفصیل سے بیان کر دیے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل کے بارے میں اس طرح کی موضوع، بے بنیاد اور منکر روایتیں دسیوں کی تعداد میں کتابوں میں ملتی ہیں اور چونکہ ان حدیثوں کو وضع کرنے والے، اور ان کو رواج دینے والے عام طور پر شیعہ ہیں، اس لیے ان کی مخالفت میں اہل سنت والجماعت سے نسبت کا دعویٰ کرنے والے بعض اہل قلم اور ارباب سیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں اور ان کے فضائل ومناقب کے بارے میں صحیح احادیث کا بھی انکار کر دیا اور بعض نام نہاد مصنفین نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک سے انکار کر دیا یا کم از کم اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کر کے اپنی گندی ذہنیت اور ان سے اپنے بغض کا ظہار کیا ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں موضوع روایات کے ذکر کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسی مستند اور صحیح احادیث کا بھی ذکر کر دیا جائے جن سے اُمت میں ان کی عظمت وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل، اسماعیل القاضی، النسائی اور ابوعلی النیسا پوری سے یہ منقول ہے کہ جس کثرت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں صحیح احادیث ملتی ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں ملتیں۔

[فتح الباری : ۲/ ۱۶۷۹]

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ))

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔'' ❶

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ، قَالَ : فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا ، قَالَ : فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا ، فَقَالَ : أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقَالُوا : هُوَ ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ! يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ : فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ ، فَأُتِيَ بِهِ، فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ ، وَدَعَالَهُ ، فَبَرأَ ، حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ ، فَقَالَ عَلِيٌّ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ : أُنْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ ، حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ أُدْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيهِ ، فَوَ اللّٰهِ ، لِأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ))

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا: میں یہ پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح سے ہم کنار کرے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت رکھتے ہیں۔'' کہا: یہ سُن کر لوگوں نے یہ باتیں کرتے ہوئے رات گزاری کی دیکھو کس کو یہ پرچم عطا کیا جاتا ہے اور جب لوگوں نے صبح کی تو ان میں سے ہر ایک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ اُمید لے کر حاضر ہوا کہ اسی کو پرچم عطا کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: علی بن اُبی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اُن کی آنکھوں میں تکلیف

❶ صحیح بخاری: ۴۲۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، آپ نے فرمایا: ان کو بلواؤ تو وہ لائے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوک کر ان کے لیے دعا فرمائی تو اس طرح شفایاب ہو گئے گویا اُن کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں ، پھر آپ نے ان کو پرچم عطا فرمایا۔ اس پر علی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں ان سے اس بات پر جنگ کروں کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: آہستہ آہستہ آگے بڑھو یہاں تک کہ ان کے علاقے میں پہنچ جاؤ، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ اسلام میں اللہ کے حق کے طور پر ان پر کیا فرائض ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو ہدایت سے سرفراز کرے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں اس دن کے سوا میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، اس دن اس اُمید میں میں نے اپنے آپ کو نمایاں کیا کہ مجھے امارت کے لیے بلایا جائے گا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو بلا کر امارت کا پرچم ان کو عطا فرمایا۔'' ❶

رومی سلطنت سے کشمکش کی ابتداء فتح مکہ سے پہلے ہی ہو چکی تھی، نبی ﷺ نے حدیبیہ کے بعد اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے جو وفود عربوں کے مختلف خطوں میں بھیجے تھے ان میں سے ایک وفد شمال کی طرف شامی سرحد سے متصل قبائل میں بھی گیا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر عیسائی تھے اور رومی سلطنت کے زیر اثر تھے۔ ان لوگوں نے اس وفد کے ۱۵ آدمیوں کو قتل کر دیا اور صرف وفد کے رئیس حضرت کعب بن عُمیر غفاری بچ کر مدینہ واپس آئے۔ اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے بصری کے رئیس شرحبیل بن عمرو کے نام بھی دعوتِ اسلام کا پیغام بھیجا، مگر اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ بر حضرت حارث بن عُمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ شرحبیل عیسائی تھا اور براہِ راست قیصر روم کے احکام کا تابع تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے شرحبیل کو اس کے اس غیر انسانی اقدام پر سبق دینے اور مسلمانوں کے لیے اس علاقے کو امن بنانے کے لیے ۸ ہجری میں میں تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج بھیجی جس کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ کرام کا یہ مختصر دستہ ''موتہ'' کے مقام پر شرحبیل کی ایک لاکھ اور ہرقل کی مزید ایک لاکھ فوج سے ٹکرا گیا۔ تین ہزار جاں فروشوں کا یہ مختصر دستہ دو لاکھ تجربہ کار اور تمام ہتھیاروں سے لیس فوج کا مقابلہ کر رہا تھا اس جنگ میں مسلمانوں کے تین امراء زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سپہ سالار بنا لیا جو صرف چند ماہ قبل مسلمان

❶ صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۰۹، ۳۷۰۱ ۔ صحیح مسلم، حدیث: ۶۲۲۲، ۶۲۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے اپنی خاص حکمتِ عملی اور اپنی فوجی مہارت کے ذریعہ مسلمانوں کو دو لاکھ رومی فوج کے جبڑوں سے نکال لیا، جس کو زبانِ نبوت نے فتح کا نام دیا۔ اس موقعہ کے دوسرے سال ۹ ہجری میں نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ قیصر روم مسلمانوں کو ''موتہ'' کی سزا دینے کے لیے فوجی تیاریاں کر رہا ہے، تو آپ نے تبوک کے مقام پر اس کا مقابلہ کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ اور رجب ۹ ہجری میں تیس (۳۰) کی فوج لے کر شام کی جانب روانہ ہوئے۔ اور مدینہ میں اہل بیت اور مسلمان خواتین اور بچوں کی دیکھ بھال کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کسی غزوہ میں نبی اکرم ﷺ کی معیت کے شرف سے محروم ہو رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑے جا رہے ہیں؟ ایک بہادر اور سراپا سپاہیانہ صفات سے متصف اس عظیم انسان کے اس سوال میں جو کرب مضمر ہے اس کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں، لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان کو جو جواب دیا وہ بھی ان کے فضائل ومناقب کے باب میں ایک منفرد شان رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

((أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ موسىٰ ،إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي؟)) ❶

''کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ میری نسبت تمہیں وہ مقام حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ کی نسبت حاصل تھا؟''

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ومنقبت کے لیے اس نبوی سند سے بھی بڑی کوئی سند ہو سکتی ہے؟

جو لوگ شیعوں کی مخالفت کی آڑ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبے کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان کے لیے بغض ونفرت کے جذبات رکھتے ہیں ان کو درج ذیل ارشادِ نبوی کے آئینہ میں اپنا مکروہ چہرہ دیکھ لینا چاہیے:

((عَنْ زِرٍّ ، قَالَ) : عَلِيٌّ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهِدُ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ ﷺ إِلَيَّ : أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ)) ❷

''حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑ کر اس سے پودا نکالا اور خلق کو وجود بخشا، مجھ سے نبی اُمی ﷺ کا یہ وعدہ ہے کہ مجھ سے

❶ صحیح بخاری، حدیث: ٤٤١٦۔ صحیح مسلم، حدیث: ٦٢٢٠ ❷ صحیح مسلم، حدیث: ٢٤٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف مؤمن محبت رکھے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے۔''

نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کے اہل بیت پر جو افتاد پڑنے والی تھی اور ان کی حرمت جس طرح پامال ہونے والی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو اس سے مطلع کر دیا اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے اس دنیا سے رخصت ہونے سے قبل امت کو یہ تاکید فرما دی کہ وہ اہل بیت کے بارے میں کوئی بھی موقف اختیار کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے ذہن و دماغ سے کبھی اوجھل نہ ہونے دیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جن کی صدق گوئی اور صحتِ سماعت کی تائید اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ)) ❶

''اے زید! بیشک اللہ نے تمہاری تصدیق فرما دی ہے۔''

فرماتے ہیں:

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی چشمے کے پاس ہمیں خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور ہمیں وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا:

((أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ، يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي ، فَأُجِيبَ ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيهِ ، ثُمَّ قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي)) ❷

''اے لوگو! خبردار میں بشر کے سوا کچھ نہیں ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آ جائے اور میں اس پر لبیک کہوں میں تمہارے اندر دو نہایت گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور روشنی ہے، تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ حضرت زید فرماتے ہیں: نبی ﷺ اللہ کی کتاب پر لوگوں کو ابھارا اور اس کی ترغیب دلائی، پھر فرمایا: اور میرے اہل بیت، میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں

❶ صحيح بخاري، ح: ٤٩٠٠ ، صحيح مسلم، ح: ٧٠٢٤ ❷ صحيح مسلم، ح: ٦٢٢٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔''

جب حضرت زید سے پوچھا گیا، کہ نبی ﷺ کے اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ کے اہل بیت سے وہ لوگ مراد ہیں، جن پر نبی ﷺ کے بعد صدقہ حرام ہے، اور وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صدقہ لینا حرام ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ استنباط بالکل صحیح اور مطابق واقعہ ہے۔ کیونکہ جب ''آیتِ مباہلہ'' نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ:

﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿61﴾ ﴾ [آل عمران: ٦١]

''تمہارے پاس علم آ جانے کے بعد، جو کوئی عیسیٰ کے معاملے میں تم سے جھگڑا کرے، تو اس سے کہہ دو کہ آؤ ہم اور تم اپنے بچوں کو، اپنی عورتوں کو اور اپنے آپ کو بلائیں پھر اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو۔''

یہ حکم ربانی نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي)) [1]

''الٰہی! یہ ہیں میرے اہل۔''

اوپر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے بارے میں جو چند صحیح احادیث نقل کی گئی ہیں، ان سے امت میں ان کے صحیح مقام ومرتبے کا تعین ہو جاتا ہے ان حدیثوں سے بصراحت یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے کسی بھی درجے میں بغض ونفرت نفاق کی علامت ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات کے آئینے میں ان لوگوں کے کردار کا تعین کیا جا سکتا ہے، جنہوں نے مسئلہ خلافت سے متعلق ان کے بارے میں اپنے بغض وکراہیت کا اظہار کر دیا ہے۔ اور ان کی ''خلافت'' کو ''باغیوں کی حکومت'' کہہ کر اپنی عاقبت خراب کر لی ہے اور اس خلیفۂ راشد کی فضیلت وعظمت کو گھٹانے کی غرض سے تاریخی واقعات کے بیان میں حد درجہ بد دیانتی سے کام لیا ہے۔ اس بحث کے ''مسک الختام'' کے

[1] صحیح مسلم، ح: ٦٢٢٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر ذیل میں ایک صحیح حدیث نقل کر دینا چاہتا ہوں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ لوگ حضرت علی پر تنقید کریں اور ان کی ذات میں کیڑے نکالیں۔

امام ترمذی نے "سنن ، ح: ۳۷۱۲، ۳۷۱۳" میں امام نسائی نے "الخصائص ، ص: ۱۳ ، ۱۶، ۱۷" میں، امام ابو حاتم ابن حبان نے اپنی "صحیح ، حدیث: ۲۳۰۳" میں، امام الحاکم نے "المستدرك :۳/۱۱۰" میں، الطیالسی نے اپنی "مسند :۸۲۹" میں، امام احمد نے "مسند ، ح: ۲۰۱۷۰" میں اور امام ابن عدی نے "الكامل: ۲/۵۶۸ ، ۵۶۹" میں "عن سليمان الضبعي عن يزيد الرِّشك عن مطرف عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ" کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کی سربراہی میں ایک فوجی دستہ کسی فوجی مہم پر بھیجا۔ اس مہم کے دوران حضرت علی نے ایک لونڈی کو اپنے لیے خاص کر لیا تو لوگوں نے اس فعل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور چار صحابہ نے آپس میں یہ طے کیا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کریں گے تو آپ کو حضرت علی کے اس فعل سے آگاہ کریں گے، مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ جب وہ سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے شرف سلام حاصل کرتے، پھر اپنے گھروں کا رخ کرتے، چنانچہ جب فوجی دستہ واپس مدینہ پہنچا تو نبی ﷺ کی خدمت میں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ اس وقت اُن چاروں میں سے ایک نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ علی نے ایسا اور ایسا کام کیا؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان صحابی سے اعراض فرمایا۔ پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سے بھی اعراض فرمایا۔ پھر تیسرے اٹھے اور انہوں نے بھی وہی بات کہی، اس وقت بھی آپ نے اعراض فرمایا۔ پھر چوتھے اٹھے انہوں نے بھی وہی بات کہی جو تینوں نے کہی تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے درانحالیکہ غصہ آپ کے چہرۂ مبارک سے عیاں تھا۔ آپ نے فرمایا:

((مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ؟ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي))

"تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اور میرے بعد وہ ہر مومن کا دوست اور خیر خواہ ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت بریدہ سے ان کے بیٹے عبداللہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے شکایت کرنے والے سے منع فرمایا:

((لَا تَقَعْ فِيْ عَلِيٍّ ، فَإِنَّهُ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ ، وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدِيْ ، وَإِنَّهُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ ، وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدِيْ)) ❶

علی میں عیب نہ نکالو، کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے۔ اور وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا ولی اور دوست ہے۔"

اور حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ)) ❷

"میں جس کا مولیٰ ہوں، علی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ! تو اس کو دوست بنا جو اس سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کرے جو اس سے عداوت رکھے۔"

محدث محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

"یہ حدیث زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، بریدہ بن الحصیب، علی بن ابی طالب، ابو ایوب الانصاری، البراء بن عاذب، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، ابوسعید الخدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔" [الصحیحہ، ح: ۱۷۵۰، ۴/ ۳۳۰، ۳۴۴]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ابن مسعود اسلامک لائبریری
کتاب نمبر: 481
J3-504 جوہر ٹاؤن لاہور

www.KitaboSunnat.com

❶ مسند احمد، ح: ۲۳۴۔۰ ❷ مسند، ح: ۱۹۵۴۱، ۱۹۵۴۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پاکستان میں ملنے کا پتہ

مکتبہ قدوسیہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585

E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com

مکتبة بيت السلام

فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 4385991

موبائل نمبر 0505440147 - 0542666646 - 0532666640

ص۔ب 16737 الریاض 11474 سعودی عرب